جو خدا سے ڈرتا ہے دنیا کی ہر چیز اس سے ڈرتی ہے

داستانِ امیر حمزہ

کامل باتصویر

ترتیب

جان گلگرائسٹ

مترجم

خلیل باشک

نو ترمیم

خان عبدالجلیل خان

پبلشرز

شیخ غلام حسین اینڈ سنز تاجرانِ کتب کشمیری بازار لاہور

قیمت صرف ۵/-/۱ روپے

خورشید عالم پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام شیخ غلام حسین پرنٹرز و پبلشرز نے چھپوا کر کشمیری بازار لاہور سے شائع کی۔ تعداد:- ۱۰۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ والعاقبۃ للمتقین۔ والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہٖ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

مخفی نہ رہے۔ بنیاد اس قصہ دلچسپ کی سلطان محمود بادشاہ کے وقت سے ہے۔ اور اس زمانہ میں جتنے راویاں شیریں کلام تھے انہوں نے آپس میں ملکر واسطے سنانے اور یاد دلانے سفر بے لڑائیوں اور قلعہ گیری اور ملک گیری کے خاص بادشاہ کے واسطے امیر حمزہ صاحب کے قصہ کی چودہ جلدیں تصنیف کی تھیں ہر رات کو ایک ایک داستان حضور میں سناتے تھے۔ اور انعام واکرام پاتے تھے اب شاہ عالی جاہ عالم بادشاہ کے عہد میں مطابق ۱۲۱۵ھ ہجری اور ۱۸۰۱ء عیسوی کے خلیل علی خاں نے جو متخلص باشک ہے۔ بموجب خواہش مسٹر گلگرسٹ صاحب عالیشان والامناقب کے واسطے نو آموزوں زبان ہندی کے اس قصہ کو زبان اردوئے معلےٰ کے لکھا تاکہ صاحبان ہندیان کے پڑھنے کو آسان ہوی دبنہ دکرمہ؛

ابتدائے دفتر نوشیروان

نامہ آغاز داستان امیر حمزہ نامدار کشورستان عم رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سے ہے کہ بیچ سرزمین ایران کے ملک مدائن میں ایک بادشاہ قباد کامران نامی اس نلعہ شجاع و عادل و رعیت پرور تھا۔ کہ اس کے عہد میں ہر ایک غریب و فقیر اپنے اپنے گھر میں غنی تھا ظلم اور جور کا اس کے شہر میں کہیں نام اور نشان نہ تھا۔ مگر عدل اور انصاف ایسا تھا کہ اس کے دور میں تمام خلقت آسودہ و بے خطر تھی۔ کسی کو کسی بات کا غم نہ تھا۔ اُس عدل میں باگھ و بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ اس بادشاہ کے چالیس وزیر تھے۔ کہ جن کی صمیم عقل اس گلشن سلطنت کو ہمیشہ خوشبو رکھتی

تھی۔ ان وزیروں کے سوائے سات سو حکیم اور رمال سات سو ہی ندیم صاحب کمال چار سو پہلوان کرسی نشین۔ تین سو بادشاہ تاجدار ایرانی دس لاکھ سوار چالیس ہزار غلام زریں کمر و زریں کلاہ مغرق بہ جواہر اس بادشاہ کی خدمت میں روز و شب حاضر رہتے تھے۔ سردار سب وزیروں میں ملک الفش نامی شخص تھا۔ کہ اس کا پیشہ بادشاہ کو امور سلطنت میں مشورہ دینا تھا۔ اسی شہر میں ایک حکیم مسلمان اولاد میں حضرت دانیال پیغمبر کے بخت جمال نامی رہتا تھا۔ اس کو علم رمل میں اس قدر معلومات تھی کہ الفش وزیر بھی اکثر اس سے زائچے کا حکم سیکھنے لگا۔ ایک دن میں باہم یہ دوستی بہم پہنچائی کہ ایک روز بن دیکھے چین نہ ہوتا۔ بعد کتنے دنوں تک ایک روز الفش بطور ہمیشہ خواجہ بخت جمال کے پاس آیا۔ اور کہا کہ آج میں نے آپ کی خاطر قرعہ ڈالا تھا۔ اس میں صورت خوف و خطر کی نظر آئی۔ کہ وہ خوف چالیس دن تک رہے گا۔ پس لازم ہے کہ آپ اتنے دن گھر سے باہر پاؤں نہ رکھئے۔ کہ خطرہ جان کا ہے اور اعتبار کسی کا نہ کیجئے۔ بندہ بھی ان روزوں کے بعد آن کر قدمبوس ہوگا۔ یہ کہکر اپنے گھر کی راہ لی یہاں بخت جمال بھی گھر کے دروازے کو بند کر کے ایک کونے میں بیٹھ کر دنوں کو گننے لگا تاکہ انتالیس دن بخیر و خوبی گذر گئے۔ چالیسویں دن صبح کو اٹھ کر غسل کیا۔ اور اُجلے کپڑے پہن کر عصا کو ہاتھ میں لیا کہ آج آپ جا کر الفش وزیر سے ملاقات کیجئے۔ کہ اپنے تئیں اس شہر میں سوائے اس کے اور کسی سے واسطہ نہیں ہے۔ یہ کہکر گھر سے باہر نکلا وزیر کے گھر کی طرف چلا۔ شہر چھوڑ کر دریا کی طرف سے جدہر وزیر آتا تھا روانہ ہوا۔ آدھی راہ طے کی تھی کہ دھوپ کی گرمی کے باعث سے ایک درخت کے تلے آن کر کھڑا رہا۔ دیکھے تو وہاں ایک ہو کا مکان ہے۔ کہیں کسی آدمی کا اپنے سوا نام تک بھی نہیں از بسکہ وہاں کسی وقت میں عمارت تھی۔ ٹوٹی پھوٹی حویلیوں کے کچھ نشان باقی رہ گئے تھے۔ اس میدان میں ٹھنڈی ہوا جو اس کو خوش آئی ایک درخت کے نیچے ٹہلنے لگا۔ اور جی میں کہا کہ یہ مکان کئی برس سے ویران پڑا ہے۔ اور تابع ملک الفش کے ہے۔ اس نے بھی آباد نہ کیا۔ اگر یہ بسے تو اس سے بہتر مکان اور لب دریا نہ ملے یہ تصور کر کے ایک بارہ دری کا ٹوٹا سا مکان اینٹوں سے چنا۔ بخت جمال نے عصا کی نوک کے ساتھ اینٹوں کو اکھاڑ کر جی میں کہا اس کے اندر جا کر دیکھئے کہ کیا ہے۔ اس کوٹھڑی کے اندر جا کر دیکھا تو ایک کونے میں چھوٹی سی کھڑکی اور اس میں قفل لگا ہوا ہے پر زنگ نے اس کو کھایا ہے کہ لوہے میں کچھ باقی نہیں ہے۔ ہاتھ سے زور کر کے قفل کو توڑ ڈالا اور دروازہ کھول کر دیکھا تو کچھ سیڑھیاں نظر آئیں نیچے ایک تہ خانہ تھا۔ ان سیڑھیوں سے اتر کر اس کے اندر گیا۔ اور اس میں دیکھا کہ سات گنج مال کے شداد نے کسی زمانے میں یہاں دفن کئے تھے۔ جی میں کہا خدا نے یہ دولت تجھ کو دی ہے۔ لیکن تو مرد غریب ہے۔ کب ہضم کر سکے گا۔ بہتر یہ ہے کہ الفش وزیر سے کہئے

وہ اپنا بڑا دوست ہے۔ یہ کہکر پھر آیا۔ اور الفش کی ڈیوڑی پر گیا۔ جوں ہی اس کو خبر ہوئی گھر سے باہر آیا۔ اور بخت جمال کا استقبال کرکے لے گیا۔ پاس اپنی مسند کے بٹھا کے کہا الحمدللہ وہ ایام بدجلد گذر گئے۔ خدا عالم ہے بندے کو رات دن اسی کا خیال تھا۔ آپ نے کیوں تصدیع فرمایا۔ آج میں مقرر حاضر ہوتا۔ رات سے خیال تھا کہ کل چالیسواں دن ہے۔ چل کر حضرت کا آستانہ بوس ہوجیئے۔ بخت جمال نے کہا۔ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ اپنے تئیں آپ کی ذات سے توقع زیادہ ہے۔ لیکن جہاں پایۂ دوستی زیادہ ہے۔ وہاں کب دل کو اتنا صبر ہوتا ہے۔ کہ دوست کے آنے کا انتظار کیجئے اگر میں آیا تو کچھ مضائقہ نہیں ہوا۔ آپ کی خاطر ایک خوشی بھی لایا۔ ہوں۔ جھک کر آہستہ کان میں کہا کہ میں نے راہ میں اس طرح فلانے مکان میں سات گنج مال کے دیکھے ہیں۔ سو مجھ میں اتنا حوصلہ کہاں کہ اس کو صرف کردوں۔ صاحب کو مبارک ہو جو اس فقیر کو اپنے ہاتھ سے دیجئے گا۔ وہی تھوڑا بہت ہے۔ الفش نے دو گھوڑے خاصے سے منگوائے۔ ایک پر بخت جمال کو سوار کیا اور ایک پر آپ سوار ہوکر لوگوں کو کہا کہ اس وقت کوئی ساتھ نہ آوے۔ تنہا وہ دونوں یہاں آئے جہاں وہ مکان تھا۔ اس کے اندر جاکر گھوڑوں سے اترپڑے اور ان کو باگ ڈوروں کو درخت کے ساتھ باندھ کر اندر اس دالان کے گئے اور کوٹھڑی میں جاکر تہ خانہ میں اتر پڑے۔ از بسکہ جواہرات کی کثرت سے چاروں طرف ایک مکان معلوم ہوتا تھا اور ہر ایک ڈھیر طرح بطرح جواہرات کی روشنی سے اس مکان میں اجالا تھا۔ الفش مال کو دیکھکر باغ باغ ہوا۔ اور جی میں یہ کہنے لگا۔ لات منات نے تجھ کو یہ دولت دی ہے۔ لیکن یہ حکیم اس راز سے واقف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کل کو تجھ سے بے مزہ ہوکر اس کو فاش کرے تو موجب بدنامی کا ہے سلطان عالم کہے گا کہ وزیر نے یہ مال پایا اور اس کو بادشاہ سے چھپایا۔ تو اب خوب یہی ہے کہ اس کو مار کر اس مکان میں ڈال دیجئے۔ تاکہ کوئی دوسرا واقف نہ ہو۔ یہ کہکر مردن اس بیچارے کی اپنی طرف پکڑ کر کھینچی اور بچھاڑ کر اس پیر مرد کی چھاتی پر بیٹھا اور خنجر کمر سے نکال کر چاہا کہ سر کو اس کے جدا کرے۔ لیکن اس کو حیرت کا مقام تھا کہ میں نے سوائے نیکی کے کچھ بدی نہیں کی بے اختیار رو کر کہنے لگا۔ کہ میں سخت حیران ہوں کیا ایسا گناہ کیا کہ تم ذبح کرتے ہو۔ کہا گناہ تو کچھ نہیں لیکن اس وقت مصلحت جس سے بخت جمال نے کہا کہ اگر تم کو یہ خیال ہے کہ میں کسی سے کہوں گا۔ مجھ سے قسم لو۔ الفش نے کہا آدمی جان بچانے کی خاطر بہت سی قسمیں کھاتا ہے لیکن میں کب مانتا ہوں۔ اس بیچارے مرد ضعیف نے ہرچند منت زاری کی پر اس بے رحم کے ہاتھ سے صورت بچنے کی نہ دیکھی۔ کہا اے الفش آخر تو بدلا کریگا لیکن میں ایک وصیت کرتا ہوں اگر میرے مرنے کے بعد تجھ سے ہوسکے تو عین احسان ہے۔ پوچھا کیا کہا میرے گھر میں سوائے آج کے کل کا خرچ نہیں ہے واسطے خرچ کے کچھ بھجوانا اور میرے مرنے کا حال مت سنانا

دوسرے میرے گھر میں امید حمل کی ہے سو اتنا کہہ دینا کہ اگر بیٹی ہو تو مختار ہے جو چاہنا نام رکھنا۔ اگر بیٹا ہو تو بزرجمہر نام اس کا رکھنا یہ کہکر آنکھیں بند کیں اور کلمہ پڑھا۔ اس قاتل بے درد نے خنجر بے دریغ سے سر اسکا جدا کیا اور اسکا گھوڑا بھی یار کوتہ خانہ میں ڈال دیا۔ اور دروازے کو بند کر کے دریا کے کنارے گیا خنجر اور ہاتھ سے لہو دھو کے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے اس طرف آیا۔ اور کہا اس مکان میں ہمارے واسطے ایک باغ تیار ہو اور جہاں وہ مال تھا۔ اس کے گرد چار دیواری سنگ مرمر کی بنائے اور اس کو پاٹ کر ایک بنگلہ واسطے نشست کے مونگے کا بنے غرض اس کے حکم کے ساتھ معمار جہاں تک گئے تھے حاضر ہوئے اور راج اور مزدور سنگتراش بڑھئی بیلدار بلوائے اور تاکید لگائی کہ جلد وہ باغ تیار ہو یہ حکم کر کے بموجب وصیت خواجہ ایک دوسرے سے روپے لیکر بخت جمال کے گھر گیا اور جو وصیت کی تھی سب کہی۔ اور کہا کہ یہ روپیہ خرچ میں لاؤ میں نے تجارت کی خاطر اسے چین بھیجا ہے یہ کہکر اپنے گھر گیا۔ اور باغ کا نام بیدار رکھا۔

دربیان تولد شدن بزرجمہر اور جاماسنامہ سے احوال دریافت کرنا اپنے باپ کے مارے جانے کا

راوی شیریں زبان اس داستان کا یوں بیان کرتا ہے۔ کہ وہ بخت جمال کے گھر میں جو حاملہ تھی بعد نو مہینے کے وقت سعید روز جمعہ کے دن آفتاب کی ساعت میں ایک فرزند نرینہ مثل خورشید برج حمل سے اس کے طالع ہوا۔ جونہی نگاہ اس عورت کی اپنے بیٹے پر پڑی تو جی خوش ہوا۔ حالت میں تنہائی کے اس کے باپ کو یاد کر کے خوب روئی لیکن صورت اس لڑکے کی دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور نام اس کا بزرجمہر رکھ کر پرورش کرنے لگی حتیٰ کہ پانچ سال کا ہوا۔ بخت جمال کے شاگردوں میں ایک آخوند تھا۔ تمام محلے کے لڑکے اس سے پڑھتے تھے یہ بھی بزرجمہر کو اس کے پاس لے گئی کہ حق بخت جمال کا تم پر بہت سا ہے اور یہ اس کا لڑکا ہے۔ اگر صحبت بد میں آوارہ ہوگا تو تمہارے واسطے باعث سبکی کا ہے اس کو پڑھاؤ تاکہ تمہارا نام ہوئے اس معلم نے سنکر یہ دل و جان سے قبول کیا۔ اور بزرجمہر کو چھاتی سے لگا کر بٹھلایا۔ اور پڑھانا شروع کیا از بسکہ طفلگی سے اس کا فہم رسا تھا۔ کئی برس میں فارغ التحصیل ہوا۔ کوئی علم اس سے باقی نہ رہا تمام دن آخوند کے پاس،

بیٹھا رہتا۔ جس وقت چار گھڑی دن رہتا۔ اس وقت رخصت لے کر اپنے گھر کو جاتا اس کی ماں محنت مزدوری کر کے کھانا پکار کھتی۔ اتفاقاً ایک روز کچھ کھانے کو میسر نہ ہوا۔ جبکہ دو گھڑی دن باقی رہا۔ اس وقت بے تاب ہو کر اپنی ماں سے کہا کہ اب مارے بھوک کے برا حال ہے۔ اگر کچھ کھانے کو چیز دو کہ اس کو بازار میں بیچ کر کھانے کی فکر کروں اس کی ماں نے کہا بیٹا کچھ اثاثہ گھر میں نہیں ہمیشہ تیرا باپ بیچ بیچ کر کھاتا گیا۔ مگر تیرے نانا کے وقت کی ایک کتاب طاق پر دھری ہے۔ کہ اس کا جاماسپ نامہ نام ہے۔ بارہا تیرے باپ نے چاہا کہ اس کو بیچ کر کھائے۔ جب اس کے لینے کو گیا۔ طاق سے ایک کالا ناگ پھنتا تا ہوا اس پر نکل کر دوڑا۔ اس کی دہشت سے وہ کتاب بچ رہی۔ اگر تیرا جی چاہے تو اسے بیچ دو۔ اور تو سوائے اس کے کچھ نہیں ہے جو تجھ کو دوں بزرجمہر نے اس کتاب کو واسطے دریافت کرنے کے اتارا کہ معلوم کیجئے کہ کیسی کتاب ہے جونہی دو صفحے پڑھے زار و زار مانند ابر بہار ڈھار کر خوب رو دیا۔ اور دو تین ورق پڑھتے ہی چہرے پر خوشی سی معلوم ہوئی بے اختیار کھلکھلا ایسا ہنسا کہ سب دیکھنے والے حیران ہوئے۔ جونہی اس کی ماں نے یہ حرکت دریافت کی کہا اس کو سودائی ہوا گئی۔ لوگوں سے کہتی ارے خدا کے واسطے فصاد بلاؤ کہ اس کی فصد کھلوا دوں۔ یہ سنکر بزرجمہر نے کہا کہ مجھے سودا نہیں ہنسنے اور رونے کا سبب یہ ہے کہ اس کتاب کے پڑھنے سے تمام احوال باطن کا معلوم ہوتا ہے۔ اول جو میں رویا مجکو معلوم ہوا کہ میرے باپ کو الفش نے فلانی جگہ مار کر ڈالا ہے ابتک لاش اس کی خشک پڑی ہے۔ اور ہنسا اس خاطر کہ اس سے اپنے باپ کا خون لونگا بادشاہ مجکو اپنا وزیر کرے گا۔ اب تم کھانے کی فکر نہ کرو میں ایک حکمت کرتا ہوں یہ کہکر اپنے ساتھ ایک لونڈی کو لیا اور ایک بنئے کی دوکان پر آیا۔ اور اس سے کہا کہ اس عورت کو اتنا میدہ اور گھی اور قند دیا کرو۔ کہ جب تک میں اپنے باپ کا بدلہ نہ لے لوں۔ اس نے کہا قیمت کب ملے گی۔ کہا تو مجھ سے قیمت طلب کرتا ہے اور جو تو نے حماد دہقان کے کئی ہزار من گیہوں مول لئے تھے اس کو مع اس کے چار فرزندوں کے زہر دیکر مار ڈالا اگر یہ بات عدالت میں پاس شاہ پہنچے تو تیرے حق میں کیا ہو۔ چنانچہ یہ بات سنکر بے حواس ہوا۔ اور کہا جس وقت آپکو درکار ہو منگوا لیا کیجئے پر اس بات کو اپنے جی میں ہی رکھئے۔ بزرجمہر نے لونڈی کو اسکے روبرو کیا اور وہاں سے قصاب کی دوکان پر آنکر اس سے کہا کہ ایک من تبریزی گوشت اس کنیز میری کو ہر روز دیا کر۔ وہ انکو منظور نہ ہووے تو وہ جو تو نے طوس گلہ بان سے کئی ہزار بکریاں مول لی تھیں جب وہ تجھ سے مول مانگنے آیا تو تو نے اسے دغا سے مار کر اپنی کوٹھڑی میں گاڑ دیا کہے تو وہ کہدوں قصائی اسکو سن کر گائے کی طرح کانپ گیا اور کہنے لگا خدا کے واسطے یہ حرف زبان پر مت لائیے جتنا گوشت چاہئے میں دونگا اسی صورت میں کچھ اپنے صراف کو بتلا کر کئی دینار اس سے مقرر کئے اور اپنے گھر جا کر آرام سے گذران کرنے لگا۔

حکایت یہاں سے دو کلمہ داستان ملک القش کے ملاحظہ فرمائیے جبکہ وہ باغ تیار ہوا ایک دن بادشاہ کے حضور میں عرض کی کہ غلام نے ایک باغ حضور کی دولت سے بنایا ہے۔ سو امید وار ہے کہ ظل سبحانی اگر تشریف فرما ہوں تو ایک چمچہ آشکا نوش جان فرمائیں تو اس خانہ زاد کا باعث عزت ہے۔ ع شاہا چہ عجب گر بنوازند گدا را۔ فرمایا کیا مضائقہ ہے۔ تم جا کر تیاری کرو ہم بھی آتے ہیں۔ القش نے ایک تخت پر سوار ہو کر اور تمام وزرا امرا ہمراہ لیکر طرف باغ بیداد کے رونق افروز ہوا۔ جبکہ سواری قریب باغ کے آئی۔ ملک القش نے ایک تخت جو واسطے بادشاہ کے تیار کیا گیا تھا۔ ہوا دار کہ تمام اس میں گل اور بوٹے الماس کے تھے اور چاروں طرف کونوں پر اس کے چار طاؤس زمرد کے بنائے تھے کہ جنہوں کے پیٹ میں نکلنے خوشبو کے رہتے تھے واسطے تخت کی شان کے طاؤس کے پہلو میں دونوں طرف ایک ایک نرگس دان رکھا تھا کہ جن کے کٹورے مرصع کے مثل زمرد کے سرسبز تھے۔ اور الماس کے پھول جنہوں کی صورت پکھراج کی سی تھی۔ اس کو معہ ہودجوں اور چالیس ہاتھیوں کے جن پر جھولیں زربفت کی پڑی ہوئی اور عماریاں کہ تمام زری کا جواہر نگار ان کی پیٹھوں پر کسی ہوئیں اور دو سو گھوڑے عربی عراقی تازی معہ جواہر مرصع اور کئی اونٹ بغداد کے دو کوہانی کہ جن کے کجاوؤں پر کارچوبی زربفت کی چادریں کسی ہوئیں اور کتنے خیمے اور کتنی کشتیاں ملاح کی اور جواہرات کی اور پارچہ جات ہوئی و ریشمی اور پشمینی اپنے ساتھ لئے اور باہر کے جلو خانہ تک استقبال کر کے بادشاہ کو یہ سب نذر گذرانا۔ اور تخت کا پایہ پکڑ کر بوسہ دیا اور ہمراہ ہوا۔ جبکہ بادشاہ باغ کے اندر گیا دیکھا تو واقعی عجب گلزار ہے کہ شاید اور کہیں ایسا نہ ہو گا۔ اسکی وہ چار دیواری سنگ مرمر کی جسمیں تمام فیروزے کی تحریر اور طرح بطرح کی گلدار بیل سے اور بیچ ان دیواروں کی طرف سنہری چوبوں کی دار بیشت بنی ہوئی کہ اس میں زمرد کے اور خوشے موتیوں کے لگے ہوئے ہیں اور وہ صاف روشنی سبزہ کا عالم ٹھنڈی ہوا پھولوں کی خوشبو ہر دم جس سے دماغ کو قوت ہوتی تھی۔ کیاریاں اقسام کی گلزار ہر قسم کے پھول جسمیں پھولے ہوئے مثل گل لالہ نافرمان جعفری۔ بابونہ گیندا جوئی۔ سوسن چنبیلی۔ موتیا موگرا رائے بیل۔ گلاب۔ سیوتی۔ کلغا۔ گل مہندی۔ اور گل خوشبو نرگس۔ داؤدی۔ ہر ایک طرح بہار تھی۔ اور دونوں طرف روش کے دو بڑے بڑے پیڑ چمپا اور مولسری بہت خوبصورت پھولے ہوئے جنکی تمام ٹہنیوں پر اور شاخوں پر غرار بادلہ کی چڑھی ہوئی وہ مہندی اور ناگر بیل کی ٹہنیوں کی مثال اور چوپڑ کی نہر مثل لوح الماس کے طب پانی سے ہر جہار طرف گئی کہ جس کے فواروں پر ہزاری کے جانور طوطے۔ بلبل۔ فاختہ۔ مور۔ عندلیب۔ جواہرات کے بنے ہوئے جن کے پروبال سے ہزارہ چھٹتا ہوا ایک لطف دیتا تھا اور سفید سفید عالم عمارت کا جسمیں سنہری روپہری الماس

تراش استادوں پر تمام تماحی کے سائبان کھچے ہوئے جن میں سراسر مرقیوں کی جہاں تھی اور سونے کی نیائے نگی چلو میں مینے سے رنگی ہوئیں جھبُے درد سبز گلاب کی دیواروں سے زربفت کے پردوں کے ساتھ بندھی ہوئیں۔ غرض بادشاہ اس باغ کو دیکھ کر اپنے باغ کو بھول گیا اور ایک بارہ دری تھی کہ اس میں پکھراج کا کام تھا۔ اس کے اندر بادشاہ ایک تخت پر بیٹھا اور القش کو شاہ نے خلعت جمشیدی امداد کیا بعدہٗ جہاں تک پادشاہ اور پادشاہ زادے قباد کامران نامی کے ہمراہ آئے تھے۔ داہنی اور بائیں طرف بادشاہ کے کرسیوں پر جواہرات کے بیٹھے تھے۔ بادشاہ نے خاصہ تناول فرمایا اور وزیر پر بہت سی سرفرازی فرمائی۔ اور صحبت عیش نشاط کی گرم ہوئی۔ جہانتک معشوقان ماہ رُو اس شہر میں تھے۔ آن کر حاضر ہوئے اور ان کا مجرہ ہونے لگا۔ ساقیان گلفام مئے ارغوانی کا جام ہاتھوں میں لے کر گردش میں لائے۔ اور لگے نشاۃ تخفگی کے ہر طرف دینے آواز ہوش بادہ نوش بادہ کی بلند ہوئی۔ غرض بادشاہ نے اکیس دن وہاں جشن کیا بعد جشن کے دوبارہ وزیر کو خلعت دیا اور سوار ہو کر اپنے دولت سرا کی طرف روانہ ہوئے۔

یہاں سے دو کلمہ داستان خواجہ بزرجمہر کے بیان کر دوں کہ اپنے گھر میں گوشہ عافیت میں رہتا تھا۔ ایک دن اس کی ماں نے کہا ان دنوں میں اکثر میتھی کا ساگ کھانے کو جی چاہتا ہے۔ کہیں سے منگوایا چاہئے۔ بزرجمہر نے کہا میں لاتا ہوں۔ کچھ پیسے اپنے ہاتھ میں لے کر باغ داد کے دروازے پر آیا۔ اور باغبان کو آواز دی وہ سنکر آیا اور دروازہ بند تھا چاہا کہ قفل کو کھولے بزرجمہر نے کہا خبردار قفل کو ہاتھ مت لگانا۔ کل جو تو نے وہ سانپ مارا تھا۔ اسکا جوڑا اس میں تیرے کاٹنے کو میٹھا ہے۔ باغبان نے برابر قفل کے آن کر دیکھا تو واقعی ایک پتلی سٹک سی کالی ناگن قفل کے چھید سے منہ لگائے ہوئے بیٹھی ہے اسے مار لیا اور دروازہ کھول کر لڑکے کا بڑا معتقد ہوا کہ صاحب کمال ہے۔ پوچھا کہ یہ سانپ کا احوال تو نے کس طرح جانا۔ کہا کہ تجھ کو اس بات سے کیا۔ اگر تیرے باغ میں میتھی کا ساگ ہو تو دے اس نے بزرجمہر کو ایک جا بٹھلایا۔ اور آپ ساگ توڑنے کو گیا ناگہاں اسی باغبان کی ایک بکری جدھر زعفران کا ایک تختہ زرد مثل رنگ عشاق کے چہرے کے

کھلا ہوا تھا جا پڑی۔ اور لگی کھانے۔ باغبان نے دیکھ کر ایک بیلچہ اس بکری کی پیٹھ پر مارا کہ تڑپ کر مر گئی۔ بزرجمہر نے کہا۔
اے نادان تو نے تین خون کئے اس نے ہنس کر کہا اے لڑکے تجھے سودا ہو گیا ہے کہ ایک خون کو تین خون بتلاتا ہے کہا
ایک یہ اور دو بچے اس رنگ کے پیٹ میں ہیں جس وقت ان دونوں میں یہ باتیں ہو رہی تھیں القش بھی بالاخانہ سے دیکھتا
تھا۔ انکو اپنے نزدیک بلا کر احوال دریافت کیا کہ یہ کیا گفتگو ہے۔ بکری کا پیٹ پھاڑ کر دیکھا۔ تو اسی رنگ کے دو بچے تھے القش
نے باغبان کو رخصت کیا اور بزرجمہر کو اپنے پاس بٹھلایا۔ اور پوچھا تو کون ہے اور یہ غیب دانی کیونکر دریافت کی۔ کہا میں بیٹا
بخت جمال کا اور حکیم جاماسپ کا نواسہ ہوں۔ میرے باپ کو اس شہر میں کسی نے قتل کر ڈالا ہے۔ خون کا بدلہ لینے کی فکر میں
ہوں۔ القش نے کہا پھر اپنے باپ کے خونی کو کس طرح پاؤ گے۔ کہا خدا کے نزدیک دور نہیں وقت پر موقوف ہے القش نے
کہا بھلا رات کو میرے دل میں کیا ضمیر تھی؟ کہا تو نے کسی جاماسپ پایا ہے اور اپنی جورو کو کہنا چاہتا تھا مگر نہ کہا۔ القش اسکی
صورت دیکھ کر بھانپ گیا کہ یہ لڑکا بڑا روشن ضمیر ہے۔ اور اکثر سنا ہے کہ روشن ضمیر کے دل کے اور جگر کے کباب
کھانے سے آدمی روشن ضمیر ہوتا ہے۔ اس کا ایک غلام حبشی بختیار نام تھا اس کو بلا کر چپکے سے کہا میں تجھے تیری مراد
تک پہنچاؤں گا۔ تو اس لڑکے کو کہیں لے جا کر ذبح کر اور اس کے دل اور جگر کے کباب بنا کر میری خاطر لا۔ اس غلام نے
نزلے ایک اندھیری کوٹھڑی میں بزرجمہر کو پچھاڑا اور چاہا کہ چھاتی پر بیٹھ کر چھری سے حلال کرے بزرجمہر نے بے اختیار
قہقہہ مارا اور کہا تو مجھے اس کے کہنے سے قتل کرتا ہے اپنی مراد کو نہ پہنچے گا۔ وہ مراد میرے ہاتھ سے بر آئے گی۔ اس نے
کہا میری مراد کیا ہے کہا تو القش کی بیٹی پر عاشق ہے اور اس نے تجھے دینے کا وعدہ کیا ہے پر نہ دے گا۔ مجھ کو چھپا رکھ آج سے
دس دن کے بعد بادشاہ ایک خواب دیکھ کر بھول جائے گا۔ اس وقت مجھ کو تجھ سے مانگے گا۔ جبتک تم تین طمانچے اس کے ہاتھ
سے نہ کھانا مجھ کو نہ بتلانا۔ غلام نے کہا اس نے تمہارے دل اور جگر کے کباب طلب کئے ہیں اگر اور جانور کے بنا کر لے جاؤں گا
تو وہ حکمت سے معلوم کرے گا کہ یہ گوشت آدمی کا نہیں ہے۔ بزرجمہر نے کہا شہر کے دروازے پر ایک بڑھیا بکری کا بچہ بیچتی
ہے کہ آدمی کے دودھ سے پالا ہوا ہے اسے مول لے کر حلال کر اور اس کے دل و جگر کے کباب بنا کر اس کو کھلا اس میں بھی
آدمی کی بو آتی ہے۔ اس غلام نے بزرجمہر کو رخصت کیا اور وہ بکری کا بچہ لا کر اس کے دل و جگر کے کباب بنا کے القش کو
دیئے وہ کھا کر بہت خوش ہوا کہ اب میں صاحب کمال ہوا اور بزرجمہر اپنے گھر میں آرام سے بیٹھ رہا۔ اس بات کو کئی روز
گذر گئے کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھ کر فراموش کیا صبح کو جب دربار کے وقت تمام امراء و وزراء حاضر ہوئے
بادشاہ نے فرمایا رات کو میں ایک خواب دیکھ کر بھول گیا ہوں۔ میں تم سب سے سوال کرتا ہوں کہ وہ خواب کیا تھا
اور اس کی تعبیر کیا ہے۔ جہاں تک حکیم اور ندیم تھے یہ سنکر حیران ہوئے۔ اور عرض کی کہ اگر

خواب معلوم ہو تو اس کی تعبیر کہی جاوے اور خواب کا احوال کیوں کر کہیں کہ آپ نے یہ خواب دیکھا تھا۔ فرمایا کہ سکندر کے وقت ایسے حکیم تھے کہ سکندر خواب دیکھ کر بھول جایا کرتا تو خواب مع تعبیر کے کہتے۔ میں تم کو اس قدر مال دیتا ہوں اور کبھی کچھ کام نہیں لیتا اور اگر میرے اس خواب کو مع تعبیر نہ کہو گے ایک ایک کو جیتا قبر میں گڑوا دوں گا۔ بلکہ اس کام کی خاطر تم سب کو چالیس دن کی مہلت دیتا ہوں۔ تاکہ اس کی فکر کرو۔ البقش سب سے زیادہ تھا۔ اس کو زیادہ تاکید کی۔ لیکن یہ سب حیران تھے کہ کیا جواب دیں۔ چالیس دن کے بعد بادشاہ نے پوچھا کہ ہمارے خواب کو دریافت کیا۔ اور سب خاموش رہے۔ البقش نے کہا کہ غلام نے بموجب نجوم کے معلوم کیا کہ آپ نے یہ خواب دیکھا تھا۔ کہ آسمان سے مرغ آیا اور اس نے آپ کو اٹھا کے آگ کے دریا میں ڈال دیا۔ آپ اس دہشت سے جاگ اٹھے اور خواب بھول گئے۔ بادشاہ نہایت خفا ہوا۔ اور کہا اے مردک اسی عقل پہ وزارت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں حکیم ہوں یہ خواب میں نے کب دیکھا ہے۔ قسم ہے آتش کدہ نمرود کی دو دن اور فرصت دیتا ہوں اگر اس درمیان نہ کہو گے۔ تو تیسرے دن تم سب کو مار ڈالوں گا۔ تب تو سب کے حواس اڑ گئے۔ البقش اپنے گھر گیا اور غلام سے پوچھا میں نے جو اس لڑکے کو ذبح کرنے کے لئے دیا تھا وہ بڑا مکار تھا۔ شاید تیرے ہاتھ سے بچ گیا ہو تو اب اس سے ایسا ہی کام ہے جہاں ہو وہاں سے لے آؤ۔ اس نے کہا میں نے آپ کو اس کے دل و جگر کے کباب اسے آپ کے کہنے پہ ذبح کر کے کھلائے۔ اس کی ہڈیاں بھی گل کر چور ہو گئیں اب وہ کہاں ہے۔ البقش نے کھسیانہ ہو کر تین طمانچے اس کی گالوں پہ لگائے کہ وہ بیتاب ہو کر گرا۔ اور کہنے لگا غلام کو مت مارئیے لے آتا ہوں۔ البقش حیران ہوا اور کہنے لگا۔ اے نادان تو نے پہلے کیوں نہ کہا۔ جو مار کھائی۔ یہ کہدیا تھا کہ ملک البقش کے ہاتھ سے تجھ کو تین طمانچے لگنے ہیں۔ وزیر البقش نے غلام کو چھاتی سے لگا کر کہا جا لے آ۔ اس نے بزرجمہر کے دروازے پہ جا کر دستک دی۔ بزرجمہر آواز سن کر باہر آیا۔ اور اس غلام سے پوچھا۔ خیر تو ہے۔ اس نے سلام کر کے کہا کہ صاحب جو تم نے کہا تھا سو سب سچ ہی ہوا اب البقش نے تم کو بلایا ہے۔ بزرجمہر خاموش ہو کر اس کے ہمراہ البقش کے گھر گیا۔ اس نے دیکھ کر بہت تعظیم کی اور عزت سے اپنے پاس بٹھلایا۔ اور شدت سے خاطر اور گذشتہ کا عذر بھی کیا۔ اور کہا کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھ کر فراموش کیا ہے۔ سو ہم سب پہ عذاب ہے۔ اگر کہہ دیں تو نہایت احسان ہے۔ بزرجمہر نے کہا آپ جو صبح کو دربار جائیں تو بادشاہ سے کہئے کہ ان وزیروں کی عقل پہچانتا تھا۔ سو معلوم ہوئی۔ بندے کا ایک شاگرد ہے فرمائیں تو ابھی آن کر کہدے حضور سے یہ کہہ کر مجھو ادینا۔ میں آن کر کہہ دوں گا۔ یہ کہہ کر رخصت ہوا اور اپنے گھر گیا۔

(باقی داستان شب فردا)

داستان پہلی

بزرجمہر کا القش پر سوار ہو کر بادشاہ کے پاس جانا اور اپنے باپ کے خون لینے میں کامیاب ہونا

جوہریارانِ بازارِ سخن داستان کے لعل و جواہر کو مہک بیان میں اسطرح منسلک کرتے ہیں کہ جب القش فجر کو بادشاہ کے حضور میں عرض کی غلام کا ایک شاگرد ہے جو اس خواب کو کہنا چاہتا ہے اور غلام نے کبھی کا کہا ہوتا پر سب حکیموں کا امتحان لینا تھا۔ بادشاہ نہایت خوش ہؤا اور فرمایا کہ لوگ جاویں اور اس کو لے آویں۔ بموجب حکم کے چوبدار گئے اور جا کر بزرجمہر سے کہا کہ بادشاہ کے حضور میں تم کو جلد یاد فرمایا ہے۔ کہا اچھا چلو پر سواری کیا ہے۔ چوبداروں نے کہا سواری تو کچھ نہیں کہا اچھا جاؤ لے آؤ۔ چوبداروں نے جا کر عرض کیا فرمایا گھوڑا لے جاؤ۔ دوبارہ وہ آدمی گھوڑا لے گئے اور کہا اس پر سوار ہو کر چلئے۔ بزرجمہر نے کہا پیدائش گھوڑے کی باد سے ہے۔ آدمی کو خاک سے باد کو کیا نسبت کہ باہم دشمن ہیں۔ اس پر سوار نہیں ہونگا۔ کچھ اور میرے لائق ہو تو لاؤ۔ کہ اس پر سوار ہو کر بادشاہ کے حضور میں جاؤں۔ چوبداروں نے یہ عرض بھی کی۔ بادشاہ نے کہا اور جو سواریاں ہیں وہ سب لے جاؤ۔ وہ جس پر چاہے سوار ہو کر آئے۔ جس وقت سب سواریاں بزرجمہر کے پاس لائے دیکھ کر کہا کہ ان میں کوئی بھی میری سواری کے لائق نہیں ہے۔ کس واسطے کہ ہاتھی بادشاہ کے تخت کا ہے۔ جس پر سوار ہونا خلاف ادب ہے اور میانہ پر بیمار چڑھتے ہیں۔ میں بیمار نہیں ہوں اور اونٹ پر کیوں سوار ہوں کہ یہ فرشتہ ہے۔ خچر حرامزادہ ہے۔ حلال زادہ اس پر سوار نہ ہوگا۔ اور جو بیل لائے ہو اس پہ بنئے اور دھوبی چڑھتے ہیں اور گدّے پہ وہ سوار ہو جس نے ایسا گناہ کیا ہو۔ میں بے گناہ ہوں۔ ان سب کو لے جاؤ۔ اور حضور میں عرض کر دو۔ لاچار وہ سب سواریاں پھیر لے گئے۔ اور بادشاہ سے احوال یہ تمام کہا پھر فرمایا اس سے پوچھو کیا سواری بھیجوں جس پہ تو سوار ہوگا۔ چوبداروں نے جا کر پوچھا۔ کہا بادشاہ کو اگر خواب سننا منظور ہے تو القش کی پیٹھ پر زین کسوا کر بھجوا دیں۔ کس واسطے کہ کوئی سواری سوائے اس کے میرے لائق نہیں کہ جس پر سوار ہو کر بادشاہ کے حضور میں آؤں بجنس مع المجنس وہ بھی آدمی ہے میں بھی آدمی دوسرے آخر وہ حکیم ہے۔ اس پہ چڑھنا عیب نہیں۔ جس وقت یہ خبر بادشاہ کو ہوئی بے اختیار ہنسا اور کہا۔ معلوم نہیں کہ اس کے ہاتھ سے اس کو ایسی ایذا پہنچی ہے۔ فرمایا

القش کی پیٹھ پہ زین باندھ کر بزرجمہر کی ڈیوڑھی پہ لے جاؤ۔ ہر چند کہ اس نے منت وزاری کی پہ کچھ فائدہ نہ ہوا آخر اس کی پیٹھ پہ زین باندھ کر لے گئے۔ اور کہا صاحب سوار ہو جئے پادشاہ نے تمہاری خاطر کی۔ بزرجمہر ملک القش پہ سوار ہوا اور بآواز بلند کہا کہ آج میں نے اپنے باپ کے خونی کو پایا ہے یہ کہہ کر بادشاہ کی ڈیوڑھی پر گیا لیکن پیچھے پیچھے اس کے خلقت واسطے تماشا دیکھنے کے چلی آتی تھی اور لڑکوں کو ایک تماشا ہاتھ آیا غرض بزرجمہر اسی طرح آیا۔ اور القش پہ سے اتر کر بادشاہ کے حضور میں گیا۔ اور دعا دی۔ بادشاہ نے دیکھ کر بہت سی عزت کی اور بیٹھنے کا حکم دیا۔ بزرجمہر آداب بجا لایا۔ بعد ایک ساعت کے بادشاہ نے کہا اے عزیز میری خواب کو بیان کر اور القش نے تجھ سے کیا برائی کی جو تو نے یہ حرکت کی کہا خائن حضور کا ہے۔ اس نے سات گنج مال پاکر آپ سے چھپائے ہیں۔ اور دوسرا میرے باپ کو بے گناہ قتل کیا سو حضور میں اس سے جان کے عوض جان چاہتا ہوں۔ بادشاہ نے غضب کی نگاہ سے القش کو دیکھا۔ اور کہا یہ کیا کہتا ہے۔

القش وزیر کی پشت پہ زین کسوا کر سوار ہو کر بزرجمہر کا بادشاہ کے دربار میں جانا اور تماشائیوں کا انکے ساتھ جانا اور القش کو تیروں سے مروانا

القش نے کہا مجھ پر طوفان کرتا ہے۔ بزرجمہر نے کہا عیاں راچہ بیاں۔ لوگ بندے کے ساتھ آویں۔ ثابت کر دوں گا۔ بادشاہ آپ مع بزرجمہر سب سردار ساتھ لے کر باغ بیداد میں آیا۔ اور اس مکان کو کھدوا کر دیکھا تو واقعی سات گنج مال کے دھرے ہیں۔ اور ایک مردہ آدمی کا پنجر سوکھا پڑا ہے۔ بادشاہ نے وہ مال خزانے میں بھجوا دیا۔ اور بزرجمہر کو کہا اپنے باپ کی لاش کو اول منزل میں پہنچاؤ۔ بزرجمہر نے بادشاہ کی دولت سے لاش کی گڑوا دیا۔ اور پختہ مقبرہ بنوا کر روشنی کی اور کھانا پکوا کر فاتحہ دی اور غربا، ومسکین کو کھلایا۔ بعد چالیس دن کے حضور میں آیا۔ اور عرض کی کہ اگر ارشاد ہو تو بندہ وہ خواب بیان کرے۔ فرمایا بہت اچھا۔ بزرجمہر نے کہا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کے روبرو دستر خوان پر چالیس رقاب کھانے کے رکھے ہیں۔ آپ نے ایک حلوے کے رقاب سے نوالہ بنا کر چاہا کہ تناول کریں ایک کالا کتا آیا۔ اور آپ سے نوالہ چھین کر کھا گیا۔ آپ اس کی دہشت سے چونک اٹھے اور خواب بھول گئے فرمایا قسم ہے آتشکدہ نمرود کی یہی خواب میں نے دیکھا۔ اب اس کی تعبیر کر۔ کہا غلام کو محل میں لے چلئے۔ اور جہاں تک عورتیں ہیں مع چالیس لونڈیوں کے ایک محل میں سب ہوں وہاں عرض کر دوں گا۔ بادشاہ بزرجمہر کو اندر لے گیا۔ اور سب معشوقوں کو بلایا ان کے بعد ایک معشوق اپنے ہمراہ کئی خوبصورت خواتین لے ہوئے آئیں اس کے ساتھ ایک حبشن بھی تھی۔ بزرجمہر نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بادشاہ سے کہا وہ سگ سیاہ یہی ہے اور لقمۂ خاص یہ بادشاہزادی ہے۔ بادشاہ حیران ہوا اور دریافت کیا تو مرد تھا۔ بادشاہ نے جلادوں کو بلوا کر فرمایا کہ اس حبشن کو سرکاری کتوں کے آگے ڈال دو تاکہ پھاڑ ڈالیں اور اس بدبخت کو سرراہ مینار میں چنوا دو۔ بعدہٗ بزرجمہر پر بہت سرفرازی کی اور القش کو اسی روز آدھا زمین میں گڑوا کر تیر اندازی کرا دیا۔ اور جہاں تک اس کا مال تھا مع نقد و جنس اور زن و فرزند سب بزرجمہر کو عنایت فرمایا۔ بزرجمہر نے اٹھ کر نذر گذرانی اور رخصت ہو کر بختیار غلام کے ہمراہ القش کے محل میں گیا اور اس کی جورو کو بلا کر کہا مجھ کو تمہارے مال، دولت سے کچھ کام نہیں ہے۔ تم ہی کو مبارک ہو۔ میں نے بختیار سے شرط کی تھی کہ بعد اپنے باپ کے خون لینے کے القش کی بیٹی سے تجھ کو بیاہ دوں گا۔ سو اس وقت تم سے شرط کرتا ہوں کہ اگر ان کا بیٹا تولد ہوا تو اس کو پڑھا کر فاضل کر دوں گا۔ اور القش کی جگہ بادشاہ سے خلعت دلا کے پہناؤں گا۔ القش کی جورو نے قبول کیا اور اپنی بیٹی کی شادی بختیار سے کی بزرجمہر نے جہاں تک القش کا مال تھا سب اس کو معاف کیا۔ بادشاہ اس کو سن کر حیرت میں گیا۔ کہ عجب سیر چشم آدمی ہے کہ یہ دولت اس کے خیال میں کچھ نہ آئی۔ جو سب اسی کو بخش دیا۔ اس سے کئی روز کے بعد بادشاہ نے ایک دن جبکہ امراء وزراء، حکیم، ندیم، پہلوان، شاہ شہریار بارگاہ جمشیدی میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا کہ تم

سب سے سوال کرتا ہوں کہ بزرجمہر اپنی قوم میں بزرگ ہے۔ اشراف ہے اور حاماس حکیم کا نواسہ ہے اور آجکل علم و فضل میں کوئی اس کا ثانی نہیں ہے۔ بیشتر جتنے وزیر تھے سب بے عقل تھے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اس کو اپنا وزیر کر لوں۔ سب نے کہا اے بادشاہ جو مرضی حضور کی وہی مرضی ہماری ہے۔ بادشاہ نے قابل وزارت سمجھ کر خلعت وزارت بزرجمہر کو پہنایا۔ اور کرسی الماس پہ بیٹھنے کا حکم فرمایا بزرجمہر دیوان کے برخواست کے وقت ایک تجمل سے سوار ہوا۔ اور اپنے گھر جا کر اپنی ماں کو خوش کیا اور واسطے عمارت کے حکم فرمایا۔ (باقی داستان فرداشب)

حکایت قباد ہیزم فروش کی

بادشاہ نے جسدن سے اس شہزادی کو ہمراہ اس حبشی کے بعد تعبیر خواب مارا تھا۔ اسی دن سے تمام عورتوں کا اعتبار بادشاہ کے دل سے اٹھ گیا تھا بلکہ ان کی صورت دیکھنی موقوف کی اور کہا اب ان کا منہ کبھی نہ دیکھوں گا۔ لیکن ایک عورت دلارام نام تھی جو چنگ کے بجانے میں کمال رکھتی تھی اور بادشاہ کو اس کی مصاحبت بہت بھاتی تھی۔ صرف اسی کو ایک صحبت میں یاد فرماتے اور جہاں تشریف لے جاتے اس کو اپنے ہمراہ سے جدا نہ کرتے تھے کئی دن کے بعد بادشاہ شکار کیواسطے ایک صحرا کی طرف ناگاہ گئے دلارام خواجہ بزرجمہر اور کئی ایک سردار بھی ہمراہ تھے۔ پہاڑ کی اترائی میں ایک میدان ایسا تھا کہ سبز گھاس کا کوسوں تک تختہ زمرد معلوم ہوتا تھا۔ اور وہ رنگ پہاڑ کا جس پر سے چادریں پانی کی چھوٹتی ہوئی ایک لطف دیتی تھیں اور پہاڑ کے دامن سے جو دریا نکلا تھا۔ اس کے کنارے کنارے دونوں طرف ہری دھانوں کے کھیت کا عالم جیسے الماس پہ زمرد کی تحریر ہوتی ہے اور دریا کے دونوں طرف بختہ گھاٹ سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے۔ وہاں بجرے اور کشتیاں بادشاہ کی سواری کے واسطے رہتی تھیں رنگ برنگ کی کشتیاں اور بجرے اور نواڑے نیل جڑی گوہر چڑھتی گھوڑ دوڑ مور پنکھیاں نواڑے پانی میں سب پر ایک عجیب طرح کا عالم تھا۔ سواری اس جگہ جا کھڑی ہوئی۔ بادشاہ لب دریا آیا اور تماشا دیکھنے لگا۔ ناگاہ جنگل کی طرف سے ایک بوڑھا عزیب لکڑہارا گٹھا لکڑیوں کا سر پہ لئے جاتا تھا۔ لیکن ایسا ضعیف اور ناتواں کہ اتنے عرصے میں کئی جگہ گرا اور پھر اٹھ کر چلا۔ بادشاہ کو اس پر ترس آیا۔ اور فرمایا دریافت کرو اس کا نام کیا ہے۔ لوگوں نے اس سے جا کر پوچھا۔ اس نے کہا میرا نام قباد ہے۔ بادشاہ اس کا نام سن کر حیرت میں گیا اور بزرجمہر سے پوچھا کہ ہمارا طالع کیا ہے اور اس کا طالع کیا ہے عرض کی کہ آپ کا بھی جوزا اور اس کا بھی جوزا۔ فرمایا کیا سبب ہے کہ میں اور وہ ہم طالع اور ہم نام ہوں میں

بادشاہ ہفت اقلیم اور وہ ایسا محتاج۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ آپ کے تولد کے وقت آفتاب اور ماہتاب مشرق میں تھے۔ اس کے تولد کے وقت مغرب میں۔ فرمایا یہی وجہ ہے۔ لیکن دلارام نے کہا میں اس بات کی قائل نہیں اس کی مفلسی کا یہ سبب ہے کہ شاید اسکے گھر میں عورت نہیں اور اگر ہے تو بدسلیقہ ہے اس کی وجہ سے یہ آسودہ نہیں ہوتا ہے۔ بادشاہ کے دل میں عورتوں کی طرف سے ازبسکہ خلش تھی فرمایا بس یہ ہماری دولت تیرے باعث سے ہے۔ جا میں نے تجھ کو اس کے حوالے کیا دیکھوں تو اسکو کسطرح میرے برابر کرتی ہے۔ یہ کہکر فرمایا کہ اس کا زیور اور لباس اتار لو اور ایک پرانی ٹاٹ در سوت کی اڑھا کر جنگل میں چھوڑ دو۔ جب دلارام نے دیکھا کہ غضب سلطانی میں گرفتار ہوں اور بادشاہ معترض ہو کر چھوٹ گیا ہے تو لاچار ہو کر اس پیر مرد کے پاس آئی اور کہا اے شخص میں نے تجکو اپنا دین کا باپ کہا ہے۔ مجھ کو اپنے گھر لے چل ہمیشہ تیری خدمت کیا کروں گی اس لکڑہارے کو اس کی چاندسی صورت دیکھ کر چکا چوند آگئی کہنے لگا میں تجھ کو فرزندی میں قبول کر کے لے جاؤں مگر میرے یہاں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ دلارام نے کہا میں تجھ سے کھانا نہیں مانگتی۔ اس بات سے خاطر جمع رکھ یہ کہہ کے اس کے ہمراہ ہوئی۔ جونہی گھر گئی اور اس کی جورو نے دیکھا کہ جوان عورت اس کے ساتھ آئی ہے۔ وہیں چڑیل کی طرح دوڑی اور کہنے لگی آ تیری ایسی تیسی تجھ کو کیا بڑھ بھس لگی ہے جو مجھ پہ سوت لایا ہے۔ یہ کہکر دو دہتڑ اس بیچارے کی پیٹھ پر اس زور سے مارا کہ وہ لوٹ گیا۔ اور کہنے لگا کہ بیٹی میں نہ کہتا تھا آخر تو نے بھی مار کھلائی۔ اب تیرا جی چاہے۔ وہاں جا کر رہ۔ دلارام آگے بڑھی اور اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی تم غصہ کیوں کرتی ہو میں نے اپنے دین کا باپ کہا ہے۔ اور تم میری ماں ہو مجھے بھی اپنی فرزندی میں گنو کھانے پینے کی کچھ بھی تصدیع تم کو نہ دوں گی۔ غرض کہ ایسی باتیں بڑھیا کے ساتھ کیں کہ اس کو دلارام پر ترس آگیا۔ اور اپنی حرکت سے شرمندہ ہوئی اور دلارام کو بٹھلایا۔ لیکن وہ بوڑھا بازار میں لکڑیوں کو بیچ کر اپنے پیسوں کی روٹیاں مول لایا تھا رکھ دیں۔ لڑکوں نے اس کو چھوڑ دیا اور روٹیوں پہ جا گرے۔ آدھی آدھی حصہ میں نہ آئی کسی کا پیٹ نہ بھرا بھوکے رہے دوسرے دن جبکہ پھر وہ بوڑھا لکڑیاں کو کاٹنے کو چلا تو دلارام نے اس کو کہہ دیا کہ آج لکڑیاں بکیں۔ اس کی قیمت سے روٹیاں نہ لانا۔ گیہوں لیتے آنا۔ وہ اس دن اس کے کہنے سے گیہوں لایا پڑوس کے گھر میں ایک چکی تھی دلارام نے جا کر آٹا پیسا اور اپنے ہاتھ سے روٹیاں پکا کر سبھوں کو کھلائیں۔ اور آٹے کو تین دن کیا سبھوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور اس کو دعا دی۔ وہ جو تین دن کے پیسے بچے تھے۔ دلارام نے اس سے ریشم منگا کر مہین مہین ڈوریاں بٹیں۔ کتنے کتنے دن میں سوا سو ڈوری تیار کر کے اس بوڑھے کو دیں کہ اتنے مول کو بازار میں بیچ لانے۔ اس نے بیچ کر روپے دلارام کو لا دیئے۔ اسی طرح کچھ روپیہ جمع کر کے ایک گدھا بوڑھے کو لے دیا۔ کہ اس پہ لکڑیاں لاد لایا کرو

کہ چیز بھی بہت سی آئے گی۔ اور تم کو بھی آرام ہوگا۔ غرض کہ اسی طرح ایک برس کے عرصے میں مرتبہ بمرتبہ دلارام نے پانچ غلام اور کئی گدھے لے دیئے اور گھر کی صورت نئی معلوم ہونے لگی۔ کچھ اسباب بھی ہو گیا۔ ان دنوں موسم گرمی کا تھا۔ دلارام نے بوڑھے کو کہا تم کو بڑی محنت معلوم ہوتی ہوگی تم یہ کام کرو کہ پہاڑ کے تلے کہیں گڑھا تلاش کر کے اس میں لکڑیوں کو جمع کرو کہ جاڑے میں مہنگی بکیں گی۔ اس نے بھی سمجھا سچ کہتی ہے۔ خدا کے فضل سے گھر میں کھانے کو ہے پہاڑ کے دامن میں ایک غار تلاش کر کے اس میں لکڑیاں جمع کر کے ڈھیر کر لیا۔ بعدہٗ اپنے گھر میں آ کر آسودگی سے رہنے لگا۔ کتنے دن بعد جب جاڑے کا موسم آیا اتفاقاً بادشاہ اس پہاڑ کے نیچے شکار کھیلنے کو آیا۔ اور اس روز وہاں اترا۔ اس رات ایسی برف پڑی کہ تمام لشکر مارے سردی کے مرجاتا۔ لوگوں نے جا کر اس لکڑیوں کے ڈھیر پر سے پتھر دور کئے اور آگ لگا دی اور تمام رات سارے لشکر نے اس آگ سے تاپ تاپ کر اپنی جانیں بچائیں۔ صبح کو بادشاہ وہاں سے کوچ کر کے اپنے قلعہ میں داخل ہوا۔ جب وہ لکڑہارا دو تین دن کے بعد اس غار پر آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ تمام لکڑیاں جل کر کوئلہ ہو گئیں۔ بیٹھ کر خوب رویا لیکن اس مقام پر سونے کی کان تھی اس آگ کی گرمی سے تاؤ کھا کر سلیں پتھر کی صورت بن کر رہ گئیں۔ اس بوڑھے نے واسطے دلارام کے دکھلانے کے کئی گدھے اس کوئلے سے بھر لئے۔ اور ایک اس پتھر کی سل اٹھائی کہ یہ عورتوں کے مصالحہ پیسنے کو خوب ہے۔ دلارام نے جب وہ کوئلے دیکھے اور سل دیکھی۔ تو اس کی آنکھوں کو اس پتھر پر کچھ نقش سے نظر آئے۔ ازبسکہ عاقلہ تھی چھری کی نوک سے کھرچ کر دیکھا۔ تو سونا تھا۔ بہت خوش ہوئی۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ اور اس بوڑھے سے پوچھا ایسے پتھر وہاں اور بھی ہیں کہا بہت پڑے ہیں۔ دلارام نے گھر کے صحن میں بڑے بڑے گڑھے کھدوا کر وہ سب پتھر گڑوا دیئے۔ اور ایک خط تیار کر کے اس بوڑھے کو دیا اور کہا یہ خط اور دس گدھے اس سونے کی سلوں کے بھر کر بصرے میں لے جائے گی۔ وہاں نفیل زرگر نامی ایک آدمی ہے۔ کہ میں نے اس کو اپنا بھائی کہا ہے۔ اس کے پاس جا اور کہو کہ میں دلارام کا وکیل ہوں۔ وہ تجھ کو ان سب کا سکہ کر دے گا۔ تو لے آنا۔ وہ راضی ہوا دلارام نے ایک غلام مدائن بھیجکر سہیل صراف کو بلایا۔ اور اس سے کہا کہ میں کئی برس سے بادشاہ کی خفگی میں ہوں پر اب خدا چاہتا ہے تو وہ خفگی جاتی ہے لیکن تجھ کو اس خاطر بلایا ہے اور کار فرما اس کا تو ہی رہے گا۔ ایک کروڑ روپیہ مجھے قرض دے۔ اور معماروں کو بلا کے مدد لگا دی کہ جلد تیار ہو۔ اس کو دلارام کا ازبسکہ اختیار تھا۔ کہ بادشاہ کی خاص حرم ہے اور روپے نہ ڈوب جائیں گے۔ کہا بندہ حاضر ہے جو فرمائے گا بجا لائے گا۔ کہا تو اس کی فکر نہ کر اس نے معمار اور کاریگر بلوائے اور مکان بنوانا شروع کیا۔ جو مکانات تیار ہوئے دلارام نے

مصوروں کو بلوا کر کئی تصویریں اس وقت کی کھنچوائیں کہ جس وقت بادشاہ نے دلارام کو اس لکڑہارے کے حوالے کر دیا تھا۔ ان تصویروں کو اس کے ہر دروازے پر لگوا دیا۔ اور جہاں تک اسباب ضروری تھا منگوایا۔ اور کئی آدمی نوکر بھی رکھے۔ اس عرصے میں قباد سوداگر وہ سونے کی اشرفیاں بصرے سے بنوا کر لے آیا۔ اور دلارام کو دیں۔ اس نے حمام میں واسطے غسل کے بھیجا۔ جب لوگ اس کے کپڑے اتارنے لگے۔ وہاں کی گرمی دیکھ کر وہ غل مچانے لگا۔ میں نے کیا تقصیر کی ہے جو میرا بدن جلاتے ہو۔ جس وقت لنگی باندھنے کو دی سر پہ باندھنے لگا۔ غرض اسی طرح یہ ہزار خرابی نہا کر کپڑے پہنے۔ دلارام نے وہ پوشاک پہنا دی کہ سوائے یہ ذات بادشاہ کے اور کسی کو میسّر نہیں ہوئی تھی۔ ان لوگوں سے کہہ دیا کہ آج کے دن سوائے قباد بازارگان کے جو لکڑہارا کہے گا۔ سو ہلاک ہو گا۔ اس کے چار پانچ دن کے بعد دلارام نے بہت سا تحفہ اس کے ہمراہ کر کے خواجہ بزرجمہر کی ملاقات کے واسطے بھیجا۔ بزرجمہر بغلگیر ہوا اور بہت سی عزت کی۔ جب دو تین دن ملاقات ہو چکی دلارام نے کہا کہ تم بزرجمہر سے بادشاہ کی ملاقات کی درخواست کرو۔ دیکھو وہ اس کا جواب کیا دیتے ہیں قباد نے جا کر خواجہ سے کہا میں بادشاہ کی ملاقات کا امیدوار ہوں۔ کہا کل اچھا وقت ہے اوّل وقت تشریف لائیے۔ آپ ہمراہ چلیں گے۔ ملازمت بھی ہو جائے گی۔ قباد رخصت ہو کر اپنے گھر گیا۔ اور دلارام سے کہا۔ اس نے اسی دن نذرانہ کی تیاری کر رکھی۔ دوسرے دن سہیل سے دریافت کیا کہ بادشاہ کے بدن پر کیسی پوشاک ہے۔ کیونکہ بادشاہ کے خدمتگاروں سے اس کو راہ تھی۔ ویسی ہی خلعت قباد سوداگر کو پہنا دی اور بھیج دیا۔ جس وقت بزرجمہر کے پاس آیا۔ وہ منتظر کھڑے تھے۔ سوار ہو کر خواجہ نے قباد سوداگر کو ہمراہ لیا۔ اور حضور کی ڈیوڑھی پر آن کر کہا کہ تم ذرا ٹھہرو میں پہلے جا کر تقریب کر لوں۔ جس وقت حضور سے تمہاری طلب ہو گی تو آنا۔ یہ کہکر اندر گیا اور بعد مجرے کے عرض کی کہ ایک سوداگر شخص قباد نامی امیدوار ہے کہ حضرت کا آن کر قدم بوس ہو۔ فرمایا بلوا لو۔ جس وقت اس کی یاد ہوئی کہ قباد سوداگر کس کا نام ہے۔ چلئے حضور میں یاد ہوئی ہے۔ اس نے سن کر قصد اندر جانے کا کیا۔ لیکن یہ بیچارا تمام عمر لکڑیاں کاٹا کیا۔ اس کو بادشاہ اور وزیر کی صحبت اور آئین سلطنت سے کیا کام تھا۔ جس وقت دلارام نے اسے بھیجا تھا۔ اس وقت کہلوا یا تھا کہ جب بادشاہ کے حضور میں پہلے داہنا پیر آگے بڑھانا۔ وہ بات اس کو یاد آئی لیکن داہنے پاؤں کو بھول گیا کہ کونسا ہے۔ بہتیرا قصد کیا کہ یاد آئے۔ ہرگز میسّر نہ ہوا جی میں کہا دونوں پاؤں لا کر

کود کے اندر جائے۔ کہ داہنا پاؤں پیچھے نہ رہ جائے۔ یہ خیال کر کے دونوں برابر ملا کر جست کی۔ جونہی چوکھٹ کے اندر گیا۔ وہاں سنگ مرمر کا خوب صاف فرش تھا۔ اس پر دونوں پاؤں بے اختیار پھسل گئے اور گر پڑا چوٹ بھی کھائی۔ جونہی آواز اس کے گرنے کی ہوئی بادشاہ معہ سرداروں کے دیکھنے آیا۔ اور ایک عجیب ہنسی ہوئی۔ لیکن بزرجمہر کی تقریب سے آیا تھا کسی نے کچھ نہ کہا۔ بادشاہ نے بلا کر نظر کی اور سرفراز کیا۔ بادشاہ کے ہاتھوں میں مصری کی ڈلی تھی۔ اس کو عنایت فرمائی۔ اس نے لے کر سلام کیا اور منہ میں ڈال لی اور کھا لیا۔ سب اس کو دیکھ کر حیران ہوئے اور کہا کیا بے ادب ہے۔ بزرجمہر اپنے جی میں شرمندہ ہوئے لیکن جب دوبارہ برخاست ہوا تو سب سردار رخصت ہو کر اپنے اپنے گھر گئے یہ بھی رخصت ہوا۔ اور دلارام سے سب احوال کہا وہ اپنے جی میں نادم ہوئی کہ بزرجمہر شرمندہ ہوں گے قباد کو کہا۔ کوئی ایسا بھی کرتا ہے کہ بادشاہ کی دی ہوئی چیز اسی وقت کھا جاوے۔ کہا پھر کیا کرتے ہو۔ دلارام نے کہا کہ اس کو سر پر رکھتے ہیں۔ اس نے اس کو یاد کیا۔ دوسرے روز جو گیا۔ اس وقت بادشاہ خاصہ کھاتے تھے۔ اس کو دیکھ مہربانی سے قورمے کی طلائی رکابی عنایت فرمائی۔ لے کر آداب بجا لایا اور رکابی لے کر سر پر الٹ لی۔ اس کا تمام شوربا داڑھی اور مونچھوں سے بہ کر گرنے لگا۔ بادشاہ بہت متعجب ہوا۔ کہ یہ عجیب بیوقوف مرد ہے جو حرکت کرتا ہے نئی سے نئی ہی کرتا ہے۔ لیکن اس کا لباس جو دیکھتا یہ کہتا کہ اس میں اور بادشاہ میں کچھ فرق نہیں۔ اس روز دلارام نے کہہ دیا تھا کہ خواجہ بزرجمہر کو شریک کر کے بادشاہ سے عرض کرنا کہ غلام کی دعوت قبول ہو۔ اسی طرح بادشاہ سے کہا کہ بندہ امیدوار ہے کہ خداوند کی معہ سرداروں کے ضیافت کرے۔ بادشاہ نے قبول کیا۔ قباد آداب بجا لایا اور رخصت ہوا۔ بادشاہ نے بزرجمہر سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس بہت مال ہے کہ میری ضیافت کا قصد کیا۔ عرض کی ارشاد بجا ہے۔ جس وقت کہ قباد سوداگر اپنے گھر گیا۔ اور دلارام سے کہا بادشاہ صبح کو آئے گا۔ دلارام سن کر بہت خوش ہوئی اور تمام تیاریاں اس دن کر رکھی تھیں پھر دوسرے روز بزرجمہر، بادشاہ معہ کئی سرداروں قباد کے مکان کی طرف روانہ ہوا۔ گھڑی دن چڑھے قباد سوداگر کو بادشاہ کے آنے کی خبر ہوئی۔ وہ استقبال کی خاطر آگے گیا اور بادشاہ کو نذر دی۔ اور اس کو مکان میں لے آیا۔ جس وقت قباد کامران اس مکان کے دروازے پر آیا۔ دیکھا تو تصویر اپنی لگی ہوئی ہے لیکن وہ اس وقت کا عالم ہے۔ کہ جب بادشاہ نے دلارام کو اس لکڑہارے کے حوالے کر دیا تھا۔

یاد کر کے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ سب سردار بھی خاطر گریاں ہوئے اور سب نے افسوس کیا۔ بادشاہ اس مکان کو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تمام نقشے اپنے ہاں کے سے ہیں۔ بزرجمہر سے کہا معلوم ہوتا ہے کہ جس نے عمارت بنائی ہے۔ گویا میرے مکان میں سو برس رہا ہے۔ کہ کہیں فرق نہیں۔ جس طرف جاتے تھے اپنی اور دلارام کی تصویر نظر آئی۔ لیکن بارہ دری جو خاص بادشاہ کے بیٹھنے کی تھی اس میں جا کر مسند الماس نگار پر بیٹھا۔ اور کھانا تناول فرمایا۔ اس وقت دلارام پوشاک نفیس پہن کر جواہرات میں ڈوبی ہوئی ایک پردے کی اوٹ میں کھڑی تھی۔ جوں ہی بادشاہ کی نظر اس پر پڑی دلارام کی شباہت یاد کر کے نم ہوئی آنکھیں اور قباد سے پوچھا۔ یہ عورت کون ہے کہا

قباد لکڑہارے اور معشوقہ دلارام کا قباد بادشاہ کو مع سرداروں کے بہ تقریب دعوت اپنے مکان پر بلانا اور ملاقات کرنا۔

غلام کی بیٹی ہے۔ آپ سے تو کچھ پردہ نہیں۔ تشریف لے چلئے۔ بادشاہ قباد کا ہاتھ پکڑ اا در دالان کے اندر لے گیا۔ نزدیک سے دلارام کو پہچانا اور ایک آہ سرد بھر کر پوچھا کہ اے یہ تو دلارام ہے۔ دوڑ کر قدمبوس ہوئی۔ اور کہا یہ عزیزہ آپ کے پاس جو کھڑا ہے وہی لکڑہارا ہے جس کے حوالے اس لونڈی

کو آپ نے کر دیا تھا۔ اس کو اس درجے تک پہنچایا بادشاہ نے دلارام کو چھاتی سے لگایا۔ اور اس کے رخسار وں پہ بوسے دیئے۔ اس وقت سرداروں میں کوئی مخل صحبت نہ تھا۔ دلارام کا ہاتھ پکڑے ہوئے باہر تشریف لائے اور اس کو مسند کے پاس بٹھلایا بادشاہ کے پہلو میں دلارام مسند کا ایک حاشیہ دبائے بیٹھی تھی۔ جتنے سردار تھے دلارام کو دیکھ کر خوش ہوئے۔ دلارام کا سب مال و اسباب مع سونے کی سلوں کے دلارام کو معاف فرمایا اور خواجہ قباد کو خلعت دیا۔ دوپہر تک وہاں آسایش فرمائی۔ بعد کو خواجہ صاحب پر بہت سرفرازی فرمائی۔ اور منصب کا خلعت عطا فرمایا۔ اور ملک بازرگان کا خطاب دیا اور دلارام کو سوار کر کے شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے اس روز پھر بادشاہ کا عورتوں کی طرف پہ خیال ہوا۔ اور اپنے چچا کی بیٹی محرم بانو سے عقد کیا بعد دو سال کے حمل رہا۔ جب امید ظاہر ہوئی سب نے بادشاہ کو نذریں مبارک کی گذار کر مبارک باد دی۔ اور اس روز عجب طرح کی خوشی رہی (باقی داستان شب فردا)

داستان دوسری

پیدا ہونا نوشیروان کا۔

جب نو مہینے گذر گئے ایک روز گھڑی دن چڑھا تھا کہ محل میں سے ایک خواجہ سرا آیا اور بادشاہ کے کان میں کچھ آہستہ سے کہہ کر چلا گیا۔ بادشاہ نے اسی وقت دربار برخاست کر کے خلوت کیا اور خواجہ بزرجمہر کو بلایا کہ تم تولد کی ساعت کو ساد مو کر ہمارے گھر میں لڑکا ہوا چاہتا ہے۔ بزرجمہر نے وقت دریافت کرنے کے لئے کئی گھڑیاں زنگی رومی ہندی اپنے پاس رکھیں اور ستارے معلوم کرنے کے لئے دریافت ایک طرف اصطراب رکھ دیئے۔ اور تختہ اپنے روبرو رکھا۔ اور قرعہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر نیت کی اور وقت تولد ڈالا۔ اور زائچہ لکھ کر طالع میں نظر کی۔ تمام شکلوں کو خوب سا دیکھ کر مبارک دی۔ اور کہا یہ بادشاہ زادہ ملک ایران میں سو برس بادشاہت کرے گا۔ بلکہ ہفت اقلیم سے اخراج لے گا۔ ایک ایک مصاحب بد کے سبب سرگردانی بھی بہت سی اٹھائے گا۔ یہ کہہ کر نام کی فکر رکھنے میں گئے۔ کہ نام کیا رکھئے۔ وہیں عیار آئے اور بادشاہ کو خبر دی کہ وہ چشمہ کوس خاص کئی برس سے سوکھ گیا تھا۔ آج اس میں خود بخود پانی آگیا۔ اور رواں ہوا اس اور بزرجمہر نے

بموجب خوشی کے نوشیروان نام رکھا اور بعضے راوی لکھتے ہیں۔ کہ تولد کے وقت بادشاہ کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا
بزرجمہر نے بادشاہ سے فارسی زبان میں کہا۔ اے قبلۂ عالم نوش روان کن اور مطابق اس مژدہ کے نوشیروان نام رکھا۔
بادشاہ نے خواجہ بزرجمہر کو خلعت مرصع عطا فرمایا اور حکم دیا کہ نقارخانہ اور توپ خانہ اور تمام قلعوں میں اتواب کے شلک میں
خبر دو کہ شلک ہو۔ اور شادیانے بجائے۔ جونہی یہ خبر ہوئی توپ خانے میں مبارکباد کی سلامی ہونے لگی اور نقارخانے میں جہاں تک
نقارچی تھے۔ انہوں نے زربفت کے تھانوں سے نوبت خانے کو بڑھ کر سائبان اور پردے بادلے کے بلند کیے۔ اور
مقرلات کی زرنگاری کرتیاں گلوں میں پہنکر زری پیچ سروں پہ باندھے ہوئے دوپہر نقاروں کی جوڑیاں سب نے اپنے آگے
رکھیں اور زیلوں کو سینگ کریم پہ پانی چھڑکا اور مرصع کار چوبیں ہاتھ میں لے کر نقارے بجانے لگے۔ اس کی آواز ہر ایک
امیر غریب نے سنی جہاں تک امرا تھے سب نے مبارک دی اور نذریں بادشاہ کو دے کر تہنیت دی۔ نذریں لے کر
موافق مرتبے کے انہیں خلعت دیئے گئے۔ اور باغ داد میں صحبت جشن کی آراستہ ہوئی۔ جہاں تک دعاگو تھے۔ حاضر ہوئے
اور مجرائے بھانڈ بھگتی۔ کشمیری قوال ڈھاڑھی کلاونت سبھی تھے۔ اور رنڈیوں کے طائفے بھی حاضر دربار تھے۔ ۔۔
قانون رباب سر ستار تنبورہ چنگ سرچنگ۔ سارنگی۔ تال کھٹیاں پکھاوج منڈل ڈولکی تبلا یدہ خنجری بجنے لگی اور
ان کے سروں کے ساتھ جہاں تک وہ خوش آوازہ تھے۔ ٹپہ خیال دھرپت گیت سنگیت تک۔ جنگل بند ترانہ سرگم دستک۔
فارسی۔ ٹھمری۔ گھروا اور گانے لگے۔ راگ کا ایک عجیب طرح کا عالم تھا۔ اور کنچنیاں اور ڈومنیاں مراسنیں
چونبوالیاں جتنیاں تنتیاں آئیں ہر ایک کا ایک طرف ناچ ہونے لگا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اس روز اتنا مال
وزر انعام میں خرچ ہوا کہ ہر ایک فقیر اپنے اپنے گھر میں آسودہ ہو گیا۔ رعیت کو تمام ملک کی ایک تحصیل معاف فرمائی۔
نوشیروان کے تولد سے گیارھویں روز عین جشن میں بادشاہ کو خبر ہوئی کہ الفقش کا نواسہ بختیارک کی طرف سے پیدا ہوا ہے۔
شاہ نے یہ سن کر بزرجمہر سے کہا کہ یہ لڑکا تیرے دشمن کی اولاد میں سے ہے۔ اس کا نانا بھی تیرا دشمن تھا اگر یہ جیتا
رہا تو تجھ سے ضرور دشمنی کرے گا۔ اس کو مار ڈالو تا فتنہ باقی نہ رہے۔ یہ اگر جیتا رہا تو بہت سے فساد
برپا کرے گا۔ بزرجمہر نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ حضور کا اختر دولت ہمیشہ بلند رہے۔ جو ارشاد ہو سو بجا ہے۔
لیکن ابھی بے گناہ ہے۔ بزرجمہر اس کو بخشوا کے سوار ہوئے اور الفقش کے گھر جا کر اس لڑکے کے نام بختک رکھا اور پرورش
کے واسطے تاکید کی۔ کہ یہ دونوں لڑکے پلنے لگے۔ جب نوشیروان چار برس کا ہوا تو قباد نے بزرجمہر کے حوالے کیا کہ
علم ادب سیکھے بزرجمہر نے بختک سے بھی بادشاہ کو نذر دلوائی اور نوشیروان کا مصاحب کیا۔ دونوں نے
ایک ساتھ ہی پڑھنا شروع کیا۔ چونکہ نوشیروان ذہین تھا۔ کئی ایک برس میں اس نے نجوم کے علم کی تحصیل میں صرف

کئے اور عالموں میں مشہور و معروف ہوا۔ اس نے ہیئت و ہندسہ و بیان و آداب و منطق و معانی معقول دریافت کیا۔ اور علم رمل و نجوم میں ایسی معلومات ہوئی آئینہ دل پر احوال ضمیر ہر شخص کا معلوم ہونے لگا۔ اور گنج و دفینے بھی ظاہر ہونے لگے۔ خط مثل نستعلیق و نسخ و ریحان و ثلث و خفی و جلی و شکستہ و شگفتہ و شیفتہ و گلزار سب میں مشاق ہوا اور سپاہ گری کے امور میں کشتی لکڑی بانک پن پٹہ بنیٹی نیزہ بازی بندوق لگانا سب معلوم کیا۔ بارھویں برس میں ہر فن میں لاثانی ہوا۔ کہ کوئی کسب اور ہنر اس سے باقی نہ رہا۔ ایک دن چین سے کئی اسوار آئے تھے۔ بادشاہ کو تحائف گذران کر شاہزادے کو نذر دی۔ نوشیرواں نے راہ و رسم چین کی پوچھی اور سوداگران نے خاقان اعظم بادشاہ چین کی بیٹی کی تعریف اس درجہ تک کی۔ نوشیروان اسیر نادیدہ عاشق ہوا۔ چند روز میں یہ حالت ہوئی کہ کھانا پینا موقوف ہو کر چہرے پر نقاہت معلوم ہونے لگی۔ تب تو سب گھبرائے کہ بادشاہ کو کیا ہوا۔ ایک روز بزرجمہر نے کسی حکمت سے نوشیروان کو بہت خوش کیا۔ جب طبیعت کو فرحت معلوم ہوئی تو دریافت کیا کہ نصیب دشمناں آپ کا یہ کیا حال ہے کہ کھانا پینا بھی موقوف ہو گیا۔ بندہ کو کسی طرح کا تحمل نہیں۔ اگر دریافت ہو تو اس کا علاج کرے۔ فرمایا خواجہ تم کو میں اپنا بزرگ جانتا ہوں۔ کہ میرے بادشاہ ہو تم سے کوئی بات چھپی نہیں ہے۔ بادشاہ چین کی بیٹی مہر انگیز پہ عاشق ہوا ہوں۔ ہر چند چاہتا ہوں کہ دل کو سنبھالوں پر نہیں ہو سکتا۔ اگر اس مراد کو نہ پہنچوں گا تو زندگی نظر نہیں آتی۔ خواجہ بزرجمہر نے عرض کی کہ بادشاہ زادے بادشاہزادیوں پہ عاشق ہوتے ہیں۔ آپ خاطر جمع رکھئے گا۔ میں اس بادشاہ زادی کو آپ جا کر لاؤں گا۔ نوشیروان کی خاطر جمع کر کے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ بادشاہ زادے کے آزار کا یہ باعث ہے کہ بادشاہ چین کی بیٹی پر فریفتہ ہے۔ مگر بزرجمہر نے اس قرینے سے گفتگو کی کہ بادشاہ نے بے اختیار ہو کر کہا سوائے تمہارے اور کسی سے یہ مہم سر نہ ہو گی۔ خزانوں اور کوٹھڑیوں کی کنجیاں دے کر جتنا اسباب نقد و جنس درکار ہو لو۔ اور چین میں جا کر اس کو لے آؤ۔ بزرجمہر نے جو چیز ضروری اور درکار تھی ساتھ لی۔ اور پچاس ہزار پیادہ توپچی اپنے ہمراہ لئے۔ اور چین روانہ ہوا۔ لیکن بختک گاہ عالم کہ ہر روز اپنی ماں سے کہتا تھا کہ یہ حکیم بادشاہ کے نزدیک بڑا نہیں ہے پر میں بھی جب قابو پاؤنگا اپنے نانا کا بدلا لونگا۔ اور ہر روز نوشیروان سے بزرجمہر کی طرف سے بدی کے سوا اور کچھ نہ کہتا تھا۔ بلکہ کتنی مرتبہ بادشاہزادہ خفا بھی ہوا۔ پر اس نے اپنی عادت نہ چھوڑی (باقی داستان شب فردا)

داستان تیسری

نوشیروان عادل کی شادی شاہزادی مہرانگیز کے ساتھ ہونا

راویان باصفا اس داستان کو یوں بیان کرتے ہیں کہ بزرجمہر جب چین کے نزدیک گئے۔ خاقان اعظم کو یہ خبر دی کہ بادشاہ ہفت کشور کشا کا وزیر آتا ہے۔ تب اس نے سردار اپنے چار بیٹوں کے ہمراہ کر کے استقبال کیلئے بھیجے۔ اور شہر کو آئینہ بند کیا۔ تاکہ لطف دو چند معلوم ہو۔ بزرجمہر جب قریب دروازے کے پہنچے تھے۔ کہ بادشاہ ختن اور سرداران چین پیشوائی کو آئے اور بزرجمہر کو لے گئے۔ خاقان اعظم کی بارگاہ میں نذر گذاری اور اپنے دستور کے مطابق نہایت ادب کے ساتھ مجرا کیا۔ بادشاہ آداب دلحاظ اس کا دیکھ نہایت خوش ہوا۔ اور خواجہ کو خلعت عطا فرمایا۔ اس روز بادشاہ چین اور بزرجمہر کے باہم ایسا اختلاط ہوا کہ بادشاہ نے ہر سوال کا جواب نہایت باصواب پایا کہتے ہیں اس روز بادشاہ اس کے جوابات سے اتنا خوش ہوا کہ گیارہ مرتبہ سرفرازی کا خلعت دیا۔ اور جب بادشاہ معہ سرداروں کے بت خانے میں عبادت کے لئے گیا۔ خواجہ بھی ہمراہ تھا۔ لیکن خواجہ ایک جا کھڑے تماشا دیکھتے تھے بادشاہ جب اپنی عبادت سے فارغ ہوا۔ بزرجمہر سے کہا کہ تم نے کیوں نہیں ایسا کیا۔ عرض کی یہ بت کس وقت کے بنے ہوئے ہیں۔ فرمایا بعضے جمشید کے وقت ہیں اور کئی میرے وقت میں۔ بزرجمہر نے کہا جو چیز آپ نے بنائی ہو کب سزاوار سجدے کے ہے۔ بادشاہ سن کر بہت خوش ہوا۔ بزرجمہر سے پوچھا اس طرف تمہارے آنے کا سبب کیا ہے۔ عرض کیا کہ بادشاہ ہفت کشور کشا کا بیٹا نوشیروان کہ علم و فضل اور آئین ! سلطنت میں لاثانی ہے۔ وہ بادشاہ زادہ نور اقبال شاہ چین ملکہ مہرانگیز پہ عاشق ہے۔ یہ تحائف بادشاہزادی کے واسطے بھیجے ہیں۔ اور نوشیروان کے لئے طلب اس کی کی ہے۔ بادشاہوں کا بادشاہوں کے سوا رشتہ نہیں ہوتا۔ بادشاہ چین نے سن کر فرمایا کہ میری سعادت ہے کہ نوشیروان میرا داماد ہے۔ وہیں فرمایا کہ مہرانگیز کی ہمراہی کے لئے سفر کا اسباب تیار ہو۔ کئی ایک روز میں اسباب سفر مہیا کر کے بادشاہ نے بےشمار تحفے اور چالیس ہزار ازبک اور ترک تیر انداز اور دو بیٹے کیابہ چینی اور قلابہ چینی کو مہرانگیز کے ہمراہ کر کے بطرف ایران رخصت کیا۔ کئی مہینوں کے بعد جب وہ ایران پہنچے تو بادشاہ سے شہر سے پانچ کوس باہر ان کا استقبال کیا۔ شہزادے کے سر پہ الماس کا چھتر پھرتا تھا۔ اور دونوں طرف زمرد کے مورچھل ہوتے ہوئے اور بادشاہ کے پیچھے پیچھے چار سو تخت جواہر نگار شاہان ہفت اقلیم اور ہزار دو ل بھیڑیا پالکی جھبان سکھپال سیکہ تخت ہوادار دونوں طرف برابر چلے جاتے تھے۔ اور دہ بارہ

تیرہ سو کہار تلماقی زربفت کے پہنے ہوئے تاش کی پگڑیاں سر پہ باندھے ہوئے موٹے موٹے جڑاؤ سونے کے کڑے سب کے ہاتھوں میں اور ان کے وہ سرخ و سفید چہرے اور سیاہ سیاہ زلفیں چھوٹی ہوئیں کیا خوب معلوم ہوتی تھیں۔ اور آگے تخت کے روشن چوکی والے صبح کو نئی سرین بھیرویں کی تالیں سنتے ہوئے اور ہزار سے عیار زابل کا زمرہ بجاتے ہوئے اور ان کے دائرہ میں دھیمی دھیمی ایک تالی کی گت بجتی ہوئی ایک لطف دیتی تھی۔ اور اس کے گھوڑے سے نقارچی آہستہ آہستہ نوبت بجاتے ہوئے چلے اور قریب بادشاہ کے آگے بڑھے ہوئے چوبدار اور نقیب مرد تھے۔ سونے بردار عصابردار دن کا اہتمام اور ہاتھوں کا یہ عالم کے ان کے سنہری روپہلی ہودے اور عماریاں چمکتی ہوئی ایک لطف دیتی تھیں شہر کی تیاریاں اور فوج کا یہ عالم کہ دولہا برات کا معلوم ہوتا تھا۔ غرض اس شان و شوکت سے بادشاہ نے استقبال کیا۔ بزرجمہر نے پایۂ تخت کو بوسہ دیا اور نذر گذران کر چین کے بادشاہزادوں سے تعارف کرایا۔ بادشاہ بزرجمہر سے نہایت خوش ہوا اور شاہزادوں کو خلعت شاہانہ عنایت فرمایا۔ مہرانگیز کے محافہ پہ زر سرخ و سفید نثار کرتے ہوئے محل میں داخل ہوئے اور تمام وزرا اور امرا بادشاہزادے نوشیروان کی نذریں گذاریں۔ بادشاہ نے بادشاہزادی کی شادی نوشیروان کے ساتھ کی اور ایک برس تک شادی کا جشن رہا۔ بعد اس شادی کے ایک دن بادشاہ نے بزرجمہر کو بلا کر فرمایا میں چاہتا ہوں کہ نوشیروان کو اپنی حیات میں تخت سلطنت پہ بٹھاؤں۔ سو اس امر کا مختار تم کو کیا۔ بزرجمہر نے عرض کی چالیس دن کے بعد۔ اور ان چالیس دن میں جو حرکت کروں مزاحم نہ ہوجئے۔ فرمایا ہم نے تم کو مختار کیا۔ جو مناسب جانو کرو۔ خواجہ بزرجمہر نے اسی روز نوشیروان کو طوق و زنجیر کر کے زنداں میں بھجوا دیا۔ بعد چالیس دن کے قید سے نجات دی اور آپ گھوڑے پر سوار ہوکے نوشیروان کو پیدل ساتھ لیکر اپنے گھر آیا۔ اور تین کوڑے شہزادے کو لگائے کہ خط پڑ گئے۔ اس کے بعد تازیانہ ڈال دیا۔ اور تلوار کھینچ کر شہزادے کو دی۔ اور اپنا سر جھکا کر کہا اب غلام حاضر ہے۔ لگائیے۔ اس لئے کہ غلام نے واقعی بے ادبی کی ہے۔ لیکن اس کا باعث یہ تھا کہ خدا نے آپ کو بادشاہ کیا ہے۔ تاکہ ہر ایک کی قدر سمجھو۔ اور کسی بے گناہ کو قید نہ کرو اور نہ مارو کہ اس کا مزہ معلوم رہے اور جو لوگ سواری کے آگے دوڑیں ان کی قدر کرو۔ نوشیروان نے بزرجمہر سے ہنس کر کہا میں یہ خوب جانتا ہوں کہ تم جو کروگے بغیر حکمت نہ کروگے میں اس حکمت سے آزردہ نہیں ہوا۔ بزرجمہر نے نوروز کے دن لے کر نوشیروان کو

حمام میں غسل کروایا اور خلعت شاہانہ پہنا کر سوار کیا۔ اور سب سرداروں کو ہمراہ رکاب سعادت بارگاہ جمشیدی میں داخل ہوتے تخت پر بٹھلایا۔ اور بزرجمہر نے بادشاہ سے سفارش بختک کی کی۔ اور اس کو خلعت وزارت کا دلوایا۔ شاہ قباد نے دونوں ہاتھ پکڑ کر نوشیروان کو نصیحت کر کے کہا۔ کہ بابا جان خبردار بزرجمہر کی مشورت کے بغیر کچھ کام نہ کرنا اور کسی بات میں بختک کا کہنا ہرگز مت ماننا۔ جہاں تک امیر وزیر تھے۔ شہزادے کو نذریں گذاریں۔ اور ایک سال تک نوشیروان جشن میں رہا۔

نوشیروان کی شادی سے فارغ ہونے پر بادشاہ قباد نے اسکو تخت پر بٹھانا اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر نصیحت کرنا

راوی لکھتا ہے کہ قباد کامران نامی بعد فراغ جشن اور نوشیروان کو تخت پر بٹھانے کے دو سال زندہ رہا بعد اس کے جہان فانی سے انتقال کر گیا۔ نوشیروان سیاہ پوش ہوا اور اپنے باپ کو تجہیز و تکفین کیا۔ کتنے دن تک قباد کے مرنے کا غم کیا۔ لیکن قباد کے مرنے کے بعد بختک کی مصلحت سن کر ظلم کرنا شروع کیا۔ کہ کسی بادشاہ کے وقت ایسا ظلم نہ ہوا تھا۔ ناگہاں ایک قزاق بادشاہ کے حضور میں پکڑا آیا۔ کہ اس نے ایک قافلہ لوٹا ہے حکم

ہؤا کہ اس کی گردن مارو۔ اس نے کہا مجھکو مناسب جانوروں کی زبان سیکھنے سمجھنے کا علم ہے۔ اگر مجھکو چالیس دن تک ایک خوبصورت رنڈی اور شراب اور کباب دیجئے تو پھر جس کو فرمائیے بتلادوں۔ بعد اس کے مار ڈالیئے گا۔ نوشیروان نے اسے بزرجمہر کے حوالے کیا۔ خواجہ اسے اپنے گھر لے گیا اور چالیس دن تک اس کو رکھا۔ بعد چالیس روز کے خواجہ بزرجمہر نے اس کو بلایا اور پوچھا کہ وہ علم جانوروں کی زبان کا جو تم نے سیکھا ہے بتلا۔ اس نے کہا خاطر خواہ عیش کر لی ہے۔ جی میں کسی بات کی آرزو نہیں رہی اب میں گردن کٹانے کے لئے شوق سے تیار ہوں۔ بزرجمہر نے چوری سے توبہ کرا کر اس کی جان بخشی کروائی۔ اور اپنے پاس سے خرچ دے کر نکال دیا۔ اس کے کئی روز بعد ایک روز بادشاہ شکار کے لئے گیا اور لشکر سے جدا ہؤا۔ اور سوائے بزرجمہر کے اور بختک کے کوئی ساتھ نہ تھا۔ یہ تینوں ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے کہ ناگہاں اس پر ایک جوڑا اُلو کا آن کر بیٹھا۔ اور آپس میں کچھ بولنے لگا۔ بادشاہ نے بزرجمہر سے پوچھا کہ تم نے جو جانوروں کی زبان سیکھی تھی معلوم ہے۔ عرض کی معلوم ہے۔ فرمایا یہ دونوں جانور کیا کہتے ہیں بزرجمہر نے کہا وہ جانور اپنے بیٹے کے واسطے اس کی بیٹی مانگتا ہے۔ سو یہ کہتا ہے اگر نوشیروان کی بادشاہی ہے تو یہ تین ویرانے اگر جہیز میں دے تو میں قبول کر دوں۔ وہ کہتا ہے اگر نوشیروان کی بادشاہی ہے تو یہ تین کیا دس دوں گا۔ بادشاہ نے کہا بس میرے ظلم کا شہرہ یہاں تک پہنچا ہے کہ جانور بھی ذکر کرتے ہیں اسی روز سے شہر مدائن میں آکر عدالت کی زنجیر باندھی۔ اور کہا کہ جو اس زنجیر کو ہلا دے گا۔ اس کی داد کو پہنچوں گا۔ پھر تو یہ عدالت کی کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے اور ہر ایک اپنے گھر کا دروازہ کھلا رکھتا۔ اور کسی کو کسی کا غم نہ رہا کتنے برسوں سلطنت کی۔ خواجہ بزرجمہر کے بھی دو فرزند ہوئے۔ خواجہ سیاوش اور خواجہ دریا دل اور بادشاہ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی شاہزادوں کا نام ہرمز اور فرامرز اور بادشاہزادی کا نام مہر نگار رکھا۔ اور بختک کے گھر ایک بیٹا ہؤا جس کا نام بختیار رکھا گیا نوشیروان نے ایک دن خواب دیکھا کہ مشرق کی طرف سے ایک کوّا آیا اور وہ سر سے تاج اتار کر لے گیا۔ پھر مغرب سے ایک باز آیا۔ اس نے زاغ کو مار کر وہ تاج پھر میرے سر پر رکھد اس خواب کو دیکھ کر بادشاہ جاگ اٹھا اور صبح کو بزرجمہر سے اس کی تعبیر پوچھی۔ کہا کہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ مشرق کی طرف خیبر نام ایک شہر ہے۔ وہاں ایک بادشاہزادہ حسام بن عقلمہ میری پیدا ہو گا۔ جو آن کر بادشاہ کا تاج اور تخت چھین لے گا۔ اور مغرب کی طرف مکہ سے ایک لڑکا حمزہ نامی آئے گا۔ وہ حسام کو مار کر تاج اور تخت حضور میں گذارے گا۔ بادشاہ

بہت خوش ہوا۔ اور بزرجمہر کو خلعت دے کے مکہ کی طرف بھیجا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا ہو تو اس کی پرورش کرو۔ اور میرا فرزند مشہور کرو۔ بزرجمہر بادشاہ کے حکم سے بہت سا اسباب اور تحفہ روسائے مکہ کے لئے اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا جب مکہ کے نزدیک پہنچا تو ایک خط خواجہ عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا اس خط کا مضمون یہ تھا کہ بندہ بیت اللہ کی زیارت کے لئے آیا ہے۔ اور آپ کی خدمت سے بھی مشرف ہونا چاہتا ہے۔ خواجہ عبدالمطلب نے خط پڑھ کر مضمون معلوم کیا اور مکہ میں جہاں تک رئیس تھے۔ سب کو ساتھ لے کر خواجہ بزرجمہر کا استقبال کیا اور شہر میں لے آئے پہلے بزرجمہر نے خواجہ عبدالمطلب کے ہمراہ کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔ پھر شہر میں سکونت اختیار کی اور وہاں کے جتنے بزرگ سردار تھے۔ سب سے ملاقات کی اور بادشاہ ہفت اقلیم نوشیروان کی طرف سے سب کو بے حساب روپے اور اشرفیاں بخشیں اور فرمایا سلطان تم سے بہت خوش ہیں اور فرمایا کرتے ہیں کہ اہل عرب ہمیشہ سے میرے دعاگو ہیں۔ میں ان کو اپنا دوست جانتا ہوں۔ سو مجھ کو اب اس واسطے بھیجا ہے۔ کہ اس شہر میں جتنی عورتیں حاملہ ہیں ان کے لڑکے آج کے دن سے بادشاہ کے نوکر ہیں اور ... ڈھنڈورچی کو بلا کر حکم دیا۔ کہ تمام شہر میں ڈھنڈورا پھیر دے۔ کہ آج کے دن سے جس کے گھر میں فرزند پیدا ہوا سے ہمارے پاس لے آئے کہ اس کا نام بھی رکھیں اور ماہانہ جاری کریں۔ پر خواجہ کا لشکر شہر سے باہر تھا۔ اور مکہ کے اکثر بزرگ وہیں تشریف لے جاتے اور خواجہ بزرجمہر بھی کبھی خواجہ عبدالمطلب کے گھر جاتے۔ کوئی بیس دن کے بعد جب خواجہ بزرجمہر ملاقات کے لئے خواجہ عبدالمطلب کے گھر گئے۔ تو خواجہ عبدالمطلب باہر آئے۔ اور سلام علیک کہہ کر کہا کہ بندہ زاد پیدا ہوا ہے۔ بزرجمہر نے اسی وقت اس لڑکے کو منگوا کر اپنے ہاتھوں پر لیا۔ اور اس کے طالع پر نظر کی تو کیا دیکھا کہ وہی یہ لڑکا ہے جو ہفت اقلیم سے خراج لے گا۔ اور تمام جہاں میں اپنا عمل کرے گا اور ملک ملک کے پہلوانوں اور بادشاہوں کو زیر کر کے ان کے کان میں حلقہ بندی ڈالے گا اور مسلمان کرے گا۔ بزرجمہر نے اس لڑکے کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور حمزہ نام رکھا اور خواجہ عبدالمطلب کو مبارک باد دی۔ اور لڑکے کی سلامتی کے لئے فاتحہ پڑھ کر سب نے کعبہ کی جانب دعا مانگی۔ اور بزرجمہر نے صندوق اشرفیوں اور روپوں کے امیر حمزہ کی پرورش کے لئے عبدالمطلب کو دیئے بعد اس کے

شربت تیار کرنے کا قصد کیا۔ کہ سب کو پلایا جاوے۔ بزرجمہر نے خواجہ عبدالمطلب سے کہا ایک دو
ساعت اور تامل کیجئے۔ کہ میں اور دو شخصوں کا بھی منتظر ہوں۔ کہ جن کے لڑکے امیر حمزہ کے ساتھ
جانی یار ہوں گے۔ یہ باتیں کرتے ہی تھے۔ خواجہ عبدالمطلب کا بشیر نامی ایک غلام لڑکا لیتے ہوئے آیا
اور کہا کہ غلام کے ہاں بھی خانہ زاد پیدا ہوا ہے۔ بزرجمہر نے اس لڑکے کا نام مقبل وفادار رکھا۔ اور
اس کی پرورش کے لئے ہزار اشرفیوں کا ایک توڑا بشیر کو دیا اور کہا کہ یہ لڑکا تیر اندازی کے فن میں بادشاہ
ہوگا۔ حمزہ کی ماں نے انتقال کیا۔ اور مقبل کی ماں بھی مرگئی وہ یہ لڑکے ایک اور بھی ہے۔ اور تینوں
کی پرورش ایک جا ہو تو بہتر ہے۔ لیکن جب اس لڑکے اور اشرفیوں کو لے کر بشیر جا رہا تھا۔ تو راہ
میں عمیہ ساربان سے ملاقات ہوئی عمیہ نے دیکھا کہ بشیر ایک توڑا لئے ہوئے بہت شاد باد جاتا
ہے۔ سلام علیک کہہ کر بشیر سے پوچھا کہ یہ توڑا کہاں سے پایا ہے۔ اس نے تمام حال بیان
کیا۔ کہ نوشیروان کا وزیر آیا ہے۔ جس کے گھر لڑکا پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس کو اس قدر مال دیتا ہے۔
عمیہ ضمیری بہت خوش ہوا۔ اور اپنے گھر جا کر اپنی جورو سے کہا کہ تو ہمیشہ کہا کرتی ہے کہ میں پیٹ
سے ہوں۔ جلد لڑکا جن کہ اس وقت روپے بھی ہاتھ آتے ہیں۔ اس نے کہا کہ تو دیوانہ ہوا ہے ابھی مجھ کو
ساتواں مہینہ ہے۔ جب نو مہینے پورے ہوں گے۔ تب کہیں لڑکا پیدا ہوگا عمیہ نے کہا میں ایسی باتیں
نہیں مانتا۔ اس وقت جلد زور کر اور خوب کھانس کہ جلد نکل پڑے۔ جورو نے یہ سن کر اسے گالیاں
دیں۔ تو اس پر عمیہ ضمیری خفا ہوا۔ اور اس کے پیٹ میں اس زور سے ایک لات ماری کہ بیچاری اس
درد سے بلبلا کر لڑکا جن کے مرگئی۔ عمیہ ضمیری نے اس لڑکے کو اپنے فرغل کی آستین میں اٹھا لیا
اور خواجہ بزرجمہر سے آکر کہا کہ غلام کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے۔ بزرجمہر کی نظر جوں
ہی اس پر پڑی بے اختیار ہنسے اور گود میں لے کر باآواز بلند کہا کہ یہ وہ لڑکا ہے۔ جو تمام بادشاہان
ہفت اقلیم سے اخراج لے گا۔ اور سب اس کے زیر فرمان رہیں گے اور اس کے واسطے ہمیشہ نذر
بھیجا کریں گے اور اس کے خنجر کی نوک کے تلے رہیں گے اور اس کے فرمان سے جو باہر ہوگا۔ یہ اس کی
خفت دے گا۔ اور جو قلعہ بادشاہان سلف سے فتح نہیں ہوا۔ یہ اکیلا سر کرے گا۔ لیکن اس لڑکے نے بزرجمہر
کی گود میں اس قدر رونا شروع کیا کہ ان کو بات کرنی مشکل ہوگئی۔ اس کی تشفی کے لئے بزرجمہر نے اپنی
انگلی اس کے منہ میں دی۔ کہ چپ رہے۔ خواجہ کی اس انگلی میں ایک انگوٹھی تھی

جس کو اس لڑکے نے منہ سے اتارا۔ اور چپ ہو رہا۔

حسب الحکم نوشیروان کے بزرجمہر کا مکہ میں جانا امیر حمزہ و مقبل حلبی و عمر عیار تینوں کا بزرجمہر کے روبرو حاضر لانا اور عمر کا بزرجمہر کی انگوٹھی منہ میں چورانا اور ان تینوں کی پرورش کے واسطے نوشیروان کی جانب سے وظیفہ مقرر کرنا:

خواجہ نے اس لڑکے کا نام عمر رکھا۔ اور فرمایا کہ سب کو شربت پلائیں۔ شربت پیتے وقت جب بزرجمہر کی نظر اپنی انگلی پر پڑی تو اسے انگوٹھی سے خالی دیکھا۔ تب تکیوں کے تلے اور جیب میں ادھر اُدھر ڈھونڈنے لگے۔ جب نہ ملی تو ناچار خاموش ہو رہے اور انگوٹھی کا گم ہونا ظاہر نہ کیا۔ تاکہ لوگ شرمندہ نہ ہوں۔ آپ نے شربت پی کر چاہا کہ ایک قطرہ عمر کے منہ بھی ڈالیں تو انگوٹھی عمر کے منہ میں سے نکل آئی۔ یہ دیکھ کر حیرت میں رہ گئے۔ بزرجمہر نے خواجہ عبدالمطلب کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ اس کی پہلی چوری ہے۔ عمر کی پرورش کے واسطے ایک صندوق روپوں اور اشرفیوں کا عمیہ ضمیری کو دیکر

کہا یہ بے حیا اور اس کی پرورش کر۔ عبیہ ضمیری نے ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اس لڑکے کی ماں اس کو جن کر مر گئی۔ غلام سے اسکی پرورش کیونکر ہو سکے گی۔ بزرجمہر نے تامل سے خیال کیا۔ اور خواجہ عبد المطلب سے فرمایا کہ امیر حمزہ کی ماں نے انتقال کیا۔ اور ان دونوں لڑکوں کی مائیں بھی مر گئیں۔ تو اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں کہ آپ صبح کو شہر کے باہر جائیے وہاں معدی کرب کی ماں عادیہ بانو امیر کو دودھ پلانے کے لئے آتی ہے۔ اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں مسلمان کر کے بھیجا ہے۔ اس کی پیشوائی کر کے لے آؤ۔ سوائے اس کی امیر کو اور کوئی دودھ نہ دے گی۔ پس اس کی ! دائیں چھاتی سے امیر اور بائیں چھاتی سے عمر اور مقبل وفادار دودھ پیا کریں۔ خواجہ بزرجمہر کے کہنے کے مطابق عبد المطلب باہر گئے۔ اور علویہ بانو کو لے آئے۔ اور ان تینوں لڑکوں کو اس کے حوالے کیا۔ کہ وہ ان کو دودھ پلایا کرے۔ امیر کو تولد ہوئے چھ روز گذرے تھے کہ خواجہ بزرجمہر نے خواجہ عبد المطلب سے کہا۔ صبح کو امیر کا گہوارہ بالاخانہ پر رکھوا دیجئے۔ اور اس کے غائب ہونے سے کچھ اندیشہ نہ کرنا حق تعالے نے قدرت کاملہ سے کئی ایک عجائبات پیدا کی ہیں۔

چنانچہ دنیا کے گرد بڑے بڑے دریا محیط ہیں جن کا پانی تمام دنیا میں احاطہ کر کے درمیان میں آیا ہے۔ اس کے پار عظیم الشان کوہ قاف نامی پہاڑ ہے۔ وہاں اٹھارہ قسم کا عالم مثل دیو پری و جن و غول و شتر گاؤ و سر گاؤ وغیرہ رہتا ہے۔ ان قوموں کا بادشاہ نہایت عادل اور عبادت الہی میں مشغول پری نژاد نہایت خوبصورت شہپال بن شاہرخ ہے۔ یہیں امیر حمزہ کا گہوارہ اس کے پاس جائے گا۔ اور سات روز کے بعد واپس آئے گا یہ فرما کے خواجہ عبد المطلب کو رخصت کیا۔ لیکن یہاں سے ملاحظہ فرمائیے کہ پر وہ کوہ قاف میں ایک بادشاہ شہپال نام بن شاہ رخ تھا۔ ایک روز حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت سلیمانی پر

داستان کوہ قاف

بیٹھا تھا۔ تمام قاف اقلیم کے اٹھارہ بادشاہ تھے۔ اور بادشاہ کے محل میں لڑکی تولد ہوئی۔ اور اس بادشاہ کا ایک وزیر عبد الرحمن نامی تھا۔ جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت بھی کی تھی۔ اور سب علموں میں لاثانی تھا بادشاہ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم لڑکی کا طالع دیکھو۔ تب عبد الرحمن نے تختہ آگے رکھ کر اس پر قرعہ ڈالا اور زائچہ کھینچا۔ اور رمل کا بیان لکھوا کر ستاروں کے احکام کو دیکھا اور بادشاہ کو مبارکباد دے کر عرض کیا۔ کہ ایسے طریقہ اپنے نظر آتے ہیں جیسے آپ کے ہیں۔ یہ لڑکی اٹھارہ برس پردہ قاف پر بادشاہت کرے گی۔

اور جماعت دیواں و پریاں اس کے زیر فرمان رہیں گے۔ اور اس کی تمام عمر عیش اور مزے میں گذرے گی۔ مگر اٹھارہ برس اس کا طالع کچھ نحس ہوگا۔ اس وقت کے تمام زبردست دیواں بادشاہ کے مخالف ہوں گے اور چاروں طرف سے اتفاق کرکے آئیں گے اور شہر گلستان ارم و شہر زریں و شہر سیمیں و شہر قاقم کو چھین لیں گے اور سب ملک بادشاہ کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ تب یہ وہ دنیا سے آدم زاد آئیگا اور اس کی قوت سے پھر یہ ملک ہاتھ آئیں گے۔ بادشاہ یہ سنکر از حد خوش ہوا۔ اور خواجہ عبدالرحمٰن سے دوسرے دن فرمایا کہ دیکھو وہ آدم زاد پیدا ہوا یا نہیں۔ اور کس ملک میں ہے۔ عبدالرحمٰن نے عرض کیا کہ دنیا کے ملک عرب میں ایک شہر مکہ نام ہے۔ وہاں کے سردار عبدالمطلب کے گھر وہ لڑکا پیدا ہوا ہے۔ سو آج اسنے اس لڑکے کو گہوارہ چھت پر رکھا ہے بادشاہ نے پری زادوں کو فرمایا کہ پردہ دنیا میں جاکر لڑکے کو لے آؤ۔ ادھر پری زاد اڑکر ادھر اس لڑکی کا نام آسمان پری رکھا۔ اور جشن کی تیاری کی اور قاف کے تمام بادشاہان جشن میں حاضر تھے۔ اور جشن کو عین کمال تھا کہ پری زاد امیر حمزہ کو معہ گہوارہ اٹھا لائے اور قاف کے بادشاہوں کے روبرو رکھدیا جب پری زاد کی نظر اس لڑکے کے حسن و جمال پر پڑی وہ تصویر کی صورت حیرت میں رہ گئے بادشاہ نے اس گہوارہ کو اپنے نزدیک منگوایا۔ اور امیر کو اپنے ہاتھوں میں اٹھاکر اسکی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور سرمہ سلیمانی منگوا کر اس کی آنکھوں میں ڈالا۔ اور دیو پری و جن و غول و شیر کا دودھ پلوا کر کہا کہ یہ عالم جوانی میں کسی سے دہشت نہ کھائے گا۔ خواجہ عبدالرحمٰن نے عرض کی کہ علم نجوم سے معلوم ہوتا ہے کہ بیاہ بھی آسمان پری کا اسی کے ساتھ ہوگا۔ بادشاہ خوش ہوا۔ اور ایک گہوارہ اپنے یہاں سے منگوا لیا کہ اس کے چاروں پائے زمرد کے تھے۔ اور پٹیاں اور کٹہرے یاقوت کے اور طرح طرح کے بیش قیمت جواہرات اس میں سراسر لگے تھے۔ اس میں امیر کو لٹایا۔ اور کئی دانے لعل شب چراغ سرخ اور سبز ریشم فات میں لپیٹ کر اس گہوارے میں لٹکا دیئے اور ان پری زادوں کو کہا کہ اسی مکان میں رکھ آؤ۔ پری زاد جہاں سے امیر کا گہوارہ لائے تھے وہیں مکہ میں رکھ آئے اور اپنے بادشاہ کو خبر دی۔ (باقی داستان فردا شب)

داستان چوتھی

بزرجمہر کا نوشیرواں کے پاس جانا اور گستہم کا روانہ کرنا اور عمر عیار کا اپنے استاد کے حق میں بدی کرنا

راوی اس داستان کو یہاں سے یوں بیان کرتا ہے کہ وہاں خواجہ عبدالمطلب نے خواجہ بزرجمہر

کے کہنے سے اپنے آدمیوں کو کہا کہ چھت پر جا کر دیکھو کہ امیر حمزہ کا گہوارہ آیا ہے۔ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ کوئی اور ہی گہوارہ
کہ جس کی جوت سے تمام چھت چمک رہی ہے۔ خواجہ کو خبر دی کہ امیر کے گہوارے کو لے آئے۔ بزرجمہر نے خواجہ
عبدالمطلب سے کہا کہ آپ ان تینوں لڑکوں کی پرورش میں تغافل نہ فرمائیے گا۔ اور ان کو بادشاہ ہفت اقلیم کے بیٹے
کہا کیجئے گا۔ اور بندہ اب رخصت ہوتا ہے۔ کہ بادشاہ کے حضور میں میرے دشمن بھی ہیں۔ اس واسطے جلد جاتا
ہوں اور جو گذارش نامہ آپ کی خدمت میں بندہ ارسال کیا کرے آپ مطالعہ فرما کے اس پر عمل کیا کریں خواجہ
عبدالمطلب نے ایک عرضی اپنے احوال کی لکھ بزرجمہر کو دی کہ یہ بادشاہ ہفت اقلیم کے حضور میں تابعداری کی طرف
سے گذارش کریں۔ تب بزرجمہر رخصت ہوئے اور کئی روز میں راہ طے کر کے مدائن میں پہنچے۔ اور بادشاہ کو
نذر گذاری۔ بادشاہ نے میر منشی کی طرف واسطے پڑھنے کو ارشاد کیا۔ میر منشی نے خواجہ عبدالمطلب کی
عرضی پڑھ کر سنائی۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم ہمیشہ سے بادشاہ کے دعاگو ہیں۔ اور ہم پر جو مہربانی فرمائی ہے
امید یہی رکھتے ہیں کہ اس جناب کی الطاف سے ہم دعاگوؤں میں کتنے خطا کریں گے۔ بادشاہ بہت خوش
ہوا۔ اور بزرجمہر پر سرفرازی فرمائی اس کے کئی ایک مہینے کے بعد ایک روز بادشاہ بارگاہ جمشیدی
میں کیکاؤس کے تخت پر بیٹھا تھا۔ کہ چین کے اخبار گذرے۔ خفیہ نویس نے لکھا تھا کہ خاقانِ اعظم کا بیٹا
بہرام گرد خاقان چین نام بجائے باپ کے تخت نشین ہوا۔ اس کی زور آوری کے برابر کوئی نہیں ہے جب
شکار کو جاتا ہے تو گھوڑے کو ملا کر جس ہاتھی کی پشتک پر گھونسا مارتا ہے اسے گرا دیتا ہے اور شیر مست کا کان پکڑ
کر لے آتا ہے۔ سوائے چین کے اور ملک بھی اس نے اپنے قبضہ میں کئے ہیں۔ اور سال بسال ترقی ہے اور چار سال
سے آپ کو کبھی خراج نہیں دیتا۔ اور کہتا ہے کہ میں شاہ ہفت کشور سے۔ بزور شمشیر نعلبندی لوں گا۔ یہ خبر سنکر
بادشاہ فکر میں گیا۔ اور بزرجمہر سے پوچھا کہ اس کا کیا علاج کریں۔ عرض کی لازم تو یوں ہے کہ اس نے ابھی فرارہ
واقعی زور نہیں پکڑا۔ اور نہ ابھی تمام ہوا۔ اور جب خلق اس کے پاس جمع ہو گی۔ اور وہ مسلط ہو گا تو پھر اس کا
اکھاڑنا مشکل ہو گا۔ کسی خانہ زاد کو اگر اجازت ہو کہ اس کو سنبھلنے نہ دے۔ باندھ کر حضور میں حاضر کر دے فرمایا تم
مختار ہو۔ جس کو مناسب جانو اس کو روانہ کر دو۔ بزرجمہر نے ایک سپہ سالار گستہم بن اشک زرین کفش ساسانی کو بادشاہ
سے خلعت دلا کر بارہ ہزار سوار ساسانی کی جمعیت سے بہرام گرد خاقان کے سر پر روانہ کیا۔ جب تک کہ چین پہنچیں۔

دو کلمے داستان امیر عمر کے سنئیے۔

جب کہ مکہ میں پرورش ہوتی تھی۔ اور علویہ بانو ان تینوں لڑکوں کو دودھ پلاتی تھی۔ کیا دیکھئے

کہ امیر دن بدن دُبلے ہوتے جاتے ہیں۔ اور عمر روز موٹا ہوتا جاتا ہے۔ سب حیران ہوئے۔ کہ اس کا کیا سبب ہے ایک رات کو کیا دیکھتے ہیں کہ عمر نے امیر اور مقبل کو پلنگ سے نیچے گرا دیا اور دونوں چھاتیوں سے آپ دودھ پینے لگا۔ صبح کو دائی نے کہا کہ یہ لڑکا بڑا چور ہوگا۔ عمر جب کچھ اور سیانا ہوا اور گھٹنوں کے بل چلنے لگا۔ رات کو چپکے سے جاتا اور آزار بند۔ چھلا۔ انگوٹھی۔ نتھ۔ عورتوں کے گھر میں سے چرا کر لاتا اور دائی کے پاندان میں چھپاتا۔ صبح کو سب دھوم مچاتیں کہ چوری ہوئی۔ جب تلاش کرتیں تو وہ مال دائی کے پاندان میں سے نکلتا۔ اور وہ بیچاری شرمندہ ہوتی اس طرح کئی ایک دن کے بعد وہ لعل شب چراغ جو امیر کے گہوارے سے بندھے ہوئے تھے ان میں سے ایک غائب ہوگیا۔ یہ خبر خواجہ عبد المطلب ہوئی۔ انہوں نے بہت ڈھونڈا کہیں پتہ نہ چلا۔ ناچار ہوکر غلام اور لونڈیوں کو باندھا۔ اور دائی کو بھی دھمکایا۔ کہ اس لعل کو پیدا کریں۔ نہیں تو ایک ایک سے بے طرح سمجھوں گا۔ سب روتی تھیں۔ اور قسمیں کھاتی تھیں کہ ہم نے نہیں لیا۔ اور یوں آپ مالک ہیں۔ جو چاہیں سو کریں۔ عمر کے گہوارے کے پاس آکر دیکھنے لگے تو عمر کا گال سوجا ہوا معلوم کیا۔ اس سبب سے وہ لعل کو تو بھول گئے۔ اور دائی سے پوچھنے لگے۔ کہ اس کو یہ کیا ہوا اس نے کہا یہ رات کو اچھا سویا تھا۔ اس وقت خدا جانے اسے کیا ہوا۔ خواجہ نے معلوم کرنے کیلیے گال پہ ہاتھ رکھ کہ ذرا دبایا تو عمر کے منہ سے وہ لعل نکل پڑا۔ خواجہ حیران ہوئے اور کہا خدا خیر کرے بڑا ہوگا تو مقرر چور ہوگا۔ جن جن کو باندھا تھا کھول دیا۔ اور دائی سے معذرت کی۔ غرض عمر کے ہاتھ سے سب نالاں تھے۔ جب یہ لڑکے پانچ برس کے ہوئے تو عبد المطلب نے جتنے اشراف مکہ تھے سب کی ضیافت کی۔ اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں۔ ان لڑکوں کو اخوند کے پاس مکتب میں بٹھلاؤں کہ ماں باپ کا یہ فرض ہوتا ہے۔ ایک اخوند اس محلہ میں تھا۔ کہ تمام قوم بنی ہاشم اور بنی امیہ کے لڑکے اس کے پاس پڑھتے تھے۔ امیر حمزہ عمر اور مقبل کو اس کے پاس بہت سی شیرینی لے کر گئے۔ اور پڑھنے کو بٹھلایا اور اس روز بسم اللہ پڑھوائی دوسرے دن جو لڑکے سبق پڑھنے گئے۔ اور اخوند پڑھانے لگا۔ اخوند امیر اور مقبل کو جو کچھ کہتا تھا وہی کہتے تھے۔ لیکن جب عمر نے تکرار شروع کی تو اخوند حیران ہوا۔ کہ یہ عجب طرح کا لڑکا ہے۔ خود پڑھنے کو آیا ہے۔ یا پڑھانے کو آیا ہے۔ اخوند کہے الف تو عمر کہے بر حق۔ اخوند نے کہا میں تجھ سے کیا کہتا ہوں اور تو کیا کہتا ہے۔ آپ نے کہا الف میں نے کہا بر حق۔ یعنی (الف)

واحد ہے اور واحد ذات خدا تعالےٰ کی ہے۔ اور ذات خدا برحق ہے۔ غرض اسی طرح یہ ہزار خرابی و دشواری پہلی تقطیع پڑھی۔ جب دوسری تقطیع شروع ہوئی تو استاد نے عمر سے کہا کہ الف خالی ب کے نیچے ایک نقطہ ث کے اوپر تین نقطے ج کے درمیان ایک نقطہ۔ عمر نے جو یہ سنا تو اخوند کی طرف دیکھ کر قاعدے کو بند کیا۔ اور امیر اور مقبل کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ چلو ہم گھر کو چلیں۔ ہم اس بے تہذیب اخوند کے پاس نہیں پڑھیں گے۔ ہم کو اس کے پاس پڑھنے کے لئے بھیجا ہے۔ یا حساب سیکھنے کیلئے یہ تو بڑا خائن ہے۔ کسی پاس ایک ہوتا ہے۔ کسی کے پاس دو کسی پاس تین کسی کے درمیان ایک اس نئے ہم کو کیا۔ جو اسے یاد رکھیں۔ اخوند نے ناچار ہو کر چشم نمائی کی مگر عمر شرارت سے کسی کو پڑھنے نہیں دیتا تھا۔ اخوند نے خواجہ عبدالمطلب کی خدمت میں جا کر کہا کہ عمر عمیہ ساربان کا بیٹا سخت شریر ہے۔ اس کو کسی اور اخوند کے حوالے کیجئے۔ مجھ کو بہت حیران کرتا ہے۔ اور حمزہ کو بھی پڑھنے نہیں دیتا۔ خواجہ نے اس کو رخصت کیا۔ اور چاہا کہ عمر کو امیر سے جدا کریں۔ امیر نے رونا شروع کیا۔ اور کہا عمر مجھ سے جدا ہوگا تو میں ہرگز نہیں جینے کا۔ ناچار پھر اسی اخوند کے پاس بھیجا جتنے لڑکے اخوند کے پاس پڑھتے تھے۔ ہر روز اپنے اپنے گھروں سے ناشتے لے جاتے تھے اور دوپہر کو سو کر اٹھتے تب وہ کھانا کھاتے۔ ایک روز عمر نے دیکھا سب سو گئے ہیں۔ چپکے سے اٹھ کر سب کا ناشتہ اٹھا کر اخوند کے سرہانے تکیوں کے نیچے چھپایا۔ اور آپ سو رہے۔ جب تمام لڑکے جاگے تو دیکھا کہ ناشتہ نہیں ہے۔ تب اخوند پہ ظاہر کیا۔ اخوند نے کہا سوائے عمر کے اور کسی کا کام نہیں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ جب دودھ پیتا تھا تو امیر کے گہوارے سے جواہر چرا لیتا تھا۔ عمر کو بلا کر جگایا اور کہا کھانے کو کیا کیا۔ عمر نے کہا میں سوتا تھا۔ مجھے کیا معلوم ہے۔ ڈھونڈو جس نے چورایا ہوگا معلوم ہو جائے گا۔ ملا نے کہا جا تلاش کر۔ عمر ڈھونڈنے لگا۔ پہلے سب لڑکوں کو اٹھا کر جھاڑ لیا بعدہٗ [illegible] کا بچھونا نکال کر پٹی میں تکیہ کے نیچے سے وہ سب نکالا۔ اور باآواز بلند کہنے لگا۔ دیکھو صاحب اخوند [illegible] آپ لڑکوں کا کھانا چراتے ہیں۔ اور مجھ کو دھمکاتے ہیں۔ اس وقت چار پانچ بھلے مانس اور بھی [illegible] ملا بیچارہ نہایت شرمندہ ہوا۔ اس وقت دو تین قمچیاں عمر کو ماریں۔ لیکن امیر نے تقصیر معاف کروائی دوسرے [illegible] کے پڑھنے کو آئے اور دوپہر کے وقت سو گئے تو عمر نے اخوند کی گرانی کا شملہ چرا کر حلوائی کی دوکان [illegible] مٹھائی لا کر رکھ دی۔ اور آپ سو رہا۔ جب سب جاگے تو دیکھا کہ ٹوکرا شیرینی کا دھرا [illegible] تا۔ [illegible] استاد نے پوچھا کہ یہ شیرینی کیسی ہے عمر نے کہا کہ بابا جان نے نظر مانی تھی۔ اور یہ

یہ شیرینی وہ لائے تھے۔ بڑی دیر تک وہ بیٹھے رہے۔ جب آپ نہ جاگے اور ان کو کام ضروری تھا۔ اس لیے مجھ کو اٹھا کر کہہ گئے کہ اس پر فاتحہ دلوا کر تقسیم کر دینا آپ فاتحہ دیجئے۔ کہا کس کے نام کی دو، عمر نے کہا ایک فقیر بابا شملہ تھے۔ تب اخوند نے فاتحہ پڑھ کر اوپر سے بڑے بڑے پیڑے اٹھا لئے کہ جن میں جمال گھوٹہ ملا ہوا تھا۔ اور رکھ لئے۔ اور باقی مٹھائی عمر نے امیر اور مقبل کے آگے رکھی۔ امیر نے اور سب لڑکوں کو شریک کر کے کھائی۔ دو ایک گھڑی گذری کہ اخوند کو دست آنے لگے۔ عمر سے کہا تو نے یہ کیا کھلایا کہا مجھے بدنام مت کیجئے سب نے یہی کھائی ہے۔ آپ کی بھوک تو تھی تھوڑی۔ اور کھا گئے بہت اس نے گرانی کی اور بدہضمی سے پیٹ چھوٹ گیا۔ جب چار ایک گھڑی دن رہا۔ امیر نے عمر کی شرارت معلوم کر کے دہی منگایا۔ اور اخوند کو پلوایا۔ بارے کچھ فرصت ہوئی۔ اخوند نے لڑکوں کو چھٹی دی اور اپنے کپڑے پہنے مگر شملہ کا کچھ پتہ نہیں لڑکے بھی جا چکے تھے کس سے پوچھیں۔ ناچار دوپٹے کو سر سے لپیٹ عصا ہاتھ میں لے مسجد سے اپنے گھر چلے جونہی حلوائی کی دوکان سے گذرے اس نے شملہ دیا اور کہا کہ آپ نے پانچ روپے کی مٹھائی یہ شملہ بھیجکر کیوں منگوائی جب چاہئے منگا لیا کیجئے اس شملہ کا بھیجنا کیا ضرور ہے۔ یہ سن کر اخوند سمجھ گیا کہ آج کے دن کی شیرینی جو عمر لایا تھا وہ یہی ہے۔ جو حلوائی بیان کر رہا ہے۔ اپنے پاس سے اس کی قیمت دی اور شملہ لے کر گھر گئے۔ اس صبح کو عمر نے نماز کے وقت اٹھ کر سب لڑکوں سے پہلے مکتب میں آ کر جھاڑو دیا اور بستہ کھول کر قاعدہ پڑھنے لگا اخوند نے آ کر دیکھا تو عمر سب سے پہلے آیا۔ جی میں کہا کہ اس کو آج کچھ نہ کہو۔ اخوند بیٹھ گیا۔ اور لڑکے بھی آئے۔ سب کو پڑھایا۔ اس روز اخوند نے حمام جانے کا قصد کیا۔ اور خضاب تیار کر کے عمر کو دیا کہ فلانے حمام میں لے جا۔ اور میں بھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نماز پڑھنے لگے۔ عمر نے راہ میں اس خضاب کے اندر ایک تولہ ہڑتال باریک کر کے ملا دیا۔ اور حمام میں جا کر رکھ دیا۔ دو ایک گھڑی کے بعد اخوند صاحب آئے اور کپڑے اتار وہ خضاب ڈاڑھی اور مونچھوں میں لگا کر ارنڈ کے پتوں سے باندھ کر بیٹھے۔ اور عمر نے اپنے گھر کی راہ لی۔ یہاں اخوند نے دو گھڑی کے بعد گرم پانی سے دھویا۔ جونہی پانی منہ پر ڈالا۔ اور چاہا کہ ہاتھ سے ملے پانی پڑنے کی دیر ہی ہوئی تمام بال چھوٹ رہے تھے۔ اخوند بیچارہ مارے شرمندگی کے پانی پانی ہوا کہ میں جو باہر نکلوں گا تو لوگ کیا کہیں گے۔ کپڑے پہن کر خواجہ عبدالمطلب کے پاس جا کر ان کے روبرو اپنا عمامہ دے مارا۔ اور اپنا حال دکھایا۔ کہ عمر نے میری یہ صورت کی آپ اس کو سزا دیجئے خواجہ عبدالمطلب نے اخوند کو رخصت کیا اور عمر کو بلا کر دونوں ہاتھ باندھ کر لٹکایا اور خوب جوتیاں اور قمچیاں لگائیں اور پھر امیر کو بلا کر منع

کیا۔ کہ تم دونوں الگ الگ بیٹھا کرو اگر ایک دوسرے سے بات بھی کروگے۔ تو ہم خفا ہوں گے۔ اور فرمایا کہ عمر کے ہاتھ کھول کر نکال دو۔ مگر امیر کی حالت عمر کے بغیر عجب طرح کی ہو گئی۔ کہ اس کی جدائی کے تعلق میں دو دن تک روہا کئے اور کھانا بھی نہ کھایا۔ ناچار خواجہ نے عمر کو بلوا کے امیر کے حوالے کیا۔ اور اخوند سے امیر نے تقصیر معاف کرائی سا ب عمر پھر پڑھنے لگا۔ ایک روز ایک لڑکے کے گھر سے اخوند کے پاس کھانا آیا تھا۔ عمر کو کہا کہ ہمارے گھر لے جا لیکن خبردار کھولیو مت کہ اس میں مرغ ہے۔ اڑ جائے گا۔ عمر کو کہا۔ مجھ کو کھولنے سے کیا کام یوں ہی حوالے کر دوں گا۔ عمر اس خوان کو سر پر اٹھا کے اخوند کے گھر کی طرف روانہ ہؤا۔ جب وہ مکان کے نزدیک آ رہا تھا۔ تو راستہ سے ذرا الگ جگہ اس کو کھول کر دیکھا کہ اس میں بھونے ہو نے میٹھے چاول بہت خوب پکے ہوئے ہیں۔ اور ریہ بھوکا بھی تھا۔ خوب پیٹ بھر کر کھائے۔ اور باقی کتوں کے آگے ڈال دیئے خالی رکابی خوان میں دھر کر اوس کے گھر گیا اور اوس کی جورو سے کہا کہ اخوند صاحب نے کھانا بھیجا ہے اور کہہ دیا ہے کہ آج گھر میں پکانا نہیں یہ کہہ کے وہ خوان دیا اور مکتب میں جا کر اخوند کو خبر دی۔ شام کو اخوند سب لڑکوں سمیت چھٹی کر کے اپنے گھر گیا اور اپنی جورو سے پوچھا کہ کیا پکایا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ نے منع کر بھیجا تھا۔ اس لئے کچھ نہیں پکایا وہ خوان جو آپ نے بھیجا تھا دھرا ہے۔ ملا بیچارہ جب ہو رہا اس خوان کو منگا کر کھولا۔ دیکھا تو خالی ہے۔ ساری رات گھر کا گھر بھوکا رہا۔ صبح کو کچھ ناشتہ کر کے مکتب میں گیا۔ اور عمر سے پوچھا۔ کہ کل کا ناشتہ کیا کیا۔ عمر نے کہا کھانے سے تو میں واقف نہیں ہوں لیکن وہ خوان جو میں لے گیا تھا۔ راہ طے کرتے وقت وہ مرغ کفتے پھاڑ کر اڑ گیا ہوگا۔ اخوند نے کہا کہ عمر کو باندھ کر خوب مارو۔ آخر امیر نے تقصیر معاف کروائی۔ پھر پوچھا کہ گھر کے کھانے کو کیوں منع کیا کہا البتہ تقصیر ہوئی۔ چار پانچ قمچیاں لگائیں۔ اور کہا پھر ایسی حرکت نہ کرنا۔ ورنہ بہت ماروں گا۔ اس وقت میں امیر کے کہنے سے چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن عمر بظاہر توبہ کرتا۔ اور ہاتھ جوڑتا رہا۔ اور جی میں اخوند کے ہاتھوں سے اس کا جانی دشمن۔ پر اسی مکتب میں جہاں امیر اور عمر پڑھتے تھے۔ ابوجہل اور ابوسفیان بھی پڑھتے تھے۔ اور سارے دن دوپہر کے وقت جب سب لڑکے سو گئے۔ عمر نے اٹھ کر انگوٹھی ابوجہل کے ہاتھ سے اتار اور اخوند کے گھر جا کر اس کی بیٹی کے پاندان میں رکھ دی۔ اور اس لڑکی کے کان کی بالی ابوجہل کے ہاتھ میں پہنا دی۔ اور سو رہا۔ جب سب لڑکے جاگے اور منہ ہاتھ دھو کر پڑھنے لگے۔ تو اخوند نے ابوجہل کی انگلی میں اپنی بیٹی کی بالی دیکھی۔ اور ابوجہل سے پوچھا کہ یہ بالی کہاں سے پائی۔ اس نے دیکھا کہ انگوٹھی کے عوض کسی نے کان کی بالی انگلی میں پہنا دی ہے۔ تو حیران ہؤا کہ کیا جواب دوں عمر نے کہا کہ دوپہر کو جب آپ سو جاتے ہیں تو یہ اٹھ کر آپ کے گھر جاتا ہے آج میں

اس کے پیچھے پیچھے گیا تھا۔ جب آپ کے دروازے پر پہنچا اور اس نے زنجیر کو کواڑ سے ہلایا۔ اس کی آواز سے آپ کی بیٹی اندر سے آئی اس سے کچھ باتیں ہوئیں۔ بعد اسکے بعد اس نے اپنے کان کی بالی اس کو دی۔ اور اس نے اپنی انگوٹھی اس کو دی۔ اخوند کی آنکھوں میں مارے غصے کے ایک اندھیرا سا آگیا۔ ابوجہل سے وہ بالی تو لی۔ اور اس کو یہاں تک ماری کہ تمام بدن کی کھال اتر گئی۔ اور اس غصہ میں اپنے گھر گیا۔ اور اپنی بیٹی کا پان دان کھولا۔ اس میں انگوٹھی دیکھتے ہی اک آگ سی لگ گئی۔ اسے پکڑ کر دو چار طمانچے خوب ہی لگائے کہ وہ تلملا گئی اس کی جورو نے جو یہ حرکت دیکھی اور بے اختیار گالیاں دیتی ہوئی دوڑی اور ایک دوہتڑ اس کی پیٹھ پر مارا اور اس لڑکی کو چھڑایا۔ اخوند اس عورت کی طرف متوجہ ہوا۔ غرض دونوں میں خوب ہی لڑائی ہوئی۔ اس کے دوسرے روز جمعہ کا دن تھا۔ عمر فرصت پا کر ایک بساطی کی دوکان پر گیا۔ اور آہستہ سے اس کے کان میں کہا کہ تم یہاں بیٹھے ہو اور گھر میں تمہاری جورو کا بُرا حال ہے۔ اس بساطی کو جورو سے بڑا انس تھا بے تاب ہو کر دوڑا عمر بھی تھوڑی دور تک اس کے پیچھے گیا۔ بعد کو اس سے جدا ہو کر پیچھے رہ گیا۔ اور اس کی دوکان پر آکر اس کے شاگرد سے کہ سب سوئیوں کا پڑا ایک شخص مول لے گا۔ وہ تمہارے استاد نے مانگا ہے۔ اس نے حوالے کیا اور عمر اس کو لے کر اپنے گھر گیا۔ دوسرے دن صبح اٹھ کر مکتب میں آیا اور سوئیاں رکھ کر اوپر سے چادر بچھا دی۔ اور چلا گیا۔ جب سب لڑکے آچکے تو عمر بھی آیا اس روز اخوند لڑکوں کے پیچھے آیا۔ جوں ہی بستر پر پاؤں رکھا تو سوئیاں تلوؤں میں چھد کر پار ہوئیں۔ اور ایک آہ کھینچ کر بیٹھ گیا۔ بیٹھنے کے ساتھ ہی جو توشک اور تکیوں میں تھیں۔ وہ بیچارے کے بدن میں گڑ گئیں اور ہر عضو سے خون بہنے لگا۔ اور ان کے درد سے مچھلی کی طرح لوٹنے لگا۔ اور حالت مردہ کی سی ہوگئی۔ تب تو سب لڑکے گھبرائے اور ہر طرف سے دوڑ کر اخوند کے پاس آئے۔ اور سوئیاں نکالنے لگے جب سوئیاں نکال چکے تو اس غریب ملّاں کی حالت دوپہر تک غش کی رہی۔ اور سارا بدن سوج گیا۔ ہوش میں آکر کہا لڑکو معلوم نہیں تم میں سے میرا ایسا دشمن کون ہے۔ جس نے یہ حرکت کی عمر نے کہا کہ اگر مجھ کو وہ معلوم ہو تو اس سے بھی ایسا سلوک کروں کہ ان سوئیوں کو اس کے بدن میں چھید دوں اخوند نے کہا کہ تو جا کر میانہ لے آ۔ میں اس پر سوار ہو کر گھر جاؤں۔ عمر جا کر سواری لایا۔ اور اخوند اس پر سوار ہوا۔ اور لڑکوں کو کہا کہ تم سب بیٹھے پڑھو۔ اور چار گھڑی دن رہے تو اپنے اپنے گھر کو جانا۔ عمر کو اپنے ساتھ لے کر چلا۔ جب میانہ بساطی کی دوکان کے پاس پہنچا۔ جونہی اس کی نظر عمر پر پڑی بے اختیار دوکان سے دوڑا اور کہنے لگا۔ او لڑکے تو بڑا شریر ہے۔ کہ کل مجھ کو بہانہ کر کے دوکان سے اٹھایا۔ اور سوئیاں کا پڑا لے گیا۔ اب کہاں جاتا ہے۔ اخوند نے سوئیوں کا نام سن کر اس کی طرف دیکھا اور پوچھا کہ کیا کیا ہے۔ وہ اخوند سے بیان کرنے لگا

عمر نے سوچا اور آنکھ بچاکر اٹھو ندرت چڑھائی۔ اور مکتب میں آکر امیر اور مقبل سے کہا۔ اب ہمارا اس شہر میں رہنا نہیں ہوسکتا
امیر نے سبب پوچھا تو کہا۔ مجھ میں بات کرنے کی حواس نہیں ہیں۔ رخصت ہوتا ہوں۔ امیر نے کہا اے عمر تیری مفارقت
مجھ سے کب سہی جائے گی۔ میں بھی تیرے ساتھ ہوں۔ امیر اور مقبل عمر کے ساتھ ہو گئے اور جن جن لڑکوں کو امیر
کے ساتھ الفت ہوگئی وہ بھی ہمراہ ہوئے اور شہر کے باہر جبل ابو قبیس نام ایک پہاڑ کا ہے۔ اس کے درے میں سب لڑکے
جا چھپے۔ جب رات ہوئی اسی درے میں یہ ایک پتھر پر سو رہے۔ صبح کو اٹھ کر وہاں ایک چشمہ کے پانی سے وضو کر کے
سب نے نماز پڑھی۔ اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ جب چار گھڑی دن چڑھا۔ امیر نے عمر کی طرف دیکھ کر کہا۔ بھائی اب
تو بھوک کے مارے برا حال ہے کچھ کھانے کا فکر کرو۔ عمر نے کہا۔ سب یہاں ہی ٹھہرو۔ یہ غلام کھانا لاتا ہے۔ یہ کہہ کر
شہر کی طرف دوڑا۔ اور شہر میں جاکر ایک قصاب کے ہاتھ سے دو ایک رودہ تانت کاٹ کر زبیدہ کے نام بڑھیا
کے گھر کے پیچھے اٹک گیا۔ اس بڑھیا کے گھر میں بہت سی مرغیاں تھیں یہ ان کے انڈے اور بچے بیچ کر گزران کیا
کرتی تھی اور اس رودے کے سرے پر گرہ دے کر ایک مرغی کے آگے ڈال دیا۔ اور دوسرے کو اپنے ہاتھ میں رکھا
اور اس مرغی نے اس سرے کو نگل لیا۔ عمر نے دوسری طرف سے پھونکنا شروع کیا۔ وہ آنت پھول گئی۔ اور وہ گرہ
اس کے گلے میں اٹکی۔ مرغی تڑپنے لگی۔ عمر نے چپکے سے اسے پکڑا۔ اور نیچے دبا کر ذبح کیا اور صاف کر کے اپنے
دامن میں چھپا لیا۔ اور اس بڑھیا کے چھپر پر چھوارے سے چار پانچ پتھر مارے وہ بیچاری مثل مجانق ہوئی گھر سے
باہر نکلی اور اس طرف آکر شور مچانے لگی۔ عمر نے دوسری طرف جاکر ایک بانس جس میں انڈے بھرے تھے اٹھا کر
اپنی راہ لی۔ اور ایک کبابی کی دکان پر جاکر کہا کہ ان انڈوں کا خاگینہ تل دے۔ اور اس مرغی کے کباب اور پانچ
روپیہ کی روٹیاں اور قلیے ایک خوان میں لگا۔ اور ان پر کباب اور انڈے رکھ دے میں اپنے سر پر لے جاؤں گا۔ اور اپنا
ایک آدمی میرے ساتھ کر دے کہ اس کو خواجہ عبدالمطلب سے اس کی قیمت دلوا دوں گا۔ اس نے عمر کے کہنے پر سب کچھ
تیار کر دیا۔ اور ایک خوان میں لگایا۔ اور عمر کے سر پر رکھ دیا۔ اور قیمت لانے کے لئے اپنا ایک آدمی ساتھ کر دیا۔ عمر نے
تھوڑی دور جاکر اس آدمی سے کہا تم خواجہ عبدالمطلب کے دیوان خانے میں جاکر بیٹھو مجھ کو کچھ کام ہے۔ اس طرف سے
ہو کر آتا ہوں۔ وہ اس طرف چلا اور عمر نے کوہ ابو قبیس کی راہ لی۔ جو کچھ وہ لے گیا تھا۔ امیر کے آگے رکھا۔ دیکھیں تو کھانا
معقول لایا ہے۔ امیر نے سب لڑکوں کے ساتھ مل کر کھایا۔ اور عمر کو شاباشی دی۔ یہاں وہ کبابی کا آدمی جو قیمت کے لئے
عمر کے ہمراہ گیا تھا۔ خواجہ کے پاس گیا اور عمر کا حال کہا کہ اس طرح ہماری دکان سے آپ کا نام لے کر سودا لے گیا ہے۔
اخوند پہلے سے ہی وہاں بیٹھا آپ اپنا حال کہہ رہا تھا کہ اتنے میں وہ بیچاری ضعیفہ بھی آئی اور خواجہ سے فریاد کی کہ عمر نے

ضمیری کا بیٹا میرے گھر سے ایک مرغی اور انڈے لے گیا ہے۔ رونے لگی۔ خواجہ عبدالمطلب نے اس کو مرغی اور انڈے کی قیمت دے کر رخصت کیا۔ اور کبابی کے آدمی سے پوچھا کہ وہ کدھر ہے۔ اس نے کہا کہ ابو قبیس کی طرف گیا۔ خواجہ نے دریافت کر کے اس کو بھی قیمت دی۔ اور اخوند کو کہا کہ تم لڑکے لے کر جاؤ۔ اور عمر کو معہ سب لڑکوں کے پکڑ لاؤ۔ اخوند رخصت ہوا۔ اور مکتب میں آیا۔ اور بیس لڑکے اپنے ساتھ لئے اور عمر کو مارنے کے لئے ان کو ہاتھوں میں لکڑیاں دلوائیں یہ اس سامان سے روانہ ہوئے۔ جب پہاڑ کے نزدیک پہنچے جونہی عمر کی نظر اخوند پر پڑی بے اختیار ہنسا اور امیر سے کہا۔ کہ دیکھو اخوند لڑکوں کو ساتھ لے کر میرے پکڑنے کو آتا ہے مجھ کو بیت اللہ کی قسم ہے۔ یہ تو کیا بغیر خواجہ عبدالمطلب کے اگر جمشید جم سا بھی میرے پکڑنے کو آئے گا۔ تو بھی ایک مرتبہ اس سے لڑوں گا۔ امیر نے کہا میں بھی تیرے ساتھ شریک ہوں۔ اور مقبل نے کہا بندہ بھی حاضر ہے۔ اور سب لڑکے بھی مستعد ہوئے۔ اخوند اس پہاڑ کے نیچے آیا۔ اور لڑکوں کو اشارہ کیا کہ جاؤ ان سب لڑکوں کو پکڑ دو۔ لڑکے لکڑیاں ہاتھوں میں لے کر عمر کی طرف دوڑے عمر چپکا کھڑا رہا۔ جب وہ لڑکے نزدیک پہنچے عمر نے ایک پتھر اٹھا کر ایک لڑکا جو آگے چلا آتا تھا اس کے ماتھے پر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ اور لہو بہنے لگا۔ اور وہ بھاگا۔ ادھر امیر نے دو تین لڑکوں کو مارا۔ جب سب لڑکے زخمی ہو کر بھاگے تب استاد آپ عصا کو ہاتھ میں لے کر عمر کی طرف دوڑا کہ شاید لحاظ سے کچھ نہ کہے اور پکڑا جائے پر عمر نے ذرا بھی خیال نہ کیا۔ اور ایک پتھر اٹھا کر مارا اخوند کا سر پھوٹا۔ اور پگڑی گر گئی شرمندگی کے عصا کو توڑ ڈالا اور گویا آپ عصا کی شکل بنکر زمین پر گر پڑا۔ اب تو یہ حالت ہوئی کہ نہ آگے پاؤں رکھ سکتا ہے نہ پیچھے۔ لیکن وہ لڑکے جو زخمی ہو کر بھاگے تھے۔ اپنے اپنے گھروں میں جا کر اپنے ماں باپ کو حال دکھایا۔ اور وہ ان لڑکوں کو لے کر خواجہ عبدالمطلب کے پاس گئے۔ اور سب ماجرا سنایا۔ خواجہ نے بلا تامل اونٹ منگوایا اور سوار ہو کر اس پہاڑ کی طرف گئے اور اس میدان میں پہنچے۔ جوں ہی عمر نے دور سے دیکھا کہ خواجہ عبدالمطلب آپ تشریف لاتے ہیں۔ امیر سے کہا اب میرے قدم نہیں ٹھہرتے۔ میں جاتا ہوں آپ اپنی فکر کیجیے۔ یہ کہہ کر ایک طرف کی راہ لی۔ جب خواجہ عبدالمطلب اس پہاڑ کے قریب آئے امیر اپنے باپ کو دیکھ کر پہاڑ سے نیچے جھٹ اتر آئے اور اپنے دادا کے قدم بوس ہوئے۔ انہوں نے اس فرزند ارجمند کو چھاتی سے لگایا۔ اور کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہاری تقصیر نہیں سب شرارت اس ساربان زادہ کی ہے۔ کہ وہ تم کو بدراہ کرتا ہے دیکھو میں اس سے کیسا سلوک کرتا ہوں امیر اور مقبل معہ سب لڑکوں کے خواجہ کے ہمراہ شہر میں آئے۔ اور تاکید کی کہ عمر کو یہاں ہرگز مت آنے دینا۔ دو تین روز امیر کے آئے کو گذر رہے۔ اور عمر سے ملاقات نہ

ہوئی۔ امیر کی حالت تباہ ہوئی۔ یہ خبر خواجہ عبدالمطلب نے پاکر فرمایا جو ہو سو ہو عمر کو ہرگز نہ آنے دوں گا جب ساتواں روز گذرا اور امیر نے کھانا نہ کھایا۔ تب ناچار ہوئے۔ اور عمر کو بلاکر امیر کے حوالے کیا۔ اور کہا کہ عمر کا کہا مت ماننا۔ اگر تم کو سیر جانا منظور ہو تو اپنے باغ کو جانا شہر کے باہر ہرگز نہ جانا۔ کہ تمہارے لئے سبکی کا باعث ہے۔ امیر نے قبول کیا اور عمر کے ساتھ کھانا کھایا۔ اور گھر میں ایک جا رہنے لگے۔ دس ایک روز کے بعد ایک دن امیر و عمر و مقبل بازار میں سیر کی خاطر نکلے۔ اور پھرتے پھرتے اپنے یہاں کے نخلستان جا پہنچے اور ہر طرف خوب پھرے۔ بعد میں عمر کسی اور نخلستان میں لے گیا۔ وہاں دیکھا تو بامراد خوشے خورمے کے لگے ہیں۔ اور ہوا بھی خوب سرد ہے۔ سنگ مرمر کا ایک صاف تخت وہاں تھا۔ اس پہ امیر نے مقبل کے زانوں پہ سر رکھ دیا۔ اور سو گیا۔ اور عمر ادھر ادھر پھرنے لگا۔ ایک درخت کو دیکھا کہ اس میں خورمے بہت لگے ہیں۔ اس پہ چڑھ گیا۔ کئی خوشے توڑے۔ اور تخت پہ لاکر کھانا شروع کئے۔ اس وقت امیر جاگے۔ اور عمر سے پوچھا یہ کہاں سے لایا ہے۔ کہا درخت پہ چڑھ کر توڑ لایا ہوں۔ امیر نے کہا ہم بھی دیکھیں۔ عمر نے کہا یہ بندہ بڑی محنت سے لایا ہے۔ جاکر آپ بھی توڑیئے امیر اٹھ کر درخت پہ چڑھنے لگے۔ عمر نے کہا درخت پہ چڑھنا ہم جیسے پتلے دُبلے کا کام ہے۔ اور پہلوان درخت اکھاڑنے کے کہلاتے ہیں عمر کا یہ طعنہ امیر کو بُرا معلوم ہؤا غصہ میں آکر ایک درخت کو اکھاڑ ڈالا۔ اور اس کے خرمے کھانے شروع کئے عمر امیر کی قوت دیکھ کر حیران ہو گیا۔ لیکن امیر کے دِق کرنے کو کہنے لگا۔ ایسے کرم کھائے ہوئے درخت کو تو مجھ سا دبلا پتلا آدمی اکھاڑ کر پھینک سکتا ہے۔ جب جانے کوئی مضبوط پیڑ اکھاڑ یئے۔ امیر نے طیش میں آکر ایک اور جوان درخت اکھاڑا۔ عمر نے کہا یہ درخت تو بن پانی کمزور ہو رہا ہے۔ اگر کوئی اور درخت اکھیڑتے تو ہم جانتے۔ امیر نے ایک اور درخت اکھاڑ ڈالا۔ جب تین درخت امیر نے اکھاڑے۔ اور چوتھے پہ چلے تو عمر نے کہا۔ او عرب کچھ دیوانہ ہؤا ہے۔ پرایا باغ اجاڑے ڈالتا ہے۔ تجھے کسی کا ڈر بھی ہے۔ یا نہیں۔ امیر نے کہا میں نے تیرے کہنے سے اکھاڑے ہیں۔ تیرے سبب سے یہ حرکت ہوئی۔ عمر دوڑا ہؤا صاحب باغ کے پاس گیا۔ اور کہا کہ ایک بگولہ آیا تھا۔ جس سے اس باغ کے کئی درخت جڑ سے اکھڑ گئے ہیں۔ اس نے کہا یہاں ہوا کا نام بھی نہیں۔ باغ میں ہوا کہاں سے آئی۔ عمر نے کہا خدا جانے۔ لیکن تم چلو اور دیکھو کہ میں سچ کہتا ہوں کہ جھوٹ باغبان نے عمر کے ساتھ آکر دیکھا تو واقعی ہی تین درخت گرے پڑے ہیں۔ انہیں درختوں سے اس کی روزی تھی رونے لگا۔ امیر کو اس پہ رحم آیا۔ ہر نخل کے عوض میں اس کو ایک ایک اونٹ دیا۔ وہ تین

شترے کر بہت خوش ہوا۔ اور وہاں سے چلا۔ عمر اس کے پاس گیا اور کہنے لگا۔ اب سن درخت تیرے ہوا سے اکھڑے۔ اور چاپلوسی کرکے تو لڑکوں سے اونٹ لیتا ہے۔ میں ہرگز نہ لینے دوں گا۔ غرض یہانتک تکرار اس سے کی کہ ایک اونٹ اس سے پھیر لیا۔ اور وہ اس کو دیا۔ پھر امیر سے آکر کہا کہ اب گھر چلئے وہاں سے یہ لڑکے اپنے اپنے گھر کو آئے۔ اور رہنے لگے (باقی داستان فرداشب بیان ہوگی)

داستان پانچویں

قضارا ایک بالاخانے پر امیر اور عمر اور مقبل تینوں بیٹھے تھے۔ بازار میں دیکھا تو بہت سے لوگ ہر طرف سے آتے ہیں اور شہر کے باہر چلے جاتے ہیں۔ امیر نے عمر سے کہا دریافت کرو کہ یہ خلقت کہاں جاتی ہے عمر بالاخانہ سے اترا اور دریافت کرکے امیر سے کہا کہ سوداگر شہر کے باہر اترے ہیں۔ اور ان کے پاس طرح طرح کے گھوڑے برائے فروخت ہیں۔ امیر کو گھوڑوں کا شوق تھا۔ عمر اور مقبل کو ہمراہ لے کر اس طرف کو چلے وہاں آکر دیکھا تو واقعی کیا گھوڑے ہیں۔ کہ ویسے گھوڑے بادشاہ ہفت کشور کے ہاں بھی کم ہوں گے۔ لیکن ابلق گھوڑے میں جتنی خوبیاں کہ گھوڑے میں چاہییں موجود ہیں۔ اور وہ ایک باناتی کے شامیانے کے نیچے زنجیروں سے بندھا ہے عمر اس سوداگر کے پاس گیا اور پوچھا کہ اس کو زنجیروں سے کیوں باندھا ہے اسنے کہا کہ اگر ایسا نہ کروں تو یہ کسی آدمی کو نہ آنے دے اور آجتک اس پر کوئی سوار نہیں ہوا۔ اگر اس پر کوئی سوار ہو تو اس کو یہ گھوڑا یونہی دیتا ہوں۔ اور قیمت اس کی نہیں مانگتا۔ عمر نے کہا یہ بات ہے تو اجازت دو کہ اس پر سوار ہوکر خوب پھروں۔ سوداگر نے کہا کہ یہ بات ہے تو میں نے تیری نذر کیا۔ عمر نے کہا یارو تم شاہد رہنا کہ یہ عزیز آپ سے اقرار کرتا ہے۔ ایسا نہ ہو جو اس گھوڑے کا دعوےٰ کرے۔ اور سوداگر نے بھی کہا تم سب گواہ رہو کہ یہ لڑکا اپنی جان آپ دیتا ہے۔ کل اسکے خون کا دعویٰ کوئی مجھ پر آکر نہ کرے عمر اس سے اقرار کرکے امیر کے پاس آیا۔ اور کہا حیف ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہوں۔ اور تم کھڑے رہو۔ امیر کے غیرت دامنگیر ہوئی۔ قدم آگے بڑھا کے اس مرکب کے نزدیک گئے۔ اور جتنی زنجیریں اس پر بندھی تھیں سب کھول ڈالیں۔ اور اندھیری بھی اتار ڈالی۔ جب اس گھوڑے نے آدمی کو اپنے نزدیک دیکھا اور چاہا کہ منہ کھول کر امیر کو کاٹے۔ امیر نے اس کے عیال پکڑ کر ایک ایسا گھونسا اس کے سر پہ مارا کہ اس کا تمام بدن تھرتھرا گیا۔ اور سر آگے ڈال دیا۔ تب امیر نے اس کا کان پکڑ کر

عمر سے کہا کہ بابا اس کی زین پر کل مرصع جڑا ہوا تھا۔ امیر نے وہ زین اس مرکب کی پیٹھ پر کس کر باہر شامیانہ کے نکالا۔ اور سوار ہوئے پہلے اس کو قدم لگایا۔ لیکن جب گھوڑے نے اپنے کو کھلا پایا اور میدان کی ہوا کھائی تو دہانے ڈار کے پنچے دبا کر صحرا کی ایک طرف بے اختیار چلا ہر چند امیر نے اس کو روکا پر نہ رُکا۔ تمام روز میں ساٹھ کوس کے جا پہنچا۔ جب کچھ دن باقی رہا۔ گھوڑا ایک خندق پر پہنچا۔ اور جست کر کے اس پار گیا۔ لیکن لنگر زبردست تھا۔ گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ امیر اس سے جدا ہو کر ناچار پیادہ پا چلے دو ایک کوس گئے تھے کہ پاؤں میں آبلے ہو آئے۔ اور ماندے ہو کر ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور جناب ایزدی میں دعا مانگنے لگے۔ کہ اس بیابان کی ایک طرف سے ایک سوار نمودار ہوا۔ جو نقاب سبز منہ پر ڈالے ہوئے تھے۔ امیر کے نزدیک آ کر گھوڑے سے اترا۔ اور کہا کہ خدا کے حکم سے ہم نے تم کو اپنا نظر کردہ کیا کوئی پہلوان تمہارے برابر نہ ہو سکے گا۔ اس پتھر کے نیچے پیغمبروں کے اسلحہ کا ایک صندوق ہے اس کو تم اپنے جسم سے لگالو۔ اور اسحاق نبی کا یہ خنگ گھوڑا ہے۔ اس پر سوار ہو۔ امیر نے اس صندوق کو کھود کر نکالا۔ اور اس میں سے اسمٰعیل نبی کا پیراہن پہنا۔ اور ہود نبی کا خود سر پر رکھا۔ اور داؤد پیغمبر کی زرہ گلے میں ڈالی اور یوسف پیغمبر کے دستانے اور صالح نبی کے موزے اور یعقوب پیغمبر کا کمر بند رستم پہلوان کا خنجر اور الیاس کی دو تلواریں صمصام اور قمقام اور گشتاسپ کی ڈھال اور صمصام بن زیمال کا گرز اور سراب کا نیچہ اور نوح علیہ السلام کا نیزہ یہ سب اسلحہ لگا کے اس گھوڑے پر سوار ہوئے نام اس گھوڑے کا تبطاس تھا۔ اور نقاب پوش غائب ہوا جو کہ حضرت خضرؑ تھے۔ لیکن امیر جس وقت اس مرکب پر سوار ہوئے۔ جہاں تک کوفت تھی سب دور ہو گئی اور مارے خوشی کے جامہ میں نہ سما سکے۔ چند روز میں مکہ معظمہ کی طرف آ گئے۔ لیکن یہاں دو کلمہ عمر کے ملاحظہ فرمائیے۔ ایک یہ کہ امیر کے پیچھے جو چلا تھا تو دس کوس تک چلا اور کانٹوں سے تمام پاؤں چھد گئے اور ٹھوکریں لگ لگ کر ناخن اتر گئے۔ بیہوش ہو کر گر پڑا خدا کے حکم سے حضرت خضر آئے اور اپنا نظر کردہ کیا فرمایا تجھ سے آگے کوئی نہ چل سکے گا۔ یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔ اور عمر نے اٹھ کر دیکھا تو آگے سے چوگنی قوت ہوئی اور دوڑ میں دیکھا تو کوئی آگے نہیں چل سکتا۔ خدا کا شکرانہ ادا کیا۔ اور امیر کی تلاش میں چلا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ اس طرف سے امیر شان و شوکت سے چلے آتے تھے۔ جونہی عمر کی نظر امیر پر پڑی اس اسلحہ اور گھوڑے کو دیکھ کر حیران ہوا۔ اور کہا اے عرب وہ سوداگر کا گھوڑا کہاں بیچا اور کس کو مارا اسلحہ اور گھوڑا اسکا لے آئے۔ امیر نے کہا خون کرنا کام تیرا ہے۔ میں خضر علیہ السلام کا نظر کردہ ہوا ہوں۔ اور یہ خنگ سحاقی اسحاق نبی کا

ہے اور اسلحہ سب نبیوں کے مجھ کو خدا کی جناب سے عنایت ہوئے ہیں عمر نے کہا مجھ کو تب اعتبار ہوئے کہ گھوڑا پیغمبر کی سواری کا ہے۔ جب مجھ سے آگے نکل جائے امیر نے فرمایا اچھا دیکھیں دوڑ۔ عمر نے کہا کچھ شرط باندھو۔ فرمایا جو تو کہے۔ عمر نے کہا اگر میں اس گھوڑے سے آگے نکل جاؤں تو اس اونٹ کو مجھ دیجئے۔ اور اگر یہ بڑھ گیا تو میرا باپ ایک سال تمہارے باپ کے اونٹوں کو بلا اجرت چرادے۔ امیر نے قبول کیا۔ لیکن عمر کی نظر پانے کی خبر نہیں رکھتے تھے۔ گھوڑے کو دوڑایا۔ اور عمر بھی بگوش مرکب کے قدم بہ قدم برابر تھے۔ کوئی نہ بڑھ سکتا تھا لیکن احوال وہاں کا سننے کہ جب امیر کو وہاں سے گھوڑا لے گیا اور عمر تعاقب میں گیا۔ تو لوگوں نے یہ خبر خواجہ عبدالمطلب کو دی وہ گریبان چاک کئے ہوئے مع خویش واقربا روتے ہوئے آئے اور میدان کی طرف دیکھنے لگے ناگہان بیابان کی ایک سمت سے گرد اٹھی اور مقراض باد نے گرد کا گریبان چاک کیا۔ دامن گرد شگاف ہوا تو سب کی نظر جونہی امیر اور عمر پر پڑی تو دیکھا کہ امیر لشوکت تاجداران عرب تمام نبیوں کا لباس پہنے ہوئے سیاہ قیطاس مرکب اسحاق نبی پر سوار اور جلو میں عمر عیارہ قدم طراز کئے ہوئے برابر اس خنگ کے چلا آتا ہے راوی نے لکھا ہے کہ عمر اور سیاہ قیطاس دوڑ میں برابر تھے۔ عبدالمطلب کی نگاہ جونہی امیر پر پڑی مارے خوشی کے عجیب حالت ہوئی۔ امیر گھوڑے سے اتر کر باپ کے قدم بوس ہوئے۔ خواجہ نے چھاتی سے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ شہر میں ہر ایک کو امیر کے آنے کی خوشی ہوئی۔ لیکن مقبل وفادار نے دیکھا کہ امیر اور عمر دونوں نے نظر پائی جی میں کہا کہ اب ان دونوں کی نظر کردہ میں کیونکر رہوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ نوشیرواں کی خدمت میں جا رہوں۔ وہاں عزت ہوگی۔ یہ کہہ کر شہر سے باہر نکلا۔ اور مدائن کی طرف چلا۔ چار ایک کوس جا کر نہایت ہی ماندہ ہوا اور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور جی میں کہنے لگا کہ اس زندگی سے مرنا بہتر ہے کہ یوں ذلیل ہوتے پھریں۔ یہ تصور کر کے اس درخت پر چڑھ کر ایک شاخ پر جا بیٹھا۔ اور کمر سے پٹکا کھول کر اس کے سرے کو اپنے گلے میں پھانسی لگائی۔ اور دوسرا سرا درخت کی پھنگ سے باندھ کر کود پڑا اور لٹکنے لگا۔ آنکھوں میں دم آگیا۔ قریب تھا کہ دم نکل جائے کہ وہیں اس میدان میں ایک شہسوار پیدا ہوا کہ زمین سے آسمان تک اس پر ایک نور کا طبقہ تھا۔ سوار نے مقبل کے پاس آکر انگشت کا اشارہ کیا۔ کہ وہ کمر بند بیچ سے ٹوٹا اور مقبل زمین پر گرا۔ اس سوار نے مقبل کو اٹھایا۔ اور پانچ تیر اور کمان دی اور کہا تیر اندازی میں تجھ کو ہم نے نظر کردہ کیا اس کسب میں تو بادشاہ ہوگا۔ مقبل نے ہوش میں آکر عرض کی کہ کوئی اگر پوچھے کہ تو کس کا نظر کردہ ہے تو کیا بتاؤں گا۔ کہو اسد اللہ الغالب کا یہ کہہ کر مقبل کی نگاہ سے غائب ہو گئے۔ مقبل وہ تیر و کمان لے کر شاد ہوا۔ اور دیکھا تو آگے

سے دس درجہ قوت زیادہ ہے۔ مکّہ کی طرف پھرا۔ وہاں عمر اور امیر نے مقبل کو جو نہ دیکھا۔ گھبرا گئے۔ اور نہایت فکر
مند ہوئے کہ کہاں گیا۔ اسی اثنا میں مقبل آیا۔ اور اپنے ظفر پانے کی خبر سنائی۔ امیر اور عمر نے اس کو گلے لگایا۔ اور
باہم رہنے لگا۔ راوی کہتا ہے کہ بعد ظفر پانے کے ایک روز امیر اور عمر اور مقبل یہ تینوں جوان نوخاستہ کہ ساتواں
برس ان کو شروع تھا۔ امیر ایک روز بازار کی سیر کے واسطے نکلے تو دیکھا لوگ خزانہ تحصیل کر رہے ہیں اور
شہر کے آدمیوں کو باندھتے ہیں۔ امیر نے عمر سے کہا دریافت کرو یہ کون ہیں۔ عمر نے دریافت کیا کہ سہیل یمنی ایک
سردار بے نظیر شان کا ہے۔ وہ یمن کا ہے اور اس کے سپاہی خزانہ تحصیل کر رہے ہیں۔ امیر کو برا معلوم ہوا۔
عمر سے کہا کہ ہم نوشیروان سے تعلق رکھتے ہیں یہ کون ہے جو یہاں خراج لینے آئے ہیں۔ ان کو منع کرو۔ اور روپے
جو جمع کئے ہیں ان سے پھیر لو۔ عمر نے جا کر ان آدمیوں کو منع کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایسے لڑکوں کے کہنے
سے چھوڑ دیں۔ تو بس سپاہ گری کر چکے۔ امیر کو یہ بات بد معلوم ہوئی۔ فرمایا ان کو مارو اور روپیہ چھین لو۔ وہ
بھی دو اڑھائی سو آدمی تھے۔ لڑنے کو مستعد ہوئے۔ امیر بھی انبیاء کے اسلحہ پہن کر سیاہ قیطاس
پر سوار ہوئے۔ اور عمر عیار۔ مقبل وفادار اور اکثر یار جو تھے۔ ہمراہ لے کر ان لوگوں کے ہاتھ ناک کان کاٹے
اور روپے جو انہوں نے جمع کئے تھے چھین کر واپس دیئے۔ اور وہ سب بھاگ گئے اور سہیل یمنی کے
خیمہ کی طرف چلے اور مکّہ کے لوگ دیکھ رہے تھے کہ بہت سے آدمی زخم کھائے ہوئے بھاگے آتے ہیں۔
اور ان کے پیچھے کوئی چلا آتا ہے۔ یہ زخمی تو اندر خیمے کے گھس گئے اور اپنا احوال کہنے لگے۔ اتنے میں
امیر بھی اپنے آدمیوں سمیت آن پہنچے۔ سہیل یمنی کی نظر جو امیر پر پڑی تو وہ ایک عجیب نوجوان خورد سال
مثل آفتاب کے دکھائی دیا۔ جو ہتھیاروں میں غرق ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ کہ چشم فلک نے بھی نہ دیکھا
ہوگا۔ امیر کی طرف ہو کر کہنے لگا۔ یہ اسلحہ اور گھوڑا مجھے دے کہ معاف کروں۔ ورنہ تو نے جو شاہ یمن
کی حکم عدولی کی ہے اس کی سزا بہت سخت ہے۔ امیر نے فرمایا۔ او مرد جو تجھ سے ہو سکے کر۔ تب اس کو
آگ سی لگ گئی۔ تلوار کھینچ کر امیر پر جھپٹا۔ امیر نے قدم آگے بڑھا کے اس کا قبضہ پکڑ لیا۔ اور ہاتھ سے
نکال کے دوسرا ہاتھ کمر میں دے کر اس کو اٹھا لیا۔ اور زمین پر دے ٹپکا۔ عمر نے حلقہ کمند کشادہ کر کے
اس کے گلے میں ڈالا۔ اور باندھا۔ دس ہزار سوار اس کے ہمراہ آئے تھے۔ سب مسلح ہو کر تیار ہوئے اور امیر کو
مع ہمراہیوں کے گھیر لیا۔ لیکن امیر مع یاراں ان سے جنگ رستمانہ کرنے لگے۔ قریب ڈیڑھ ہزار سوار کے
مارے گئے۔ اور ہزار آدمیوں کو مسلمان کیا۔ اور جو باقی رہے۔ انہوں نے یمن کی راہ لی اور ان کا مال و

اسباب امیر کے ہاتھ لگا۔ سہیل یمنی بھی مسلمان ہوا۔ امیر نے بلا کر گلے لگا۔ اور اپنے برابر بٹھایا۔ اس روز عمر اور مقبل نے امیر کو ایک تخت پہ بٹھایا۔ اور نذر دی۔ اور سب یاروں نے آپ کو اپنا امیر کیا۔ امیر نے مسکرا کر سب کی نذر لی اور امیر مع ایک ہزار یمنی سوار نو مسلم کے شہر میں داخل ہوئے۔ تمام عالم تماشا دیکھنے کو نکلا۔ اور پہلے طواف بیت اللہ کی شرائط ادا کیں پھر گھر میں جا کر اپنے باپ کے قدم بوس ہوئے۔ نذر اس فتح پانے کی اور امیر ہونے کی نذر گذرانی۔ فرمایا بابا ہم کو تمہارے دیکھنے کی ہر دم خوشی ہے۔ لیکن ظاہر میں یہ دونوں باتیں خوب کیں کہ ناراض نہ ہوں اور بادشاہ یمن سے جو بگاڑا خوب نہ کیا۔ وہ چالیس ہزار کا مالک ہے۔ مبادا اگر چڑھ آوے تو سخت مشکل ہو۔ امیر نے عرض کی کہ خدا کی توفیق اور آپکی دعا سے اس کو یہاں کب آنے دیتا ہوں۔ آگے ہی جا کر اس کو مع ملک مسخر کرتا ہوں۔ خواجہ نے بہت سمجھایا۔ لیکن امیر رخصت ہوئے اور ہزار سوار کی جمعیت سے ملک یمن کی طرف روانہ ہوئے۔ دوسری منزل تھی کہ امیر فوج سے جدا ہو کر عمر عیار کو ہمراہ لے کر چلے۔ راہ میں کیا دیکھا کہ سنگ مرمر کے ایک تختہ پہ گیارہ برس کے سن و سال کا ایک نوجوان فقیرانہ لباس پہنے ہوئے بیٹھا ہے امیر کو اس پہ رحم آیا کہ ایسا جوان فقیر ہو اس کے برابر آ کر سلام علیکم کی۔ اور کہا یہ تمہاری عمر اور جمال۔ باعث اس وضع کا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ صاحبان اس کے پوچھنے سے آپ کو کیا حاصل ہیں ایک ایسی درد رکھتا ہوں کہ جسکی دوا نہیں۔ امیر نے کہا درد مرگ کی دوا نہیں۔ اور سب درد کی دوا حق تعالیٰ نے بنائی ہے۔ شاید اس کی دوا میرے ہاتھ سے ہو۔ اس نے جو امیر کی شفقت دیکھی تو کہا شاہ مغرب کا بیٹا ہوں منظر شاہ یمنی کی بیٹی پہ عاشق ہو کر نکلا ہوں۔ اس کو جو شخص دیکھتا ہے فریفتہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ بادشاہزادی کہ ہمائے تاجدار جس کا نام ہے۔ جو شخص میدان میں نکل کر اس سے چوگان بازی کرتا ہے۔ وہ اس سے گوئے سبقت لے جاتی ہے۔ اور اس کا باپ اس جوان کا سر کاٹ کر قلعہ کے کنگرے پر رکھوا دیتا ہے۔ میں نے اس میں اپنے تئیں یہ جرأت نہ پائی۔ یہاں فقیر ہو کر بیٹھا ہوں۔ امیر نے کہا اگر خدا نے چاہا تو میں معشوق کو تمہارے نذر کر دوں گا۔ اور نام اس جوان کا سلطان بخت مغربی تھا مسلمان ہوا اور امیر کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ امیر نے اس کو چھاتی سے لگایا۔ اور باورچی خانہ و نقارہ خانہ اور اصطبل کا اسباب اور ایک خیمہ اس کو عنایت فرمایا۔ اور اس روز وہاں مقام کیا دوسرے دن کوچ کر کے روانہ ہوئے۔ منزل بمنزل چلے جاتے تھے۔ کہ ایک روز اسی طرح امیر لشکر سے جدا ہو کر جنگل کی طرف جاتے تھے کہ امیر کی نظر ایک جوان پر پڑی۔ جو شیر کے چمڑے کا ٹوپ سر پہ اور شیر کی کھال گلے میں پہنے ہوئے۔ اور آہنی زنجیر کمر پر پڑی شیر کے سامنے بندھا ہے۔ امیر نے اس کو اپنا ہم عمر دیکھا تو برابر آ کر اس سے پوچھا کہ اے جوان تو کون ہے اور یہ لباس کیوں اختیار کیا۔ اس نے کہا میرا نام طوق بن حیران حرامی ہے۔ اس جنگل میں رہتا ہوں

جو شخص ادھر سے گذرتا ہے۔ اس پر شیر کو چھوڑ دیتا ہوں۔ یہ شیر اسے مار ڈالتا ہے اور میں اس کا مال و اسباب لیکر بازار میں جا کر بیچتا ہوں۔ اور اس کی قیمت سے اپنی اوقات بسر کرتا ہوں امیر نے کہا حیف ہے۔ کہ تجھ سا جوان یہ پیشہ اختیار کرے۔ اور کچھ میسر نہ ہو تو گدائی کرے تو اس سے وہ خوب ہے کہ بندگان خدا کو بے گناہ مارنا۔ اس نے کہا اے جوان مجھ کو تجھ پر ترس آتا ہے۔ اپنا لباس اور گھوڑا میرے حوالے کر دے۔ نہیں تو شیر کو چھوڑتا ہوں۔ امیر ہنس کر کہنے لگے میں بھی اس شیر کا منتظر ہوں۔ اس نے شیر کے گلے سے پھندا نکال لیا اور امیر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ شیر امیر پہ لپکا۔ امیر نے نیزے سے اٹھا لیا اور اس جوان کے اوپر پھینکا۔ اس نے جو یہ زور اور قوت امیر کی دیکھی تو تلوار کو نیام سے کھینچکر امیر پہ دوڑا جونہی نزدیک آیا امیر نے وہی نیزہ عصا دار اس کے ساتوں میں اس زور سے مارا کہ وہ گر پڑا اور پھر اٹھکر چلا۔ اور امیر بھی گھوڑے سے اترے۔ اور اس کے برابر جا کے ایک ہاتھ سے اس کی گردن پکڑی۔ اور دوسرا ہاتھ کمربند میں ڈال کر سر سے بلند کیا۔ اور چاہا کہ زمین پہ مارے۔ اس نے امان طلب کی۔ امیر نے اس کو مسلمان کیا۔ اور بہت خوش ہوئے۔ اس روز لشکر وہیں اترا۔ اور امیر نے طوق بن جیران کے لئے اسباب جدا کیا اور اس کو اپنا علمبردار کیا۔ دوسرے دن یمن کی طرف چلے۔ یمن کا قلعہ جب پانچ کوس رہا۔ تو وہاں اترے۔ لیکن یمن میں منتظر شاہ نے جو اپنے لوگوں کے مارے جانے اور سہیل یمنی کے مع دس ہزار سوار مسلمان ہونے کا احوال سنا تو اپنے بیٹے نعمان کو دس ہزار قلعہ کی محافظت کو چھوڑا۔ اور باقی فوج اپنے ساتھ لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ لیکن امیر اور راہ سے نکلگئے۔ امیر نے ایک خط لکھ کر نعمان کو بھیجا۔ کہ میں خواہندہ مغربی ہوں اور ہمارے تاجدار کے وصل کی خواہش سے آیا ہوں۔ وہ اپنی شرطیں مجھ سے کہے تا کہ میں ادا کروں۔ یہ خط جب نعمان کے پاس گیا اس نے پڑھ کر اپنی بہن سے یہ حال کہا۔ اس نے کہا میدان کو ہموار کرو۔ صبح کو اس سے صلاح بازی کر کے سزا دوں گی۔ اس نے امیر کے پاس جواب بھیجا۔ امیر چوگان بازی کا نام سن کر نہایت شاد ہوئے اور ادھر نعمان بن منظر ہزار سوار سے باہر گیا۔ اور طبل جنگ کا حکم ہوا ادھر امیر کے لشکر میں بھی طبل جنگ بجنے لگا۔ تمام رات دونوں لشکروں میں جنگ کی تیاری رہی امیر اس رات یاروں کو ہمراہ لے کر شب بیدار رہے۔ عمر عیار ہاتھ میں جام شراب کا لے کر پلانے لگا۔ اس وقت روشنی ماہتاب میں سامر کی بڑی بڑی قناطیں جو خیمہ کے روبرو تھیں۔ کھول ڈالیں۔ صرف ایک نم گیر اطلس کا جس میں کلابتوں کی ڈوریوں سے بادلے جھالریں لگی تھیں۔ الماس تراشش ستونوں پہ کھڑا ہوا تھا اس چاندنی رات میں میدان کا عالم اور ابتدائے برسات کی ہوا مطلع صاف مگر کہیں کہیں سفید سفید ابر کی لکیر چاندنی کی روشنی میں فلک پہ نمایاں اور موج دریا کی صدا اور

ہوا کا سناٹا اور لشکر کی دھوم کوس ونقارے کی آواز یہ سب کچھ بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ اس وقت نشہ شراب میں کہ جس کے اثر سے نرگسی آنکھوں میں سرخ ڈورے جیسے برگ گل کا عالم ہوتا ہے۔ نمایاں تھے۔ خیال آیا۔ اور اسی حالت میں عمر کو فرمایا کہ تم اب جام اور شیشہ رکھ دو۔ اور ہتھیار منگالو عمر نے اسوقت امیر اور یاروں کے ہتھیار منگائے۔ اور سان دینے لگے۔ بغرض اسی طرح تمام رات گذری صبح کو نعمان بن منذر دس ہزار سوار کی جمعیت سے مستعد ہو کر اور تمام اسلاح لگا کر میدان میں کھڑا ہوا۔ اس طرف سے سلطان صاحب قران امیر حمزہ نامدار ہزار سوار کی جمعیت سے مستعد ہو گئے۔ نبیوں کے تمام اسلاح زیب تن کر مرکب شاہ قیطاس پر سوار ہوئے اور طوق بن حیران ہاتھ میں علم لئے ہوئے اور اس کا سایہ امیر کے سر پر کئے ہوئے اور امیر کے داہنے ہاتھ سلطان بخت مغربی جواہر نگار ہتھیاروں میں غرق اور بائیں ہاتھ سہیل یمنی اور پیچھے مقبل وفادار وترکش قراتی ایک گھوڑے سے لگائے ہوئے اور ایک کمربند سے کمان ہاتھ میں لئے ہوئے اور جلوس میں آگے عمر عیار پیک نامدار خنجر کنار چست و چالاک بنا ہوا اسی طرح آہستہ آہستہ آگے بڑھے۔ جب سورج کی کرمیں نکلنے لگیں تو اس وقت نعمان کی فوج کے مقابل جا کھڑے ہوئے۔ لیکن عمر نے اس قرینے سے صفیں استاد کی تھیں۔ کہ وہ ایک ہزار بھی چار ہزار سے کم نہ معلوم ہوتے تھے۔ اور اس وقت ہلکا ہلکا خفیف سا کچھ ابر بھی آسمان پر چھایا ہوا اور سبزہ میدان کا بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اور ہوا کی خنکی اور دونوں نوجوان کے بان ونشان پھراتے ہوئے اور جوش کی تیرگی گھوڑوں کا ہنہنانا نقیبوں کی صدائیں اس وقت سب کے سب ملکہ تاجدار کے منتظر کھڑے تھے کہ قلعہ کی طرف سے ایک جواہر پوش سوار نکلا۔ گویا یہ مرکب جواہرات کے دریا میں سراسر غوطہ مارے غرق تھا۔ مگر منہ پر سبز زمرد کی ایک نقاب پڑی ہوئی مع سپر تلوار خنجر ترکش کمان کے مسلح ہے۔ اور ایک چوگان ہاتھ میں لئے ہوئے مانند شعلہ آتش آیا۔ اور مسلمانوں کی طرف منہ کر کے آواز دی کہ خواجہ ہندی مغربی کہاں ہے میدان میں آئے کہ اس کا کسب وہنر دیکھ لوں۔ اس کے یہ کہنے کے ساتھ ہی امیر نے خنگ اسحاق نبی کو ران میں گدگدایا۔ اور مرکب مثل برق میدان میں آیا۔ اور اس کے برابر آ کے کہا۔ اور معشوق تو نے جو یہ شہرہ پیدا کیا ہے اس کا کمال دیکھتا ہوں۔ اس نے آتے ہی اپنے عیار کو اشارہ کیا اس نے ایک گیند میدان میں ڈالا۔ اس معشوق نے چوگان کو گوئے سے آشنا کیا۔ اور میدان سے لے چلی امیر نے تامل کیا اور آدھے میدان سے گذر گئی۔ تب تو امیر نے بھی چوگان عمر کے ہاتھ سے لے کر سیاہ قیطاس کو میدان میں ڈالا۔ اور برابر آ کر اس کے گیند کو چوگان مارا اور میدان کی طرف

پھیرا۔ اس معشوق نے نقاب کھول کر سر پہ ڈالی۔ اور امیر کو کہا میری طرف دیکھ امیر کی نگاہ جوں ہی اس پہ پڑی دیکھا تو واقعی اس معشوقہ کے حسن و جمال کی لاثانی بجلی کے سامنے آفتاب اور ماہتاب بھی شرمندہ ہیں ایک سکتہ کی حالت ہو گئی۔ اس معشوقہ نے یہ حالت دیکھ کر گھوڑے کو چوگان دیا۔ اور گیند کو چوگان سے لے چلی۔ امیر نے دفعتہً ہوش میں آکر اپنے مرکب کو بھی ایڑی دی اور کہا اور حلاّمہ معلوم ہؤا کہ اسی طرح تو مردان عالم کو فریب دیکر شرط جیت لیتی ہے۔ لیکن میں ہرگز تیرے حسن کا فریفتہ نہیں ہوا۔ میرے ہاتھ سے کہاں جا سکتی ہے۔ یہ کہکر چوگان کو گیند پر لائے۔ اور میدان کی طرف لے چلے۔ ہمارے تاجدار نے ہر چند چاہا کہ گیند تک پہنچے۔ لیکن امیر لے ہی گیا اور فرمایا ہما اب کیا کہتی ہے۔ کہا ایک مرتبہ پھر آزمائیے۔ امیر نے گیند ایک طرف پھینک دیا۔ اور اس دفعہ مثل ہوا کے چلی امیر نے بھی گھوڑا دوڑا کر گیند کو پھیرا۔ وہ حمزہ کو گیند کی طرف مصروف دیکھ کر بھاگی اور چاہا کہ صف میں جائے امیر کی نظر اس پر پڑی گیند وہیں چھوڑ کر اس کے برابر گئے اور کمربند پکڑ کر گیند کیطرح اٹھا لیا اور لا کے عمر کے حوالے کیا۔ اس نے کمند سے ہاتھ باندھ کر لشکر کی راہ لی۔ یہ حالت نعمان نے دیکھتے ہی فوج کو حکم دیا کہ اس جوان نے غضب کیا سب ملکر اس کو مار دو یہ سنتے ہی دس ہزار فوج سپر و تلوار و خنجر لیے ہوئے امیر صاحب قران پہ لوٹ پڑی۔ امیر بھی دائیں ہاتھ میں تلوار اور بائیں میں سپر لئے لشکر کفار میں ایسے گھسے جیسے شیر درندہ بکریوں میں در آتا ہے اور سب بھاگتی ہیں۔ پس پرے کے پرے بھاگنے لگے۔ اور امیر کے رفیق بھی امیر کے ہزار سوار کی فوج سے امیر کی مدد کے لئے اس دس ہزار سوار پہ جا گرے اور تلوار چلنے لگی۔ وہ جس کافر کے سر پر تلوار مارتے تا بہ زنجیر کاٹتے جس کی کمر میں لگاتے۔ مانند خیار کے قلم کرتے۔ جس کی گردن پہ ہاتھ چھوڑتے سر مع ایک طرف کے ہاتھ سے جدا ہوتا۔ غرضیکہ امیر کے پہلوان اور جنگ آزمائی مردم نعرہ کناں سرہائے کافراں غلطاں خون ہائے رواں مانند آب جوئے رواں۔ دونوں فوجوں کا عالم جیسے گھٹا سی چھائی بجلی کی مانند تلواروں کی چمک اور خون کا تقاطر یہاں تک کہ ہر ایک کے چہرے پہ لہو کے چھینٹے پڑے ہوئے اور تلواروں کی دھاروں سے خون بہہ کر قبضوں کے پاس آکر ٹپکتا۔ غرض جس وقت نعمان نے آکر امیر کے سر پہ تلوار لگائی۔ امیر نے سپر پہ رد کی۔ اور کمربند سے اسے باندھا۔ باقی لوگ شکست کھا کر شہر میں بھاگے نعمان نے امان مانگی اور مسلمان ہوا۔ امیر نے اسے بلا کر خلعت دیا۔ اور چھاتی سے لگایا۔ یمن میں جتنی خلقت تھی۔ نعمان نے سب مسلمان کئے اور امیر کو شہر میں لے گیا۔ امیر نے ہمائے تاجدار کو مسلمان کر کے محل میں بھیجا۔ اب اُدھر کا حال سنئے کہ منظر شاہ جو مکہ جا رہا تھا۔ اس کو راہ میں یہ خبر پہنچی کہ شہزادہ اور ہمارے

تاجدار مع سپاہ حمزہ کے ہاتھ سے مسلمان ہوئے۔ اور قلعہ مع تخت اپنے ہاتھ سے گیا۔ ناچار وہیں سے پھرا۔ اور یمن میں آکر دیکھا تو تمام باشندگان مسلمان ہوئے۔ اور قبضہ و تسلط حمزہ کا ہو گیا ہے۔ سوچا کہ بجز کارزار کام نہ چلے گا تخت و قلعہ ہاتھ نہ آئے گا ناچار جو فوج اس کے ساتھ تھی اس کو لڑائی پر مستعد کر کے طبل جنگ بجوا دیا۔ دوسرے دن میدان میں آکر شکست کھا کر مسلمان ہوا۔ امیر نے اس کا ملک اسی کو بخشا وہ قدمبوس ہوا۔ اور امیر کی ایک مہینہ تک دعوت کی اور خوب جشن پر جشن ہوتے رہے۔ بعد اس کے امیر نے ہمائے تاجدار کو بلا کر سلطان بخت مغربی کے حوالے کیا وہ امیر

ہمائے تاجدار دختر شاہ یمن کا امیر حمزہ سے چوگان بازی کرنا اور امیر کا بازی لے جانا اور ہمائے تاجدار کو گرفتار کر کے عمر کے حوالے کرنا پھر شاہزادہ نعمان اور منظر شاہ کا امیر سے جنگ کرنا اور شکست پاکر مسلمان ہونا

کی لیاقت دیکھ کر حیران ہوا۔ اور عرض کی کہ یہ ابھی یہ اپنے باپ ہی کے گھر رہے۔ کیوں کہ خاطر جمع ہوئے۔ تب آپ شادی کیجئے گا۔ بندہ بھی تب ہی کرے گا۔ اس کے بعد امیر شاہ منظر سے رخصت ہونے لگے۔ تو اس نے کہا آپ کے قدم چھوڑ کر اب غلام کہاں جا سکتا ہے۔ بلکہ ارادہ رکھتا ہے کہ رکاب سعادت کے ہمراہ رہوں۔ شاہ نے اپنے بیٹے کو ساتھ لیا۔ اور دس ہزار جنگ آزمودہ آدمی ہمراہ لئے۔ اور وہاں

اپنی طرف سے ایک نائب السلطنت شہر میں چھوڑا۔ اور امیر کے ہمراہ طرف مکہ روانہ ہؤا۔ (باقی داستان آئندہ شب)

چھٹی داستان :

یہاں دو کلمہ داستان حسام بن العلقمہ خیبری کے ملاحظہ کیجئے کہ خیبر میں اس کا تولد ہؤا۔ جبکہ گیارہ برس کا ہؤا۔ ایک روز خیبر کی سیر کی خاطر نکلا تھا۔ کہ نوشیرواں کی طرف سے کچھ لوگ آئے ہیں۔ اس کو برا معلوم ہؤا۔ کہا جہاں میں ہوں وہاں خزانہ کوئی اور دے۔ ان لوگوں میں سے بعض کے ہاتھ پاؤں اور ناک کان کاٹ کر شہر سے نکال دیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ خراج ہمارے واسطے لاکر حاضر کرو تاکہ نوشیرواں کو دباؤں اس کے کہنے پر سب لوگ اس کے پاس خراج حاضر کرتے تھے۔ اس نے چند روز میں جمع کی۔ اور مدائن کی طرف چلا۔ راہ میں جو قصبہ یا گاؤں یا شہر ملتا اس کو لوٹ کر بے چراغ کرتا۔ چالیس ہزار آدمی غرق آہن فولاد تھی لئے ہوئے مدائن کے قریب جا پہنچا۔ یہ خبر بادشاہ کو ہوئی۔ اور بزرجمہر سے مشورت سے پوچھا۔ کہ اس کا کیا علاج کریں اور ہمارا ارادہ ہے کہ خود سپاہ لیکر نکلیں اور اس کو ماریں۔ بزرجمہر نے کہا آپ کو ہرگز یہ مناسب نہیں ہے کہ اس بے نام و نشان و کم جمعیت کا مقابلہ کریں۔ خدانخواستہ اگر اسکی طرف سے زیادتی ہوئی تو سب کہیں گے کہ بادشاہ ایک ادنے پر فتح نہ پا سکا۔ دوسرا اس کی موت بھی اور کے ہاتھ سے ہے۔ بے فائدہ لڑنے سے کیا حاصل ہو اس کے آنے سے پہلے شکار کو چلئے۔ تاکہ سب لوگ جانیں کہ بادشاہ کو خبر نہ تھی کسی پہلوان کو قلعہ کی حفاظت کے لئے یہاں چھوڑ جئے کہ خبردار رہے اور آپ چالیس روز شکار میں رہیں۔ کیونکہ چالیس دن آپ کے طالع میں نحوست ہے۔ بزرجمہر کا یہ کہنا بادشاہ کو پسند آیا۔ اور عشر فیل نامی پہلوان کو پچاس ہزار سوار سے قلعہ میں چھوڑا۔ اور تاکید کی خبردار جو کوئی لڑنے کو آوے۔ اس سے قلعہ بند کر کے لڑنا۔ اور شہر ہاتھ سے نہ دینا اسے کوتوال مقرر کر کے شہر حوالے کیا اور آپ کوہستان کی طرف شکار کو گئے اس دس بارہ دن کے بعد حشام چالیس ہزار سوار سے آیا اور طبل جنگ کا بجا کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ عشر فیل گوش نے خوب مقابلہ کیا اور کسی کو خندق کے قریب نہ آنے دیا۔ جب شام ہوئی اور رات کا وقت قریب آیا۔ حشام نے طبل جنگ بجوایا اور مدائن کے ایک طرف ڈیرہ کیا۔ رات غصہ میں کاٹی صبح ہوتے ہی۔ جنگ کا کوس و نقارہ بجوایا اور مدائن شہر کے لئے میدان میں آکھڑا ہؤا۔ راوی کہتا ہے کہ اس روز عشر فیل گوش کے دل میں خیال آیا کہ میں سپاہ گری میں اس گبر سے کم نہیں ہوں میدان میں نکل کر اس کو کیوں جواب نہ دوں

کہ بادشاہ کے سامنے نام ہو۔ یہ خیال کر کے مسلح ہؤا۔ اور شہر کا دروازہ کھول کر پانچ ہزار سوار سے باہر نکلا اور حشام کی فوج کے مقابل آکھڑا ہؤا۔ حشام کی نظر جونہی اس پر پڑی قہقہہ مار کر ہنسا اور کہنے لگا۔ کہ تیری موت تجھے میرے سامنے لے آئی ہے۔ بے چارہ آپ نہیں آیا۔ اپنے لشکر کو وہیں چھوڑا۔ اور اپنے گرگدن کو دوڑا کے اس کے برابر آیا۔ اور کہا کیا قصد ہے۔ عنتر فیل گوش نے جواب دیا۔ او۔ گبر بچّے یہ کیا فکر تیرے دل میں سمائی ہے کہ بادشاہ ہفت کشور سے دشمنی کا دروازہ تو نے کھولا ہے۔ اس سے درگذر کر نہیں تو مارا جائیگا تیرے لئے فرمانبرداری بہتر ہے۔ حشام نے کہا میں تیرے بادشاہ سے اس ملک کا خراج شمشیر سے لُونگا۔ عنتر حشام کی اس گفتگو سے بھڑکا۔ اور نیزہ حسام کے سینے پر مارا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کے نیزہ چھین لیا۔ اور وہی نیزہ عنتر کی چھاتی پر مارا۔ نیزہ عنتر کی پشت چیر کر پار ہو گیا۔ حشام نے اس جوان کو صدر زین سے اکھاڑ کر زمین پر مارا اور اپنے لشکر کو لے کر عنتر کے پانچ ہزار سپاہیوں پر جا پڑا۔ وہ شکست کھا کر قلعہ کی طرف بھاگے۔ اور ان کے تعاقب میں حشام بھی اپنے چالیس ہزار سوار سمیت کشادہ شہر میں داخل ہؤا۔ اور حکم کیا کہ شہر کو تاراج کر دو۔ اور ہم نے تمام شہر کی لوٹ اپنی فوج کو معاف کی حشام کے سب آدمی محلوں میں گھس گئے اور لوٹ مچادی۔ حشام نے دوسرے روز کوچ کیا۔ اور کئی ایک منزل بعد اس کا لشکر ایک دوراہے پر دار د ہؤا۔ جہاں سے ایک راہ خیبر کو اور دوسری مکّہ کو جاتی تھی۔ مفسد لوگ جو اس کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کو مکہ بھی جانا ضروری ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کا شہر ہے۔ اس کو خراب کرنا لازم ہے۔ کہ کچھ کام اپنے دین کا بھی ہو۔ اور نوشیرواں کا ملک جو غارت کیا واسطے دنیا کے کیا۔ کیونکہ وہ بھی ہماری طرح بت پرست ہی تھا۔ مفسدوں کی باتیں حشام کو پسند آئیں اور لشکر لے کر مکّہ کی طرف روانہ ہؤا۔ مکّہ والوں نے بھی سن لیا۔ اور خوفزدہ ہو کر خدا سے دعا کرنے لگے کہ اے اللہ اس ناپاک کے ظلم سے بچا۔ ان کی دعا قبول ہوئی اور قادر قدرت نے اپنی قدرت کو ظاہر فرمایا۔ کہ ایک روز امیر حمزہ نامدار بالشکر جرّار یمن سے مکہ میں تشریف لائے اور زیارت بیت اللہ کی کر کے باپ کے پاس قدمبوسی کو گئے۔ عبدالمطلب نے اپنے فرزند کو دیکھتے ہی جناب ایزدی میں شکرانہ ادا کیا۔ اور امیر کو چھاتی سے لگا کر یمن کی فتح کی مبارک دی گفتگو کے بعد سلطان صاحب قرآن کے چہرے پر نگاہ کر کے بے اختیار زار زار رونے لگے۔ امیر نے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار آج حق تعالےٰ نے مجھ کو فتح و ظفر کیا ہے

کہ ملک یمن کا میرے تصرف میں آیا ہے۔ چاہئے کہ آپ کو خوشی ہو۔ رونے کا سبب معلوم نہیں ہوتا کیا ہے
فرمایا خدا تم کو ہمیشہ صاحب حشمت رکھے۔ میری یہی خوشی ہے کہ تم ہمیشہ صاحب اقبال ہو۔ اس
گریہ کا سبب یہ ہے کہ حشام بن القمہ خیبری نے تمہاری دشمنی پہ پوری کمر باندھی ہے۔ جبکہ
نوشیروان اس کی برابری نہ کرسکا۔ اور مدائن کو غارت کرکے شاہ ہفت کشور کی سلطنت کا اثاثہ
لٹے اب شہر پہ آتا ہے۔ دیکھیں ہم لوگوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ امیر نے کہا اے قبلہ حاجات آپ
خاطر جمع رکھیں۔ کہ عنایت الٰہی سے کچھ نہ ہوگا۔ وہ شیطان سیرت ہر چند کہ آپ کے فرزند سے زورآور
اور صاحب لشکر ہے۔ پر آپ خاطر جمع رکھیں۔ اُسے ایسی سزا دوں گا کہ آیندہ بادشاہ کی خدمت میں
ایسی حرکت نہ کرے گا۔ خواجہ عبدالمطلب نے فرمایا اے فرزند میں چاہتا ہوں کہ تجھ کو کسی بہانے سے
حبش کی طرف روانہ کردوں۔ تاکہ تو اس کے شر سے امن رہے۔ اور تیرا جو قصد اس کے مقابلہ کا ہے
وہ نہایت زورآور ہے۔ اور شاہ یمن کی طرح نہیں۔ امیر نے جواب دیا کہ آپ اس کا فکر نہ کریں۔ خدا
کریم ہے اور سب پر توانا ہے۔ یہ کہہ کر باپ کے ہاتھ پہ بوسہ دے کر رخصت ہوئے۔ بیت اللہ میں
گئے۔ اور سجدہ کرکے جناب پروردگار سے مدد چاہی اور پھر باہر نکل کر سوار ہوئے اور اپنے لشکر میں
مقام کیا۔ اور تیاری لشکر کرکے اپنے سرداروں سمیت کوچ کیا اور شام کی طرف متوجہ ہوئے۔
راوی لکھتا ہے۔ کہ جب امیر وہاں پہنچے۔ جہاں حشام کا لشکر تیس کوس کے فاصلے
پہ تھا۔ جب چار گھڑی گذری تو امیر سوار ہوئے اور تیس کوس کے فاصلے پہ حشام کی فوج پہ شب
خون مارا۔ استادوں نے لکھا ہے۔ کہ امیر نے اپنی تمام عمر میں دشمن پہ ایسا شب خون نہ مارا ہوگا۔
صبح کے قریب امیر کی فوج حشام کے لشکر پہ گری اور امیر حمزہ نامدار نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور رجز
بڑھ کر دودستی چلاتے۔ اور امیر کے سپاہی بھی ہر خیبری کو مارتے اور خیمہ سے جو جیتا نکلتا! سے
مارتے تھے۔ حشام کے دس ہزار سوار داخل جہنم ہوئے۔ فوج پراگندہ ہوئی۔ حشام اس
وقت سوتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر حیران ہوا اور مسلح ہو کر گینڈے پہ سوار ہوا۔ اور اس کے
متفرق سپاہ اس کو دیکھ کر پھر جمع ہوئے۔ اور صبح کو جب آفتاب گل رنگ نے دریچہ سے سر
نکالا۔ اور روشنی اس کی عالم میں ظاہر ہوئی۔ اس وقت تین ہزار سوار سے حشام اور دس ہزار
سوار سے صاحب قرآن صفیں باندھ کر میدان میں کھڑے رہے۔ اور دونوں لشکروں میں برق

پھرانے لگے۔ اور ہر طرف سے کوس و نفیری کی آواز ہونے لگی۔ کہ کوئی میدان میں نکلے ۔ اتنے میں تبر بردار جھاڑ بوٹ کاٹ کر سب میدان کو صاف اور بیلدار۔ پست و بلند زمین کو ہموار اور سقے آب پاشی کر گئے) اور نقیب پکارنے لگے کجا لاق کجا لاماں کجا سہراب بن رستم کجا سام کجا بن نریمان میدان میں آویں اور اپنی اپنی شجاعت کا نشان کھڑا کریں۔ اس واردات کے سنتے ہی حشام زہرناک مثل شعلۂ آتش اس شان و شوکت سے میدان آیا۔ کہ جس کو دیکھ کر ہر ایک کے رونگٹے کھڑے ہوئے صیقل کیا ہوا۔ ایک فولادی خود سر پہ دھرے ہوئے اور اس پہ تین تمغے مرصع نگار رکھے ہوئے۔ اور کسی جانور کا ایک ابلق پر بجائے کلغی کے لگایا ہوا۔ اور گلے میں زرہ فولادی پہنے ہوئے اور زرہ پر آئینے لگائے ہوئے خنجر اور شمشیر کمر پہ حمائل کئے ہوئے کمانیں و تیر بان سپر ابریشم ہفت رنگ مرصع فیتوں کے شانے پر لٹکائے ہوئے اور ایک کمند مثل زلف سیاہ محبوب فتراک سے لگائے ہوئے ساعد و بند زانو پر ہاتھ پاؤں پہ نصب کئے ہوئے اور ایک نیزہ آہ عاشق اور پنجہ میں گرز گراں گینڈے پر سوار میدان میں آیا۔ اور لشکر کی طرف دیکھ مثل رعد غرایا۔ اور کہنے لگا کہ آرزوئے مرگ کس کو ہے۔ کہاں ہے امیر حمزہ نامدار میدان کارزار میں میرے مقابل آئے تاکہ مردان عالم اور بہادری کائنات آج معلوم ہو جائے۔ امیر نے گبر بچے کو میدان میں دیکھ کر سیاہ تبطاس مرکب کو اس طرف ڈالا۔ اور برابر اس گبر کے آکر نعرہ مارا اس نے جو امیر کو دیکھا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ بہ کمال اور سرتاپا لباس حرب میں ایک جوان کھڑا ہے۔ حشام نے اپنی تمام عمر میں یہ براق نہ دیکھا ہوگا۔ کہا او عرب یہ لباس اور گھوڑا کس کا لے کر آیا ہے۔ جو ہماری شان و شوکت کے لائق ہے۔ تجھ کو زیب نہیں دیتا۔ میرے حوالے کر کہ تیرا گناہ معاف کردوں۔ تم نے شبخون مار کر ایسی بے ادبی کی ہے کہ اس کو زبان پہ نہ لاؤں اور اگر سوا اس کے کچھ کرے گا۔ تو ہرگز زندہ نہ چھوڑوں گا۔ امیر کو یہ گفتگو سنتے ہی آگ سی لگ گئی۔ فرمایا او پاجی بکو اس مت کر اگر مرد ہے تو زبان کو بند کر اور بازو کو بڑھا کہ سب بہادروں میں تیری شجاعت معلوم ہو جائے اور آیندہ کو نام رہے۔ مصرع روزگار پہ کوئی پہلوان گذرا ہے۔ حشام کو طیش آیا اپنے ہاتھ کا نیزہ داہنے اور بائیں بغل سے نکال کر مثل آہ عاشقاں دیا کاکل معشوقاں امیر کی طرف چلا۔ اور برابر آکر امیر کی چھاتی پر لگایا۔ امیر نے اس نیزے کو اپنے نیزے کی نوک پر روکا۔ اور اس کا نیزہ کاٹ کر ایک نیزہ امیر نے لگایا۔ غرضکہ دونوں

میں نیزہ بازی ہوئی۔ یہاں تک کہ آپس میں سو سو طعن کئے۔ جوانوں کی نیزہ بازی کے ردوبدل ہوئے اور کسی کو آسیب نہ پہنچا۔ تب تو ہشام غضب میں آیا اور کہنے لگا کہ کام ہمارا یہاں تک پہنچا کہ اس عرب زادہ کے ساتھ اس قدر نیزہ بازی ہوئی اور کچھ نہ ہو سکا۔ کھسیانہ ہو کر اپنا نیزہ ہاتھ سے دور پھینکا اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ کر امیر کی طرف چلا۔ اور تیغ الماس دم کو میان سے نکال کر امیر پر اٹھائی۔ اور گینڈے کو دبا کر برابر آیا چاہتا تھا کہ مارے لیکن امیر عرب نے خدا کو ہزار اور ایک نام سے یاد کر کے دست پلے کو بڑھا کر اس کا بند دست پکڑا۔ اور زور سے خبر اُد قہر اً اس سے تلوار چھین لی۔ اور وہی تلوار اٹھا کر کہا خبردار ہو یوں نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا۔ تو اپنی ضرب لگا چکا اب میری ضرب نوش اور غم دنیا دل سے فراموش کر۔ تیرا وقت آگیا۔ اس نے تلوار سے بچنے کے لئے فولادی خود سر پر آڑ کی۔ مگر امیر نے حق قدیم واحد واجب التعظیم اللہ اکبر کہہ کر اس کے سر پر ماری اس نے سر پر رد کی۔ تلوار لنگر دار اور امیر کا بازو پر قوت تھا۔ سر پر تلوار بھی مثل قالب پنیر تر کے اس کو قلم کر کے در بغلی اور پر خود کے پہنچی۔ اور دو حصے کر کے استخوان مغز اور گردن کی صراحی کو کاٹا۔ اور تلوار نے سینہ میں بھی حجاب نہ کیا۔ کمر بند سے گذر گئی۔ اور زین کی طرف دوڑی۔ راوی لکھتا ہے کہ امیر کی برق تلوار نے اس وقت دکھائی کہ جس وقت شہ رگ کو دو حصہ کر کے چاروں پاؤں کے نیچے زیر تنگ آگئی۔ اور اس گبر کو مانند خیار تر کے مع مرکب چار پر کالا کیا۔ اس وقت امیر کے ہاتھ کی صفائی دیکھ کر دوست دشمن کی زبان سے آوازۂ تحسین نکلا۔ امیر نے ہشام کو چار پارہ کر کے میدان کارزار میں ڈالا۔ اس کی فوج نے امیر پر حملہ کر دیا۔ وہی خون آلودہ تلوار ہاتھ میں لئے بیس ہزار سوار میں اس طرح غوطہ مارا جیسے بکریوں کے ریوڑ میں شیر درندہ حملہ کرتا ہے۔ پرے کے پرے بھاگنے لگے۔ جس کے سر پر تلوار مارتے۔ تا بہ زنجیر کاٹتے۔ جس کے حمائل میں وار کیا۔ ایک ہاتھ میں سر جدا کی۔ غرضکہ ایک ساعت میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ رفیقوں نے یہ حال دیکھا تو تلوار۔ خنجر۔ نیزہ۔ شمشیر اپنے ہاتھوں میں لے کر آگرے۔ بارہ ہزار سوار واصل جہنم ہوئے۔ اور دس ہزار سوار شکست کھا کر بھاگے اور جتنے باقی تھے وہ سب مسلمان ہوئے امیر ہشام کے لشکر پر متصرف ہوئے۔ اور تمام مسلمانوں میں تقسیم کیا اور نوشیروان کو تخت و تاج

اپنے پاس امانت رکھا۔ اور ستر ہزار مرد و زن جو حشام مدائن سے اسیر کر کے لایا تھا سب کو آزاد کیا
بعض کو اپنے پاس سے سواری دی بارہ رکتوں کو خرچ راہ دے کر رخصت کیا۔ اور بادشاہ ہفت کشور نوشیروان
کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ خانہ زاد نے حشام خود پرست پر فتح پائی۔ اس خط کے ہمراہ اس ملعون کا سر اور
ستر ہزار مرد و زن کو قید سے رہائی دلا کر مقبل وفادار کے ساتھ خدمت میں بھیج رہا ہوں تخت و تاج اپنے ہی
پاس رکھا ہے اگر حکم ہو تو بندہ حاضر خدمت ہو نہیں تو جس کو ارشاد ہو اس کے ہاتھ روانہ کر دوں۔ یہ عریضہ
مقبل کو دے کر ان لوگوں کے ہمراہ مدائن کی طرف روانہ کیا۔ (باقی داستان شب فردا)

داستان ساتویں

اب جبکہ کلمہ داستان نوشیروان کے ملاحظہ کیجئے۔ کہ چالیس روز کے بعد شکار سے فارغ ہو کر پھر مدائن میں
آئے۔ اور دیکھا کہ تمام شہر خراب اور زن و مرد اسیر ہو گئے ہیں اور اثاثہ سلطنت کا بھی کچھ نہ رہا عنتر فیل گوش
کہ جس کو شہر کا کوتوال مقرر کیا تھا۔ مارا گیا۔ عدل کے سبب نوشیرواں کو خلق خدا پر جو شفقت تھی بے اختیار رو دیا
اور بزرجمہر سے کہا اے خواجہ میں نے جو خواب دیکھا ویسا پایا۔ مگر تم نے جو تعبیر کہی وہ اب تک ظہور میں نہیں
آئی۔ کہا انشاءاللہ آج یا صبح تک اس کی خبر آپ کو پہنچے گی۔ بادشاہ نے تامل کیا لیکن شہر میں جتنے ساسانی
تھے سب نے بختک کو آگے رکھ کر ایک ہجوم کیا۔ گریبان چاک کیا اور منہ پر خاک ملتے ہوئے رو رو کر بادشاہ
سے کہتے کہ بزرجمہر آپ کا دشمن ہے۔ چاہتا ہے کہ اپنی قوم کی پرورش کرے اور کیانیوں کی سلطنت
برباد ہو۔ اس نے دانستہ یہ حرکت کی۔ آپ کو غنیم کے آنے کی خبر سنا کر شکار کا مشورہ کیا۔ جو آپ ادھر
تشریف لے گئے۔ اور خداوند کے جانے سے شہر خالی رہا۔ اور اس بدبخت نے یہ کیا کہ ہمارے زن و فرزند
اسیر کر کے لے گیا۔ اب ہم کو زندگی تلخ ہے۔ کہ غیر قوم کا آدمی ہمارے ناموس پر متصرف ہوا۔ اور
ہم سے کچھ نہ ہو سکا۔ اس جینے سے مرنا بہتر ہے۔ آپ نے بزرجمہر کے کہنے سے ناحق فریب کھایا۔ اگر
آپ یہیں رہتے اور شکار کو تشریف نہ لے جاتے تو یہ دن نہ آتا۔ آپ خداوند ہیں انصاف فرمائیں
ہماری داد دیں۔ یا ہمارے قتل کا حکم دیں کہ لوگ اس درد و الم سے نجات پائیں۔ غرض اس
وقت ان سب لوگوں میں عجیب طرح کا غوغا تھا۔ روتے اور اپنا سر پھوڑتے تھے۔ کسی نے

اپنے منہ پر خاک اور ماتم کی صورت بنا کر واویلا اور فغاں کر رہے تھے۔ کہ یکایک نمد پوش سوار راہ سے گرد آلود نمودار ہوا۔ اور بادشاہ کو مژدہ سنایا۔ کہ جہاں پناہ کے اقبال سے ہشام کو امیر حمزہ نے مارا اور فتح پائی۔ اور جن کو وہ اسیر کر کے لے گیا تھا سب کو نجات دے کر اور سفر خرچ دے کر مقبل وفادار کے ساتھ سب کو بھیجا ہے۔ ان سب کا لشکر یہاں سے چار کوس پر اترا ہے۔ اس خبر کے سن کر ساسانیوں میں ایک خروش پیدا ہوا۔ اور بادشاہ بزرجمہر کو سینے سے لگایا۔ فرمایا سب سردار ہمارے مقبل کے استقبال کو جائیں۔ اور اس کو بہ تمام توقیر لے آئیں۔ بموجب حکم کے ہر ایک شخص سوار ہو کر ادھر روانہ ہوا۔ اور جس جس شخص کے اقربا قید سے چھوٹ کر آئے تھے۔ وہ مارے خوشی کے خود بخود اس طرف گیا۔ چنانچہ مقبل کو بہ اعزاز و اکرام بادشاہ کے حضور لائے۔ بادشاہ کے حضور پہنچ کر زمین ادب کو لب عبودیت سے چوما اور ایک گراں بہا خلعت اور زر سرخ کے کئی صندوق مقبل کو عطا فرمائے۔ اور امیر حمزہ کے لئے عزت کی اور وہ عریضہ امیر کا ہاتھ لیا۔ اور لفافہ کھول کر اول آپ نے مطالعہ فرمایا۔ پھر بزرجمہر کی طرف نہایت مہربانی سے متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ تم سب کو بآواز بلند پڑھ کر سناؤ۔ خواجہ نے اس کو پڑھ کر سنایا۔ سن کر سب سرداروں نے مبارک باد دی۔ نوشیرواں نے مقبل کو بہت سے انعامات عطا فرما کر مجلس امرائے ناموراں کے درجے میں بٹھایا۔ اور فرمایا۔ جب تک مدائن میں رہو ہر روز دربار میں آیا کرو۔ جس روز مقبل وفادار نے بادشاہ کی ملازمت کی اسی روز اتفاقاً ایک فاختہ آ کر بارگاہ جمشیدی کے کلس پر بیٹھی۔ لوگوں نے دیکھا کہ ایک کالا سانپ اس کی گردن پر لپٹا ہوا ہے۔ جا کر بادشاہ سے عرض کی۔ فرمایا میرا نام عادل سن کر شاید وہ فریاد کرنے آئی ہے۔ کوئی ایسا ہے جو اس بلا کو اس کی گردن سے جدا کرے۔ عرض کی سب بندے ہیں۔ لیکن یہ کام بہت مشکل ہے۔ کہ اگر سانپ کو ماریں تو ضرب فاختہ کو پہنچتی ہے اس طرح حضور کے گنہگار ہوں اور غضب سلطانی کے حقدار فرمایا ہمیں منظور ہے۔ جب ایک ساعت گذری اور کسی نے قصد نہ کیا۔ تو بادشاہ بہت غمگین ہوئے۔ اور فرمایا ہماری عدالت

نوشیرواں کے دربار میں مقبل کا آنا اور اس وقت فاختہ مارنا

پیچیدہ کا شاہی بارگاہ کے کلس پر آکر بیٹھنا اور مقبل کا سانپ کو تیر سے مارنا اور فاختہ نے اپنی جان سلامت لے جانا۔

کس کام کی۔ جو ایک جانور کی جان بھی نہ بچا سکے۔ تب مقبل نے پایہ تخت شاہ کو بوسہ دیا۔ اور عرض کی کہ اگر غلام کو ارشاد ہو تو اس کام کو بجا لاوے۔ بادشاہ نے نہایت خوشی سے کہا یا ں۔ لیکن شرط ہے کہ فاختہ کو گزند نہ آئے مقبل نے اذن پاکر دیکھا کہ سانپ فاختہ کے گلے میں پیچ در پیچ لپٹا ہوا ہے۔ اور اپنے سر کو اس کے سر پر وصل کئے ہوئے بیٹھا ہے سب خورد و کلاں دیکھنے کیلئے اکھڑے ہوئے کہ دیکھیں یہ کیا کرتا ہے۔ مقبل نے نیزہ منگوایا۔ اور اس کے سرے پر ایک آئینہ باندھا۔ اور آئینہ فاختہ کے مقابل کیا۔ سانپ کو جونہی اپنی شکل نظر آئی۔ فوراً سر اونچا کیا۔ اور آئینہ پر منہ مارا۔ مقبل نے اس موقعہ کو غنیمت جانا۔ تیر کو کمان سے چلہ دے کر تا بہ گوش کھینچا۔ اور اپنے پیر کو یاد کر کے شست سے رہا کیا۔ وہ سانپ کے اٹھائے پھن میں ترازو ہوا۔ اور وہ اس کے پر و بال سے جدا ہو کر زمین پر گرا۔ اور فاختہ نے اڑ کر ایک طرف کی راہ لی۔ ہر ادنے و اعلےٰ کے منہ سے بے اختیار آواز تحسین و آفرین کی پیدا ہوئی۔ بادشاہ نے مقبل کو بلا کر اس کی پیشانی کے بوسے لئے۔ اور کہا کیوں نہ ہو۔ میرا پسر خواندہ ہے اور موتیوں کی مالا اپنے گلے سے اس کے گلے میں ڈال دی۔ اور بزرجمہر سے اس قدر خوش ہوئے۔ کہ کبھی ایسے نہ ہوئے تھے۔ بختک نے یہ سرفرازی بزرجمہر اور مقبل پر دیکھی کہ آتش رشک سے جلنے لگا۔ مقبل کو سرفراز کرنے کے بعد نوشیروان

نے بزرجمہر کو فرمایا کہ ہماری طرف سے امیر حمزہ کو یہ نوازش نامہ لکھو کہ جو کچھ تم نے کیا ہم کو نہایت پسند آیا۔ نمک خوراں اور جانثاروں کا یہی کام ہوتا ہے۔ واقعی میری پسر خواندگی کا نام رکھا۔ نہیں تو مجھ کو ساسانیوں سے سخت خفت تھی۔ سب کہتے کہ بزرجمہر کے کہنے سے مسلمان کے لڑکوں کو بیٹا کیا تھا۔ ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ خدا نے سب طعنہ دینے والوں کو خوب شرمندہ کیا۔ اب میں نے بہمن سنکا اور بہمن خزاں کو تمہارے واسطے خلعت دے کر بھیجا ہے کہ ہمارے عوض وہ اپنے ہاتھ سے پہنا دیں۔ تم سب ان سے بخوبی ملاقات کرنا۔ اور تاج و تخت مع اثاثہ سلطنت جو تم نے حشام کو مار کر لیا ہے۔ ان کے ہمراہ کر کے بھیج دینا۔ اور ان کے بعد خود تشریف لانا کہ تمہاری ملاقات کا اشتیاق ایک عالم کو حد سے گذر گیا ہے۔ بادشاہ نے خط لکھوا کر بختک کو دیا۔ اور ایک خلعت مرصع نگار پر تکلف توشہ خانہ سے منگوا کر بختک کے حوالے کیا۔ کیونکہ مذکورہ قاصد بختک کے ماموں تھے۔ فرمایا کہ روانہ کرو۔ راوی لکھتا ہے کہ جس وقت بادشاہ نے یہ شقہ مہر کر کے بختک کو دیا۔ اس وقت بختک نے ایک سفید کاغذ کو بھی مہر کر کے اپنے پاس چھپا رکھا تھا۔ جب بختک اپنے گھر گیا۔ تو اس نے بادشاہی فرمان چھپایا۔ اور دوسرے کاغذ مہر شدہ پر ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ اے عرب میرا ارادہ تھا کہ تم کو تمہاری ساری قوم کے ہمراہ قتل کر دوں۔ اب تم سے ایسا کام ہوا ہے کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ اس خاطر تمہارا گناہ معاف کیا۔ اب تمہیں لازم ہے کہ ہمارا جتنا اسباب ہے ان دونوں کے ہاتھ ادھر روانہ کرو۔ اور ایک نامعقول سی خلعت ان کو دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا۔ (باقی داستان فرداشب)

امیر کا سنگ رواحل میں جانا اور وہاں کے سب پہلوانوں کو زیر کر کے شہر میں اپنا عمل کرنا

اب چند کلمہ داستان امیر کے ملاحظہ فرمائیے۔ اس سے پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ سلطان صاحب قران نے حشام کو داخل جہنم کر کے لڑائی پر فتح کی۔ اور اپنے ساک کی طرف پھرے تو راہ میں سنگ رواحل کو جا نکلے شام کے وقت خیمہ میں داخل ہوئے۔ اور لشکر ظفر اثر بھی وہیں اترا۔ اور سب سپاہ نے رات بھر آرام کیا۔ جب صبح کو روز روشن ہوا تو امیر مع رفیق دیاران سوار ہوئے اور میر کے ساتھ پہاڑ کی طرف

آئے۔ تو کیا دیکھیں کہ عجیب دلچسپ مقام ہے۔ تمام ملک عرب میں کوئی ایسی نہ جگہ دیکھی تھی۔ امیر کو یہ مکان نہایت پسند آیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے۔ اور یہاں کا حاکم کون ہے انہوں نے کہا کہ اس قلعہ کو سنگ رواحل کہتے ہیں۔ اور عادی کرب یہاں کا مالک ہے۔ جو اٹھارہ ہزار سوار عرب کی جمعیت سے اس مکان میں رہتا ہے۔ اور اٹھارہ بھائی شہ زور اپنے برابر رکھتا ہے۔ خدا پرست مسلمان ہے۔ اور مزدوری کرکے اپنی گذران کرتا ہے۔ اور اس کا طریق یہ ہے کہ جب کوئی سردار ادھر آتا ہے۔ تو اس کے آنے کی خبر سنکر مکان خالی کرکے پہاڑ میں جا چھپتا ہے۔ جب سردار کے لوگ اس شہر میں داخل ہو چکتے ہیں۔ تو ان کو غافل کرکے ان کو ناگہاں آکر غارت کرتا ہے امیر اس کو کچھ خیال میں نہ لانے۔ اور یہیں مقام کرکے لشکر جمع کیا۔ اور صحبت نشاط گرم کی۔
اب عادی پہلوان کا حال بیان کرتا ہوں۔ اس نے حشام بن القمہ خیبری کے آنے کی خبر سنکر اپنے مکان کو خالی کرکے مع فوج دریا کے دامن پہاڑ پہ جا بیٹھا تھا۔ اور عیاروں نے خبر سنکر اس کو پہنچائی۔ کہ حشام کو امیر ابوالعلیٰ مکی نے مارا۔ اور اس کے تمام اسباب پر متصرف ہوا ہے۔ اور اب سنگ رواحل میں آیا چاہتا ہے۔ کہ اس راہ سے مکہ کو جائے۔ عادی نے یہ خبر سنکر ایک معقول سردار اسد اسدان نامی پیامی کرکے امیر کے پاس بھیجا کہ حشام شکار میرا تھا۔ تم نے خوب نہ کیا۔ کہ پیش دستی کی۔ خیر اب جو کچھ تمہارے ہاتھ آیا ہے اس کے دو حصے کرو۔ ایک تم لو اور ایک ہمارے لئے بھیج دو۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو خبردار رہنا میں بزور لوں گا۔ جب اسد اسدان امیر کی خدمت میں آیا۔ اور پہلوان عادی کا زبانی پیغام سنایا۔ تو امیر کو سنکر بے اختیار ہنسی آگئی۔ اور کہا جاکر پہلوان عادی کو ہماری طرف سے سلام کہہ کر یہ کہنا کہ ؎ **بیت**

اگر صلح خواہی نخواہیم جنگ ؛ دگر نہ جنگ جوئی ندارم درنگ ؛

امیر نے پیامی کو خلعت دے کر رخصت کیا۔ اسد اسدان امیر کے حسن سلوک کو دیکھ کر دیوانہ ہو گیا اور جاکر عادی نے سب حال ظاہر کیا۔ اور معدی کرب اٹھارہ ہزار سوار سمیت امیر کے سامنے آیا۔ اور طبل جنگ بجوا کر میدان میں نکلا۔ امیر بھی مع بارہ ہزار سوار کے آکھڑے ہوئے۔ عمر نے

عادی کو عجیب قطع کا دیکھا۔ کہ اکیس (۲۱) گز کا قد اور سر پہ سات پگڑیاں باندھے ہوئے اور سات شملے ہر طرف لٹکے ہوئے۔ اکیس (۲۱) گز تو ند کا دور جس پہ فولادی کمر بند باندھے ہوئے اور زرہ و دستانے چار آئینہ پہنے اور سپر تلوار عمود خنجر کمان ترکش بدن پہ آراستہ کئے ہوئے مثل سخت کوہ میدان میں آیا۔ اور امیر کو للکارا۔ عمر اس کو دیکھ کر کانپ گیا۔ اور صاحب قرآن سے کہنے لگا کہ یہ بڑا زور آور ہے۔ سنبھل کر جانا۔ امیر نے اس فتح دہندہ عالم کو جس کا نام فتاح ہے ہزار اور ایک نام سے یاد رکھا۔ اور عادی کے قد و قامت کا کچھ اندیشہ نہ کیا۔ اور مرکب سیاہ قیطاس کو اس طرف پھینکا۔ اور برابر آکر ایک ٹکا در سپر کا گھوڑے کی پیشانی پہ مارا کہ گھوڑا کئی قدم پسپا ہوا۔ عرب میں یہ جانور بہت مشہور ہے۔ جو اس جوان کا بوجھ اٹھاتا تھا۔ اور لوگ گھوڑے کو رخش سکندری کہتے تھے۔ پر امیر کے زور کے برابر تاب نہ لا سکا۔ عادی نے یہ قوت حریف کی دیکھ کر کہا۔ اے نوجوان سمجھ لیا کہ تو بھی زبردست ہے۔ (بیت) بگو نام خود را دریں انجمن ٭ کہ بسیار تند آمدی پیش من ٭

پھر اپنا ظاہر کر کہ میں جانوں کہ میں نے کسی کو مارا تھا۔ جواب دیا اے پہلوان تعجب ہے کہ تجھ سا مرد یہ بات کہے۔ تو نہیں جانتا کہ مردوں کا نام تیر کے پیکان اور تلوار کے قبضہ اور کمان کے گوشہ پہ لکھا ہوتا ہے۔ یہ نام ابوالعلیٰ ہے۔ تیرے ضرب دست کے شوق میں آیا ہوں۔ اگر کوئی تمغہ بہادروں کا رکھتا ہے۔ تو لا۔ عادی کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ داہنے بغل میں نکالتا ہوا اور بائیں بغل سے پیچ دیتا ہوا بڑھایا۔ اور سر عنان نیزہ کو پکڑ کر ایسا جھٹکا مارا خلال فراشاں کی مانند معدی کرب کے ہاتھ سے نکل گیا۔ تب تو اسے ایک آگ سی لگ گئی اور گرز گراں بار لے کر امیر پہ حملہ آور ہوا۔ حمزہ اس سے بچ نہ سکا۔ اور وہ گرز امیر کے سر پہ پڑا۔ امیر نے اپنی قوت سے عمود اٹھا کر اپنے چہرہ کا بچا کیا۔ اور قوت بازو سے اس کو روک کر کہا۔ اب تیسری ضرب جو رکھتا ہے۔ وہ بھی لگا۔ جب خدا چاہے گا بچائے گا۔ تب میں ضرب کروں گا۔ جس کی چاشنی تجھ کو تمام عمر یاد رہے۔ تب تو عادی نے غضب میں آکر گرز کو ڈال دیا۔ اور کمر سے تلوار آبدار جواہر نگار دشمن کش بے حجاب کھینچی اور برابر آکر امیر سے رکاب ملا کر ضرب لگائی۔ امیر نے پنجہ مردی بڑھا کر تلوار کی دھار بچا کر اس کا قبضہ پکڑ لیا۔ اور دوسرا ہاتھ کمر میں ڈال دیا۔ عادی نے بھی امیر کا کمر بند پکڑ لیا۔ اور گھوڑوں کی پیٹھوں پہ دونوں جوانوں میں کشمکش کا زور ہونے لگا۔ دونوں طرف کے عیار نکلے اور اپنے

آقا کو آواز دی۔ کہ قبلہ حاجات مرکب بے زبان ہیں۔ ان کا مارنا کچھ ضرور ہے۔ اگر زور آزمائی منظور ہے۔ تو زمین پر کیجئے۔ یہ سنکر دونوں جوان گھوڑوں سے اترے عادی نے کہا۔ اے حمزہ سلاح بازی میں ہم تم برابر ہیں۔ آؤ کشتی لڑیں۔ جو زیر ہو وہ متابعت کرے۔ امیر نے قبول کیا۔ اور زمین پر چار زانو بیٹھ گئے۔ تب عادی نے امیر کی کمر پکڑ کر تین مرتبہ زور کیا۔ کہ پسینہ پسینہ ہو گیا۔ لیکن امیر نے اپنے مقام سے جنبش نہ کی۔ تب تو عادی نے کہا اے امیر تمہارا لنگر بہت بھاری ہے۔ اب دیکھیں تم کس طرح اٹھاتے ہو۔ یہ کہہ کر اسی طرح بیٹھ گیا۔ امیر نے اس زور دہندہ خداوند عالم کو یاد کر کے عادی کا کمر بند پکڑ کر ایک نعرہ اللہ اکبر کا کیا۔ اور پہلے ہی زور سے اس کو ہتھیاروں سمیت سر سے بلند کیا۔ اور چرخ دیکر چاہا کہ زمین پر ماریں۔ کہ عادی نے امان طلب کی۔ امیر نے ہاتھ روک دیا۔ عادی قدم بوس ہوا۔ اور امیر کی بندگی کا حلقہ اپنے کان میں ڈالا۔ عادی امیر کو مع لشکر سنگ رواحل کے قلعہ کے اندر لے گیا۔ اور سب کی ضیافت کی۔ کئی روز جشن رہا۔ اور کئی روز کے بعد عادی کو مع اٹھارہ ہزار سوار ہمراہ لیا اور بارہ ہزار یمنی آگے بھی تھے۔ تیس ہزار کی جمعیت سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے (باقی داستان آئندہ)

اما راویان اخبار و ناقلان اسرار اس طرح حکایت کرتے ہیں کہ

امیر جب قریب مکہ کے پہنچے تو شہر سے باہر خیمہ لگایا۔ خواجہ عبد المطلب مع تمام سرداران مکہ وہاں استقبال کو آئے۔ امیر نے پہلوان عادی اور سہیل یمنی اور شاہ منظر نعمان بن منذر و سلطان بخت وطوق بن حیران کی ملاقات کروائی۔ اور ہر ایک رئیس مکہ نے امیر کو مبارکباد دی۔ اور بعد دعا کے کہا الحمد للہ کہ رب الارباب نے آپ یہ رتبہ بخشا۔ خدا سے امید ہے کہ ہمیشہ رزم سازو بزم افروز رہیں دشمن گداز رہوگے۔ امیر نے سب کو باعزت رخصت کیا۔ اور آپ عادی کو ساتھ لیکر بیت اللہ کی طرف گئے۔ اور عادی سے راہزنی کی توبہ کرائی۔ اور اپنے دیوان خانہ اور نقارہ خانہ کا داروغہ کیا اور لشکر کا ہراول کر کے اپنی فوج کا سپہ سالار کیا۔ غرض کہ امیر نے اس کو اسی روز چار منصب پر نائز کر دیا۔ آخیر یہ معلوم ہوا کہ عادی عادیہ بانو کا فرزند ہے۔ دونوں بھائی بیان کر بہت خوش ہوئے۔ عادی کی خوراک یہ تھی کہ ہر صبح اکیس اونٹ کے بچوں کی نہاری

کھاتا ۔ اور کھانے کے بعد اکیس شیشوں کا تحت القہوہ پیتا تھا ۔ اور اس کے باورچی خانے سے اکیس من بوجھ اونٹ پیا نہ کے چھلکے دونوں وقت نکلتے ۔ امیر نے اس کا روزینہ اکیس سو من مقرر کیا جو صرف اس کے کھانے میں خرچ ہوتا ۔ اور بالائی خرچ اور راہ نوج اپنے پاس سے دیتے ۔ امیر کے لشکر میں تین ہزار سوار تھے ۔ جن کو باہر اتارا اور مکہ میں داخل ہوئے ۔ اس کے کئی روز کے بعد خبر ہوئی کہ نوشیرواں کا ایلچی آپ کے واسطے نوازش نامہ لے کر آتا ہے ۔ امیر سنکر خوش ہوئے ۔ اور خواجہ عبدالمطلب کو تمام اہل مکہ سمیت ساتھ لے کر شہر سے چار کوس تک قاصدوں کا استقبال کیا ۔
دوسرے دن ایلچی نے وہ نامہ امیر کی خدمت میں گذرا ۔ امیر نے اس کو پڑھا اور مضمون سمجھ کر بہت خوش ہوئے اور خلعت نامعقول دیکھ کر نہ پہنا چیں بہ ابرو ہوئے اور کہا ہم شاہ پر اس قدر جانثاری کریں اور تعجب ہے کہ ان کی بخشش ایسی ہو ۔ امیر کا رنگ مارے غصہ کے یاقوت کیطرح سرخ ہو گیا ۔ خواجہ نے امیر کو غمگین دیکھ کر کہا ۔ اس مقدمہ میں جان پدر خفا ہونا خوب نہیں ۔ یہ بادشاہ ہیں کبھی گالی دینے اور کبھی خلعت دیتے ہیں ۔ اور کبھی سلام کے کرنے پر برہم ہوتے ہیں ۔ تم محسوس نہ کرو ۔ معلوم ہوتا ہے ۔ کہ دشمنوں نے بادشاہ سے غیبت کی ہے ۔ پتہ لگ جائے گا ۔ تم خاطر جمع رکھو ۔ وہ رات گذری دوسرے دن صبح کو جب سورج طلوع ہوا ۔ تو خواجہ عبدالمطلب نے مکہ کے تمام اکابر جمع کئے ۔ اور دونوں ایلچیوں کی مع سب سرداروں کے ضیافت کی ۔ یہ دونوں آئے اور حضور کا دوسرا رقعہ جو خواجہ کے واسطے لائے تھے پڑھا گیا ۔ لوگوں کو سنکر تعجب ہوا کہ دونوں ایلچیوں کے عجیب نام ہیں ۔ بہمن خنداں میں ذیر نقطہ جو رخ پر تھا کر بہمن خراں پڑھا ۔ اور بہمن سُکاں کے ک پر تشدید نہ تھی اس کو سگاں پڑھا ۔ یہ انہی ناموں سے مشہور ہے ۔ لیکن عمر عیار نے جو دیکھا کہ دونوں امیر کیواسطے نالائق خلعت لائے ہیں ۔ نہایت رنجیدہ ہوا ۔ اور دل میں انتقام کی تجویز کی ۔ جس وقت دسترخوان بچھا اور سب کھانے لگے ۔ تو عمر اس وقت دو خوان لایا ۔ جو پر تکلف سرپوشوں سے بند تھے ہوئے تھے ۔ ان کو کھول کر دو قابیں نکالیں اور ان دونوں کے آگے رکھیں ۔ جب ان پر سے سرپوش اٹھائے گئے ۔ لوگوں نے خیال سے دیکھا کہ ایک رکابی میں ہری ہری گھاس اور دوسری میں مردے کی ہڈیاں ہیں ۔ یہ دیکھ کر سب حیران ہوئے ۔ اور عمر سے پوچھا ۔ کہ یہ حرکت کیوں کی اس کے کیا معنے ہیں ۔ عمر نے کہا خورش سگ و خر کا دسترخواں ہے ۔ پس ان کے

واسطے اس سے بڑھ کر اور کیا تعظیم ہو سکتی ہے۔ اسی خاطر میں نے ان کی بھی ضیافت کی۔ اس کارروائی سے تمام مجلس میں ایک ایسی ہنسی ہوئی کہ تمام لوٹ گئے۔ اور ان کو نہایت شرمندگی ہوئی مارے خجالت کے چاہا کہ عمر سے کچھ بے ادبی کریں۔ لیکن جی میں خیال کیا کہ عمر اس لائق نہیں۔ جو ہم اس سے ہمکلام ہوں۔ تب کھانے سے فراغت ہوئی تو عمر نے دو ست بغچہ زربفت کے لا کے روبرو رکھے اور اس میں سے پالان گدھے کی نکال کر بہمن خزاں کی پیٹھ پر ڈالی اور دوسرے میں سے کتّے کی جھول نکال کر بہمن سکاں کو اوڑھائی۔ تب تو ان دونوں میں طاقت ضبط نہ رہی۔ خنجر نکال کر چاہا کہ عمر پر دوڑیں۔ عمر نے کہا کہ جو خلعت تمہارے لائق تھی۔ میں نے دی۔ اس پر تم اگر لڑنا چاہو تو میں بھی حاضر ہوں یہ کہکر خنجر پکڑ کر مستعد ہؤا ہی تھا۔ کہ طوق بن حیران اور آدر اطمان بہ منت دونوں سے خنجر چھین لئے۔ اور عمر کو ڈانٹا۔ پھر یہ دونوں جوان خواجہ عبدالمطلب کے گھر سے باہر نکلے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف چل دیئے۔ اور مجلس بھی برہم ہوئی۔ عمر بھی مکّہ کے لڑکوں کو ہمراہ لے کر ان کے پیچھے ہؤا اور تربوز اور خربوزہ کے پوست اور انڈوں کے چھلکے اور کیچڑ پتھر ڈھیلے ٹھکری ان کو مارنا! شروع کئے۔ اور وہ بہ ہزار وقت اپنے لشکر میں پہنچے۔ اور اسی روز کوچ کر کے مدائن کو روانہ ہوئے۔ یہاں عمر پر خواجہ نہایت خفا ہوئے۔ اور فرمایا کہ حرکت تو نے خوب نہ کی۔ کیونکہ کتّے کو اس کے خاوند کی رو سے دیکھتے ہیں۔ نوشیرواں یہ سنکر ناراض ہو گا۔ اور امیر حمزہ نے ایک عرضی بادشاہ کی خدمت میں اس مضمون کی لکھی کہ بندہ نے آپ پر ایسی جان نثاری کی تعجب ہے کہ خداوند سرفرازی کے عوض یہ اعتراض نامہ لکھیں۔ اور ایسی خلعت عطا فرمائیں۔ یہ عدل و انصاف سے دور ہے۔ یہ عریضہ اور وہ فرمان مصنوعی جو بادشاہ سے آیا تھا۔ مع خلعت اپنے ایک سردار مہتر عقیق کے ہاتھ روانہ کئے۔

آٹھویں داستان

اب جبتک کہ اس داستان پر آؤں یہاں ان ایلچیوں کی داستان کے دو کلمہ سنو کہ وہ اسی حالت سے بادشاہ کی حضور میں گئے اور جو واردات کہ ان پر گذری تھی۔ سب بیان کی۔ بادشاہ نے اس حال کو سنکر

مارے غصّے کے پیچ و تاب کھایا۔ اور برہم ہو کر بزرجمہر کی طرف رُخ پھیرا۔ اور کہا معلوم ہوتا ہے عرب باغی خیال رکھتے ہیں۔ کیا وہ مجھ کو نہیں جانتے۔ بزرجمہر نے کہا اس بارے میں بندہ کچھ رائے دینے سے قاصر ہے ورنہ حمزہ کا سلوک تو ایسا ہے کہ اگر کہیں تو حضور کے تخت کو اپنے سر پہ رکھ کر آدے۔ وہ نہایت سعادت مند ہے۔ ابھی یہ بات چیت کر ہی رہے تھے کہ مقبل وفادار بارگاہ خسروی کے دروازہ سے آیا۔ آداب بجا لا کر ایک عرضی خدمت میں پیش کی۔ یہ بختک کا جعلی نامہ تھا۔ شاہ ہفت کشور کشا نہایت برہم ہوئے اور بختک کی طرف دیکھ کر کہا۔ تو حرام زادہ ہے۔ ہزار تمن زر سرخ کا سزا کے طور جرمانہ کیا۔ اور کئی روز تک اس کو دربار میں آنے کا حکم نہ ہوا۔ آخر کار حکیم بزرجمہر کی سفارش سے بادشاہ نے قصور معاف کیا۔ اور امیر کو معذرت نامہ لکھا۔ اور اس میں عذر کیا کہ یہ بدذاتی بختک نے کی تھی۔ میرا قصور نہیں۔ اب میں نے بزرجمہر کے بیٹے امید بزرگ کو خلعت شائستہ و بائستہ کے ساتھ تمہارے پاس بھیجا ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ مع اثاثہ سلطنت و سریر اس کے ساتھ تشریف لاؤ۔ شاہ نے خود مہر لگا کر فرمان بھیجا۔ خواجہ لے کر روانہ ہوئے۔ اور اپنے گھر کے سامنے خواجہ بزرجمہر نے اصطرلاب رکھ کر گردش افلاک سے کواکب کی سیر دریافت کی اور ساعت مناسب دیکھ کر امیر کے لئے طلسم کا ایک اژدہا کی شکل بنائی۔ اور اس کا نام علم اژدہار رکھا۔ اور اس میں یہ صنعت رکھی کہ جب ہوا اسکے منہ میں پیچ کھا کر جاتی۔ تب اس میں سے خود بخود آواز یا صاحب قرآن کی متواتر تین بار پیدا ہوتی کہ ہر دوست دشمن کے کان میں جاتی اور خوشبو سے سب مشام تازہ ہوتا۔ یہ علم اور حضرت دانیال کی بارگاہ جو ان کے پاس تھی امیر کے لئے اور چار سو چوالیس ٹکڑے کسوت عیاری کے عمر کے لئے بھیجے اور اس لباس کا پہننا بزرگ امید کو تبلا دیا۔ کہ عمر کو اس طریق سے پہنائیو۔ اور شاہی فرمان بھی مع خاص بادشاہی خلعت کے دے کر روانہ کیا۔ بزرگ امید منزلیں طے کرتا ہوا جب مکہ کے نزدیک آپہنچا تو شہر سے کئی کوس پر مقام کیا۔ اتفاقاً اس روز عمر سیر کے لئے بیابان کو نکلا ہوا تھا۔ بزرگ امید نے اسے دیکھ کر پہچان لیا۔ اور شتر سے اتر کر پیدل ہوئے اور عمر کو اپنے پاس بلا کر گلے سے لگایا۔ اور خیمے میں لے گئے۔ اور نہایت خاطر کے ساتھ کہا۔ ہم اور تم دونوں بھائی ہیں۔ ۔۔ اللہ نے تمہارے واسطے عیاری یک دست بھیجا ہے۔ تمہیں پہنایا چاہتا ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ دس روز تک عمر نے جامہ عیاری کی دعریانی نہ دیکھا تھا۔ بزرگ امید نے عمر کو پہنا دیا۔ اور

ایک ساعت منگا رکھا۔ اور کہا طمع خام کے لئے کبھی ننگا نہ ہونا۔ اب یہ لباس پہن اور خدا تعالیٰ کی عنایت پر راضی ہو۔ عمر نے یہ سنکر رونا شروع کیا اور خواجہ زاد کی منت کرنے لگا۔ کہ میری پوشاک دو بزرگ امید ہنسے اور کہا اے بابا رہ روندگان عالم کو بہت ننگا اور پریشان کریگا۔ اس لئے میں نے تجھ کو برہنہ کیا عمر نے کہا خیر اسکام میں تمہارا شاگرد ہوں اسوقت بزرگ امید نے بقچہ اسباب نکالا اور کھول کر اوّل تنبان میانی عمر کو دیا اور پہنا عمر کا ستر لٹکنے لگا۔ عمر نے کہا باباجان نہایت بخیل ہیں۔ کہ میری خاطر تنبا ایسا بھیجا ہے کہ میرا ستر عریاں ہا خواجہ نے آنت بند نکالا جس پر سات رنگ ریشم کے پھول اور بوٹے بنے ہوئے تھے۔ وہ لنگوٹ عمر نے باندھا عمر نے کہا رحمت ہے والد کو میرے لئے بھی خلعت بھیجا اور میرے ستر کے لئے بھی۔ اس کے بعد خواجہ نے دو پیراہن نکال کر واسطے نرمی بدن اور اعتدال ہوا کے عمر کے گلے میں ڈالے۔ اور ان کے اوپر قبطورہ زربفتی پہنایا۔ اور جواہر کا نیم تاج عمر کے سر پر رکھا۔ جس کے اوپر ایک نقش نگار بنے تھے۔ پانچ مرصع خنجر عمر کی کمر میں لگائے۔ چوالیس رنگ عمر کی کمر باندھ کر بارمقام اڑتالیس گوشت چھ آوازہ چوبیس! شعبدے چھیانوے رنگ آدمی کے جسم اور سات ترکیب عملی ڈاڑھی باندھنے کی یہ سب عمر کو تعلیم دی۔ اور کیسر قارورہ لفظ کا اس کی کمر میں باندھا۔ اور قدرے سنبل کی روئی دواؤں کی شراب میں بھگو خشک کی ہوئی کہ جب پانی میں بھگوتے پانی شراب سا ہو جاتا ہے۔ اور موم روغن کی ڈبیہ وعطر بدن کی تری و خوشبو کے واسطے اور تریاق دانی بھری ہوئی عمر کو دی اور خطائی نان خطائی ہرن کے آفتاب گیر دھوپ سے بچنے کے لئے اس کی پیشانی پر باندھا۔ اور دُم طاؤس کا مگس ران ہاتھ میں دیا۔ اور مشکیزہ پانی کا شانے پر لٹکایا سپر تلوار کش چھریاں سر بری اور گوش بری اور بینی بری کی کمر میں لگائیں اور ایک چادر عیاری کی مشبلہ دار مثل دام ماہی دی کہ جس کو اس میں باندھے۔ اور پاپوش نرم پہنا کر خاک انداز سقرلاتی پشت پا پر نصب کیا اسی طرح چار سو چوالیس بارہ براق عیاری تصنیف بزرجمہر کا سب عمر کو پہنایا عمر اس اسباب کو سے کر بہت خوش ہوا۔ اور ادا نے شکر یہ کر کے رخصت ہوا۔ اور امیر کی خدمت میں گیا۔ یہ تمام احوال بیان کیا۔ امیر نے عمر کو گلے سے لگایا اور کہا یہ لباس کہاں سے پایا۔ عرض کی بندے کا یہاں قرب نہیں ہے۔ ورنہ جس کے پاس رہوں گا وہ مجھے اس لباس میں ہی رکھے گا۔ ہرمز تاجدار نوشیرواں کے بیٹے نے میری تعریف سنکر میرے واسطے یہ خلعت بھیجا ہے اور ہزار تمن کا مجھ کو نوکر رکھا ہے۔ آپ کے پاس رخصت کے واسطے آیا ہوں

آپ کیا فرماتے ہیں۔ امیر یہ سنکر آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور کہا اے عمر تجھ کو اپنا بھائی جانتا ہوں۔ کیا یہاں ایسی اور نوکری نہ تھی۔ اگر اب تمہارا ارادہ نوکری کا ہے۔ تو ہزار تمن کیا میں تمہارے پانچ ہزار مقرر کرتا ہوں۔ روزینہ پور کے واسطے ہر جائی مت ہو کہ اس میں بدنامی ہے۔ عمر نے امیر کے قدموں پہ سر رکھ دیا۔ اور کہا آپ کے سر کی قسم اگر جمشید آوے اور ہزار تمن روزانہ میرا مقرر کرے جب بھی آپکی بندگی سے ہرگز منہ نہ موڑوں۔ بندے نے اس وقت خوش طبعی کی۔ اور آپ ملول ہوئے۔ یہ لباس بزرجمہر نے میری خاطر بھیجا ہے۔ اور آپ کے واسطے علم اژدہا پیکر اور بارگاہ دانیال بھیجی ہے اور شاہ ہفت کشور نے معذرت نامہ لکھا ہے۔ اور خلعت بھیجا ہے۔ خواجہ بزرجمہر کا بیٹا بزرگ امید یہ سب لے کر آیا ہے۔ یہاں سے دو کوس پہ اس کا لشکر اترا ہے۔ آپ سوار ہو جیئے اور اس کے استقبال کے واسطے چلیں کہ بادشاہ کے خلعت کی عزت ضروری ہے۔ امیر مع ہمراہیوں کے اسی دم سوار ہوئے اور بزرگ امید سے ملاقات کی۔ بزرگ امید صاحب قرآن کے آنے سے نہایت خوش ہوئے۔ اور بادشاہ کی سرفرازی کا خلعت امیر کو پہنا کر حضور کا معذرت نامہ گذرانا امیر نے اس کو پڑھا۔ اپنے یاروں کو سنایا۔ سب نے مبارک باد دی۔ خواجہ نے وہ علم اژدہا پیکر اور بارگاہ دانیال امیر کو سونپے۔ امیر نے وہ علم اپنے علمدار طوق بن حیران کے حوالے کیا۔ اور رخصت ہو کر سوار ہوئے۔ مع خواجہ بزرگ امید علم کے سایے میں شہر مکہ میں داخل ہوئے۔ اور کئی روز تک جشن رہا۔ بعد فراغت جشن بزرگ امید نے کہا کہ مجھے آئے عرصہ ہوا۔ اب آپ کو بادشاہ کی خدمت میں چلنا لازم ہے۔ امیر اسی وقت مع خواجہ عبدالمطلب کے بیت اللہ گئے اور وہاں شرائط ادا کر کے گھر آئے اور خواجہ عبدالمطلب سے رخصت ہوئے۔ اور بھائیوں کو رخصت کر کے سفر کا اسباب مہیا کیا۔ اور تیس ہزار سوار خونخوار کی جمعیت سے مع رفقا مدائن کو روانہ ہوئے۔ ہر روز منزل ومراحل طے کرتے چلے جاتے تھے۔ پہلوان عادی کو فراش خانہ کا داروغہ کر کے اپنا پیش خیمہ اس کی تحویل کر کے روانہ کیا۔ کئی منزل کے بعد لشکر ایک دوراہے پر پہنچا۔ اور جی میں کہا یہ معلوم نہیں کہ امیر کس راہ سے جائیں گے! تو یہاں پیش خیموں کو اتروا کر انتظار کرنے لگا۔ بارے اس سے دوسرے دن امیر بھی وہاں تشریف لائے اور عادی کو پوچھا کہ یہاں کس واسطے قیام کیا۔ عرض کیا یہاں دوراہا ہے۔ اس

لئے غلام نے پیش قدمی نہ کی۔ اب جد ہر ارشاد ہو۔ امیر نے بزرگ امید سے دوراہوں کا حال پوچھا اس نے کہا ایک راہ مدائن کو جاتا ہے۔ اور آدمی اس راہ سے جلدی مدائن پہنچتا ہے۔ مگر پانچ برس سے راہ میں ایک شیر پیدا ہوا ہے۔ اس کے سبب سے یہ راہ بند ہے۔ کوئی اس راہ سے نہیں آتا جاتا۔ عمر نے یہ حال سنا۔ اور کہا ہمیں مدائن جانا ہے۔ بیشہ فیض سے کچھ کام نہیں مثل ہے۔ ع

راہ راست برو اگرچہ دور است

اس راہ سے جاکر اپنے آپ کو خواہ مخواہ خطرے میں ڈالئے سے کیا حاصل۔ بھٹ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ بہ نسبت اس کے کہ ہم جلد راہ سے گذریں گے۔ وہ دور کی راہ ہم کو اچھی ہے۔ لیکن امیر کے دل میں یہ خیال گذرا کہ اگر بیشہ فیض کی راہ سے گذریں گے تو لوگ ضرور کہیں گے کہ ابوالعلی مشیر سے ڈر کر اور راہ گیا۔ لازم ہے کہ اسی راہ سے چل اور پروردگار کی توفیق سے اس کو مار کر ایک تو اس موذی سے خلق خدا کو نجات ہو گی۔ دوسرا راہ سیدھا ہے۔ چنانچہ امیر نے سلاح بدن پہ لگا کر مرکب قیطاس پر سوار ہو اس راہ پر سب کو بڑھنے کو کہا۔ عمر بھی گھوڑے کا شکار بند پکڑ کر جلو میں ہمراہ ہوا۔ اور کہا اے امیر میں نے کبھی شیر نہیں دیکھا ہے۔ امیر ہنسے اور کہا بہت اچھا تمہارے سبب سے ہمارا بھی دل بہلے گا۔ باتیں کرتے ہوئے میدان کو طے کیا۔ شام ہوئی تو ایک درخت کے نیچے مغرب کی نماز پڑھی اور رات کو اسی پیڑ کے نیچے کاٹا۔ صبح کو خدا کی عبادت سے فراغت پاکر بالاتفاق پھر روانہ ہوئے۔ جب تیسرا پہر ہوا تو بیشہ فیض نظر آیا۔ اور وہاں کی ہوا بھی بھلی معلوم ہوئی۔ لطیف اور مسفا پانی کے چشمے ہر طرف بہتے۔ امیر اور عمر تفریح کناں اس بیابان کا نظارہ کر کے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔ گھاس کا یہ عالم کہ اس فراش نے جس کے سبب سے صفحۂ دنیا میں زینت ہے۔ کوسوں تک مخمل سبز کو بچھوایا۔ اور اس صحرائے گرد کوہستان گل ہزارہ کی الوانی نقاب ڈالے ہوئے ہیں۔ اس صبح عروسی کا سارا عالم دیکھ رہے تھے۔ کہ ایک طرف دشت نہ یہ کوہستان پھولا ہوا معلوم ہوا۔ امیر نے عمر کی طرف دیکھ کر کہا۔ خیال میں آتا ہے کہ شیر اسی جنگل میں ہو گا۔ کیونکہ شیر کے لئے اس سے بہتر جگہ نہیں ہے۔ عمر نے کہا دانتی نیستان ہے۔ چاہئے کہ اسی جنگل میں ہو۔ امیر اس جگہ گھوڑے سے اترے اور زین پوش بچھا کر بیٹھے اور سپر

کو چھاتی تلے دے کر شیر کے منتظر بیٹھے تھے اور عمر گھوڑے چرانے میں تھا۔ اور جنگل کے رنگ برنگ کے گلدستے بناتا۔ اور امیر کے پاس لے آتا۔ اس کی طرف سے امیر کو نہایت خطرہ تھا آپ بھی عمر کے ہمراہ پھرنے لگے۔ امیر ایک چشمے پر بیٹھ کر پانی کا تماشہ دیکھنے لگے۔ اور عمر گھوڑے کو درختوں کی آڑ میں چرا رہا تھا۔ کہ نیستان میں کھڑ کھڑاہٹ پیدا ہوئی۔ عمر اس طرف دیکھنے لگا وہ شیر کئی دن سے بھوکا تھا۔ آدمی کی بو اس کی ناک میں گئی تو جنگل میں سے باہر نکلا۔ عمر نے تمام عمر میں کبھی شیر نہ دیکھا تھا۔ جونہی نظر اس پر پڑی گھوڑے کو چھوڑ کر ایک درخت پر چڑھ گیا۔ اور عمر نے پکار کر کہا کہ حمزہ خدا کے واسطے بھاگ کہ شیر نیستان سے نکلا ہے

امیر اور عمر کا بیشہ فیض سے جانا اور عمر کا شیر سے ڈر کر درخت پر چڑھ جانا اور گھوڑے کو تنہا چھوڑنا۔ امیر کا شیر کو پاؤں سے پکڑ کر دے مارنا

میں ایک درخت پر چڑھ گیا ہوں۔ وہ شیر تیری طرف آتا ہے۔ امیر یہ بات سنکر بے اختیار ہنسے

کہنے لگے اور دغا مکار دیوانہ ہوا ہے۔ میں اس کے مارنے کا ارادہ کر کے آیا ہوں۔ تو مجھے بھگاتا ہے۔ وہ اگر میرے گھوڑے کو مارے تو یہ کیا معنے۔ میرا مرکب میری جان کے برابر ہے یہ کہہ کر اس شیر کی طرف متوجہ ہوئے اور عمر نے ظرافت شروع کی۔ امیر نے جب شیر کو دیکھا۔ تو عجیب صورت کا شیر ہے جو سر سے دم تک چالیس ہاتھ لمبا ہے۔ اس کو دیکھ کر امیر نے خدا کو یاد کیا اور شیر کو للکارا اور کہا کدھر جاتا ہے۔ شیر نے آدمی کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر ایک جست کی اور چاہا کہ امیر کا ہاتھ اور سر پکڑ کر دانتوں میں دبائے۔ امیر نے اس کو آتا دیکھ کر جھٹ بیٹھ گئے۔ اور شیر امیر سے تیر کر پیچھے جا پڑا۔ امیر نے شیر کے دونوں پاؤں پچھلے پاؤں پکڑے اور سر کے گرد چکر دیا۔ اور نعرہ اللہ اکبر کا کہہ کر اس زور سے زمین پر مارا کہ اس کی ہڈیاں چور ہو گئیں۔ عمر نے درخت سے اتر کر امیر کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور اس کی کھال کھینچ کر صاف کر کے گھاس سے بھری اور درخت سے لکڑیاں کاٹ گاڑی بنائی اور اس پر شیر کو بٹھلایا۔ اور امیر سے کہا کہ دیکھئے میں کیا کرتا ہوں۔ سر شام اس گاڑی کو لے کر امیر کے ہمراہ ہوا اور شہر کے قریب مدائن پہنچے۔ شہر سے باہر ایک بلند جگہ پر شیر کو بٹھلا دیا۔ اور آپ امیر کے ہمراہ لشکر اسلام میں داخل ہوا (باقی داستان شب فردا)

نویں داستان

نوشیرواں کو امیر کے آنے کی خبر ہونا اور استقبال کرنا اور عمر کا شرط جیتنا

راوی بیان کرتا ہے کہ جب امیر اور عمر اپنے لشکر میں داخل ہوئے اور یہاں صبح کو شہر کا دروازہ کھلا۔ اور جو اہل مشقت تھے۔ باہر نکلے تو ان میں سے ایک کی نگاہ شیر پر پڑی بے اختیار ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ ساتھ والوں نے غل مچایا اور شہر میں بھاگے۔ لوگوں نے شہر کا دروازہ بند کر دیا اور بادشاہ کو جا کر خبر دی۔ شاہ آپ سوار ہو کر برج پر گئے اور دیکھا کہ ایک ٹیلے پر واقعی شیر بیٹھا ہے۔ راوی لکھتا ہے کہ مقبل وفادار کا خیمہ لشکر سے باہر تھا۔ وہ بادشاہ کے سلام کو ہر روز آتا تھا۔ اس روز مع چالیس پچاس سوار کے جونہی قلعہ کے نزدیک آیا۔ ایک عجیب طرح کا غوغا دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ کیا

معاملہ ہے۔ دیکھا تو پشتے پر ایک شیر بیٹھا ہے۔ مع اپنے سواروں کے شیر کی طرف چلا۔ قریب جا کر خیال کیا کہ یہ شیر ذرا جنبش نہیں کھاتا۔ ایک ہی طرح بیٹھا ہے۔ پاس جا کر معلوم ہوا کہ بیشۂ فیض سے اس شیر کو امیر نے مارا ہے۔ اور عمر نے عیاری سے اس کو یہاں بٹھلایا ہے۔ جا کر بادشاہ سے یہ تمام احوال بیان کیا۔ شاہ مقبل سے نہایت خوش ہوئے اور دروازہ کھلوا کر باہر نکلے۔ پاس جا کر شیر کو دیکھا اور قلعہ میں واپس آ کر مجلس جشن آراستہ کی۔ ہر ساعت از روئے مہربانی کئی صندوق زر سرخ و سفید مقبل پر عنایت کئے۔ امیر کے آنے کی خبر سے نوشیرواں کو کمال شگفتگی حاصل ہوئی۔ جب دربار برخاست ہوا مقبل اٹھ کر آداب بجالایا۔ اور پایۂ تخت کو بوسہ دے کر کہا۔ غلام امیدوار ہے کہ حضور سے رخصت ہو کر امیر کی خدمت میں (جو بیشۂ فیض کے شیر کو مار کر نزدیک پہنچے ہیں) لازم ہے کہ حاضر ہوں۔ تب بادشاہ نے رخصت کیا۔ اور اس ملک کا میوہ تر و خشک تھا مع ایک دستخطی فرمان کے امیر کے لئے مقبل کے حوالے کیا۔ مقبل باہر نکل کر مرکب تازی نژاد پر مرصع کار ساز لگا کر اور خود جواہر پوش ہو کر سوار ہو کے مع تین ناطر بال بڑے طمطراق سے بیشۂ فیض کو چلا۔ جب تک اس کی داستان پھر کہوں اب دو کلمہ داستان صاحب قِرآن امیر اور عمر کے ملاحظہ کیجئے کہ جب عمر اس شیر کو وہاں رکھ کر شہر میں داخل ہوا۔ کئی سردار پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی خاطر دو تین مقام کئے۔ کہ وہ بھی آ لیں تب مدائن کو چلیں۔ ایک روز امیر کے اشارے کے بموجب عمر اسی جنگل سے باہر نکل کر مدائن کی طرف روانہ ہوا۔ قریب جا کر دیکھا کہ ایک جماعت قلعہ سے باہر نکلی۔ اور بیشۂ فیض کی طرف روانہ ہوئے۔ عمر نے پاس جا کر دیکھا تو مقبل اس شان و شوکت سے آتا ہے عمر اسے دیکھ کر کھڑا ہوا کہ شاید مجھے دیکھ کر گھوڑے سے اتر کر بغلگیر ہو۔ لیکن اس کی نگاہ جو عمر پر پڑی دیکھ کر ہنسا اور پوچھا کہ امیر کہاں ہیں۔ جو تو یہاں آوارہ پھرتا ہے۔ اس کی یہ حرکت عمر کو ناگوار گذری جواب دیا۔ اے کم بخت تجھ کو امیر نے بادشاہ کے حضور میں رہنے کو بھیجا ہے۔ تو کس کے حکم سے باہر آیا ہے۔ مقبل نے کہا میں نے سنا ہے کہ امیر اس شہر کی طرف آئے ہیں ان کی ملازمت کے واسطے آیا ہوں۔ تو نے بہت برا کیا جو شہر سے باہر آیا۔ مقبل نے کہا تو دیوانہ ہوا ہے۔ جو مجھ سے خرابی کرتا ہے۔ عمر بہانہ تو ڈھونڈتا ہی تھا۔ کہا سن اے کالے غلام تم نے یہ مقدور پیدا کیا ہے۔ کہ مجھ کو کہتا ہے کہ میری برابری مت کر اپنے نیم تاج کے دور سے فلاخن کو کھولا اور اس کو گوفن کے گلے میں ایک سنگ تراشیدہ، و خراشیدہ آفتاب دیا ہوا آب خوردہ رکھ کر مقبل کو مارنے کا ارادہ کیا وہ سنبھلنے نہ پایا کہ عمر نے مارا۔ اور مقبل کی پیشانی پر لگا اور خون جاری ہوا۔ مقبل نے سواروں کے

اور کچھ علاج نہ دیکھا کہ روتا ہوا امیر کی خدمت میں آیا۔ امیر نے اس کا یہ حال دیکھ کر خیال کیا کہ شاید اہل مدائن نے
اس کو تسلّی دی۔ اور عمر کی اس حرکت پہ بے اختیار ہنسے۔ اور فرمایا کہ خاطر جمع رکھ۔ جب عمر آئے گا۔ تو ہم اس سے
اس کی پرسش کریں گے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عمر بھی گرد آلود آیا۔ امیر نے کہا عمر تو نے مقبل کا سر کیوں توڑا
جواب دیا کہ امیر خداوند ہیں انصاف کریں۔ کہ دنیا میں آدمی سے آدمی ہر بات کی توقع رکھتا ہے۔ ایک مدّت کے
بعد مجھ سے اور اس کی ملاقات ہوئی۔ آپ کی خدمت میں ہیں اور یہ دونوں برابر ہیں اسکا کیا سبب ہے کہ میں اس کی ملاقات
کو کھڑا ہوا۔ اور یہ از روئے تکبر مرکب پر سوار نہ سلام علیک نہ تواضع نہ یہ گھوڑے سے اتر کر بغلگیر ہوا۔ لباس جواہر
نگار اور صندوق زر سرخ پر اپنے آپ کو بھول گیا۔ سچ کہتے ہیں کہ خدا کم ظرف کو مقدور نہ دیوے۔ **بیت**

نہ منعم بمال از کسے بہتر ست   خر ار جل اطلس بپوشد خر ست

امیر نے حال معلوم کر کے مقبل سے کہا گناہ تیرا ہے۔ اور عمر کو تو نے بیجا خفا کیا۔ اب لازم ہے کہ آپس میں صلح کرو مقبل راضی
ہوا۔ لیکن عمر نے صلح قبول نہ کی۔ کہا وہ مرد صاحب مال و منال اور میں عیار بے اعتبار مجھ کو اس سے کیا نسبت۔ جب
مقبل نے دیکھا کہ عمر تصفیہ نہیں کرتا۔ امیر سے کہا کہ عمر کی نگاہ اس مال کے صندوق پر ہے۔ انہیں اسکو کچھ دیجئے
کہ میرے گناہ بخشے۔ امیر نے ایک صندوق عمر کو دیا جونہی اس نے صورت مال کی دیکھی مقبل کو گلے سے لگایا اور صلح
کی مقبل نے تحفہ شاہ گذرانا اور سوغات حاضر کی۔ امیر نہایت خوش ہوئے۔ اور میوہ یاروں میں تقسیم کیا۔ وہ رات
تو وہیں گذری۔ دوسرے دن امیر بزرگ اُمید کو مدائن رخصت کیا۔ اور ان کے جانے سے تیسرے دن امیر بھی
اپنے لشکر کوچ کر کے آہستہ آہستہ چلے۔ وہاں بزرگ اُمید نے بھی بادشاہ کی ملازمت سے سرفرازی حاصل کر کے امیر کا حال
سنایا کہ حمزہ حسب الامر آپ کے حاضر ہوا ہے۔ اور یہاں سے چار فرسنگ پر پہنچا ہے۔ حضور میں خبر کرنی ضروری تھی۔
بادشاہ نے بزرجمہر کو فرمایا کہ تم جس کو مناسب جانو صاحب قرآن کے استقبال کے واسطے بھیجو۔ ہاتھ باندھ
کر عرض کی۔ کہ آپ نے اس کو اس درجہ پر سرفراز کیا ہے۔ کہ اس کی عزت ہوئی۔ اور آپ کی پابوسی کی تمنا میں
وہ یہاں تک آیا ہے۔ اب تو لازم ہے کہ شہریاری الطاف سے شہر سے چند قدم باہر چل کر آپ ہی
اسے لائیے۔ اس کو آنے کی اُمید ہے۔ اگر وہ اس طرح قلعہ میں داخل ہوگا۔ تو زیادہ ممنون و مشکور
رہے گا۔ اس بات کو سنتے ہی سامعوں میں ایک شور پیدا ہوا کہ بادشاہ کو کیا بنی ہے۔ کہ بادشاہ
ہفت کشور ہو کر ایسے ایک مکّہ کے رئیس زادے کے استقبال کے واسطے جاوے۔ تمام عالم
کہے گا۔ جب ان دشمنوں نے بات کو یہاں تک پہنچایا تو بزرجمہر نے ان کے جواب میں کہا کہ حمزہ کا معاملہ ان

باتوں سے نسبت نہیں رکھتا۔ اس کی خبر تم لوگوں کو نہیں کہ وہ شاہ کا پسر خواندہ ہے اور تربیت کر کے اس مرتبہ کو پہنچایا ہے۔ جو کچھ وہ کرے اس کا اقبال ہے۔ دوسرے قوم کا بھی سردار ہے۔ سب اس کو ممتاز جانتے ہیں۔ بہترین سردار عرب ہے۔ تیسرے بادشاہ کو نہیں دیکھا۔ اور غائبانہ اپنی جان نثار کر کے وہ لڑا اور ہشام کو مارا اسکا حق تمام ساسانی قوم کے مرد و زن خورد و بزرگ پر ہے۔ کہ اتنے ہزار آدمیوں کو قید سے چھڑایا ہے جو سب تمہارے اقربا زن و فرزند تھے۔ پس سب کو لازم ہے کہ اس کی خدمت کریں سوا اس کے اکثر بادشاہزادوں اور پہلوانوں کو زور بہادری سے مطیع کر کے بندگانِ عالی سنگ میں لایا ہے۔ مثل منظر شاہ یمنی و نعمان بن منظر یسلطان بخت مغربی وطوق بن حیران حرامی و عمرو معدی کرب ومقبل وفادار و عمر عیار اور بیس ہزار سوار۔ غرض بزرجمہر نے ایسی تقریر سے یہ جملے ادا کئے کہ ساسانیوں نے سکوت کیا۔ تب بادشاہ نے سواری منگوا کر چار ہاتھی کے تخت پر سوار ہو کر مع اپنے تمام امرا کے امیر کے استقبال کی جانب متوجہ ہوئے۔ اور اپنے بیٹوں اور وزیروں اور لشکر نے نہایت دشکوہ شہریاری سمیت قلعہ سے باہر نکلے۔ اس روز سوار اور پیادوں کے چلنے سے غبار آسمان تک پہنچا۔ ناوک انداز تیر انداز اور مستعد اور ایک طرف جلوس برابر ستر عیار جو اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ سازندے چالاک اور تیز دست گھوڑوں پر سوار گاتے بجاتے اور عالم حشر کا منظر سب کو دکھاتے اور باقی ہائے گل اندام شراب ارغوانی کے جام ہر ایک کو پلاتے چلے جاتے تھے۔ ان کے بعد سالار اور سردار ساسانی خوگبامری گھراپ سے گھوڑوں پر گینڈوں پر ہاتھیوں پر تختوں پر سوار جب بادشاہ کی سواری مدائن سے دو کوس پر آگے بڑھی تو بیشہ نیفض کی طرف ایک گرد سیاہ مانند زلف عروساں پیدا ہوئی جب نزدیک پہنچے اور گرد کا دامن چاک ہوا تب تیس ہزار سوار و تیس ہزار کا علم نشان اس میں سے نمودار ہوئے اور علم اژدہا پیکر کے سایہ تلے امیر مرکب سیاہ قیطاس پر سوار مع سرداران نامدار بشکوہ سپہ سالاری بادشاہ کو دکھائی دیئے اور امیر کے جلو میں بابانے زندگان عالم سرسر مہتگان روزنگار عمر عیار قنطورہ زیفتی دیا تا بہ سفر لائی دگونن عیاری وحلیہ ہائے ناقہ آراستہ کئے ہوئے اور تمام شاگرد ہمراہ لئے ہوئے سازنوازی کرتا ہوا اور صاحب قرآن پیغمبروں کا اسلاح بدن سے لگائے ہوئے اور گھوڑے پر جوشن جواہر نگار اور جوشن پر جلا جل ہیں کئی رنگ حیدری لگے ہوئے اور اس گھوڑے کی پیٹھ پر امیر بہادرانہ بیٹھے ہوئے پندرہ یا سولہ برس کے سن سال ہیں مثل ماہ شب چہار دہم اور چہرے پر خال سبز رنگ ہاشمی گلابی لئے ہوئے اور نقش ابراہیمی چمکتا ہوا

نہایت بھلا معلوم ہوتا تھا۔ غرض امیر کی یہ شان و شوکت ہر ایک شخص حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ نوشیرواں کا یہ عالم تھا کہ صاحب قرآن کی طرف گویا آنکھیں سیدھی نہیں ہوتی تھیں۔ اور جس نے امیر کی یہ وضع دیکھی ارادہ برابری کا دل سے اٹھا دیا۔ امیر کی نظر جونہی بادشاہ پر پڑی فوراً جست کر کے خانہ زین سے اتر کر زمین پر کھڑے ہوئے اور وہ تخت آثار سلطنت کہ ہشام مدائن سے غارت کر کے لے گیا تھا۔ اور یہ اصل تخت خسروی تھا۔ امیر نے اپنے سر پر اٹھا کے چالیس قدم چل کر بادشاہ کی توقیر و تعظیم کی۔ کہ لوگ یہ جانیں کہ میں رستم سے کم نہیں ہوں کیونکہ ایک وقت میں جبکہ خسرو نے توران کو مسخر کر کے ایران کا ارادہ کیا اور اہل ایران نے اس کو اپنی بادشاہی میں قبول کیا۔ تو اس روز رستم بن زال تخت ایران کو اپنے سر پر اٹھا کر تیس قدم بادشاہ کی تعظیم کو گیا تھا۔ بادشاہ کو امیر کی یہ حرکت نہایت خوش آئی۔ ہاتھیوں کو بٹھوا کر اپنے تخت سے اتر کر زمین پر کھڑے ہوئے اور خادو خاں کو اشارہ کیا کہ تخت امیر کے سر سے بہت جلد اتاریں اور آپ دوڑ کر امیر کے پاس چلے تھے۔ کہ امیر آ کر قدمبوسی ہوئے۔ شاہ نے امیر کو دونوں بازو سے پکڑ کر مان جان گلے لگایا۔ اور دونوں ابرو کے درمیان بوسہ دیا۔ اور اسی دم امیر کو فرزندان ہرمز اور فرامز سے بغلگیر کرایا اور بختک و بزرجمہر و دیگر سب سرداراں سے ملاقات کرائی۔ (باقی داستان شب فردا)

بادشاہ نوشیرواں کا بمعہ سرداروں و امیر کے استقبال کو جانا اور امیر کا خالی تخت اٹھا کر چالیس قدم لیکر چلنا اور بادشاہ کی قدمبوسی اور ہمراہیوں سے ملاقات کرنا
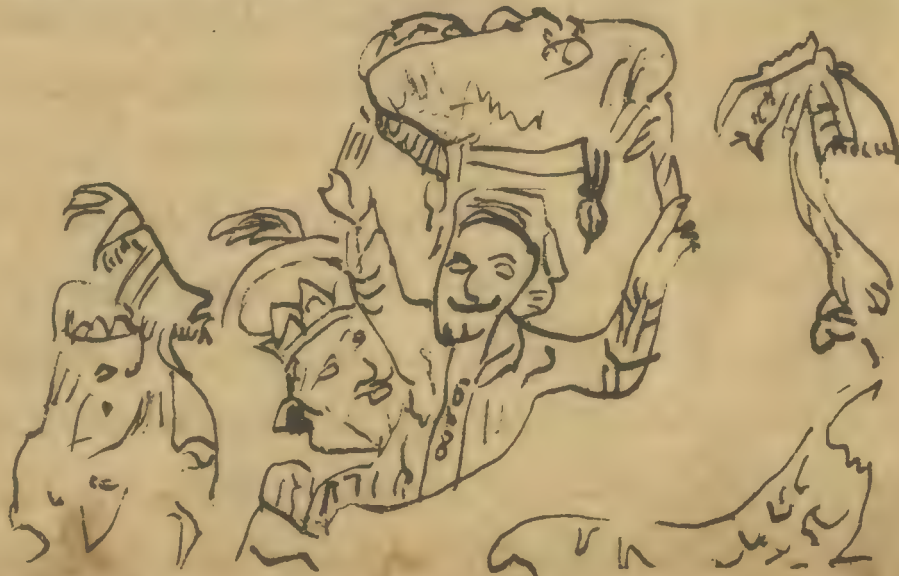
دو شنبہ کو قصہ یہاں تک پہنچایا تھا کہ جب امیر بادشاہ کی ملاقات کر چکے تو خواجہ بزرجمہر نے بادشاہ سے عمر کی تعریف کرنی شروع کی اور اس کو حضور میں لائے۔ شاہ نے اسکی طرف مہربانی سے پاؤں پھیلایا کہ وہ چومے اور ہاتھ زانو پہ رکھا۔ عمر نے بادشاہ کا قدم چوم کر پاؤں پر بوسہ دیا۔ اور دست بوسی کیوقت شاہ کی انگشتری اس چالاکی سے اتار لی کہ کوئی ہرگز واقف نہ ہوا۔ اور بادشاہ سے ملازمت کر کے لوگوں سے بغلگیر ہونے لگا۔ جب ملک بختک تک نوبت آئی تو عمر نے ہمکنار ہوتے وقت وہ انگوٹھی آہستہ سے اس کی جیب میں ڈال دی اور ہر ایک نے امیر نامدار سے ملاقات کی اس وقت بادشاہ نے گھوڑا طلب کیا۔ اور سوار ہو کر صاحب قرآن کے ہمراہ مدائن کو متوجہ ہوئے۔ اور عمر مع اپنے عیاروں کے نوشیرواں کے جلو میں قدم بہ قدم مارتا ہوا چلا اور اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ خبردار کسی غیر کو اپنے بیچ نہ آنے دینا۔ تب نوشاہ جو عیاروں کا مہتر آتش نامی تھا۔ اس نے عمر کو ڈانٹا۔ اور لڑکے جگہ پہچان کہ بادشاہ کے جلو کا حق میرا ہے۔ عمر نے تو بھی اپنے کام میں ایک ہے۔ ابتک تو اس پر تھا۔ مگر آئندہ تجھے یہ خدمت نہیں پہنچ سکتی۔ کیونکہ پانی نہ ہو تو تیمم کرتے ہیں۔ آتش عیار سن کر غصہ میں آیا۔ اور واہیات بکنے لگا۔ یہ گفتگو میر اور بادشاہ نے سنی۔ احوال دریافت فرمایا۔ آتش نے عرض کی کہ غلام شہریار آپ کے آزدوئے خاص میں عیاروں کا سردار ہوں اور یہ عیار بچہ مجھے جو میں جگہ نہیں دیتا۔ بادشاہ نے عمر سے کہا تو کیا کہتا ہے۔ عمر نے جواب دیا کہ عیاری صرف باتوں سے نہیں ہوتی وہ کسب اور ہنر سے تعلق رکھتی ہے بالفعل اس فن میں بڑا پیشہ دوڑنا ہے۔ اگر اس بات کا امتحان منظور ہو تو یہی گیند اور یہی میدان آزمائش کر لے۔ بادشاہ نے کہا عمر تو نے خوب کہا۔ ہم نے ایک بات ٹھہرائی ہے۔ اس میں دونوں کا امتحان معلوم ہو جائے گا کہ مدائن کے قلعہ کا دروازہ یہاں سے ایک فرسنگ ہے۔ ایک ایک تیر دونوں آدمی لیں۔ جو شخص پہلے دربان کو دے وہ زیادہ ہے۔ دونوں نے قبول کیا۔ بادشاہ نے ایک ایک تیر ان دونوں کو دلوایا۔ یہ دونوں عیار حضور سے تیر لے کر روانہ ہوئے۔ اور کتف بہ کتف قدم بہ قدم مارتے چلے۔ جب سواری کچھ آگے بڑھی عمر دانستہ پیچھے رہ گیا اور آتش آدھ کوس آگے نکل گیا۔ تب ہر ایک کہنے لگا کہ عمر نے مہتر عیاروں سے شرط باندھ کر اپنے اوپر ناحق بلا مول لی۔ آخر وہ ہی زور آور تھا۔ کہ آگے پہنچا اور یہ پیچھے رہ گیا۔ عمر نے لوگوں کی باتیں سنکر اپنے پاپوش پاؤں پر راست کئے۔ اور وہاں آتش اڑا جاتا تھا۔ اور دل میں کہتا تھا کہ میدان سے میں گوئے سبقت لے گیا۔ اب عمر کب پہنچ سکتا ہے۔ نزدیک تھا کہ دروازے پر پہنچے۔ بابائے روندگان اپنے آپ کو پہنچایا۔ اور پشت کر کے دو لاتیں اس زور سے اس کی گردن کے نیچے دونوں شانوں کے بیچ میں لگائیں کہ وہ بے اختیار گر پڑا۔ سر اس کا پھٹ گیا۔ عمر نے اس کا نصف تاج عیاری سر سے اتار لیا

اور اپنے آپ کو دربان کے پاس پہنچایا اور تیر دیا۔ اور عمر پھر کر بادشاہ کی خدمت میں گیا۔ اور بادشاہ امیر کی
رکاب کو بوسہ دیا اور اس کا نیم تاج دکھایا۔ یہ سنکر شاہ مع سب سرداروں کے خوب ہنسے۔ لیکن عیار
اس شرمندگی سے حضور میں نہ آیا۔ اپنے گھر کو گیا۔ جب بادشاہ کی سواری مع صاحب قرآن شہر کے دروازے
پر پہنچی تو بادشاہ نے فرمایا کہ امیر کا لشکر تل اشادکام پر اترے جو قلعہ سے باہر ایک جگہ ہے جس کو تل شادکام
کہتے ہیں۔ اپنا اور صاحبقرآن کا لشکر وہاں اترا۔ خیمے اور سراپردے ایستادہ ہو گئے۔ اور امیر بادشاہ کے ہمراہ
شہر میں داخل ہوئے۔ قلعہ عجیب طرح کا آراستہ دیکھا۔ کہ برج و کنگرہ ہر جانب کی فصیل کا محکم خندق پر آب و خاک
ریزہ و سنگ اندر تیار شہر میں باغات و قصر ایوان و کوشک و بت خانے و خانقاہ و مدرسے و ہر جگہ پر مفید
ایک لطف معلوم دیتے تھے شہر نہایت آراستہ و پیراستہ، زیب دہندہ و زینت بخش ہر چہار طرف اور ہر ایک
آراستہ امیر نے جو بیاں کی رعیت کے اتر با ہشام کی قید سے چھڑا کر بھیجے تھے۔ تمام شہر میں غلغلہ خوشی کا
ہوا۔ دوکانداروں نے اپنی اپنی دکان کو بادے اور زربفت سے مڑھا۔ اور پوشاک نفیس پہن کر ہر ایک شخص
اپنی دوکان میں امیر کے دیکھنے کے اشتیاق میں بیٹھا۔ اور ہر کوچہ میں پا انداز مخمل اور کمخواب کا بچھا۔ جواہرات
کا بازار میں ڈھیر لگا دیا۔ شہر میں ایک عید کا مجمع تھا۔ کہ امیر برکاب بادشاہ کے سیاہ قیطاس پر سوار آئے۔
ہر ایک شخص امیر کو دعا دینے لگا۔ حتیٰ کہ بادشاہ ہفت کشور بارگاہ جمشیدی کے دروازے پر پہنچے اور گھوڑوں
پر سے اتر کر اندر داخل ہوئے۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ امرائے اہل اسلام داہنے ہاتھ پر بیٹھیں۔ اور شاہزادہ ہرمز
کے زیر دست عمر کو جگہ دو عمر کرسی مرصع نگار پر تکیہ لگا کر بیٹھا۔ بزرجمہر کے پہلو میں تمام حکیم بیٹھے۔ اور تمام سردار کفار
شاہ کے دست چپ کو تھے۔ بادشاہ نے امیر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ تم اپنے لائق مکان دیکھو۔ اور جہاں جی چاہے
وہاں بیٹھو۔ امیر نے دل میں کہا کہ ایسی جگہ بیٹھے جہاں کوئی ہمسری نہ کر سکے۔ مثل ہے۔ گربہ کشتن روز اوّل باید۔
بادشاہ کے برابر ایک صندلی جواہر نگار بچھی تھی۔ کہ وہ رستم کی مشہور تھی۔ امیر اسی پر بیٹھے۔ اور شاہ کو نہایت
ادب و تعظیم سے مجرا کیا۔ لیکن جس وقت امیر نے اس کا غاشیہ اٹھا کر قدم رکھا تو ساسانیوں میں فغاں پیدا ہوئی کہ ہمزہ کا
کا یہ مرتبہ نہیں جو رستم کی کرسی پر بیٹھے۔ لیکن روز اوّل تھا۔ اس خاطر چپ ہو رہے۔ کہ مہمان ہے۔ ابھی اس سے
پرخاش ٹھیک نہیں۔ بادشاہ اس کے واسطے اور جگہ مقرر کریں گے۔ سب اسی خیال میں تھے۔ کہ بادشاہ نے
کئی خوان زرسرخ و سفید کے منگوا کر امیر کے سر پر نثار کئے۔ اور امیر نے جو تحفہ شاہ کو گذرانا
اس سے وہ بہت خوش ہوا۔ بعدہ شاہ نے شربت طلب کیا۔ جوانان خوبصورت خوشخصال وشیریں زبان جام

شربت تیار ہونے لگے۔ یاروں کو دست بدست دیتے۔ جب شاہ امیر مع امرا شربت پی چکے تو عوانِ سادہ جواہر
نگار خوان لیکر حاضر ہوئے۔ ہر قسم کی ہر نعمت جو عالم میں تھی۔ بے قیاس لاکر چنی۔ جب کھانے سے فراغت ہوئی
اور ہاتھ دھو چکے تو آپس میں خوش طبعی کرنے لگے۔ اور رمز و رموز ہوتے رہے۔ اور ساقیان سیمیں سیاق
بعد طرق مجلس میں حاضر ہوئے۔ اور شراب کا دور گردش میں آیا مطربان خوش الحان جہانتک تھے حاضر ہوئے
اور صدائے ساز و آواز بلند ہوئی۔ عیش نسیم سے اس گلستانِ محفل میں غنچۂ دل ہر ایک کا شگفتہ ہوا۔ اس وقت
شاہ نے عمر کو از راہ سرفرازی فرمایا۔ بابا ہم کو تمہارے گانے کا نہایت اشتیاق ہے۔ تم کچھ گاؤ۔ عمر نے حضرت
داؤدؑ کا دوتارا لے کر بجانا شروع کیا۔ اور کئی شعر درد آمیز ایسے گائے کہ ہر طرف آوازہ واہ واہ کی پیدا ہوئی۔
اور شاہ نے اس وقت قصد کیا کہ انگشتری زر ہاتھ سے نکال کر عمر کو دے۔ خیال کیا تو انگلی میں انگوٹھی معلوم
نہ ہوئی۔ کہا تلاش کرو۔ کس نے لی ہے۔ عمر نے کہا سوائے خلوتیوں کے کوئی باہر سے نہیں آیا۔ حکم ہو تو ان سب کی
تلاشی لی جائے کہا اچھا۔ عمر پکار پکار کر کہنے لگا۔ کہ یارو جس نے انگوٹھی پائی ہو حوالے کر دے کیونکہ شاہ ہرگز کچھ
نہیں فرمادیں گے۔ میں تقصیر معاف کرادوں گا۔ لوگ ڈھونڈنے لگے۔ اور ہر شخص کہتا الحمد اللہ ہم بھی باہر نہیں گئے
بادشاہ نے فرمایا مردمان اسلام میں کسی نے نہیں لی۔ ہمارے ہی آدمیوں کو دیکھو جب پر داکی تمام ہوئی۔ تو
شاہ ہفت کشور کے حکم سے جلسہ کے ایک ایک آدمی کو دیکھ چکے۔ اور کسی کے پاس نہ ملی۔ پھر حکیم بزرجمہر کو حکم ہوا
کہ تم حکما و علما کا جھاڑ الو۔ خواجہ ہر ایک کی جیب و کمر دیکھنے لگے۔ جب بختک کے پاس آئے تو وہ خاتم اس
کی جیب سے نکلی۔ شاہ نے فرمایا کہ زہے بہرہ کہ نیت چوری کی رکھتا ہے۔ اس کو سیاست کرو۔ کہ پھر ایسی
حرکت نہ کرے۔ امیر نے بادشاہ کے کان میں آہستہ سے کہا کہ اس پر غصہ نہ فرمائیے۔ یہ بے تقصیر ہے۔ یہ
خوش طبعی عمر کی ہے۔ شاہ نے اس کی تقصیر معاف کی۔ اور عمر کی تیز دستی دیکھ کر حیران ہوئے۔ اور وہ انگشتری
عمر کو بخشی۔ اور امیر کو سرو پا مرصع اور اہل اسلام کو خلعت جواہر نگار عنایت فرمایا۔ اور امیر کو ارشاد کیا کہ
ہر روز دربار میں وقت پر مع رفقا حضور میں حاضر ہوا کرے۔ اس وقت امیر رخصت ہو کر تل شادکام
کی طرف روانہ ہوئے۔ اس روز ملک بختک نے ایک رقعہ عمر کی خدمت میں اس مضمون کا لکھا کہ
اے بابائے رونددگانِ عالم میں تم سے التماس رکھتا ہوں۔ کہ پھر کبھی دوسری مرتبہ ایسی
حرکت نہ کیجیئے گا۔ کیونکہ میں ساسانیوں میں نام و نشان رکھتا ہوں۔ یہ ظرافت میرے لئے سبکی رکھتی
ہے۔ اور پانچ سو تومان میں نے آپ کی خاطر بھیجے ہیں۔ اور پانچ سو کا خط اپنے پاس رکھئے۔ بعد

چند روز کے یہ بھی حاضر کر دوں گا۔ عمر نے وہ خط پڑھا۔ اور نہایت خوش ہوا۔ اور اپنے دل میں کہا یہ فال
مبارک ہے۔ پہلے روز مال کی دکھائی دی۔ چاہیئے کہ اسی طرح دستیاب ہوتا رہے۔ اس خط کا جواب لکھ کر
عیار نے دیا۔ اور معذرت کی۔ اس کے دوسرے روز امیر مع امرائے نامدار بارگاہ خسروی میں گئے۔ اور بادشاہ
کو مجرا کر کے رستم کی صندلی پر بیٹھے۔ اس روز بادشاہ نے کمال مہربانی فرمائی۔ اور ساسانی و مجوسی اور گیامرسی
قوم کے لوگ اور اکثر حکیم اور وزیر و ندیم جو کافر تھے انہوں نے امیر کی دشمنی پر کمر باندھی اور فتنہ و فساد کے
تجسس میں رہنے لگے۔ کہ کوئی بات ایسی پیدا کیجئے۔ کہ اس کو بادشاہ کی نظر میں گرا دیجئے۔ ایک دن فولاد بن گستہم
بارگاہ کے دروازے سے اندر آیا۔ قد مینار کے برابر مرصع پوس زرہ سے دامن کو گردانے ہوئے دست بہ
قبضہ سرخ چہرہ بنائے ہوئے سامنے آکر بادشاہ کو مجرا کیا۔ بارگاہ حضور میں جس قدر سردار کفار و امرائے
نامدار موجود تھے۔ واسطے تعظیم کے سب کے سب کھڑے ہوئے۔ اور ایک فولادی کرسی زبر دست پر
شاہزادہ ہرمز تاجدار کے برابر بیٹھا۔ اور بچشم غضب امیر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اے ابوالعلی شاہ
نے مجھ کو کابل بھیجا تھا۔ تم جو میرے باپ کے دنگل پر بیٹھے۔ کیا ارادہ رکھتے ہو۔ اور نوشیرواں سے کہا
کیا یہی چاہیئے تھا کہ اسے لڑائی پر بھیجا جو دشمن کو زیر کر کے لے آتا۔ اور اس کے آنے تک آپ نے
صبر نہ کیا اور میرے باپ کی جگہ مکہ کے ایک رئیس زادے کو دی بغرض بادشاہ سے ایسی باتیں کیں کہ امیر سے رہا
نہ گیا۔ شاہ سے عرض کی یہ کیا کہتا ہے۔ فرمایا اس کا نام فولاد بن گستہم ہے۔ اور بہرام گرد شاہ چین نے مجھ سے سرکشی کی تھی۔
میں نے اس کے باپ کو مقابلہ کے لئے بھیجا ہے۔ شاید وہ اسے لے کر بارہ دن میں پہنچے۔ اور وہ اس کرسی پر بیٹھتا تھا۔
جس پر تم بیٹھے ہو۔ اور وہ میری فوج کا سپہ سالار ہے اور بہادری میں لاثانی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ میرے باپ کی جگہ یہ کیوں بیٹھا
ہے۔ امیر نے جو یہ بات سنی تو کہا کہ میرا بھی یہی مقصد تھا کہ مجھ سے زور آوری کا امتحان کر لے۔ اس کے باپ کو کب یہ
طاقت ہے کہ میرے سامنے شجاعت کی ڈینگ مارے۔ زور آوری سے آنکھ ملائے۔ فولاد کا سارا بدن
کانپ گیا۔ کہا اے امیر بادشاہ کے پاس بیٹھ کر لات مارنی اچھی نہیں ہے۔ اگر منظور ہو تو آؤ ہم پنجہ کریں۔ اس میں
زور معلوم ہو جائے گا۔ امیر نے کہا آؤ بسم اللہ میں بھی یہی چاہتا ہوں۔ وہ اٹھ کر امیر کے پاس آیا۔ اور اس نے
اپنا پنجہ امیر کی طرف بڑھایا۔ امیر نے اس کے پنجہ میں پنجہ لاکر ایسا زور کیا۔ کہ وہ گبر بچہ تاب نہ لا سکا۔ کرسی سے
گر ہی پڑا۔ اور خنجر کھینچ کر امیر پر دوڑا۔ امیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر خنجر ہاتھ سے نکال کے اپنی طرف ایسا کھینچا
کہ دو زانو بیٹھ گیا۔ ہرمز تاجدار نے اس کو امیر کے ہاتھ سے چھڑایا۔ اور اس سے کہا کہ تم بادشاہ کی مجلس

میں گستاخی کرنا چاہتے ہو کہ یہ محفل برہم ہو۔ بادشاہ نے امیر کو خلعت دیا۔ دشمنوں کے دلوں میں امیر کی نسبت اور زیادہ بغض اور حسد پیدا ہؤا۔ جب دربار برخاست ہؤا۔ امیر سوار ہو کر تل شادکام کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ہر روز اپنے دستور کے موافق حضور میں آتے۔ بعد کئی روز خبر آئی کہ گستہم بہرام گرد خاقان چین کو مع اس کے چار ہزار ازبک کے باندھ کر لایا ہے۔ اور مدائن سے کئی کوس پر اس کا لشکر اترا ہے۔ اور حضور کے حکم کا منتظر ہے۔ بادشاہ کچھ فرمانا چاہتے تھے۔ کہ خواجہ گذر الدین ملک بختک نے اٹھ کر پایہ تخت کو بوسہ دے کر عرض کی۔ کہ وہ خدمت گذار خداوند کے حکم سے بڑا کام کر کے آیا ہے آپ اس کی سرفرازی فرمادیں اور بذات خود سوار ہو کر کئی قدم شہر سے باہر جاویں۔ بادشاہ سوار ہو کر شہر سے باہر گئے۔ راہ میں بزرجمہر نے عرض کی کہ امیر کو خبر کرنی لازم تھی۔ شاہ نے امیر کے پاس آدمی بھیجا۔ کہ ہم گستہم کو لینے جاتے ہیں۔ تم بھی جلدی آؤ۔ اور سواری شاہ کی یہاں کھڑی ہے جب شہر سے ایک کوس باہر گئے۔ تو ادھر سے گرد و غبار پیدا ہؤا۔ گرد و غبار کا دامن چاک ہؤا۔ تو دس پر کالا علم اور نو دس ہزار سوار ظاہر ہوئے۔ اور افواج کیانی آگے علم گرگ پیکر کے نیچے گستہم بن اشک زرہ جوشن زریں نقش پہنے ہوئے گرگدن پہ سوار دکھائی دیا۔ وہ بہرام کو پکڑ لایا اور مونچھوں کو اس طرح تاؤ دیتا چلا آتا تھا۔ کہ گویا تمام عالم اس کا زیر بار ہے۔ نزدیک آ کے شاہ سے ملازمت حاصل کی۔ اور زمین خدمت چومی۔ اور تمام ساسانی خورد و بزرگ سے ملاقات کی۔ اس کے آنے سے تمام کفار کو شادمانی ہوئی۔ سب نے سجدہ شکر کا بوسنے دوسو خدا کو کیا۔ بادشاہ نے اسے ہمراہ لے کر گشت کی۔ تھوڑی دور گئے تھے کہ امیر بھی آئے۔ اور بادشاہ کو مجرا کیا۔ فرمایا تم گستہم سے ملو۔ امیر گستہم سے ملاقات کو چلے۔ اور بادشاہ کی سواری مدائن کو گئی۔ لیکن جب گستہم شاہ سے ملاقات کر چکا تو پیچھے پیچھے سواری کے عنان لئے ہوئے آہستہ آہستہ تمام سرداروں کے ہمراہ جاتا تھا۔ بختک نے اس سے باتیں کرنی شروع کیں اور ہم زبانی میں در آیا۔ اور شکوہ صاحب قران کا کرنے لگا۔ اس کو امیر سے لڑائی کا شوق دلایا۔ اور حمزہ کی بے ادبیاں کہاں تک بیان کروں کہ تمہاری جگہ بیٹھتا ہے۔ اور تمہاری ہمسری کا دعوےٰ رکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو سرداران گرد جہاں شمار کرتا ہے۔ اور تمہارے بیٹے نولاد کو سر دربار حضور مستعد بہ جنگ ہو کر از روئے پرخاش پنجہ کیا۔ اور اس کو شہنشاہ کی تمام مجلس میں شرمندہ کیا۔ گستہم یہ باتیں سنکر آتش غضب سے کباب ہو کر سوختہ ہؤا۔ اور کہنے لگا خاطر جمع رکھیں میں اب آیا ہوں ہر ایک اپنی اپنی جگہ پہ بیٹھے گا۔ کس کی طاقت ہے جو میری کرسی پہ بیٹھے گا۔ یہ دونوں

اس گفتگو میں تھے کہ سواری کی علامت ہوئی۔ بختک نے کہا اے پہلوان وہ عرب یہی ہے جو تیری ملاقات کو آتا ہے۔ ایسا معانقہ جسمانی زور سے کرنا کہ حمزہ کے تمام اعضا نرم ہو جائیں۔ آج پہلا روز ہی ہے اگر قوت دیکھے گا تو ساری عمر یاد رکھے گا۔ گستہم نے کہا خاطر جمع رکھو یہی کروں گا۔ جس وقت امیر حمزہ نزدیک پہنچے تو گستہم جلو لئے ہوئے بے اختیار گھوڑے سے اتر کر زمین پر کھڑا ہؤا۔ اور واسطے امیر حمزہ کی تعظیم کے صاحب قران کی طرف چلا۔ اس کو پیادہ دیکھ کر امیر بھی مرکب سے نیچے اترے اور باہم اظہار محبت کر کے بغلگیر ہوئے۔ گستہم نے امیر کو چھاتی سے لگایا۔ اور زور کرنا شروع کیا۔ اور کہا اے ابوالعلیٰ مجھ کو تمہاری ملاقات کا بڑا اشتیاق تھا۔ امیر نے دیکھا کہ یہ زور محبت کا نظر نہیں آتا۔ قوت کا امتحان کرتا ہے اپنے تئیں ہوشیار رکھا۔ غرض کہ جہاں تک زور تھا تمام کیا اور جی میں سمجھا امیر کا کام تمام کر چکا۔ مگر امیر نے بھی کچھ خیال نہ کیا۔ اور کہا اے جوان مجھے کس قدر تیرے ملنے کی آرزو تھی۔ کہ کون سا روز ہوگا۔ جو ہم آغوش ہوں گے۔ بارے آج مدت کے بعد دل کی تمنا حاصل ہوئی۔ اور اسے بغل میں لیا۔ اور ایسا زور کیا کہ وہ تاب نہ لا سکا اور اسی دم بے تابانہ تین گوز متعاقب صادر ہوئے۔ اور شرمندہ ہو کر دل میں کہا لعنت ہے بختک پر جس کی وجہ سے یہ خجالت پائی۔ آنکھیں نیچے کر کے آہستہ آہستہ سے امیر کے کان میں کہا کہ تم واقعی جوانمرد ہو۔ میں التماس کرتا ہوں کہ یہ واقعہ کسی پر ظاہر نہ ہو۔ امیر نے اس کی التجا کو قبول کیا اور اس سے ہاتھ اٹھایا۔ گستہم مدائن کو روانہ ہؤا۔ اور امیر نے عمر سے کہا جی میں آتا ہے۔ ذرا میدان کی سیر کر لیں۔ پھر واپس چلیں گے۔ امیر کی سواری آگے بڑھی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک تابوت کا صندوق ایک اعرابی کے سر پر زنجیروں سے بندھا ہؤا ہے۔ اور تابوت کا منہ بند ہے۔ اور چار ہزار سوار ہر ایک طوق و زنجیر کٹے ہوئے گھوڑوں پر سوار ہیں۔ اس پر امیر نے سیاہ قیطاس کو آگے بڑھایا۔ اور لوگوں سے پوچھا یہ تابوت کس کا ہے۔ اس کا نام گرد خاقان ہے۔ اور گستہم پہلوان اس کو چین سے گرفتار کر کے لایا ہے۔ اور اس تابوت میں بہرام بند ہے۔ امیر نے کہا جس کو بہادری سے زیر کرتے ہیں اس کو اس طرح قید نہیں کرتے یہ کہہ کر تابوت کے برابر آئے اور اس کے منہ کو کھولا اور دیکھا کہ جوان مرد آزاد کو طوق و زنجیر کیا ہؤا اندھیرے میں مارے بھوک کے بیہوش ہے۔ امیر نے تھوڑا سا گلاب منگا کر اس کے منہ پر چھڑکا۔ اور اس کے حلق میں پانی ٹپکایا۔ تب اس جوان نے آنکھ کھولی۔ امیر کو کہا اے نیک مرد تو کون ہے کہ اس وقت تو نے مجھ سے نیکی کی۔ اور میری زندگی کا باعث ہؤا۔ چار مہینے ہوئے کہ میں نے پانی کی

صورت نہیں دیکھی اور کبھی پانی بھی دیا تو بیہوشی کی دوا ہی دی۔ امیر نے پوچھا تجکو گستہم نے کس طرح زیر کیا جواب دیا کہ ایک روز اس نے مجھ سے لڑائی کی تھی۔ میں نے اس کو زیر کیا۔ اپنا تابع کیا۔ چار برس تک یہ میری خدمت میں حاضر رہا۔ ایک روز میں شکار کو گیا تھا۔ تو ایک شکار کے پیچھے اپنی فوج سے تفاوت ہوا۔ اور یہ میرے ہمراہ تھا۔ میں نے پیاسا ہو کر پانی مانگا۔ اس نے پانی میں دارو بیہوشی ملا کر دی۔ میں وہ پانی پی کر بیہوش ہو گیا۔ پس اس طرح مجھے پکڑ لایا ہے۔ امیر کو اس پر رحم آیا۔ قید سے رہائی دلوائی اور اس کے آدمیوں کو خلاص کر دایا۔ اور بہرام کو سوار کر کے اپنے لشکر میں لے گئے۔ جب یہ خبر گستہم کو ہوئی تو وہ غصہ سے آگ بگولہ ہو گیا۔ اور بادشاہ سے سارا احوال کہا۔ بادشاہ نہایت خفا ہوا۔ اور کہا حمزہ نے یہ مقدور پیدا کیا کہ بے حکم ہمارے ایسی حرکت کی۔ امیر کو اسی ساعت طلب کیا۔ عیاروں نے امیر کو خبر دی کہ بادشاہ نے آپ کو بلایا ہے۔ امیر سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں گئے اور پایۂ تخت کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے فرمایا اے ابو العلا تم جانتے ہو کہ بہرام سا دوسرا اور کوئی میرا دشمن ہے۔ تم نے جو اسے قید سے چھڑایا کیا اب وہ گرفتار ہوگا۔ کہا بندے کی غیرت قبول نہیں کرتی اور یہ خوش نہیں آتا کہ ایک شخص کو نامردی سے پکڑ کر اس طرح طوق و زنجیر کیجئے کہ تمام دنیا کے لوگ، ہر شہر میں محافل اور مجالس کے اندر کیا کہیں گے۔ تواریخ اور تذکروں میں یہ لکھا جائیگا کہ نوشیرواں نامرد تھا۔ اس کے وقت میں اکثر بہادروں کو نامردی سے گرفتار کرتے تھے۔ کام ایسا کیجئے بدنامی نہ ہو۔ نیک نامی رہے۔ بہرام ایسا کہاں رستم زمانہ ہے کہ اس کو زیر نہ کر سکے گا۔ فرمایا اسے بلاؤ۔ امیر اسے ساتھ لے گئے تھے۔ حضور میں حاضر کیا۔ بادشاہ اس کی طرف مخاطب ہوا اور فرمایا اے بہرام گستہم نے مردی سے تجھے زیر کیا یا نامردی سے کہا اے شہریار باوجود اس کے کہ میں چار مہینے سے قید کی شدت اور بے آب و طعام سختی بھوک سے ایسا ناتواں اور نحیف ہوا ہوں کہ قریب المرگ پہنچا ہوں۔ گستہم کو کہئے کہ تلوار کھینچ کر میری طرف آئے اور ذرا دریغ نہ کرے۔ میں اگر اس کی تلوار نہ کھینچ لوں تو گنہگار ہوں۔ اسی وقت میرا سر تن سے جدا کریں۔ تاکہ شاہ ہفت کشور کے روبرو پھر کوئی جھوٹ نہ بولے۔ گستہم بھی اسی وقت مع ساسانیوں کے کھڑا تھا۔ اتنی جرأت نہ ہوئی کہ جواب دے۔ روبرو شاہ کے نہایت شرمندہ ہوا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ امیر تم بہرام سے لڑو گے۔ جواب دیا جس وقت فرمائیے۔ اس سے پوچھا اے بہرام تو حمزہ سے زور آزمائی کرے گا۔ عرض کی اسی دم حاضر ہوں۔ بندہ بھی یہی امید رکھتا ہے کہ شہریار بھی میری دلاوری کا امتحان لیں۔ اور دیکھیں کہ بہادروں میں کیسا ہوں۔ امیر نے شاہ سے

کہا کہ ابھی یہ قید کی کونت رکھتا ہے۔ حکم ہو کہ چالیس روز تک دولت خداوند سے ناز و نعمت میں رہے۔ کہ توانا ہو پھر قبلۂ عالم کے سامنے بندے سے لڑے گا۔ بادشاہ کو یہ بات پسند آئی۔ امیر و بہرام کو خلعت عنایت فرمایا اور کہا اے امیر تم ہی اس کو اپنے پاس رکھو۔ بعد چالیس روز کے ہم اس کو طلب کریں گے۔ امیر نے اس کو ہمراہ لے کر اپنے لشکر کی طرف تل شادکام کو روانہ ہوئے۔

(باقی داستان آئندہ شب بیان ہوگی)

کل رات کو قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ صاحقراں بہرام کو لے کر اپنے مقام پر گئے اور بزم کی صحبت اسکے واسطے آراستہ کی۔ ہر روز دربار کے وقت بادشاہ کے حضور میں آتے تھے۔ اور جب چالیس روز گذر رہے تو اکتالیسویں دن امیر بہرام کو سوار کر کے اپنے ہمراہ بادشاہ کی خدمت میں لانے اور عرض کیا اب بہرام حاضر ہے اور اپنی قوت اصلی پر ہے۔ بندے کو لڑائیے۔ نوشیرواں ملک العادل نے بہرام سے پوچھا تو اس کو مستعد پایا فرمایا بہت بہتر ہے۔ ہم بھی تماشہ دیکھیں گے۔ یہیں بارگاہ خسروی میں زمین کو ہموار کرو۔ لوگوں نے اسی دم اکھاڑا کھود کر تیار کیا۔ اور کروڑ سوار سردار بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ امیر اور بہرام دونوں نے اسلاح اور لباس اپنے اپنے بدن سے اتار کر شیر کی کھال کے جانگھیئے دونوں نے پہنے اور اوپر لنگوٹ کھینچے اور کمر میں سونے کی زنجیریں لپیٹ کر پوست پلنگ کے ٹوپ سر پر رکھے۔ اور خم ٹھونک کر دونوں جوان مثل رستم بن زال اور سال بن نریمان جو اس تعلیم میں تھے کود ے۔ اور گردنوں میں سر نہ ہوتا جنگ کشتی میں در آتے اور مکہ بہ لگد نکر بہ ٹکر سینہ بسینہ مشت بہ مشت لڑنے لگے۔ نہ ان کو ظفر تھی نہ ان کو خطر کبھی بہرام امیر کے دونوں بازو پکڑ کر سینہ میں سر اوڑ تا دس بارہ قدم دوڑ کر پیچھے لے جاتا۔ اور کبھی اسی طرح امیر بہرام کو۔ تین پہر کامل کشتی ہوئی۔ گھڑی ایک دن باقی رہا۔ کہ امیر نے بہرام کا کمربند پکڑ کر مثل رعد نعرہ اللہ اکبر کا کیا۔ اور اس کو زمین سے اٹھا کر سر سے بلند کیا۔ بہرام نے آواز دی یا امیر میں نے معلوم کیا کہ تم مردان عالم ہو۔ بہادروں کو اسی طرح زیر کرتے ہیں۔ امیر نے اسے زمین پر رکھ دیا۔ اور کہا اے بہرام بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہا کر۔ اس نے قبول نہ کیا۔ اور کہا میں نوکر آپ کا ہوں۔ شاہ سے کچھ کام نہیں رکھتا۔ اگر فرمائیں تو ابھی اپنا سر کاٹ کر رکھ دوں۔ دوسرے کی اطاعت مجھ سے نہ ہو سکے گی۔ نوشیرواں نے کہا کچھ مضائقہ نہیں۔ غرض تو اس کی تابعداری سے ہے۔ اگر تمہارے ملازم رہا۔ جب بھی میرا ہی ہے۔ امیر اور بہرام کو دوبارہ خلعت دیئے۔ اور سرفرازی فرمائی۔ تب امیر بہرام کو لیکر تل شادکام کو اپنے لشکر میں لے گئے۔ اور اسکو برادر خواندہ کیا۔ خیمہ و خرگاہ و سراپردہ فراش خانہ و تور خانہ مطبخ و طویلہ خانہ اس کے واسطے جدا کیا

اور چالیس گھوڑے و نقرۂ سازہ سے سات سو شتر اور اونٹوں کی بار برداری اور چالیس خمرہ دانہ سرخ و سفید کے اور کچھ خراج ملک یمن کا مع لشکر ہشام بہرام کو عنایت فرمایا۔ اور جہاں تک احوال گذرا تھا۔ قلمبند کر کے عمر عیار پیک نامدار کے ہاتھ مکہ معظمہ کو خواجہ عبدالمطلب کی خدمت میں بھیجا۔ لیکن یہاں تمام ساسانی معہ بختک گستہم کے گھر میں آئے۔ اور کہا ہماری قوم میں تم سردار خوشنما کچھ اس بات کی فکر نہیں کرتے کہ اس عرب زادے کے عہدے سے کوئی بر نہیں آتا۔ بادشاہ کے روبرو روز بروز اس کا مرتبہ بلند ہوتا جاتا ہے۔ اور اس کی عزت کو ترقی ہے۔ کوئی مصلحت ایسی کرو کہ یہ دفع ہو۔ اور ہم کو مخلصی ہو۔ گستہم نے کہا روز بروز قوت میں کوئی اس سے بر نہیں آئے گا خاطر جمع رکھو میں کسی مکر سے دو چار روز میں اس کا کام تمام کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسی رات کو صبح کو سوار ہوا اور امیر کے جلو خانہ میں گیا۔ اور امیر کو خبر ہوئی۔ اندر طلب کیا۔ گستہم نے سلام کیا اور اظہار دوستی کے باہم سوار ہو کر بادشاہ کی بارگاہ میں آئے۔ اور رخصت کے وقت امیر کو پھر ان کے لشکر میں پہنچایا۔ القصہ ایسی خوشامد کرنی شروع کی کہ امیر کو اس کا اعتبار کلی ہوا۔ جی میں کہا۔ اس سے بہتر مدائن میں تیرا کوئی دوست نہیں۔ ایک روز بختک نے گستہم سے کہا اے پہلوان ایسا فرصت کا وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ کیونکہ عمر عیار یہاں نہیں ہے۔ حمزہ کا کام تو اب تمام کر۔ گستہم کو بختک کی یہ بات پسند آئی وہاں سے بطور ہمیشہ امیر کی خدمت میں آیا۔ اور کہا اے امیر میں آرزو رکھتا ہوں۔ کہ خاک سے مجھے اٹھا کر افلاک عزت پہ بٹھا تا کہ تمام دوست دشمن جانیں کہ حمزہ کی فلانے شخص سے یہ دوستی ہے۔ امیدوار ہوں کہ میری دعوت قبول ہو اور قدم رنجہ فرما کر میرے یہاں ایک چمچہ آش کا نوش جان فرمائیے۔ فرمایا کہاں؟ میرا ایک باغ شہر کے باہر دہ کوس پہ ہے۔ کہ ہر قسم کے میوہ دار درخت اس میں لگائے ہیں۔ دو تین روز کی سیر وہاں کر کے پھر تشریف لائیے گا۔ امیر نے قبول کیا۔ اور یہ بات مقرر تھی کہ بادشاہ ایک ہفتہ دیوان کرتے تھے۔ عدل و انصاف میں رہتے تھے۔ اور ایک ہفتہ شبستان حرام نازنینان ماہ رویاں سے صحبت عیش و نشاط میں ہیں۔ تشریف لے چلئے۔ جب بادشاہ کو فرصت ہو آپ تشریف لے آئیے گا۔ امیر نے قبول کیا۔ اور بہرام کو معہ اپنے سردار کے ہمراہ کر کے گستہم کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب امیر باغ کے دروازے پہ پہنچے گستہم نے کمخواب اور اطلس امیر صحبت نشاط میں بیٹھے۔ گستہم نے میوا تر و خشک لا روبرو رکھا۔ اور بہت سا تحفہ گذرانا وہ مانند نوکروں کے دامن باندھ کر خدمت میں حاضر ہوا۔ جب شراب کے دس دور چلے۔ تب ایک پیالہ آپ پیتا اور خدمت میں رہنے کے بہانہ سے ٹالتا۔ ہر گھڑی امیر مطعومات اور مشروبات کی تکلیف کرتا۔ لیکن باغ میں داخل ہونے سے پہلے چار سو جوان جنگ آزمودہ بھائی بند مسلح

مکمل باغ میں ایک طرف بٹھلا رکھے تھے۔ اور ان سے کہہ رکھا تھا کہ جس وقت میں دستک دوں تو تم سب آ کر حمزہ کو مع رفیقوں کے مار لینا۔ لیکن امیر نامدار اپنے یاروں میں بیٹھے شراب پیا کئے تمام روز گذرا اور دو پہر رات کا وقت آیا۔ اور نشہ سے ہر ایک کی آنکھیں بند ہونے لگیں پر مقبل وفادار نے اپنے آپ کو بہت ہوشیار رکھا۔ اور شراب کم پی تھی۔ اور امیر کی نگہبانی میں بیٹھا ہوا کیفیت یاران مجلس دیکھ رہا تھا۔ تیسرے پہر گستہم نامرد بد کیش حیلہ انداز نے امیر صاحب قرآن کو مع ان کے یاروں کے مست و مدہوش دیکھا تو یکتائیت بارہ دری کی غلام گردش میں آ کر دستک دینے لگا۔ گستہم ملعون کی آواز جونہی ان سلاح پوش جوانوں کے کان میں پہنچی چار سو گھات کی جگہ سے باہر نکلے۔ گستہم ان کے ہمراہ تلوار نکال کر امیر کی طرف چلا اور کہنے لگا۔ او عرب تو کب تک زندگی کرے گا۔ آج تیری قضا آ پہنچی۔ یہ کہہ کر وہ تلوار امیر پر لگائی۔ بہرام نے یہ نقشہ دیکھا۔ اس نے نشہ کی حالت میں اپنے آپ کو امیر پر ڈال دیا۔ اور اپنے کو سپر بنایا۔ گستہم کی وہ تلوار بہرام کے پیٹ میں لگی۔ اور بائیں پہلو سے لے کر داہنے پہلو تک برابر زخم کاری ہوا۔ اور انتڑیاں باہر نکل آئیں مقبل وفادار نے جو یہ دیکھا تو بے اختیار دوڑ کر تیر مارنے لگا گستہم نے اپنے جی میں خیال کیا کہ حمزہ کو مار چکا ہوں۔ اب یہاں رہنا خوب نہیں۔ باہر نکل کر چل دیا۔ مقبل نے اس کے ساتھ کے سو آدمی تیروں سے مار ڈالے۔ گستہم ناچار تین سو جوان لے کر باغ سے باہر نکلا اور بھاگا۔

جب امیر کا نشہ اتر گیا۔ مجلس میں عجیب حالت دیکھی کہ بہرام کا پیٹ پھٹا ہوا اور سب رو دے باہر نکلے پڑے ہیں اور گستہم کے آدمی تیروں سے مر کر لاشیں پڑی ہیں۔ اور مجلس برہم ہے۔ امیر کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوئی کہ گستہم نے امیر کو مار دیا۔ لشکر اسلام کے امرا سر پر خاک ڈالتے ہوئے فریاد کناں اس باغ کی طرف دوڑے۔ اور تمام مدائن میں شور پڑ گیا۔ جس نے خبر سنی افسوس کیا۔ اور دربار کے وقت بادشاہ کو یہ خبر ہوئی کہ گستہم نے رات کو اس طرح حمزہ کو دغا سے مار ڈالا یہ واردات سنتے ہی شاہ کو یہ خبر ہوئی کہ گستہم نے یہ کیا شاہ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے۔ ہرمز تاجدار اور بزرجمہر کو مع بختک کے بھیجا کہ حمزہ کی خبر لو۔ ایسا نہ ہو کہ ضائع ہونے پائے جلد اس کا علاج کرو اور ایک پہلوان عقلمہ ساطور دست نامی کو تین ہزار سوار سمیت گستہم کے پیچھے روانہ کیا کہ وہ جہاں ہو اسے پکڑ لاؤ میں اس سے اسکا عوض لونگا۔ لیکن گستہم نے جو یہ سنا کہ بادشاہ نے میرے پکڑنے کے لئے عقلمہ ساطور کو بھیجا ہے۔ بھاگا۔ اور شہر کے باہر کی راہ لی۔ جب تک اس کی داستان پر پہنچوں۔ دو کلمہ امیر کے حال کے سن لیجئے یہاں بختک و بزرجمہر ہرمز تاجدار اور تمام سرداران امیر کے پاس باغ کے دروازے پر جمع ہوئے اور جو حال بات کو

گذرا تھا۔ امیر نے تمام قصہ بیان کیا اور خواجہ بزرجمہر کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ آپ بہرام کا علاج کریں تساہل نہ فرمادیں
اس تینوں کے ہاتھ سے اس نے زخم کاری کھایا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس کی جان کو خلل پہنچے۔ اگر اس کو آسیب پہنچا
تو قسم ہے۔ اس ساسانی قوم سے ایک کو جیتا نہ چھوڑوں گا۔ اور امیر کا رنگ مثل دانہ انار کے سُرخ ہوگیا۔ لیکن
بزرجمہر و تمام حکیم اس زخم کے علاج سے حیران تھے۔ اور افسوس کر رہے تھے نقضائے کاری دقت ہا بائے سوندگان
عالم شعبدہ باز یہاں راہ دروازہ سے آیا اور احوال مگّرز امیر کو سنایا۔ اور بہرام کا یہ حال دیکھ کر آنسو بھر لایا اور بہرام
کی الفت کے درد سے رو کر صاحب قرآن سے کہنے لگے۔ سلوک بندہ نوازی اسی کو کہتے ہیں کہ ایک شخص کو اپنا
زیر بار بنایا اور پھر اس کا یہ حال ہونے دیجئے۔ مروت سے بعید ہے۔ کہا اے عمر وقت نصیحت کا نہیں ہے۔
اب بہرام کے بچنے کی فکر نہیں تو اس کا آخر وقت ہے۔ عمر خواجہ بزرجمہر کی طرف مخاطب ہوا۔ اور کہا آپ جادیں
تب زخم سیا جائے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ رودوں پر ہاتھ لگانے سے مر جائے گا۔ اور بے ہاتھ لگائے کام نہیں چلتا۔
عمر بولا کہ اے خواجہ حکمت میں واقعی یوں ہی ہے۔ یہ کہہ کر کھڑا ہوا اور جھک کر دیکھا اور ایک استرہ جیب میں سے نکالا
اور اس کو تیز کر کے ہاتھ بہرام کے پیٹ کی طرف بڑھایا خواجہ نے جونہی یہ حرکت دیکھی پوچھا کیا ارادہ ہے۔ کہا یہ
انتڑیاں جو باہر نکلی ہوئی ہیں ان کو ہاتھ کی صفائی سے کاٹ کر دور کرتا ہوں کہ زیادتی جاتی رہے اور زخم سیا
جائے۔ خواجہ حیران تھے کہ کیا کہتا ہے لیکن جو باتیں ہو رہی تھیں بہرام سنتا تھا۔ عمر نے جو رودوں کے کاٹنے کا
نام لیا بہرام مارے ہول کے کانپ گیا۔ اور دم کو اوپر کھینچا۔ سانس کے اوپر ہونے سے رودے پیٹ میں
گھس گئے۔ تب عمر نے خواجہ کو دیکھا اور کہا آپ کا جو مقصد تھا سو ہوا۔ اب آیئے اور ٹانکے دیجئے۔ خواجہ نے
عمر کی عقل پر آفرین کی اور تمام حاضرین ہنسنے لگے۔ زخم سی دیا گیا اور تاکید کی کہ حرکت نہ کی جائے کیوں کہ
حرکت کرنے سے ٹانکے ٹوٹ جائیں گے۔ یہ کہہ کر بزرجمہر اور بختک مع سب کے مدائن کو روانہ ہوئے امیر بہرام کو
بہت عزیز جانتے اس واسطے سب آدمیوں سمیت وہیں رہنا اختیار کیا۔ یہاں بزرجمہر نے تمام حال بادشاہ
کی خدمت میں گذارش کیا فرمایا اے خواجہ باغ داد جو مکان ہے اس سے بہتر اور کوئی مکان نہیں میرا ارادہ
یہ ہے کہ حمزہ کو وہاں بُلا کر خاطر داری کروں اور کچھ تحفہ دوں۔ کہ وہ کوفت اس کے دل سے جاتی رہے
ایسا نہ ہو کہ وہ یہ گمان کرے کہ ہماری اشارت سے یہ کام ہوا ہے۔ قسم ہے
آتش کدہ نمرود کی کہ مجھ کو وہ یہ گمان کرے۔ بلکہ میں نے کئی سردار گستہم کی
تلاش میں بھیجے ہیں۔ تم حمزہ کو وہاں لاؤ اور تصدقات امیر کی خدمت میں بھیجے۔ دوسرے

دوسرے دن جو بزرجمہر کے پاس گئے تو بادشاہ نے جو کچھ بھیجا تھا امیر کی خدمت میں گذرانا۔ اور بادشاہ کی طرف سے خبر پرسی کی۔ اور کہا شاہ نے کہا ہے الحمدللہ خدا نے آپ کو اس موذی کے ہاتھ سے بچایا ہے۔ میں نے آدمی اس کی گرفتاری کے لئے بھیجے ہیں اگر وہ آیا جو احوال بہرام کا ہوا ہے اس کا بھی وہی احوال کر دوں گا۔ لیکن ہماری طرف سے عمر اس مجلس میں نہ ہو وے کہ یہ دونوں مایۂ فساد ہیں۔ امیر نے قبول کیا اور وہ تصدق جو بادشاہ نے بھیجا تھا فقیروں کو بخشا۔ بزرجمہر نے جا کر بادشاہ سے جا کر عرض کی بادشاہ سوار ہو کر باغ داد میں گئے۔ اور امیر کو طلب کیا۔ صاحب قرآن پہلوان عادی اور مقبل کو ہمراہ لے کر باغ میں آئے اور عجیب طرح کا آراستہ دیکھا۔ جا بجا حوض مرصع اور ملمّن طلائی و سنگ مرمر دبلور و بر خام کے تکئے سنگ یشم اور عقیق کے تھے۔ اور ان میں فوارے سنہری روپہری خوبصورت جواہر نگار طرح بطرح کے طائر خوبصورت اور گل خوش رنگ کی شکل جھوم رہے تھے۔ امیر بادشاہ کی محفل میں ہر مز تاجدار کے ہم پہلو بیٹھے۔ بزرجمہر اور بعض سردار بادشاہ کے داہنے ہاتھ اور امرائے نامدار اور مقبل وفادار بائیں ہاتھ۔ غرض سازندہ ہائے خوشنواز اور خوانندہ ہائے خوش آواز حاضر ہوئے۔ اور صحبت کی بزم گرم ہوئی پہلے دن بادشاہ نے امیر کے لئے بارہ دری میں جشن رکھا۔ ساقیان ماہ رخسار شیشہ ہائے حلبی در پیالہ ہائے جواہر نگار ہاتھوں میں لے کر شراب ارغوانی پلانے لگے۔ وہ زرد و سرخ شراب یک سالہ سے لے کر ہفت سالہ تک اور عرق دو آتشہ تیز و تند کہ جس کے عکس سے بادۂ گلگوں نے لباس ارغوانی پہنا تھا۔ ہر شخص ہر چند دیکھتا تھا لیکن صفائی بادہ کے بلبب جام کو شراب سے اور شراب کو جام سے فرق نہ جانتا تھا۔ گویا یہ معلوم ہوتا تھا کہ ساقیٔ گل عذار کے کف دست پر شراب خوش رنگ بے ساغر ایستادہ ہے مطرب اس مجلس میں حیوان رضوان صدائے ساز دل فریب ساکنان قبہ زمین کے کانوں میں پہنچاتے تھے اور خوانندہا اس ساز کے آواز کو لطافت سے مثل مژدہ آب حیات جاودانی ہر شخص کو گوش میں سناتے تھے اور مکان کے ہر کنج میں ہر طرف لخلخے اور عنبر سوز روشن۔ غرض کہ بادشاہ ہر دم اپنے ہاتھ میں پیالہ لے کر امیر کی تواضع کرتے تھے۔ تمام روز عجب طرح کا عالم رہا۔ جب شام ہونے کو آئی اور بہ بعط زریں آفتاب غلاف مغرب میں ہوا۔ اور وقت سیمیں ماہ انجمن ستارگان میں آیا تو اس وقت بادشاہ امیر کو ہمراہ لے کر مع تمام سرداران اس مکان سے اٹھے اور چمنوں میں پھرنے لگے اور شام کے بعد

ایک اور مکان میں صحبت گرم رہی۔ لیکن جب باغبان قدرت نے گُل صد برگ خورشید آسمان کے چمن سپہر میں لگایا۔ تو اسی صبح کو شیشہ ہائے خمار شکن آکر حاضر ہوئے۔ جب دو گھڑی دن چڑھا بادشاہ وہاں سے اٹھ کر ایک اور قصر میں جا بیٹھے۔ اور پھر مجلس تازہ ہوئی۔ اب بابائے ہوشیار عمر عیار کا حال سنئے۔ جب دو دن گذرے اور عمر نے امیر کو نہ دیکھا۔ تو گھبرا کر گھر سے باہر نکلا۔ اور باغ داد کے دروازے پر آیا۔ دیکھا تو عادی بیٹھا شراب پی رہا ہے۔ اور طرح طرح کا کھانا لوگ اس کے آگے رکھ رہے ہیں۔ اور وہ شکم پری میں مشغول ہے۔ اور نوکر اس کے پاس تیار کھڑے ہیں۔ کسی سے پوچھ کر معلوم کیا کہ امیر و بادشاہ کا یہ حکم ہے کہ عمر و نجتک اندر نہ آنے پائیں۔ اس واسطے عادی کو بٹھلایا ہے۔ اس کے پاس گیا سلام علیک کر کے برابر ایک کرسی پر بیٹھا۔ معدی کرب نے کھانے کی تواضع کی۔ عمر شریک ہوا اور آہستہ تکیہ لگا کر بیٹھا اور چقماق اپنی طرف رکھ کر عمر کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ خواجہ عمر اس وقت آنا کیونکر ہوا۔ عمر نے کہا تمہارے دیکھنے کو جی چاہتا تھا۔ اس لئے آیا ہوں۔ عادی خاموش رہا۔ جب لوگ کھانا آپ کا بھی دیکھیں کیسا ہے۔ کیا میں ٹھگا یا تو نہیں گیا۔ عادی اپنے دل میں بہت خوش ہوا۔ کہ عمر بھی مجھ کو صاحب وقوف جانتا ہے جو لعل پرکھوانے کو آیا ہے۔ آنکھیں کھول کر دیکھنے لگا۔ عمر نے ہاتھ جیب میں ڈالا اور دونوں مٹھیاں ریت سے بھر کر نکالیں جیسے وہ دیکھتا تھا۔ عمر نے وہ خاک اس کی آنکھوں میں ڈال دی کہ اس کے مغز کی راہ سے دھواں نکل گیا۔ دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو لپیٹ لیا اور کہا عمر تیرا برا ہو مجھے اندھا کیا۔ آنکھیں ملنے لگا۔ عمر جب باغ کے اندر گیا تو لوگ اس کی کرتوت سے واقف ہوئے۔ اور پانی لاکر اس کی آنکھیں دھلائیں۔ بارے دو گھڑی بعد اس کی آنکھیں درست ہوئیں پوچھا کہ عمر کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ عادی نے سمجھا کہ شاید میرے خوف سے بھاگ گیا اور اسی طرح بیٹھ کر نگہبانی کرنے لگا لیکن عمر نے باغ میں داخل ہو کر دیکھا۔ کہ تمام عمر نہ دیکھا تھا چمن ہائے آراستہ اور گلہائے نو خاستہ کا تماشا دیکھتا ہوا سیر کناں نزدیک اس جگہ کے پہنچا۔ جہاں بادشاہ اور امیر صحبت بزم میں بیٹھے تھے۔ عمر قصر کے اندر نہ گیا۔ اور باہر اس کے قریب لب نہر ایک درخت عالیشان چنار کا تھا۔ اس کی جڑ میں بیٹھ گیا اور دو تارہ بجا کر اس کی آواز سے گانے لگا۔ چونکہ عمر کا گانا سننے والوں کو جاں بخشتا تھا۔ امیر کے کان میں جوں ہی اس کی

آواز پہنچی مقبل کی طرف دیکھ کر کہا۔ عمر کی آواز آتی ہے۔ یہ باغ میں کیونکر آیا جاؤ عادی کو بلا لاؤ۔!
بادشاہ نے امیر کو برہم دیکھ کر فرمایا چلو جو ہوا سو ہوا ہم نے اس کی تقصیر معاف کی۔ عمر کو لے آؤ۔
پروانچی گئے اور جاکر کہا خواجہ عمر چلو تم کو حضور نے یاد فرمایا ہے۔ کہا مجھ غریب کو امیر اور بادشاہ کی
صحبت سے کیا کام اگر میں جاؤں۔ اور امیر کی طرف سے کسی آئینہ دل پہ غبار بیٹھے مبادہ وہ مجھے
ایذا دے۔ اس واسطے تنہائی خوب ہے۔ جس میں کسی سے کوئی کام نہیں رہتا۔ پروانچی ناچار ہو گئے
اور یہ عرض بادشاہ سے کی۔ بادشاہ ہنسا اور امیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور جہاں عمر تھا وہاں آئے۔
عمر نے جب دیکھا کہ بادشاہ میری طرف آتا ہے۔ جست کی اور عادی اور شاہ کا قدم بوس ہوا
اور کہا کہ حضور کے اقبال سے یہ توقع نہ تھی کہ اس خانہ زاد کو مخل تصور فرمادیں۔ فرمایا۔ ہرچہ دارد
گلہ ندارد۔ تو بھی اس مجلس میں شریک ہو۔ یہ کہکر عمر کا ہاتھ پکڑا اور ایک جدا مکان فیروزہ
نگار کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر بزم صحبت گرم ہوئی۔ عمر نے ساقی گری کا فرض سرانجام دیا۔
اس طرح عمر کے آنے سے مجلس کا رنگ دونا ہو گیا۔ القصہ تیسرے روز بادشاہ نے ایک
قصر زر نگار میں صحبت کی۔ یہ مکان تمام خشت ہائے زریں طلائی سے بنا تھا۔ اور جواہرات
کی اس پہ ہیبل تھی وہاں امیر کو بلایا اور اسباب جشن مہیا کیا (باقی داستان فردا شب)

کل رات کو یہاں تک بیان کیا تھا کہ بادشاہ قصر زر نگار میں آئے۔ لیکن جبتک میں پھر اس داستان پہ
آؤں اب دو کلمہ داستان بختک کی سنئے کہ باغ داد میں عمر کے جانے کی اس کو خبر ہوئی وہ سنتے ہی بے تاب
ہو گیا۔ جی میں تصور کرنے لگا کہ وہ کس مکر سے اندر گیا تھا۔ تو بھی کسی طرح چل ایسا نہ ہو
کہ عمر کچھ فساد برپا کرے۔ یہ خیال کر کے اٹھا اور کچھ تھان مخمل و کمخواب کے کشتیوں پہ
لگا کے اپنے ساتھ لئے اور خچر پہ سوار ہو کر باغ داد کی طرف چلا۔ اور دروازے پہ آیا اور سواری
سے آگے اتر کر عادی کے پاس گیا۔ اور اظہار دوستی کیا۔ عادی نے تعظیم کر کے بٹھایا اور
کہا آپ اس وقت کدھر تشریف لائے ہیں۔ کہا یہ اسباب آپ کی خاطر لایا ہوں اسے قبول
کیجئے اور مجھے اندر جانے دیجئے اب بادشاہ کو آئے کئی روز ہوتے آپ پہ کچھ بات نہ آئیگی
عادی سنکر نہایت برہم ہوا اور کہا اے بختک تو مجھے رشوتی جانتا ہے۔ جو رشوت
دیتا ہے۔ قسم ہے امیر کے سر کی تجھے ہرگز جانے نہ دوں گا۔ جا دور ہو جا ورنہ بے حرمتی ہوگا۔

بختک نے ہر چند منت کی مگر عادی نہ مانا۔ تب وہ ناچار ہو کر اٹھا۔ اور اپنے گھر آکر تدبیر کرنے لگا جب
روز آخر ہوا۔ اور رات آئی تو نوکروں کو غافل دیکھ کر ایک غلاف سر پر اوڑھا۔ اور باغ کی طرف چلا۔ چوروں
کی طرح چھپتا اور پاسبانوں سے بچتا باغ کی دیوار کے اس پار پہنچا۔ باغ میں پانی جانے کی ایک راہ تھی جسکو
بادشاہ کے آنے کی سبب بند کر کے پانی جانے کی ضرورت کے مطابق راہ رکھی تھی۔ بختک اس راہ سے
لمبا ہو کر گھسا۔ اب عمر کا حال سنئے اس کے دل میں خیال آیا کہ اسی طرح گستہم نے امیر کی دعوت کی تھی۔ پس تجھ
کو غافل رہنا خوب نہیں چل کر باہر کی بھی خبر لے کہ کون کس کام میں مشغول ہے۔ اور عادی دروازہ پر کیا
کرتا ہے۔ یہ خیال کر کے اس قصر کے باہر آیا اور ہر طرف روشن بہ روشن چمن بہ چمن ہر ایک جانب کی
خبر لیتا چلا۔ اور دروازے پر جاکر عادی کو دیکھنے لگا۔ اسوقت عادی ذکر کر رہا تھا کہ بختک مجھے بازی دیتے آیا تھا کہ باغ
میں جائے پر اسکی دغا میں کب کھاتا ہوں اسوقت بادشاہ کیوں نہ ہو بے حکم صاحبقران کے اندر جانا چاہے تو اسکو اپنی جان درکار نہ ہوگی
عمر نے یہ باتیں سنی اور دل میں کہا کہ آج بختک عقریٰ ہر طرح سے باغ میں آئے گا۔ لیکن دیکھئے کس راہ سے آتا ہے۔
یہ سوچ کر چاروں طرف پھرتے اور اس کی راہ دیکھنے لگا۔ ایک ساعت نہ گذری تھی کہ
دیوار کی اس طرف سے ایک بقچہ آپڑا۔ عمر نے دوڑ کر اس کو اٹھا لیا۔ اور کھول کر کیا دیکھے
کہ اس میں بختک کی پوشاک ہے۔ نہایت خوش ہوا اور دل میں کہنے لگا کہ اس نے اپنا
رخت تو ادھر سے پھینکا۔ اب دیکھئے آتا کس راہ سے ہے۔ دیکھے تو پانی کے بدرو سے
ایک شخص نے سر نکالا۔ عمر نے سمجھا کہ مقرر یہی ہے۔ اس کا علاج کیجئے کہ اس حرکت کی سزا
پائے۔ اس بقچہ کو چھپا رکھا اور دہاں سے چور کس طرح آتا ہے۔ وہ بیل کند
اپنی گردن پر رکھ کر اور چار پانچ باغبانوں کو ہمراہ لے کر عمر کے ہمراہ ہوا۔ اور بختک
میز آب کے پاس آکر ایک درخت کے نیچے ننگا کھڑا ہوا اپنا لباس ڈھونڈ رہا تھا۔ کہ عمر
کے اشارے سے مالیوں نے اس کی مشکیں باندھیں اور بے تحاشا مارنا شروع کیا۔ ہر چند
وہ کہتا تھا کہ میں بادشاہ کا وزیر زادہ ملک بختک ہوں۔ مگر کوئی نہ مانتا
تھا۔ اور عمر تماشا دیکھتا رہا تھا۔ اور کہتا تھا کہ جھوٹ کہتا ہے سالے
اور وزیر کا نام بدنام کرتا ہے۔ اس وقت اس کا یہاں کیا کام ہے۔
اس نے جوں ہی عمر کی آواز سنی تو سمجھ لیا کہ میرا رخت اس نے چھپایا ہے۔ اور تیرے سر پر

یہ بلا دہی لایا ہے۔ زبان عیاری میں کہنے لگا۔ اے خواجہ عمرو کہ میں بختک ہوں اول باغ کے دروازے پر آیا تھا۔ عادی نے نہ آنے دیا۔ ناچار ہو کر اس راہ سے آیا ہوں۔ مجھ کو اس جماعت کے ہاتھ سے چھڑا تیرا ممنون ہوں گا۔ اور حق یاری ادا کروں گا۔ عمر نے باغبانوں کی طرف دیکھ کر پکارا۔ یارو تم نے غلطی کی۔ یہ چور نہیں ہے۔ واقعی وزیر ہے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ اس وقت جو بے اجازت شاہ کے برہنہ ہو کر یہاں آئیگا ہم اسکی یہی صورت کرینگے۔ صبح جو حکم بادشاہ کا ہوگا اسے بجا لاوینگے۔ تب انہوں نے اسکو ایک درخت سے باندھ دیا بختک نے کہا اے عمر انکے ہاتھ سے مخلصی اس وقت ہوگی کہ تم میرے کپڑے دو کہ پہنوں۔ عمر نے کہا مجھے خبر نہیں ہے۔ کہ تمہارے کپڑے کس نے لئے۔ لیکن اسکی خبر جاکر بادشاہ کو کرتا ہوں۔ کیونکہ بغیر انکے فرمانے کے تمہیں کوئی نہ چھوڑیگا۔ وہاں سے بادشاہ کی خدمت میں گیا۔ اور تمام رات خدمت گاری میں مشغول رہا جب صبح ہوئی تو بادشاہ امیر کو در غلا کر چمنستان کی سیر کو لے چلا۔ اور وہاں لایا جہاں بختک کو باندھا تھا۔ مالیوں نے بادشاہ کو دیکھ کر فریاد کرنی شروع کی۔ کہ خداوندا یہ شخص رات کو چوروں کی طرح پانی کی راہ سے آیا۔ اور ننگا مادر زاد تھا۔ ہم نے اس کو درخت کے ساتھ باندھا۔ اب صبح کو دریافت ہوا کہ بختک ہے۔ شاہ کے ہمراہیوں سے جس کی نگاہ اس پر پڑی ہنستے ہنستے لوٹ گیا۔ کہ اس کی عجیب صورت بنی ہے۔ کہ درخت سے مشکیں بندھی ہوئیں۔ اور جو مار کھائی اس سے تمام بدن کی چربی نکل پڑی ہے۔ سب مل کر اس کی احوال پرسی کرنے لگے۔ اور اس کے ہاتھ کھلوائے۔ لیکن بادشاہ کو یہ حرکت بری معلوم ہوئی اور فرمایا اس کو خوب مار دار یہاں سے نکال دو۔ پر امیر نے شاہ سے عرض کر کے اس کی تقصیر معاف کرائی۔ اور عمر سے اس کے رخت تین سو تمن مول لے کر دیا۔ اور ہمراہ لے کر نوشیرواں کیساتھ روشوں پر سیر کرتے ہوئے ہر طرف کو چلے۔ اس باغ داد کے محل کی دیوار کی طرف ایک باغ ہشت بہشت کے درمیان ایک لاجوردی نہر بنی ہوئی جو نہر بہشت رکن میں گئی تھی۔ اور مانند چشمہ کوثر کے معلوم ہوتی تھی۔ اور قطع مکانات میں جدا جدا کار رنگ کیا ہوا۔ اور قسم قسم کے جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ بادشاہ امیر مع ہرمز تاجدار دبزرجمہر اس مکان میں داخل ہوئے۔ عمر نے بختک کو ظرافت میں اڑانا شروع کیا۔ کہ میں اس کو مرد احمق جانتا ہوں۔ کہ یہ کس تدبیر سے باغ کے اندر داخل ہوا۔ سب ہنسنے لگے۔ عمر و بادشاہ کو دعائیں دے کر کہنے لگا۔ کہ خدا آپ کو سلامت رکھے۔ کیا امیر کے کہنے سے اسکی تقصیر معاف کی۔ ورنہ یہ بیچارہ باغبانوں کے لاتوں کے مارے مر جاتا۔ اور بختک سے کہا اب توبہ کر کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرونگا۔ غرض عمر نے اس بے چارے کو مسخرا

بنایا تھا۔ اور اس کی باتوں سے سب ہنستے تھے۔ بادشاہ نے فرمایا عادی کو بلاؤ۔ اس سے پوچھیں اس کو کس نے آنے دیا پروانچی گئے اور عادی کو بلا لائے۔ بادشاہ نے فرمایا اے عادی یہی مناسب ہے کہ تم کو دروازے پر بٹھلائیں۔ اور تم ایسے غافل ہو کہ بختک و عمر اندر آ دیں۔ اور تم کو خبر نہ ہو۔ عادی نے عرض کی کہ کسی کو کیا مقدور ہے جو بے اجازت آپکے یہیں اندر آ سکے۔ اگر پرند ہو تو اس کے پر کتر ڈالوں۔ واقعی بختک غلام کے پاس آیا تھا۔ اور اتنا اسباب رشوت کا دیتا تھا۔ میں نے اسے اندر نہ آنے دیا۔ وہ ناچار ہو کر اپنے گھر چلا گیا۔ بادشاہ نے فرمایا دیکھو تو سامنے کرسی پر کون بیٹھا ہے۔ عادی نے جو بختک کی صورت دیکھی آگ بگولہ ہو گیا۔ اور اس کا گریبان پکڑ کر کرسی سے کھینچا۔ اور کہا او مکار حیلہ زن سچ کہہ کہ کس راہ سے آیا ہے۔ نہیں تو بے حرمت کرونگا۔ اور کھینچکر مجلس سے باہر لے چلا۔ اور تمام لوگ ہنسنے لگے۔ امیر نے فرمایا او عادی دیوانہ ہؤا ہے۔ اس سے ہاتھ اٹھا۔ شاہ نے اسکی تقصیر معاف کی۔ تو جا اور دروازے پر اپنے کام میں مشغول رہ۔ عادی اسے چھوڑ کر اپنے مقام پر جا بیٹھا۔ بادشاہ نے تمام روز باغ میں گذارا۔ اور ارغوانی شراب کا جام گردش میں رہا۔ جب شام کا وقت قریب پہنچا اور طاؤس جلوہ گر آفتاب مغرب میں گیا۔ اور سرخواب خوش خرام ماہ گرداب نیلگوں فلک سے نکلا تو مجلس میں شمعہائے مومی و شمعہائے کافوری قد آدم برابر روشن ہوئیں۔ تمام رات سازندوں اور خوانندوں سے عجیب عالم رہا۔ عمر ظرافت اور لطافت سے بادشاہ کی طبیعت خوش کرتا تھا۔ صبح مجلس یہاں سے برخاست ہوئی اور ایک مکان میں جا کر بیٹھے۔ جو چہل ستون سے مشہور تھا۔ امیر نے اس مکان میں بغور تامل نظر کی کہ صنعت گروں نے اس میں کیا کیا ہنر مندی کی ہے۔ جو دیکھنے کے لائق ہے۔ راوی لکھتا ہے کہ اس کا ہر ستون سنگ مرمر کا طلائی تھا۔ اندر ہر کے اوپر جانے کو راستہ رکھتا تھا۔ اور ہر ستون کا سر جواہر نگار بنا تھا۔ اور اس کے اوپر جانے سے تمام شہر کی نمود ہوتی تھی۔ اور نیچے شہ نشین سنگ یشب و عقیق اور بلور کے بنے ہوئے جن پر وہ ستون مثل جوانان سرقد ایستادہ تھے۔ اور شہ نشین کے روبرو حوض طرح بطرح کے آب خالص اور گلاب و بید مشک سے بھرے ہوئے تھے۔ جن کے فوّارے قسم قسم چھوٹتے تھے وہاں نشست ہوئی۔ جام شراب گردش میں آیا۔ اور عیش و نشاط کا دروازہ کھلا۔ القصّہ شاہ امیر کو ہر روز نئے مکان میں اور ہر شب ایک شبستان میں لاتے تھے۔ اور جہاں تک اس مکان کی تیاری ہوتی تھی مع فرد شش و فرد ش و جام صراحی تک اٹھتے وقت امیر کو بخش دیتے تھے۔ پانچویں روز چہل ستون میں تھے ان پانچوں دنوں میں بادشاہ نے ایک شب بھی خواب نہ کیا تھا۔ جب اس رات بادشاہ کو خواب نے غلبہ کیا اور پلنگ پر لیٹے اور مجلس اسی طرح رہی۔ اور جب بادشاہ کی آنکھ لگ گئی تو امیر پوشاک بدلنے کی خاطر مقبل کو ہمراہ لے کر غسل کرنے کے لئے نہر کی طرف چلے اور سیر کرتے ہوئے اس باغ کے ایک گوشہ میں

پہنچے۔ یہاں نہر کو نہایت لطیف بہتے دیکھا۔ جس کا پانی محل میں جاتا ہے۔ یہ ایک جگہ امیر کو پسند آئی۔ ایک درخت کے نیچے پوشاک اتار کر مقبل کو دی اور نہر میں اتر کر بدن ملنے لگے۔ اس نہر کے قریب بادشاہ کی بیٹی مہر نگار نام کا محل تھا۔ قضارا وہ بھی اس روز ہوا کھانے کو اس قصر پر آئی۔ اور دریچہ کھول کر ہر طرف دیکھ رہی تھی کہ اس کی نظر ناگاہ امیر پر پڑی۔ دیکھتے ہی تیر عشق کھا کر فریفتہ ہوئی۔ اور دیوانہ وار ایک ایسی آہ سرد بھری قریب تھا کہ آہ کے ساتھ ہی گر پڑتی۔ مگر تامل کیا اور جی میں کہنے لگی کہ دل کو ہاتھ سے دے چکی۔ اب دیکھئے اس کا انجام کیا ہو۔ لیکن ایسی فکر کر کہ وہ بھی تجھ کو ایک نگاہ دیکھ لے۔ خیال کر کے عنبرچہ گلے سے نکال امیر کی طرف پھینکا۔ امیر نے سر اٹھاتے عنبرچہ کو دیکھ کر اس قصر کی طرف نگاہ کی۔ اور مہر نگار کو دیکھ لیا۔ بے اختیار ایک آہ ماری اور بیہوش ہوگئے مقبل نے جو امیر کی یہ حالت دیکھی۔ پانی میں کود کر امیر کو سنبھالا۔ امیر نے اپنے آپ کو ہوش میں لا کر پانی سے باہر نکالا۔ اور نئی پوشاک جو مقبل لایا تھا پہنی۔ اور بادشاہ کی طرف متوجہ ہوئے لیکن چشم پُرآب و دل کباب تیر عشق کا کھایا ہوا مجلس میں بیٹھے۔ اور یہاں مہر نگار کی بھی یہی حالت تھی۔ لیکن امیر ناچار تھا۔ کہ کسی سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے امیرا کی صحبت میں جا بیٹھے۔ ہر وقت آہ عاشقانہ بھرتے اور شعر درد آمیز پڑھتے تھے۔ غرض بہ ہزار تشویش دن کو گذارا۔ جب رات آئی تو گھڑیاں گننے لگی۔ ایک پہر رات گذرنے پر اس ماہ فلک دلبری کو دیکھنے کی تدبیر دل میں سوچ کر یہ بات بادشاہ سے عرض کی۔ اگر ارشاد ہو تو یہ خانہ زاد ایک دو ساعت سو رہے۔ پھر ابھی حاضر ہوگا۔ فرمایا کیا مضائقہ امیر نے مقبل کو ہمراہ لیا۔ اور اسی وقت قصر کی طرف روانہ ہوئے۔ نزدیک جا کر دیکھا تو اوپر جانے کا کوئی لگاؤ معلوم نہیں ہوتا۔ جی میں کہا کس طرح جائیے دیکھا تو برابر اس قصر کے ایک درخت عالیشان ہے۔ اس کی شاخیں بام قصر پر پھیلی ہوئی ہیں۔ مقبل کو اس درخت کی جڑ میں کھڑا کیا اور آپ اس پر چڑھ کر قصر کے اوپر گئے۔ اور چاروں طرف نگاہ کرنے لگے (باقی داستان شب فردا)

دسویں داستان

مہر نگار کے محل میں امیر کا جانا اور مہر نگار کا چونکنا اور پلنگ پر یکجا بیٹھنا

جوہریان بازار معانی کہتے ہیں۔ کہ صاحب قرآن اوپر گئے اور دور سے دیکھنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ مہر نگار

نے محل میں ایک جانب مجلس نشاط آراستہ کی ہے۔ اور اپنی ہم چشموں سے بادہ خواری میں مشغول ہے اور مہر نگار صد نگارہ سے بہتر معشوقان ماہ رویاں کے درمیان مانند بہار بیٹھی ہے۔ کہ اس کی تجلی سے وہ تمام مکان روشن ہے۔ عجیب طرح کی نازنین دیکھی کہ حسن وجمال میں چشمہ خورشید تاباں اس کے چاہ زنخداں کا ایک رشحہ ہے۔ ماہ درخشاں کا ایک مطلع۔ دلبر خوش ادا ہوش ربا عالم آرا سرو قد لالہ عذار آہو چشم سنبل مو خوشخو۔ ہلال ابرو۔ سر غولہ زلف دراز مژہ بدن مروارید دندان بار یک میان آرام جان حقہ ناف حباب پستان مدعا فہم خون دل عاشقاں۔ اس روز امیر نے دور سے دیکھا تھا۔ اب نزدیک آکر دیکھا۔ تو پھر وہی حالت ہوئی۔ اور دل اختیار سے جاتا رہا۔ جب اس کو دیکھتے نئے انداز سے نظر پڑتی۔ لیکن مہر نگار نے جسوقت امیر کو دیکھا تھا۔ اسکو عجیب طرح کی دہشت تھی۔ دن کو اس نے ہزار مشقت سے کاٹا۔ جب رات ہوئی واسطے جی بہلانے کے صحبت نشاط آراستہ کی اور دائی کی بیٹی فتنہ بانو کو بلاکر کہا آج ہم کو نہایت قلق ہے اور جی گھبراتا ہے تو اپنے ہاتھ سے شراب پلا۔ غرض جو جو اسکی محرم راز تھیں آکر اس کے پاس حاضر ہوئیں۔ اسوقت گلستان حسن وجمال میں ان غنچہ رویوں کا اسکے گرد بیٹھ کر گانا اور بجانا ایک جلوہ نور کا معلوم ہوتا تھا۔ امیر اس قصر کے کونے میں چھپ کر یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب فتنہ بانوں سے صحبت رہی۔ دوپہر رات سے زیادہ گذری تو مہر نگار نے ایک آہ سرد بھری۔ اور فتنہ بانوں سے کہا پیالہ رواں کر کہ رات بہت آئی اب جاکر سو رہیں۔ فتنہ بانوں نے بسدم پیالہ کو لبریز کر کے مہر نگار کو دیا بادشاہزادی نے یہ پیالہ ہاتھوں میں لیکر کہا اسوقت جو شراب پیوے پہلے اپنے آرام جان کا نام لے اسکے بعد ہم پئیں گے۔ اور تم سب پیو۔ جب مہر نگار نے یہ بات کہی فتنہ بانو نے عمر وعیار کا نام لیا۔ اور جام شراب پیا۔ امیر یہ سنکر حیران ہوئے کہ عمر وعیار یہاں کیونکر آیا۔ یہ خیال جی میں کر رہے تھے۔ کہ دوسری معشوقہ نے مقبل وفادار کا نام لے کر پیا۔ جب دونوں پی چکیں تو مہر نگار نے جام اٹھایا اور کہا کہ میں کشندہ ہشام بن علقمہ خیبری کی یاد پیتی ہوں۔ کہ جس نے تم کو قید سے چھڑایا ہے۔ یہ کہہ کر لب سے لگایا اور پی گئی۔ امیر سن کر بہت خوش ہوئے۔ غرض اس رات مہر نگار پہر رات سے زیادہ بیٹھی۔ اور ہر پیالہ کے ساتھ امیر کو یاد کیا۔ اور کہا افسوس یار جانی اور واے محبوب زندگانی اسوقت تو کہاں ہوگا۔ جلد پہنچ ہر دم یہی کہتی تھی اور بیقرار رہتی تھی۔ جب پہر رات گذری تو مہر نگار نے ہم صحبتوں کو کہا کہ اب رخصت ہو وہ سب مجرا کر کے چلی گئیں اور آپ ایک بارہ دری میں جاکر چھپر کھٹ جواہر نگار پر آرام کیلئے لیٹی۔ لیکن امیر کے اشتیاق میں نیند نہ آئی اور بڑی بڑی کروٹیں لیتی اور صاحبقران کے تصور میں روتی تھی۔ جب چار گھڑی رات باقی رہی اسوقت اسی خیال

میں آنکھ جھپک گئی۔ پر امیر جو چھپے ہوئے دیکھ رہے تھے سیڑھیوں کی راہ نیچے اترے اور کسی کو بیدار نہ پاکر نہایت خوش ہوئے اور اس بارہ دری کے اندر گئے اور دیکھا کہ اس کی چاروں طرف پردے پڑے ہیں اور شمعہائے مومی گلکاری ہر جگہ مانند عاشقان روشن ہیں۔ اور چھپر کھٹ پر مہر نگار سوتی ہے۔ لیکن اس کے حسن کے روبرو شمعوں کی روشنی پھیکی معلوم ہوتی تھی۔ اور وہ مکان اسکے حسن و جمال سے آفتاب کی مانند منور تھا۔ امیر نے دل میں خیال کیا کہ ایسے معشوقوں کا وصال قسمت سے میسر ہوتا ہے شاید میرے نصیب میں نہ ہو۔ اب تو اس مکان میں بڑی محنت سے آیا ہوں۔ اس معشوق کے برگ گل رخسار سے ایک تو لے۔ یہ

ایک درخت کی راہ سے امیر کا مہر نگار کے محل میں پہنچنا اور مقبل کو درخت کے نیچے کھڑا کرنا اور آپ قصر سے اتر کر پلنگ پر چڑھنا اور مہر نگار کا چونکنا اور پلنگ کے نیچے بیٹھنا

کہکر اس چھپر کھٹ کے پاس گئے اور مہر نگار کے برابر بیٹھکر اپنے دونوں ہاتھ اسکے سر کی دونوں طرف تکیہ پر ٹیک کر چاہا کہ جھک کر اس لب لعل سے بوسے لے لیکن از ابتدائے عشق ناکردہ کار، امیر کا ہاتھ تکیہ پر سے پھسل گیا اور اس معشوق کی چھاتی پر گر پڑے۔ جونہی مہر نگار کی آنکھ کھلی امیر کا خیال نہ رہا بے اختیار ایک چیخ ماری اور کہا اے دوڑو چور آیا چاروں طرف سے عورتیں دوڑیں۔ امیر نے کہا اے جان من میں کشندہ ہشام بن علقمہ ہوں۔ مہر نگار نے جو امیر کو پہچانا تو غل کرنے سے پشیمان ہوئی اور صاحبقران کو پلنگ کے نیچے چھپایا اور ان عورتوں کو کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ اس دہشت سے چیخ ماری

تم جاؤ۔ اور اس بات کا کچھ خیال نہ کرو سب واپس چلی گئیں۔ مہر نگار نے امیر کو نکالا اور پلنگ پر اپنے برابر بٹھلایا۔ اول مرتبہ امیر کو دور سے دیکھا تھا۔ اور اب نزدیک سے دیکھا کہ ایک عجیب طرح کا جوان زیبا صورت و پاکیزہ سیرت ہے۔ اسکے چودہویں رات کے چاند سے رخسارے اس تیرہ شب کو روشن کر رہے تھے۔ وہ صاحبقراں کی صورت دیکھ کر تصویر کیطرح حیران رہ گئی۔ اور امیر بھی مہر نگار کو دیکھکر دیوانہ وار تک رہے تھے کہ سفیدی صبح نمودار ہوئی و برگ گل پر جیسے شبنم ہوتی ہے امیر نے اپنی آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔

اور کہا اے مہر نگار تو نے جو میرے آہوئے دل کو کمند ناز سے گرفتار کیا اس صید کو نیم بسمل نہ چھوڑنا اب رخصت ہوتا ہوں بادشاہ کی صحبت سے سونے کا بہانہ کر کے آیا تھا ایسا نہ ہو کہ پردہ کھلے اور رسوائی ہو۔ اگر زندگی ہے تو کل پھر آؤنگا۔ یہ کہکر مہر نگار سے رخصت ہو کر اور اسی درخت کی شاخ پکڑ کر نیچے اترے اور وہاں سے مقبل کو ہمراہ لیکر بادشاہ کی مجلس میں آ بیٹھے۔ جب آفتاب کی کرنیں نکلیں تو شاہ و امیر معہ ہمنشیناں ایک چمن میں آئے۔ اور نشستگاہ میں بزم صحبت آراستہ کی۔ لیکن خواجہ بزرجمہر نے دیکھا کہ امیر کے چہرے سے عشق کی سی صورت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ ہر وقت مجلس سے بہانہ کر کے اٹھتے اور چمنستان میں جا کر مہر نگار کے قصر کیطرف دیکھتے اور پھر آکر بیٹھتے ہیں۔ لیکن بختک نے امیر کی بیتابی اور گھڑی گھڑی اٹھنے سے اس مقدمہ کو دریافت کیا اور جی میں کہا کچھ ایسی فکر کیجئے کہ حمزہ یہاں سے اٹھنے نہ پاوئے۔ بادشاہ سے عرض کی عجب لطف مجلس ہے۔ اکثر لوگ بیجا اٹھکر خلل کرتے ہیں۔ آیندہ جو اٹھے اس پر سو تمن جرمانہ کیجئے۔ بادشاہ نے اس بات کو پسند کر کے امیر سے کہا۔ امیر نے قبول کیا امیر کے دل میں بیچینی تھی۔ راوی لکھتا ہے کہ امیر اس اضطراب کی حالت میں دو مرتبہ اٹھے اور دو سو تمن دیئے بزرجمہر نے عمر کی طرف دیکھ کر کہا کہ ایسا علاج کیجئے کہ بختک مجلس سے باہر جائے۔ عمر نے کہا بہت اچھا اور اٹھکر بادشاہ کا آداب بجالایا اور کہا خداوند کی خدمت سے اور شہریار خانہ زاد کے ہاتھ سے دو چار دور پئیں فرمایا کیا مضائقہ ہے عمر نے صراحی و پیالہ اٹھالیا۔ اور پھر کر گردش میں لایا۔ عمر کی ساقی گری سے ہر خورد و کلاں کو حظ تھا۔ بادشاہ کے بعد عمر نے شاہزادوں کو جام پلائے۔ جب نوبت خواجہ گذرالدین کی آئی تو عمر نے اس جام میں کئی مثقال حب السلاطین داخل کی اور بختک کے آگے لے گیا۔ اس نے جام دیکھتے ہی معلوم کیا کہ آج خیر نہیں۔ کہنے لگا خواجہ عمر میں نے کل سے شراب پینے کی توبہ کی ہے۔ اور لوگوں کو دیجئے گا بندہ نہیں پئے گا۔ جب عمر نے دیکھا کہ نہایت تکرار کرتا ہے۔ تو بادشاہ کی طرف کر کے کہنے لگا کہ خداوند نے اپنے غلام کے ہاتھ سے جام پئے پھر بھی جس نے چاہا پیا۔ بختک میرے ہاتھ سے کس واسطے اندیشہ کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں نے توبہ کی ہے۔ نہیں جانتا یہ وہ چیز ہے کہ اگر ایک پیالہ ابلیس پی لیتا تو آدم کی خاک کو ہزار دں سجدے کرتا۔ عمر کی یہ بات سن کر شاہ اور امیر مع تمام مجلس ہنسے۔ اور بختک بھی شرمندہ ہوا۔ آخر ہرمز تاجدار نے کہا کہ تو دیوانہ ہے نہیں جانتا کہ شاہ

نے اس کو ساقی مجلس مقرر کیا ہے۔ اور تم اس کے ہاتھ سے پینے کا انکار کرتے ہو۔ ناچار ہو کر عمر کے ہاتھ سے بختک نے وہ پیالہ لیا۔ اور جبراً و قہراً پیا۔ ایک ساعت نہ گذری کہ بختک کے پیٹ میں گڑ گڑاہٹ ہوئی۔ اور پیچ کھانے لگا۔ تب وہ اپنی کرسی سے اٹھا۔ اور بادشاہ سے کہا کہ مجلس میں یہ شرط ہے کہ جو کوئی بے ضرورت اُٹھے وہ سو تمن گنہ گاری دے۔ بندہ نے مکان ضرور کو جانا ہے۔ یہ کہکر گیا اور فراغت کر کے آیا۔ ایک لمحہ نہ بیٹھا تھا کہ اس کا پیٹ گڑ گڑایا۔ مارے درد کے اٹھا۔ عمر نے کہا آپ کیوں اٹھے۔ کہا مکان ضرور کو جاتا ہوں عمر نے کہا خیریت ہے اب عذر بیجا ہے۔ کوئی نہیں سنے گا۔ ایک دفعہ ہو آئے ہو۔ بختک نے سو تمن جرمانہ دیئے۔ اور گیا۔ اور حاجت رفع کر کے اپنی جگہ پہ پھر آ بیٹھا۔ دم بھی نہ لیا پھر خلش ہوئی۔ لیکن شرط ہارنے کی دہشت سے اپنے آپ کو ضبط کر کے بیٹھا رہا اور کرسی سے نہ اٹھا۔ از بسکہ پیٹ میں پیچ و تاب ہو رہا تھا۔ نہ تھام سکا اس کا جا ضرور وہیں خطا ہوا۔ اور آزار کے پائنچوں سے نکلا۔ عمر اسی تاک میں بیٹھا تھا۔ عقل سے دریافت کیا۔ پیالہ کو ہاتھ سے رکھ کر عرض کی کہ اس وقت خوش آیند ہو۔ خوب اور کس مزے کا سرور ہے کہ اگر خیاباں کی سیر کیجئے اور گلستان کا تماشا دیکھئے تو فرحت ہو۔ فرمایا عمر ہمارا بھی جی چاہتا ہے۔ امیر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور چمنستان کیطرف متوجہ ہوئے۔ جتنے بیٹھے تھے سب اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے بختک بھی اٹھا۔ اور لوگ کیا دیکھیں کہ جس کرسی پہ وہ بیٹھا تھا۔ تمام نجس ہے اور اس کے پائنچوں کی راہ سے زرد پانی نکلتا ہے۔ اور قالین ابریشم کا خراب ہو رہا ہے۔ عمر نے شاہ سے عرض کی۔ بادشاہ نے اسکی حالت جونہی دیکھی۔ شاہ کا حال مارے غصے کے عجیب ہو گیا۔ فرمایا مردک بختک نہایت نامعقول ہے۔ ہماری صحبت کے بیٹھنے کے قابل نہیں ہے۔ پہلوان عادی کو بلاؤ کہ اس نالائق کو باغ سے نکال دے عادی کے دل میں پہلے سے کینہ تھا۔ بادشاہ کا یہ حکم پاتے ہی ایک سے اس کی ڈاڑھی اور دوسرے سے گریبان پکڑ کر گھسیٹ لے چلا۔ بختک ٹھوکر کھا کر گرا اور سر پھوٹ گیا۔ اور خون آلودہ نجاست بھرا ہوا کشاں کشاں باغ سے باہر ہوا۔ لیکن اس کے جانے کے بعد خواجہ بزرجمہر نے دل میں خیال کیا کہ اسوقت امیر کی حالت بے قرار ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بادشاہ حال معلوم کرے اور باعث رسوائی کا ہو۔ اسواسطے ہاتھ باندھ کر شاہ سے عرض کیا کہ آپ نے حمزہ کو سب طرح سے راضی کیا وہ ہر صورت آپ کا زیر بار احسان ہے۔ جب تک کہ وہ زندہ رہے گا۔ ہفتہ ہوا کہ آپ باغ میں تشریف لاتے ہیں اور تمام خلقت آپ کی عدالت کی منتظر ہے۔ بہت کام معطل پڑے ہیں۔ آپ باہر تشریف لے چلئے اور

کہ حکومت پر بیٹھ کر شہریاری کیجئے۔ کہ لوگ اپنی مراد کو پہنچیں۔ شاہ کو یہ بات پسند آئی امیر پر خلعت شاہانہ عنایت فرمایا اور دربار میں آ کر کارسازی عدل و داد میں مشغول و مصروف ہوئے۔ اور امیر تل شاد کام کو اپنے لشکر میں آئے۔ (باقی داستان فرداشب)

گیارھویں داستان

کل داستان کو یہاں تک پہنچایا تھا کہ باغ داد سے مجلس برخاست ہوئی اور امیر اپنے لشکر میں تل شاد کام کو آئے۔ دن کو خیال کرنے اور گھڑیاں گننے لگے۔ کہ رات ہو تو مہر نگار کے پاس جائیں۔ بارے بصد تشویش روز گذرا۔ جب شام ہوئی تو مرغ خورشید آشیان مغرب کی طرف متوجہ ہوا۔ تو امیر نے اس وقت شب روی کا لباس لگایا۔ جب پہر سے اوپر رات گذری تو صاحبقران نے جامہ سیاہ اطلس مشکیں گلے میں پہنا اور کمر بند زربفت کمر میں باندھا۔ اور سیاہ شال کا شملہ سر پر لپیٹا اس پر مرصع جیغہ رکھا۔ اور خنجر و شمشیر محکم کر کے سرمہ گوں صوت کا پاتابہ پہن کر پر کفش ندی پاؤں میں پہنی اور کمند کے حلقہ کو شانے میں ڈال کر مقبل وفادار کے ہمراہ خیمہ سے باہر آئے۔ اور مہر نگار کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور گئے تھے۔ کہ عمر جو راہ میں چھپ کر کھڑا تھا۔ ناگاہ جونہی امیر کو دیکھا دوڑ کر پاس آیا۔ اور امیر کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا۔ اے شہریار تعجب ہے کہ تم نے بندے کو اپنے محرم راز ہونا نہ جانا۔ اور رات چپکے چپکے اکیلے اٹھ کر سیر کو جانا۔ اور ہم کو خبر بھی نہ کرنا امیر کو دیکھ کر ہنسے اور کہا اے عمر میں نے اس لئے تجھ سے چھپایا کہ تو ہر وقت نصیحت کرتا ہے۔ اگر تجھ کو آگاہ کیا تو تو نصیحت کرے گا۔ اور میرے دل کو بے چینی ہوگی۔ میری حالت تو دیکھ کیا بن گئی ہے کہ دل سے صبر و آرام اٹھ گیا ہے۔ اب تو میرے ساتھ آ کہ یار کی گلی میں جاتا ہوں۔ دیکھ تو کیا محبوب ہے۔ القصہ امیر، مقبل اور عمر تینوں باغ داد کو چلے۔ راہ میں عمر نے امیر سے پوچھا کہ وہ کون ہے جس کی خاطر تمہاری یہ صورت بنی ہے۔ فرمایا اے عمر میں صنم کی تعریف اپنے منہ سے نہیں کر سکتا اگر خدا نے چاہا تو خود دیکھ لیگا ادہر مہر نگار نے جب یہ سنا کہ حمزہ کو بادشاہ نے باغ سے رخصت کیا اور اپنے لشکر میں گیا تو اس کی فرقت میں شمع کی طرح جلنے لگی۔ اور عیش و عشرت کا دروازہ بند کر کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھی۔ اور امیر کی راہ میں اپنے دل پر درد سے آہ عاشقانہ ہو کر ساعت نکالنے لگی

اور یہاں تک بیتابی کی کہ دائی کی بیٹی اور مصاحبوں سمیت اس مقدمہ سے واقف ہوئیں اور دیکھیں تو بادشاہزادی کی حالت نظر آئی۔ سب ملکہ احوال پر س ہوئیں۔ مہر نگار نے کسی کو اس بات کا جواب نہ دیا۔ سب حیران ہوئیں۔ اور دائی کو جاکر خبر کی اس نے آکر مہر خصال کی بلائیں لیں۔ اور بڑی محبت سے پوچھا اے گلستان خوبی تیرے ملال کا سبب کیا ہے بچپن سے لے کر اس وقت تک تیری محرم راز ہوں۔ تیری کوئی بات مجھ سے پوشیدہ نہیں سب احوال سچ سچ بتا مجھے نامحرم اور بیگانہ نہ جان۔ مہر نگار نے جو یہ محبت کی باتیں سنیں تو بے اختیار رونے لگی اور کہا اے دائی مجھے احوال کہتے شرم آتی ہے۔ دائی نے رومال سے آنسو پونچھے اور کہا اے زندگی بخش تو خاطر جمع رکھ کہ میں تیری مراد بر لاؤں گی۔ مہر نگار نے صاحبقران کا سب احوال بیان کیا اور کہا اگر اسکا وصال نہ ہوگا تو مر جاؤں گی اسباب کی کچھ فکر کرنی چاہیئے۔ دائی یہ سن کر حیران ہوئی۔ اور مقام میں در آئی کہ اے ملکہ تعجب ہے تیرے خیال پر کہ بادشاہزادگان سامانی و مزدگی کو چھوڑ کر مسلمان پہ مائل ہوئی۔ اس کا دین کہاں اور تیرا مذہب کہاں۔ کہا دائی عشق دین اور مذہب سے کام نہیں رکھتا۔ اور عنبر چہ مرصع جو تین ہزار تمن کو مول لیا گیا تھا۔ مہر نگار نے گلے سے اتار کر دائی کو دیا۔ اور کہا اے دائی قسم ہے پاک اور بے عیب خدا کی۔ اگر میری یہ امید بر آئی تو تجھے نہال کر دونگی۔ طمع دائی کے دامن گیر ہوا۔ کہنے لگی اے سرو آزاد باغ حسن و خوبی میں نے سمجھ لیا ہے کہ اس طرف تیری طبیعت بے اختیار آگئی ہے۔ خاطر جمع رکھ کہ رات کو محل میں سب کو غافل کرکے امیر جہاں ہوگا۔ وہاں لے چلوں گی جب روز آخر ہوا اور رات آئی۔ مہر نگار پلنگ پر جا لیٹی۔ اور سب مقربین کو رخصت کیا ہر ایک اپنے اپنے مکان میں جا کر سو رہیں۔ جب پہر رات گذری مہر نگار نے اٹھ کر شب روی کا مردانہ لباس پہنا اور اسی صورت سے دائی بھی مرد بن کر چلنے لگی اور ہاتھ میں کمند لے کر مہر نگار کے ہمراہ چلی۔ اور سقف دالان پر جا کر ایک برج میں کمند باندھ کر قصر سے نیچے اتریں اور باغ کی دیوار سے گذر کر قلعہ سے باہر ہوئیں۔ اور امیر کے لشکر کی راہ لی۔ اور درختوں کے سایہ میں اپنے آپ کو چھپاتی چلی جاتی تھیں۔ جونہی وہ امیر کے لشکر کے قریب پہنچیں۔ راہ میں تین سیاہ پوش دکھائی دیئے۔ یہ دونوں انہیں دیکھ اپنے آپ کو ایک پیڑ کے نیچے چھپا کر کھڑی ہوئیں۔ لیکن امیر کے ان سیاہ پوشوں نے دیکھ لیا۔ اور مقبل کو بہ آواز بلند فرمایا کہ دیکھنا یہ سیاہ پوش کون اور کہاں جاتے ہیں۔ مہر نگار نے امیر کی آواز پہچان کر اپنے کو درخت کے سایہ سے نکالا۔ اور

مقبل کی طرف قدم بڑھایا۔ اس نے نزدیک آکر مہر نگار کو پہچانا۔ اور امیر کو خبر کی صاحبقران سن کر
ایسے خوش ہوئے کہ گویا ہفت اقلیم کی بادشاہت مل گئی۔ عمر کو ساتھ لے کر اس ماہ رو کے پاس گئے۔ اور
ہاتھ پکڑ کر یہ شعر پڑھا بیت اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما۔ ذکر تو بود زمزمۂ شادیٔ ما۔ عمر نے کہا اے ملکۂ آفاق بڑا
احسان کیا۔ کہ اس وقت ہم کو شب روی سے بچایا۔ مہر نگار نے مقبل سے پوچھا یہ کون ہے۔ عرض کیا کہ خواجہ عمر عیار
خنجر گذار یکہ طرازی ہے۔ عمر کی وضع دیکھ کر حیران ہوئی۔ اور امیر سے کہا۔ جس وقت سے تم آئے ہو دل
کو جو بے چینی ہے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ امیر نے جواب دیا اے جان زندگانی درست ہے۔
پر ہمارے جی کے حال سے بھی خدا ہی واقف ہے کہ اس بے چینی میں دن گذرا۔ یہ کہہ کر
صنم کا ہاتھ پکڑے اپنی بارگاہ میں لے آئے اور باہم بیٹھ گئے اور شراب پینے لگے۔ اور
عمر نے گانا گایا۔ جب رات آخر ہوئی اور صبح کا وقت قریب آیا۔ امیر اور عمر کو ہمراہ لے کر
مہر نگار کے قصر تک گئے۔ جس راہ سے آئی تھیں۔ اسی راہ سے واپس پہنچا کر اپنے لشکر میں آئے
ادھر جب یہ دونوں فصیل کے برج سے نیچے اتریں تو ناگاہ پہرہ داروں کی نگاہ ان پر پڑ گئی چور چور کا
ایک غل مچا اور ایک خوب ہنگامہ ہوا۔ جب دن ہوا تو کسی کو نہ دیکھا۔ تب ناظر نے جا کر مہر نگار کی ماں زرانگیز بانو
سے کہا کہ دوسری دفعہ ہے۔ کہ محل میں غل ہوا ہے۔ اکثر عرب کے ترک قلعہ میں بہت پھرتے ہیں۔ اور
ان کا لشکر بھی بہت ہی نزدیک ہے۔ معلوم نہیں ان میں کون سا نیک ہے۔ اور کونسا بد ہے۔ کہ شہزادی
کے محل کے گرد کوئی سردار پاسبانی کو مقرر رکھیے۔ زرانگیز بانو نے یہ حال بادشاہ کو کہلا بھیجا۔
بادشاہ نے جب یہ سنا تو ایک پہلوان عنتر تیغ زن نامی کو چار سو سوار اور پیادہ کی جمعیت سے محل کے
گرد چوکی میں مقرر کیا۔ لیکن جب رات کا وقت قریب آیا۔ تو امیر نے اپنے خیمہ میں بے تابی شروع کی۔
اور سوزناک غم فرقت سے آہ نکالنے لگے۔ عمر نے جو امیر کا یہ حال دیکھا تو آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور
کہا۔ اے صاحبقران خدا کے واسطے ہم لوگوں کی جانوں پر رحم کرو۔ اتنی بے صبری خوب نہیں ہے آج
کی رات اس معشوقہ کے محل کی طرف موقوف کرو کہ عنتر تیغ زن طلایہ میں مقرر ہوا ہے۔ ایسا نہ ہو
کہ اس امر سے واقف ہو۔ اور تم کو کچھ ایذا پہنچائے۔ امیر روتے تھے۔ یا اس بات کو سنکر
ہنستے اور کہا اے عمر تو مجھے مرنے سے ڈراتا ہے۔ تو نہیں جانتا کہ میں کشندہ حسام بن علقمہ ہوں
یہ کہہ کر شب روی کا لباس منگا کر پہنا۔ اور عمر و مقبل کو ہمراہ لے کر مہر نگار کے قصر کے طرف

روانہ ہوئے۔ جب باغ کے نزدیک پہنچے۔ تو دیکھا تو عنتر تیغ زن چار سو جوان کے طلایہ داری میں مشغول ہے
اور اس کے ہمراہی مشعلیں اور چرمتا پیال روشن کئے ہوئے خبردار باش بیدار باش پکارتے ہوئے پھرتے
ہیں۔ امیر ان کو دیکھ کر ایک گوشہ میں کھڑے ہو رہے۔ جب یہ سب آگے نکل گئے۔ تو امیر باغ کی دیوار کے پاس
آئے اور مقبل کو نگہبانی کے واسطے نیچے چھوڑا اور کمند لگا کر عمر کو ساتھ لیا اور کمند کو پکڑ کر قصر پر چڑھے۔ لیکن
مہر نگار وہاں بیدار تھی۔ اور دائی سے کہہ رہی تھی کہ بادشاہ نے محل کے گرد پاسبانی کے واسطے چوکیدار
مقرر کئے ہیں۔ پر امیر حمزہ واقع میں میرا عاشق ہے۔ تو ان سے ہرگز خوف نہ کھائیگا۔ یہ کہہ کر اپنی دو خاص
مصاحبوں کو پاس بٹھا کر گانے کی مجلس شروع کی۔ اور شراب کا جام گردش میں آیا۔ مہر نگار شراب پیتی
اور ہر جام کے ساتھ امیر کو یاد کرتی تھی۔ دائی نے کہا اے مہر نگار تو دیوانی ہوئی ہے۔ جو آہ و فغاں کرتی
ہے امیر حمزہ تو اس وقت اپنے خیمہ میں سوتا ہوگا۔ مہر نگار نے کہا اے دائی میرا دل گواہی دیتا ہے کہ امیر حمزہ
کوئی دم میں آتا ہے۔ وہ میرا عاشق صادق ہے۔ اس چوکی سے ہرگز نہ ڈرے گا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ
امیر اور عمر دونوں سقف سے نیچے اترے۔ مہر نگار نے ویسے ہی اٹھ کر امیر کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھایا۔
اور اپنے ہاتھ سے جام شراب بھر کر پلانے لگی۔ امیر اس نازنین کی گردن میں ہاتھ ڈال کر بیٹھے۔ اور شراب
پینے لگے عمران دونوں کے آگے گانے لگا۔ اور امیر اس وقت عمر پہ نہایت خوش ہوئے۔ اور مہر نگار نے کہا
اے عمران معشوقوں میں سے تیرا جی بھی کسی کو چاہتا ہے۔ یا نہیں۔ عمر نے کہا صاحب جی ایک شخص کو چاہتا
ہے۔ لیکن ناچار ہوں۔ کس طرح منہ سے نکالوں کہ وہ آپ کی مصاحب ہے۔ مہر نگار نے کہا اے عمر
ہم نے اُسے تجھے خوشی سے بخش دیا۔ جس کو تیرا جی چاہے۔ اس کے پہلو میں جا بیٹھ۔ عمر اٹھا اور طراز خوباں
کی بغل میں جا بیٹھا۔ طراز خوباں عمر کو گالیاں دینے لگی۔ مہر نگار نے کہا اے عمر وہ کیا کہتی ہے عمر نے کہا
کہتی کیا ہے۔ ناز کرتی ہے۔ مہر نگار مارے ہنسی کے لوٹ گئی۔ اور کہا اے عمر اس کی کیا بات
تجھے پسند آئی ہے۔ کہا اس کے پاس زیور بہت ہے۔ اس خاطر میری طبیعت اس پہ آئی ہے
امیر و مہر نگار اس کی حرکتوں سے خوب ہنسے مگر طراز بانو نہایت دق ہو رہی تھی۔ مہر نگار نے اس سے
خفا ہو کر دیکھا اور کہا اے طراز بانو خوباں تو مزاحمت نہ ہو۔ عمر امیر کا قائم مقام ہے اس کی معشوقہ
رہنے میں تو مجھ سے کم نہیں تو اس کو کیا سمجھتی ہے۔ غرض اس شب عجب لطف کی صحبت
تھی۔ مہر نگار نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوئی۔ اور اقرار کیا کہ جب تک جیتی رہوں گی۔ صاحب

قران کے حکم سے باہر نہ جاؤنگی۔ اور امیر نے بھی اصرار کیا کہ جب تک مہرنگار سے شادی نہ کرونگا دوسری صورت نہ دیکھونگا۔ اس روز پانسو تمن زر سرخ کے عمر کو دیئے تمام رات چین سے گذری جب صبح نزدیک آئی تو امیر نے رخصت چاہی اور جب کمند سے نیچے اترے اور باغ سے باہر ہوئے تو طلایہ داروں کی نگاہ ان پر پڑی اور چور چور کر کے سب دوڑے یہ بھی تلواریں نکال کر ان سے لڑنے لگے۔ اور دس بارہ آدمی ان میں سے مار کر اپنے لشکر کی طرف چلے گئے۔ اور بخیر و عافیت اپنے خیمہ میں داخل ہوئے۔ ادر یہاں اس حال کو سن کر غترسیغ زن آیا۔ اور در روشن بھی ہوگیا۔ دیکھا تو کئی آدمی مرے پڑے ہیں اور کوئی نہیں دکھائی دیتا۔ تب اس نے جا کر بادشاہ کو خبر دی۔ بادشاہ سن کر حیران ہوا۔ اور فرمایا کہ ایسا کون شخص ہے۔ جو یہ حرکت کرتا ہے۔ تمام شہر میں مشہور ہوا۔ بختک سوچنے لگا کہ یہ سوائے حمزہ کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔ چونکہ مہرنگار کی خاطر عزیز تھی۔ اس لئے چپ رہا۔ جب دربار کا وقت آیا تمام امرا اور وزرا حاضر ہوئے۔ امیر بھی اپنی عادت کے موافق آئے۔ اور بادشاہ کو سلام کر کے اپنی جگہ پر بیٹھے۔ بادشاہ عدالت کے کام میں مصروف ہوا اور دربار برخاست ہونے کے بعد بادشاہ نے امیر کو طلب کیا اور فرمایا ابوالعلیٰ کئی روز ہوئے کہ باغ داد سے چور کی آواز آتی ہے۔ مگر معلوم نہیں کہ وہ چور کون ہے۔ آج تم نگہبانی کرو۔ امیر نے عرض کی کہ آپ کا فرمان منظور ہے۔ تب حضور سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں گئے۔ اکثر لوگ اس بات کو سن کر کہنے لگا۔ کہ شاہ نے خوب کیا جو حمزہ کو مقرر کیا۔ کیونکہ ساسانی ہے تو امیر کی دہشت سے ہرگز نہ آئے گا۔ اور اگر اہل عرب ہیں تو وہ اس کے تابع ہی ہیں۔ کوئی نہ آنے پائے گا۔ غرض حمزہ کو اگر اس رات میں بدنامی نہ ہو تو بہتر ہے۔ لیکن بختک نے یہ حال سن کر برا منایا کہ سبحان اللہ بادشاہ کی عقل پر کہ بکریوں کی نگہبانی کے لئے بھیڑیے کو مقرر کیا۔ امیر سر شام دو سو جوانوں کو لے کر طلایہ میں گئے اور مقبل کو ان لوگوں کے ہمراہ باغ کے گرد کیا۔ اور ہر جگہ روشنی کی۔ جب پہر رات گذری تو عمر کو ساتھ لے کر مہرنگار کے قصر کی طرف چلے۔ مہرنگار نہایت خوش ہو کر وہ تمام رات خوب عیش و نشاط میں گذاری صبح کو مہرنگار سے رخصت ہو کر باغ سے باہر آئے اور لشکر کی طرف آئے۔

(باقی داستان شب فردا)

بارھویں داستان

قارن کی چوکیداری میں امیر کا زخمی ہونا اور اس ہی رات میں اچھا ہوتا،

دوشنبہ کو قصہ یہاں تک پہنچا تھا کہ سلطان صاحبقراں مہرنگار کو رخصت کرکے اپنے لشکر میں گئے۔ اور صبح کو دربار میں بادشاہ کے مجرا کیا۔ اور کہا بندہ حسب الارشاد رات کو چوکیداری میں رہا۔ لیکن کسی چور کو نہیں دیکھا۔ بادشاہ نے فرمایا تمہاری دہشت سے آج نہیں آیا۔ بادشاہ امیر سے نہایت خوش ہوا۔ اور امیر کو خلعت سراپا امداد کیا۔ اس روز دربار کے برخاست ہونے کے وقت بختک نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ آج کی رات قارن دیوبند کو جو ساسانیوں کا بزرگ زادہ ہے۔ باغ داد کے طلایہ کے لئے مقرر کریں تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے فرمایا بہتر ہے قارن کو اسی وقت بلاکر ارشاد کیا کہ شبستان حرم کے گرد چوکی دو اس نے قبول کیا۔ بعد برخاست دربار بختک اس کے پاس گیا اور کہا اے پہلوان تو طیمورث دیوبند کی اولاد میں سے ہے۔ زور اور شجاعت میں تیرے برابر کوئی نہیں اور تونے بڑے بڑے کام بارہا کئے۔ آج دریافت تو کر کہ وہ چور کون ہے۔ قارن نے کہا اے بختک خاطر جمع رکھ اور دیکھ کہ میں کیا کرتا ہوں۔ جب رات کا وقت آیا۔ اس نے سو جوان مسلح ساتھ لئے اور محل کے گرد پہرہ میں مشغول ہوا۔ پر اب مہرنگار کا حال عرض کرتا ہوں۔ کہ جب اسے قارون کی چوکیداری کی خبر ہوئی تو سخت پریشان ہوئی۔ دائی نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا اے مہرنگار کے واسطے ہم پہ رحم کر اور آج کی رات حمزہ کا وصل موقوف رکھ کہ قارن سخت حرام زادہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ مقدمہ ظاہر ہو اور بدنامی ہو مہرنگار نے کہا اے دائی وہ جوان خود عاقل ہے چاہے تو نہ آئے۔ اب داستان امیر کی سنو۔ جب قارن کی خبر ہوئی صبر کیا جب رات دو پہر گذری تو براق شب روی منگا کر پہنا اور باغ کی طرف کا ارادہ کیا۔ عمر نے امیر کو چلنے پر مستعد پایا تو اپنا سر پیٹنے لگا۔ اور کہا اے حمزہ تجھے ایک رات صبر نہیں آتا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ آج قارن چوکیداری پہ ہے۔ امیر نے کہا اے عمر عشق ہے۔ صبر بہت مشکل ہے اگر آج نہ جاؤں گا تو وہ معشوقہ اپنے دل میں کہے گی کہ حمزہ قارن سے ڈر گیا۔ میں ضرور جاؤں گا۔ یہ کہہ کر قدم آگے بڑھایا۔ اور کہا جس کو جان عزیز ہے۔ وہ میرے ساتھ نہ آئے۔ عمر اور مقبل نے عرض کی کہ ہزار جان بھی ہماری ہو تو تم پہ نثار ہے۔ ہم جان کی دہشت سے نہیں کہتے جو مناسب سمجھا وہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ اگر آپ نہیں مانتے تو ہم ساتھ ہیں۔ غرض تینوں روانہ ہوئے یہ رات ایسی اندھیری تھی کہ ہاتھ نہ دکھتا تھا۔ قارون کو دیکھا کہ اس نے اپنے آدمی مشعلیں لے کر باغ کے گرد پھرا رہا ہے اور آپ اندر جاکر کرسی پہ بیٹھا۔ اور خبرداری کرنے لگا جب امیر باغ کے پاس پہنچے تو ایک طرف سے کچھ لوگ پہو کی دیتے ہوئے اور خبردار باش بیدار باش ہوشیار

باش کہتے ہوئے گذرے اور امیر نے اپنے آپ کو مع یاروں کے چھپایا۔ جب یہ طلایہ نکل گیا۔ تو امیر باغ میں گئے۔ اور دور سے قارن کو کرسی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ مقبل نے عرض کی اگر حکم ہو تو غلام ایک تیر مارے۔ فرمایا مجھے کسی سے کام نہیں۔ جو میرا سدراہ ہوگا۔ آپ سزا پائے گا۔ قصر کی دیوار سے بمعہ عمر اوپر چڑھے۔ اور مقبل کو نگہبانی کے لئے نیچے چھوڑا۔ جب قصر میں گئے تو مہر نگار ہزار اندیشہ بیٹھی تھی۔ اور امیر کی طرف خیال کر رہی تھی۔ جونہی صاحبقران کو دیکھا اپنی جگہ سے جست کر کے گلے سے لگایا۔ اور کہا اے حمزہ کس طرح آیا۔ فرمایا جس طرح قابو پایا۔ مہر نگار نے امیر کو لے جا کر تخت پر بٹھایا۔ اور مجلس نشاط بدستور گرم ہوئی۔ ہر دم طلایہ کی آواز سنتے تھے۔ جب رات آخر ہوئی تو امیر نے اس نازنین کو رخصت کیا۔ اور عمر کو ساتھ لے کر باہر آئے۔ جب باغ کی دیوار پر پہنچے تو عمر نیچے اترا۔ اور امیر نے اترنے کا ارادہ کیا تو قضارا قارن آپہنچا۔ اور دیکھا کہ ایک سیاہ پوش اوپر سے اتر رہا ہے۔ گھوڑا دوڑا کر ایک تلوار ماری۔ مگر ایسا ہوا کہ وہ تلوار اس دیوار سے اچٹ کر کمند پر پڑی اور کمند کٹ گئی۔ اور وہ امیر کو نہ لگی۔ امیر تلے کو چلے۔ اور مقبل کو آواز دی کہ مجھے روکنا۔ مقبل نے دونوں ہاتھ بڑھا کر امیر کو روکا۔ چونکہ امیر بھاری تھے۔ سر دیوار سے لگ کر پھٹ گیا۔ مگر عمر اور مقبل نے اس سے پہلے کئی آدمیوں کو تیروں اور پتھروں سے مارا۔ غرض وہاں زد و کوب کر کے امیر کو لے گئے۔ اور اپنے لشکر میں آئے۔ قارن معلوم کر گیا کہ یہ حمزہ ہے۔ اس لئے اس نے پیچھا نہ کیا۔ اور وہ آدھی کمند بادشاہ کے دکھانے کے لئے لے گیا۔ اس ابریشمی کمند پر طلائی حلقہ میں امیر کا نام لکھا تھا۔ بادشاہ دیکھتے ہی غضب میں آیا اور خواجہ بزرجمہر کو بلا کر وہ کمند دکھلائی۔ دیکھو حمزہ کی نمک حلالی۔ کہ اس نے مجھ سے نمک حرامی کی۔ بزرجمہر نے عرض کیا۔ کہ بندہ کو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دشمنوں نے یہ تغلبی سے لکھا ہے۔ یہ اس کا کام نہیں ہے۔ قارن نے کہا حمزہ زخمی بھی ہوا ہے۔ اور زخم اس کے سر میں لگا ہے۔ اگر مجروح نہ ہو تو میں جھوٹا۔ تب نوشیرواں نے حکم دیا کہ حمزہ کو بلاؤ ابھی معلوم ہو جائے گا۔ کہ اس کے سر میں زخم لگا ہے یا نہیں۔ کئی پروانچی امیر کی طلبی کو روانہ ہوئے لیکن جس وقت امیر سر شکستہ خیمہ میں داخل ہوئے۔ تو قریب

صبح کے وضو کیا اور نماز ادا کر کے سر سجدہ میں رکھا۔ اور جناب باری میں دعا کرنے لگے کہ اے بارالٰہ تیری درگاہ سے کچھ دور نہیں کہ نوشیرواں اور مخالفین میرے سر میں زخم نہ دیکھیں۔ دعا مانگتے ہوئے زار و زار رو رہے تھے۔ کہ آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لائے۔ اور اپنا دست مبارک امیر کے سر پر ملا۔ جب آنکھ کھلی تو ان کے ہاتھ کی برکت سے اپنے سر میں زخم نہ دیکھا اور نہایت خوش ہوئے۔ اور سجدہ شکر ادا کیا۔ وہیں پروانچی نے خبر دی کہ بادشاہ نے آپ کو یاد کیا ہے امیر سوار ہو کر مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ شہزادہ ہرمز اس صبح شکار کو گیا تھا۔ پھرتے وقت امیر سے ملاقات ہوئی۔ دونوں باہم بادشاہ کے حضور میں آئے۔ بادشاہ نے امیر کے سر میں نشان زخم ہرگز نہ دیکھ کر امیر کو خلعت فرمایا۔ اور لوگوں کے کہنے کو جھوٹ یقین کیا۔ اس بات کو کئی روز ہوئے کہ بہرام کا زخم بھی اچھا ہوا۔ ایک دن بادشاہ کی بارگاہ میں سب سردار حاضر تھے۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ کئی برس ہوئے ہندوستان سے خراج نہیں آیا۔ فرمایا کیا سبب ہے

کہا سعدان شاہ بادشاہ ہندوستان کا بیٹا خسرو اپنے باپ کی جگہ لندھور وغیرہ بلاؤ ہندوستان کے تخت پر بیٹھا ہے۔ وہ نہایت زبردست زور آور ہے کہ ایک ہزار سات سو من تبریزی کا گرز اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور ہاتھی کی سواری مقرر ہے چنانچہ اس کی تصویر معہ فیل دیگر استادوں نے تیار کر کے طاق کسریٰ کے دروازے پر کھڑی کی ہے۔ کسی کیانی کا گھوڑا بھی اس تصویر کے پاس دہشت کے مارے نہیں جا سکتا۔ سو بندہ کے خیال میں بہتر ہے کہ دربار میں تمام امرا حاضر ہوں۔ تو آپ اس وقت یہ فرما دیں کہ سعدان شاہ کا بیٹا میری اطاعت نہیں کرتا۔ جو شخص اس کا سر لا دے گا مہر نگار اس کو نامزد کروں گا۔ یقین ہے کہ ساسانیوں میں سے کوئی جرأت نہ کرے گا۔ لیکن حمزہ جو نام و نشان پر مرتا ہے۔ وہ ضرور قبول کرے گا۔ اگر وہ ہندوستان میں جا کر لندھور سے لڑا۔ تو یہ مقدمہ دو حال سے خالی نہیں کہ یا تو لندھور کے ہاتھ سے مارا جائے۔ یا لندھور کو مار ڈالے۔ پس یہ دونوں باتیں آپ کے واسطے بہتر ہیں۔ کیونکہ اگر یہ مارا گیا۔ تو آپ بدنامی سے بچے۔ اور اور اگر لندھور کو مار کر زیر کیا تو ہندوستان آپ کے ہاتھ آیا۔ اور پھر کوئی بادشاہ آپ سے سرکشی نہ کرے گا بادشاہ یہ بات سن کر نہایت خوش ہوا۔ اور بزرجمہر کی عقل پر آفرین کی۔ دوسرے دن صبح کو جب تخت پر بیٹھے۔ امرا وزرا اور حکیم و ندیم و نجبہ گی و ساسانی و کیانی اور تمام ارکان دولت حضور میں

حاضر ہوئے۔ اور بدستور سابق اپنی اپنی جگہ اور منصب پہ کھڑے ہوئے اور صاحبقران بھی رستم کے دنگل پہ رونق افروز ہوئے تو بادشاہ نے فرمایا کہ شربت اور طعام لاؤ۔ جب اس سے فراغت ہوئی تو باآواز بلند کہا اے پہلوانان ہائے روزگار میرا ایک نہایت زور آور دشمن ہندوستان میں ہے۔ کوئی جائے اور اس کا سر کاٹ کر لائے تو میں اپنی بیٹی کا نکاح اس کے ساتھ کر دونگا۔ مہرنگار کا مہر خسرو کا سر ہے۔ جس کو یہ بات قبول ہو تیار ہو اور اقرار کرے۔ بادشاہ کی زبان سے کلمہ سن کر ہر ایک نے اپنے جی میں کہا۔ کہ اس بات کا اقرار وہ کرے۔ جس کو اپنی زندگی دشوار ہو ہم کہاں اور وہ کہاں۔ ہندوستان جب سفر دریا سے بچ کر وہاں پہنچیں اس پر فتحیاب ہوں۔ تب کہیں یہ بات میسر ہو اپنے آپ کو ناحق بلا میں پھنسانا خوب نہیں۔ بغرض کسی نے جرأت نہ کی۔ تب امیر اپنی جان ظل سبحانی کے حکم پہ فدا کرے یا لندھور کا سر حضور میں لا کر حاضر کروں بادشاہ یہ سن کر شگفتہ خاطر ہوئے اور فرمایا کہ تین جنگی جہاز ایسے کہ ہر ایک میں ایک ہزار جنگی سپاہی کی گنجائش معہ شتر پہ تل تیار ہوں۔ اور ملاح آہن گر و درود گر اس میں مستعد ہوں۔ بزرجمہر نے اس کے واسطے تقلید کی اور امیر بادشاہ کی خدمت سے رخصت ہو کر اپنے لشکر میں گئے۔ اور حکم دیا کہ ہماری فوج دریا کے بھرے پہ جائے اور زنجیر دل کو تیار کرائے۔ اور عمر کو خلوت میں بلا کر فرمایا کہ بابا رو ندگان جی چاہتا ہے کہ ایک مرتبہ مہرنگار کو دیکھ لوں۔ عمر نے کہا کوشش کرتا ہوں۔ فرمایا سعی کر پانچ سو تمن تجھ کو دونگا۔ ایک رقعہ عمر کو لکھ کر دیا کہ بزرجمہر کو دینا۔ جس میں لکھا کہ فلک کی گردش اور زمانہ کی آفت سے آپ کی صحبت اور شرف ملازمت سے دور جانا ہوا کہ ہندوستان کا سفر درپیش آیا۔ اب جہاں جاؤنگا۔ وہاں کسے لوگ کہیں گے کہ بادشاہ ہفت کشور کا داماد آیا ہے۔ لیکن اس وقت التماس یہ ہے کہ آپ شاہ سے عرض کریں کہ سر مجلس شربت پلایا جائے۔ تب میں جانوں کہ مہرنگار مجھ سے نامزد ہوئی۔ عمر نے مدائن میں جا کر بزرجمہر سے ملاقات کی اور تمام احوال زبانی کہہ کر وہ خط دیا۔ خواجہ نے خط پڑھ کر عمر کو ساتھ لیا اور بادشاہ کے حضور میں آ کر مجرا کیا اور دعا کے بعد عرض کی قبلہ عالم نے حمزہ کو داماد نامزد کیا اور خداوند کی رائے عالی پر روشن ہے کہ حمزہ جس مقام پر جائے گا۔ آپ کا داماد مشہور ہوگا۔ اور وہ جانثاری کر کے آپ کے حکم کے بموجب چلا ہے، لیکن یہ کیسی دامادی ہے کہ شربت بھی نہ پیا گیا۔ نوشیرواں سن کر ہنسا اور کہا کیا مضائقہ ہے۔

حمزہ کو بلاؤ۔ جس وقت امیر آئے بادشاہ نے شربت طلب کیا۔ بزرجمہر نے عرض کی کہ خداوند شربت کا پینا شبستان میں لازم ہے۔ بادشاہ نے قبول کیا۔ اور خواجہ کو فرمایا کہ حمزہ کو معہ عمر اور مقبل کو محل میں لے جاؤ۔ کہ مہر نگار کی ماں زر انگیز بانو امیر کو شربت پلائے۔ اور پردہ کے پیچھے سے کہے کہ مہر نگار تیری امانت ہے۔ تم بادشاہ کے دشمن کو مار آؤ۔ تب اس کے ساتھ تمہاری شادی ہو گی۔ جب نوشیرواں نے کہا تو خواجہ بزرجمہر نے عمر کو صاحب قرآن کو بلایا۔ امیر نہایت خوش ہوئے اور مقبل کو ہمراہ لے کر بادشاہ کے حضور میں آئے۔ اور آداب گاہ سے مجرا کیا۔ بادشاہ نے حمزہ کو بزرجمہر کے ہمراہ شبستان حرم میں بھیجا۔ جب امیر محل کی طرف چلے۔ تو بختک یہ خبر سن کر بیتاب ہوا۔ کہ حمزہ اگر محل میں گیا تو مہر نگار کو ضرور دیکھے گا۔ تو بھی چل کہ وہ دیکھنے نہ پائے۔ یہ تصور کر کے وہ اپنے خچر پر سوار ہوا جب حرم کا دروازہ نزدیک آیا۔ امیر نے عمر کے کان میں آہستہ کہا کہ بختک بے طرح ساتھ ہوا۔ اگر اس بلائے بد کو تو کسی صورت سے دفع کرے تو دو سو تمن تجھ کو دونگا۔ عمر کی زبان میں جواب دیا۔ آپ شوق سے چلئے میں اسے روکتا ہوں۔

جب بختک آگے بڑھا تو عمر نے اس خچر کی باگ پکڑ لی اور کہا خواجہ بختک ہم ہندوستان کو جاتے ہیں۔ تمہارا پانچ سو کا تمسک جو میرے پاس ہے لو اور اس کے روپے دو کہ میرا راہ خرچ وہی ہے بختک نے کہا عجیب خردس بے ہنگام ہے کہ میں حمزہ کے ساتھ جاتا ہوں اور مجھے اس وقت روکتا ہے کہ روپیہ دو۔ میں روپیہ سے واقف نہیں۔ جا بادشاہ کی عدالت میں نالش کر۔ اگر مجھ پر دینے ثابت ہونگے دونگا۔ عمر نے کہا یہ بات ہے۔ میں فریاد تب کروں جب تم سے کسی طرح کمزور ہوں ایک قدم آگے نہ بڑھنے دونگا جب تک کہ لے نہ لوں۔ آپ کسی کو بھیج کر منگا لیجئے۔ بختک نے نہایت دق ہو کر اپنے غلاموں سے کہا۔ اس بے حیا کو یہاں سے نکالو۔ عمر نے اس کے منہ سے یہ بات سنتے ہی ایک جست کی اور خچر پر بختک کے پیچھے جا بیٹھا۔ اور خنجر کی نوک اس کی پیٹھ پر رکھ دی اور کہا قسم ہے خدا کی اگر تیرے غلام میرے نزدیک آئے تو ایسا خنجر ماروں گا کہ اس کی نوک تیری پیٹھ سے پار ہو جائے گی خنجر کی نوک ایسی ایسی چبھی کہ گویا دم نکل گیا۔ اور دوڑ کر اپنے غلاموں کو منع کر دیا۔ عمر نے بختک کے سر میں خنجر کا دستہ ایک ایسا مارا کہ سر پھوٹ گیا۔ اور لہو چلا۔ تب بختک زار زار روتا ہوا بادشاہ کے حضور میں سر شکستہ گیا۔ اور اپنی پگڑی بادشاہ کے آگے دے ماری۔ اور گریبان چاک کر کے کہا۔ خداوند دیکھئے غلام کی یہ حالت ہے۔ پس ہمارا رتبہ اب یہاں تک پہنچا۔ کہ عیار پیشہ سر بازار بیحرمت کرے۔ اور سر پھوڑے

بادشاہ کو یہ حرکت بری معلوم ہوئی۔ فرمایا عمر کو بلایا۔ جب عمر آیا تو فرمایا کہ بختک سے یہ حرکت کیوں کی۔ جواب دیا کہ آپ خداوند ہیں۔ عدالت فرمائیں کہ تقصیر بندہ نے کی ہے یا اس نے۔ اس کی سر بمہر تمسک دیکھئے کہ اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اور بندہ کو آپ نے ہندوستان بھیجنا ہے۔ خدا جانے قسمت کب لاوے۔ میں نے اس سے تمسک کے روپے طلب کئے اور کچھ نہیں کہا۔ اس نے غلاموں سے مجھے بےحرمت کرایا اور گالیاں دیں۔ میں نے لاچار ہو کر ہاتھ اٹھایا۔ اس بندے کا قصور ہو تو آپ سزا دیں۔ فرمایا تیری خطا نہیں۔ سراسر گناہ اسی کا ہے۔ اگر تمسک ہے تو یہ روپیہ ضرور دے گا۔ عمر نے تمسک نکال کر تخت کے گوشہ پر حضور کے آگے رکھ دیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ تمسک واقعی درست ہے فرمایا اس کا روپیہ اسے دے نہیں تو گنہگار ہوگا۔ بختک لاچار ہوا۔ اور روپیہ ادا کیا بختک بےچارا سرشکستہ اپنے گھر کو گیا۔ اور عمر بادشاہ سے رخصت ہو کر شبستان کی طرف روانہ ہوا۔ اب شبستان کی سنو۔ امیر اور مقبل پہنچے ان کے آنے کی خبر ہوئی۔ اور شور و غوغا مچا تو زرانگیز بانو نے ان کے واسطے فرش کرایا اور امیر کو بلوا کر اس پر بٹھلایا۔ اور مہرنگار کو لے کر پردے کے پیچھے بیٹھی اور شربت تیار کرنے کا حکم دیا۔ عمر جب وہاں سے چل کر محل کی ڈیوڑھی پر پہنچا کہ اندر جائے۔ تو دربان نے اس کے ڈرانے کو لکڑی کھڑی کی۔ کہا تو کون ہے اور کس کے حکم سے اندر جاتا ہے۔ دربان کی یہ بات سنتے ہی اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ کر لوٹ گیا اور شور کر کے کہنے لگا۔ اور دربان تیرا برا ہو تو نے مجھے اندھا کر دیا۔ زرانگیز کے کان میں جو یہ آواز آئی۔ لوگوں کو کہا خبر لو یہ کون ہے۔ امیر نے عمر کی آواز پہچانی اندیشہ لاحق ہوا۔ بے اختیار دوڑے۔ خواجہ بزرجمہر نے بھی تصور کیا کہ عمر کو شاید کچھ آسیب پہنچا۔ زرانگیز بانو نے بزرجمہر کو بھیجا کہ تم خبر لو۔ سب لوگ عمر کے سر پر جمع ہوئے اور دیکھا کہ دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پہ رکھ کر عجب بے قراری کر رہا ہے امیر نے کہا بھائی اپنی آنکھوں سے ہاتھ تو اٹھاؤ۔ دیکھیں کیا ہوا۔ اگر علاج پذیر ہو تو خواجہ علاج کریں گے عمر ہاتھ نہ اٹھاتا تھا۔ بارے بڑے زور اس کی آنکھوں پر سے ہاتھ جدا کئے اور دیکھا کچھ خلل معلوم نہیں ہوتا۔ آنکھ جیسی تھی ویسی ہی ہے۔ امیر نے کہا یہ کیا شرارت تھی جو ہم کو ناحق ڈراتا۔ عمر نے کہا آپ کے سر کی قسم ہے اس نے لکڑی اٹھائی تھی۔ اگر مارتا تو میری آنکھ پر ہی لگتی۔ میں نے کچھ جھوٹ نہیں کہا۔ سب بے اختیار ہنس پڑے۔ اور جب احوال ملکہ زرانگیز بانو سے کہا وہ بھی متعجب ہوئی کہ عجیب طرح کا آدمی ہے اسے بلاؤ

امیر عمر کو لے کر اندر رہ گئے اور اپنی جگہ پر جا بیٹھے۔ ملکہ نے شربت کا حکم دیا۔ کہ حمزہ کو پلاؤ۔ جب شربت پی چکے تو زرانگیز بانو نے پردے کی اوٹ سے کہا کہ حمزہ ہم نے تم کو دامادی میں قبول کیا تم ہندوستان جاؤ۔ اگر لندھور کو مار آئے تو مہر نگار جو تمہاری امانت ہے۔ اسی خزانہ سے جو تم لاؤ گے۔ شادی کریں گے زرانگیز بانو نے یہ بابت کی تو عمر نے خواجہ بزرجمہر کی طرف منہ کر کے کہا کہ ہم شاہ پر جان تصدق کرنے کے لئے ایک غنیم کے سر ہندوستان کو جائیں۔ اور اس کو زیر کر کے خراج شاہی لیں۔ جب تک مہر نگار کی صورت سے واقف نہ ہوں۔ اور جب ہم ادھر سے واپس آویں۔ خدا جانے آپ کس کے ساتھ حمزہ کی شادی کریں کیا جانے بادشاہ کی بیٹی کالی ہے یا گوری یا دبلی یا موٹی ہے۔ قسم ہے بادشاہ کے نمک کی کہ ہم جب تک مہر نگار کو نہ دیکھیں گے۔ شبستان حرم سے باہر نہ جائیں گے۔ غرض عمر نے ایسی باتیں کیں کہ زرانگیز بانو ہنس پڑی۔ اور فرمایا۔ کہ امیر اور مقبل پردے کے اندر آویں اور مہر نگار کو دیکھیں۔ بزرجمہر ان کو اندر لے گئے۔ اور زرانگیز بانو کے پاس بیٹھے۔ امیر مہر نگار کو اپنی ماں کے پہلو میں بیٹھی دیکھ کر جی میں نہایت خوش ہوئے۔ زرانگیز بانو نے امیر کو دیکھتے ہی جی جان سے اپنی دامادی میں قبول کیا جب رخصت کا وقت نزدیک آیا۔ تو بزرجمہر نے مہر نگار سے کہا اگر آپ نے حمزہ کو قبول کیا تو اس کو کچھ اپنی نشانی دو۔ کہ یہ پاس رکھے۔ اور آپ کو فراموش نہ کرے مہر نگار کے ہاتھ میں زمرد کی ایک انگوٹھی تھی۔ اتار کر امیر کو دی اور امیر نے اپنے ہاتھ کی خاتم اس کے عوض مہر نگار کو دی۔ جب اٹھنے کا وقت قریب آیا۔ تو عمر نے ہاتھ باندھ کر زرانگیز سے کہا کہ بندہ کچھ عرض کرتا ہے فرمایا کیا کہا یہ احقر مہر نگار کی دایہ کی دختر کو طلب کرتا ہے اس کا کچھ نشان اگر بندے کے پاس رہے تو نہایت مناسب ہے۔ زرانگیز بانو نے اُسے کہا تو بھی کچھ عمر کو دے۔ اس نے کئی سو تمن کی قیمت کا عطردان دیا۔ تب عمر سے کہا کہ تو بھی اس کو کچھ دے۔ عمر نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور اس سے ایک خرما اور دو اخروٹ نکال کر دیئے اور اسے کہا اسے احتیاط سے رکھنا اور مجھے فراموش نہ کرنا۔ تمام لوگ اس حرکت کو دیکھ کر ہنستے ہنستے نہال ہو گئے۔ اور ایک دور شربت کا چلا بعد فراغت امیر محل سے باہر آئے اور بادشاہ کے بارگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جب امیر کی سواری جلو خانے میں پہنچی بزرجمہر نے عمر عیار کو کہا کہ بابا تو لشکر اسلام میں سرابان نام دار کو خبر کر دو سب مستعد ہونگے کہ امیر اکیلے شہر سے

گئے ہیں۔ اور ان کا کچھ حال معلوم نہیں تو جا کر ان کو تسلّی دے کہ خاطر جمع ہو۔ اور ہم امیر کو بادشاہ سے رخصت کروا لاتے ہیں۔ عمر تو لشکر کی طرف گیا۔ اور خواجہ امیر و مقبل کو ہمراہ لے کر اپنے مکان میں گئے۔ اور کہا آپ یہاں بیٹھے رہیں۔ حضور سے رخصت ہو کر یہاں آتا ہوں۔ یہ کہہ کر سوار ہوئے اور بادشاہ کے پاس جا کر مبارک باد دی۔ اور کہا ملکہ نے حمزہ کو شربت پلایا اور دامادی میں قبول کیا پھر حضور سے رخصت ہو کر اپنے گھر گئے۔ امیر سے اختلاط شروع ہوا۔ اور ہر طرح نصیحت کی کہ ہندوستان میں یہ کام کرتے ہیں۔ پھر شربت منگوایا۔ امیر کو پلایا۔ اس شربت میں دارو ئے بے ہوشی ملی ہوئی تھی۔ امیر پیتے کے ایک ساعت بعد بے ہوش ہو گئے۔ بزرجمہر نے امیر کو پلنگ پہ لٹایا۔ اور صندوقچہ جراحی منگوا کر اس میں سے استرہ نکالا۔ اور امیر کے پہلو کو چیرا دیا۔ اور اس میں خندق کے برابر ایک مہرہ رکھ کر اوپر سے ٹانکے دیئے اور مرہم کا پھایا لگایا۔ مقبل نے پوچھا کہ خواجہ یہ کیا کیا۔ کہا اس کو شاہ مہرہ کہتے ہیں۔ ہندوستان میں ایک شخص امیر کو زہر دے گا سوائے اس کے اس زہر کا کوئی علاج نہیں۔ خبردار کسی پہ ظاہر نہ کرنا جب تک کہ عمر کے ہاتھ سے مار نہ کھائے مقبل کو یہ کہہ کر امیر کو ہوش میں لائے۔ اور مرہم داؤدی سے زخم کو اچھا کیا۔ امیر اور خواجہ باتیں کر رہے تھے کہ عمر لشکر اسلام سے آیا۔ خواجہ نے سب کو رخصت کیا۔ امیر معہ عمر و مقبل لشکر اسلام کو لے آئے اور لشکر لے کر بصرہ پہنچے۔ وہاں سے معہ تیس ہزار سواروں کے جہازوں پہ سوار ہوئے اور لنگر اٹھا دیئے۔ عمر اس وقت جہاز سے نیچے اتر کھڑا ہوا۔ اور امیر کو کہنے لگا۔ خدا آپ کو بخیر و خوبی ہندوستان پہنچاوے۔ اور وہاں سے لے آوے۔ بندہ کو رخصت کیجئے کہ مکہ جائے۔ کیونکہ بندہ پانی۔ جن اور اژدہے سے بہت ڈرتا ہے۔ امیر نے دیکھا کہ کسی طرح ہمارے ساتھ نہ آئے گا۔ کسی فریب سے لے چلئے۔ کہا بھائی عمر بہت اچھا ہم کسی ڈر سے نہیں لے جاتے بے شک تم مکہ کو جاؤ لیکن ایک ساعت جہاز پہ آ کر بیٹھو کہ میں تم کو خط لکھ دوں اور کچھ تحائف بھی تمہارے ساتھ کر دوں۔ عمر ایک کشتی پہ سوار ہو کر جہاز میں آیا۔ امیر نے ایک خط لکھ کر عمر کو دیا۔ اور کچھ تحائف منگا کر آگے رکھے اور کہا یہ سب والدین کی خدمت میں گذارنا۔ اور عرض کرنا کہ بندہ کا جانا ادھر ہوا۔ پہ آپ گوشہ خاطر سے کمترین کو فراموش نہ کیجئے۔ اور تمہیں خدا کے حوالے کیا آؤ گلے مل لیں۔ پھر خدا جانے کب ملاقات ہو گی۔ امیر نے بغلگیری کے بہانہ سے عمر کو پکڑ لیا۔ اور کہا لنگر اٹھاؤ۔ جونہی لنگر اٹھائے جہاز دریا میں ہو لئے

اور کنارے سے بہت دور نکل گئے۔ تب امیر نے چھوڑ دیا۔ عمر بڑا پریشان ہوا۔ اور جہازوں پر دوڑنے لگا۔ ناگاہ اسے دریا میں ٹاپو دکھائی دیا۔ جس کا طول و عرض قریب بیس گز کے تھا کہ عمر زمین دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ جی میں کہا اس خشکی پہ بیٹھے رہو۔ جب کسی ماہی گیر کی ناؤ آئے گی تو اس پہ سوار ہو کر کنارے پر پہنچ جاؤنگا۔ یہ تصور کر کے جہاز سے اس پہ کودا۔ لیکن وہ ایک بڑی مچھلی تھی۔ اس کی پیٹھ جونہی عمر کے پاؤں کی دھمک پہنچی اس نے پانی میں غوطہ مارا۔ تب عمر غوطہ کھاتے اور امیر کو پکارنے لگا۔ کہ صاحب قرآن نے للکارا کہ دیکھنا ڈوبنے نہ پائے۔ ملاح دریا میں کودے اور عمر کو نکال کر جہاز پہ لائے۔ تب عمر آرام سے بیٹھا۔ عقلمندوں نے کہا ہے "قدرے عافیت آں کسے داند کہ بمصیبت گرفتار آید"۔ ایک مہینے کے بعد جہاز ایک جزیرے میں پہنچے۔ ہنوز کنارہ چالیس گز دور تھا کہ عمر جست کر کے خشکی پر پہنچا۔ امیر نے جہازوں کو وہاں لنگر انداز کروایا اور تمام سرداروں کو ساتھ لے کر زمین پہ اترے اور فرمایا کہ جہازوں میں میٹھا پانی بھر لو اور میلے کپڑوں کو بھی دھلواؤ کہ کل پھر لنگر اٹھائیں گے۔ لوگ تو اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے اور عمر اس میدان میں دوڑنے لگا کہ راہ ملے تو یہاں سے چلا جاؤں۔ ناگاہ ایک سایہ نے عمر کو دوڑتے دیکھا۔ اور نام لے کر سلام علیک کہا اور کہا اے خواجہ خوب کیا کہ تو یہاں آیا۔ میں تیرا خالو ہوں۔ ایک مدت سے ہندوستان تھا۔ بہت مال و اسباب جمع کر کے کشتی پہ سوار ہوا۔ اور تیرے دیکھنے کو چلا۔ راہ جب اس مقام پہ آیا۔ جہاز غرق ہوا اور ایک جواہرات کا صندوقچہ لے کر ایک تختہ پہ چڑھ بیٹھا۔ ہوا نے کنارے سے لگا دیا۔ تب سے یہاں رہتا ہوں اور وہ جواہرات کا صندوقچہ میرے پاس ہے۔ عمر سن کر پہلے پہلے کہنا چاہتا تھا کہ میرا خالو کوئی نہیں مگر جواہرات کا نام سن کر چپکا ہو رہا۔ اور اس کے پاس ادب سے بیٹھ گیا۔ اس مرد نے کہا اے جان خالو۔ معذور رکھنا کہ میرے پاؤں میں طاقت نہیں۔ جو اٹھ کر تیری تعظیم کروں۔ اگر اس درخت سے توڑ کر کچھ کھلاؤ تو میرا جی بہت خوش ہو۔ عمر نے کہا یہ کیا بڑی بات اس نے کہا میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے توڑ کر کھاؤں اگر ایسا کرو تو بڑا احسان ہو گا۔ عمر جھک گیا۔ اور وہ عمر پر سوار ہوا۔ راوی لکھتا ہے کہ وہ دوال پا تھا۔ اور پاؤں اس کے تسمے کی صورت کے تھے۔ جونہی عمر کی پیٹھ پہ چڑھا۔ اپنے پاؤں سے عمر کو باندھ لیا۔ اور کہا کہ دوڑ۔ عمر اپنے آپکو چھڑانا چاہتا تھا۔ مگر اس نے ہاتھ بھی خوب جکڑ لیا

تب عمر ناچار ہوا۔ اور سمجھ لیا کہ مطلب اس کا دوڑانا ہے۔ وہ دوڑنے اور گانے لگا۔ وہ دوال پا عمر سے
نہایت خوش ہوا۔ اور کہا۔ خوب گھوڑا ہے۔ عمر نے جی میں کہا کہ امیر کی طرف چل وہ تجھے اس سے چھڑا دیں گے۔
یہ ارادہ کر کے امیر کی طرف چلا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ سلطان صاحبقراں اور سب سرداروں پر دوال پا سوار
ہیں عمر دیکھ کر حیران ہوا۔ اور سرداروں کی نگاہ جو عمر پر پڑی ایک آہ بھری اور اس وقت امیر کو سخت و سست
کہنا شروع کیا۔ دوال پا ان سب کو دوڑاتے تھے۔ کوئی کہتا کہ میرا گھوڑا خوب دوڑتا ہے اور کوئی کہتا میرا گھوڑا
خوب ہے۔ غرض آپس میں شرط کر کے ہر ایک دوڑاتا تھا۔ اور بے چارے مادی پہلوان کی عجیب حالت
تھی کہ گرتا اور ناچار ہو کر یہ چلتا تھا۔ چونکہ عمر سب سے زیادہ چالاک تھا۔ دوڑ کر آگے نکل گیا۔ جب قریب
دو کوس کے گیا۔ دیکھا تو ایک پہاڑ کے نیچے خوشۂ انگور بامراد لگے ہوئے اور ان سے رس ٹپک ٹپک
کر شراب ہو رہی ہے۔ اور ایک طرف کو کدو خوب صراحی دار خشک و تر دور تک لگے ہوئے ہیں۔ عمر یہ
کیفیت دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور کہا اے عزیز تیرے بڑے طالع ہیں جو مجھ سے ملاقات ہوئی۔ اور میں مجھے
یہاں لے آیا۔ اس درخت کا میں نے ایک مرتبہ عرق پیا ہے۔ یہ اسی کا اثر ہے جو میں اتنی تیز دوڑتا ہوں۔ اگر
اس وقت میرے دوڑنے کا تماشا دیکھا چاہتا ہے۔ تو ایک تونبا کدو کا توڑ کر صراحی بنا اور اس میں یہ عرق
بھر کر ساتھ لے۔ جب میں مانگوں تھوڑا میرے حلق میں چوانا اس نے قبول کیا۔ اور کئی ایک قطرے عمر کے حلق
میں ٹپکا دیئے۔ عمر شراب پی کر خوب تیز دوڑنے اور گانے لگا۔ دوال بہت خوش ہوا۔ اور کہنے لگا اے
گھوڑے جب تک زندہ ہوں کسی دوسرے گھوڑے پر سوار نہ ہوں گا۔ عمر نے کہا ابھی کیا جوں جوں
اس کا اثر ہوگا۔ اور تماشہ دیکھو گے۔ مگر تم نہ پینا۔ دوال پا سمجھا کہ یہ آدمی آپ تو پیتا ہے۔ مگر مجھے
منع کرتا ہے۔ تو بھی پی۔ اس میں بہت فائدہ ہے۔ یہ خیال کر کے اس کدو کو منہ لگایا اور
پینے لگا۔ اور عمر نے کہا خبردار سب نہ پینا۔ میرے لئے تھوڑا بچانا۔ دوال پا کو مزا آیا تو آدھی صراحی
پی گیا۔ تب تو اس کو خوب نشہ ہوا۔ اور دوال پا کو خوب بیہوشی ہوئی۔ مزے میں آ کر باقی آدھی
صراحی بھی پی گیا۔ تب تو وہ اس کے نشہ میں غرق ہو کر مست ہوا۔ اور عمر کی پیٹھ سے خود بخود
وہ زمین پر گر پڑا۔ عمر نے اس کا سر فوراً خنجر سے جدا کر دیا۔ اور امیر کی طرف روانہ ہوا وہاں
جا کر دیکھا۔ تو ابھی تک سب ان کے ہاتھوں سے ایذاؤں میں گرفتار ہیں۔ کہنے لگا۔ بتاؤ
یارو کیا حال ہے۔ اگر مجھ کو کچھ دینا قبول کرو۔ تو ان کے ہاتھ سے نجات دلواؤں۔ سب نے

عمر کی منت کی اور روپے دینے کے وعدے کئے۔ تب عمر نے ان سب کو اپنی حکمت سے
ان دوال پاؤں سے چھڑایا۔ اور ان دوال پاؤں کو مار ڈالا۔ اور ان سے نجات پا کر خدا کا شکر
ادا کیا۔ فوراً وہاں سے سب اپنے اپنے جہازوں پر چڑھ گئے کہ یہ جزیرہ ہندوستان کا ہے خدا جانے اور کیا
مصیبت آئے۔ اور جہازوں کے لنگر اٹھوا دیئے۔ دو مہینے کے قریب دریا میں چلتے رہے جب دیکھا کہ پینے

امیر کے لشکر کا جہازوں سے راہ میں دریا کے کنارے اترنا اور اسلام کے تمام
لشکر کو سرداروں سمیت دوال پاؤں نے باندھنا اور ان پر سوار ہو کر دوڑانا آخر
دوال پاؤں سے بمشکل رہائی پانا اور ان کو مار کر تمام کا نجات پانا اور جہازوں پر سوار ہو کر جانا

کا پانی کم ہو گیا ہے اور کپڑے میلے ہو گئے ہیں تو ایک جزیرے میں لنگر کرایا اور نیچے اتر کر اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے ؁

تیرھویں داستان

داستان صاحبقرآن کا بیان یہانتک کیا تھا کہ تمام اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے عمر کی نگاہ جو اس بیابان کی طرف گئی تو دیکھا کہ کوسوں تک ہری گھاس کا سبزہ عجب لطف دے رہا ہے۔ اور چشمے پانی کے ہر طرف بھرے ہوئے نہایت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ عمر کے جی میں آیا کہ غسل کیجئے۔ تھوڑی دور جا کر تالاب کے کنارے اپنا اسباب عیاری اتار کر پانی میں اتر گیا۔ غوطہ لگا کر سر جو باہر نکالا تو اسباب نظر نہ آیا۔ سمجھا کہ امیر نے خوش طبعی سے چھپایا ہوگا۔ مارے شرم کے باہر نہ نکل سکا۔ اور چیل مچانے لگا۔ امیر آواز سن کر دوڑے عمر نے کہا۔ میرے کپڑے کیوں چھپائے۔ امیر نے کہا تمہارے سر کی قسم مجھے کچھ خبر نہیں۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک طرف سے کتے کی آواز آئی۔ تب چاروں طرف دیکھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ چاروں طرف سینکڑوں بندر درختوں پر ادھر ادھر کودتے پھرتے ہیں۔ اور تمام سامان ان کے پاس ہے اور وہ آپس میں اسباب سے کھیل رہے ہیں۔ عمر نے کہا دیکھو ان کی اجل آئی ہے کہ میرے اسباب کو لے گئے آپ کسی کو بھیج کر میری عیاری کا دوسرا بغچہ جہاز میں سے منگا دیجئے۔ اور پھر دیکھئے میں ان سے کس طرح اپنا سامان واپس لیتا ہوں۔ تب چوبداروں نے عمر کے اسباب کی پرانی گٹھڑی حاضر کی۔ تو اس نے اس قول کے مطابق کہ بندر جو دیکھتا ہے وہ ہی حرکت کرتا ہے۔ اس نے اپنا تاج زور سے زمین پر اوپر سے نیچے اچھالا اور پھر اس کو نیچے آتے ہوئے ہاتھ میں روک لیا۔ ان بندروں میں سے جس کے ہاتھ میں اس کا تاج تھا اس کی تقلید کرتا ہے۔ سب پہلے اس نے اپنا تاج زور سے ہوا پر اچھالا۔ اور پھر اس کو نیچے آتے ہوئے ہاتھ پر روکنا چاہا مگر وہ اس کو روک نہ سکا اور وہ زمین پر گر پڑا اسی طرح عمر نے اپنا سب اسباب واپس لے لیا اور امیر سے عرض کی یہ جانور بہت ایذا دیتا ہے اس کا اس جنگل میں زندہ رہنا مناسب

اسباب ایک ایک کر کے لے لیا۔ اور امیر سے کہا اس جنگل میں یہ جانور آدمیوں کو سخت ایذا دیتے ہوں گے۔ انکا رہنا خوب نہیں۔ مردانِ عالم جس راہ سے گذرتے ہیں۔ اس راہ کو صاف کرتے ہیں۔ آپ لوگوں کو لیکر جہازوں پہ سوار ہو جئے میں انکا علاج کرتا ہوں یہ کہکر اس جنگل کے تمام درختوں سے آگ لگا دی۔ اور آپ کشتیوں پہ سوار ہو کر جہازوں میں آئے اور لنگر اٹھوا دیئے۔ جہاز چند روز بامراد چلتے رہے ایک روز نہنگ مثل کوہ پیدا ہؤا اور منہ کھول کر جہازوں کی طرف بڑھا۔ سب فریاد اور شور مچانے لگے۔ امیر شور سن کر باہر نکلے اور سنسار کو دیکھ کر خدا کو یاد کیا اور اسحاق نبی کی کمان منگا کر ہاتھ میں لی اور تیروں سے اس بلا کو ہلاک کیا۔ اس کے چھٹے روز طوفان آیا کہ تاریکی چھا گئی اور دریا کی موجیں آسمان پہ پہنچنے لگیں۔ جہازوں پہ تھلکہ پڑ گیا۔ اور ہر ایک دعا مانگنے لگا۔ غرض تین دن کے بعد طوفان برطرف ہؤا۔ تو دیکھتے ہیں کہ بہرام گرد خاقانِ چین اپنی فوج و جہاز سمیت غائب ہے۔ نامعلوم کدھر جا رہے ہیں۔ تب امیر نے بہرام کا غم کیا اور جتنے پہلوان تھے سب روئے ناچار جہازوں کو متفق کر کے پھر روانہ ہوئے۔

چودھویں داستان
سدسکندری میں جہازوں کا پہنچنا

دوشنبہ کو قصہ یہاں تک ہؤا تھا۔ کہ طوفان سے امان ہونے کے بعد جہاز پھر روانہ ہو گئے۔ کئی روز بامراد چلتے گئے۔ ایک روز جہاز ران فریاد کرنے لگے۔ امیر نے پوچھا کیا ہے۔ کہا کہ وہ طوفان اور نہنگ کی آفت تو آسان تھی۔ لیکن اب بڑا غضب ہؤا کہ بچنے کی صورت نظر نہیں آتی کہ یہ گرداب سکندری ہے۔ جس سے جہاز بچ کر نہیں جا سکتا۔ اوّل تو کوئی جہاز اس طرف آتا ہی نہیں۔ اگر بھولے بھٹکے آ بھی جاتا ہے۔ تو سلامت نہیں جاتا۔ اور اسی میں غرق ہو جاتا ہے۔ اب یہاں بچنے کے لئے کوئی علاج نظر نہیں آتا۔ تب تو امیر بھی بے ہواس ہوئے اور تمام خلقت سر پیٹنے لگی۔ حتیٰ کہ جہاز اس گرداب میں پڑے اور چکر کھانے لگے۔ اس گرداب کو دیکھا کہ ایک مینار پتھر کا کھڑا ہے اور اس کے اوپر ایک مکان بنا ہؤا ہے۔ ملاحوں سے پوچھا کہ یہ کیا ہے کہا یہ میل جو

سکندر نے اس لئے بنایا تھا کہ جہاز اس گرداب سے بچ جاویں اور اس میل کو دیکھ کر دوسری طرف کو جہاز
چلاویں اور اس طرف سے پھر جاویں۔ اور یہ قاعدہ یوں سنا ہے کہ جب جہاز گرداب میں پڑتے ہیں
تو سات مرتبہ اس میل کے گرد پھرتے ہیں تو آٹھویں روز جگہ میں پانی کی تہ میں اتر جاتے ہیں۔ امیر نے
سنکر خدا کو یاد کیا۔ اور عمر سخت بے تابی کرنے لگا۔ کہ امیر اور عمر کی نگاہ ایک تختۂ سنگ مرمر پر پڑی۔ جو اس
میل میں سفید سا جڑا ہؤا تھا۔ اور اس سنگ سیاہ کے حروف جڑے ہیں۔ اور عبارت یہ لکھی ہے۔ کہ اگر کسی
جہاز کو یہاں آنا ہو اور ان جہازوں میں صاحب قرآن ہوں وہ اس میل کو دیکھ کر اس پر چڑھ جائیں یا اُنکا
نائب ہو۔ وہ اس پہ جاکر اس طبل سکندری جو اس پہ رکھا ہے۔ بجائے۔ اس کی آواز سے جہاز گرداب
سے نکل پڑیں گے۔ امیر نے کہا بھائی اس تختہ پہ دیکھو یہ مضمون لکھا ہے۔ اور مجھے خواجہ بزرجمہر نے
اکثر کہا ہے کہ تم صاحبقرآن ہو۔ پس میں اس کے اوپر جاتا ہوں۔ اگر میرے اس چڑھنے سے استنے
بندگان خدا کی جان بچے تو مضائقہ نہیں۔ عمر نے کہا کہ آپ کے نائم مقام کے جانے کا بھی تو حکم
ہے۔ پس اس سے بہتر نہیں ہے کہ بندہ جائے۔ دل میں یہ خیال کر کے کہ اس جہاز کے تھلکہ
اور ڈوبنے سے تو بچ جاؤں گا۔ اور اوپر جاکر بیٹھ رہوں گا۔ اور جب کوئی جہاز ادھر آنکلا تو
اس پر چڑھ جاؤں گا۔ تب سرداروں کی طرف دیکھ کر کہنے لگا بھائیو! میں تمہاری خاطر جان دیتا ہوں۔
بشرطیکہ تم مجھے کچھ دینا قبول کرو۔ اگر میں جیتا بچا تو اس محنت کی اجرت پاؤں۔ ہر ایک نے سو
سو ہزار لاکھ لاکھ کا تمسک اپنی جان کا بدلہ سمجھ کر لکھ کر عمر کو دیا۔ عمر ان سب سے تمسک لے کر
رخصت ہؤا۔ اور امیر کا قدم بوس کر دعا طلب کی۔ اور دم سادہ کر اوپر کی طرف جست کی کہ
میل کے سر کے نزدیک پہنچ کر اس کا دم ٹوٹا اور نیچے کو چلا۔ اس کو پانی میں گرتا دیکھ کر
ایک نہنگ نے منہ کھولا۔ اور امیر نے عمر کے لئے دعا مانگی۔ لیکن گرتے وقت عمر کی نگاہ
نیچے جو پڑی۔ اور اس نہنگ کو دیکھا تو ہوش اڑ گئے۔ کہ یہ بلا کہاں سے آئی۔ عمر تیز رو اور
نہایت چالاک تو تھا۔ مگر گرنے سے نہ رک سکا۔ اور سیدھا اس کے منہ کے اندر
چلا ہی تھا کہ چستی سے اپنے دونوں پاؤں اس مگرمچھ کے دانتوں پر رکھتے ہی پھر ایک
جست کی اور اوپر کو چلا یہاں تک کہ اس مینار پہ جا کھڑا ہؤا۔ عمر کی اس چستی پہ سب نے
آفرین کی اور خدا کا شکر کیا۔ اور عمر نے اوپر جاکر دیکھا تو واقعی ایک نقارہ دھرا

ہے۔ اور اس پر سکندر ذوالقرنین کا نام لکھا ہے۔ اور پہلو میں بر وزن اٹھارہ من تبریزی چوب دھری ہے۔ وہ چوب اٹھا کر عمر نے نقارہ پر چوٹ لگائی۔ اور یہ آواز چونسٹھ کوس تک سنی گئی اور پانی میں تلاطم سا پڑ گیا۔ اس گرداب میں جتنے جانور تھے اس نقارہ کی چوٹ سنی تو پھڑک کر اوپر تیر آئے۔ اور اس مینارہ میں جتنے پرندے تھے۔ سب اڑے۔ ان کی ہوا۔ اور ان کی موجوں سے جہاز روانہ ہوئے۔ اور گرداب سے نکل گئے۔ اور ہوائے بامراد کی امداد سے چند روز میں بندر سراندیپ کے کنارے پہنچکے جہازوں کو لنگر کیا اور لشکر خشکی میں اترا (باقی داستان شب بزدا)

پندرھویں داستان

دوشنبہ کو یہاں تک قصہ بیان کیا تھا۔ کہ عمر نے اوپر جا کر طبل سکندری کو بجایا اور جہاز اس گرداب سے نکل گئے۔ اور عمر تنہا اس مینارہ پر رہ گیا۔ تو اسے ہر چہار طرف سوائے پانی کے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مایوس ہوا کہ اب کوئی صورت زندگی کی دکھائی نہیں دیتی۔ جہازوں پر یہ توقع تھی کہ کبھی نہ کبھی خشکی پر پہنچ جائیں گے مگر اب یہاں سے بچ نکلنا محال ہے۔ یہ خیال کر کے رونے لگا اور خدا کی جناب میں مناجات کی تو ناگاہ اس گنبد کی ایک طرف سے سلام علیک کی آواز آئی۔ حیران ہو کر چاروں طرف جی میں خیال کرنے لگا۔ کہ یہاں آدمی کا کیا ذکر جو آئے۔ مگر یہ آواز ضرور ملک الموت کی ہے اور روح قبض کرنے آیا ہے۔ داہنی طرف ایک مرد محسن سفید ریش سبز کپڑے پہنے عصا ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ عمر دوڑ کر پاؤں پر گر پڑا اور کہا آپ کون ہیں اور یہاں کیوں آئے۔ کہا میں خضر ہوں اور خدا نے مجھے تیری مخلصی کے لئے بھیجا ہے۔ یہ سن کر خدا کے شکر کا سجدہ کیا۔ اور کہا مارے بھوک کے میرا برا حال ہے۔ کہ سات روز سے مجھے کھانا پینا میسر نہیں ہوا۔ حضرت خضر علیہ السلام ہنسے اور ایک چھوٹا سا کلچہ عمر کے آگے رکھدیا اور کہا اسے کھا پانی بھی دوں گا۔ عمر نے حضرت خضر علیہ السلام کی طرف دیکھ کر کہا تعجب ہوا ہے کہ آپ پیغمبر خدا ہو کر مجھ سے ایسا مذاق کرتے ہیں۔ بھلا اس سے میری بھوک کیا دور ہو گی۔ فرمایا تو نیت رکھ خدا کا نام لے کر اسے کھا۔ اور جس کھانے کو جی چاہتا ہے اس کو خیال کر دیکھ تو کیا ہوتا ہے۔ عمر نے اس کلچے کو کھانا شروع کیا۔ اسس میں سے جوں

جوں توڑ کر کھاتا تھا پھر وہ سارا ہوتا تھا۔ اور جس کھانے کا مزہ یاد کرتا وہی ذائقہ پاتا۔ عمر متعجب ہوا اور پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر کہا اب پیاسا ہوں۔ خواجہ خضر نے سوا بالشت کا مشکیزہ نکالا اور اس سے پانی پلایا۔ عمر نے عرض کی اگر بندے کو پھر حاجت ہوئی تو کہاں سے پاؤں گا۔ یہ میرے پاس رہنے دیجئے حضرت خضر علیہ السلام نے وہ عمر کو دیا اور کہا اسے اپنے پاس رکھ تیرے بڑے کام آئیں گے اور کوس مع اور اسباب کے اپنے پاس رکھ تیرے بڑے کام آئیں گے۔ یہ نقارہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ہے۔ حمزہ کو دینا۔ عمر نے کہا یہ بوجھ کس طرح لے چلوں گا۔ حضرت خضر نے گلیم دی۔ اور کہا اس میں باندھ لے کچھ بوجھ معلوم نہ ہو گا۔ عمر نے سب کچھ اس میں باندھ لیا۔ حضرت خضر نے کہا اب آنکھیں بند کر۔ اور پشت میری پر اپنے پاؤں رکھ اور یہ اسم اعظم پڑھ۔ عمر نے گٹھڑ اٹھایا اور آنکھیں بند کر کے اسم اعظم پڑھنا شروع کیا۔ ایک ساعت بعد حضرت خضر نے کہا آنکھیں کھول کر دیکھ۔ تو کہاں ہے۔ عمر نے جب آنکھیں کھول کر دیکھا تو دریا کے کنارے پر ہے اور ایک صحرائے لق ودق معلوم ہوتا ہے۔ اور حضرت غائب ہو گئے۔ عمر نے واجب الوجود کی جناب میں شکر کا سجدہ کیا۔ اور صحرا کی طرف روانہ ہوا لیکن جب تک اس کی داستان پہ پہنچوں۔ دو کلمہ داستان صاحبقران کے بیان کروں۔ جب سامان لے کر جہازوں سے باہر ہوئے اور بندر سراندیپ میں اترے تو حضرت خضر کی نذر دی اور حکم کیا کہ اس مکان میں ہم دو مہینے قیام کریں گے۔ کیونکہ میں عمر کو اپنی جان کے برابر جانتا ہوں۔ اب اس کا چہلم کر کے یہاں سے روانہ ہونگے یہ فرمایا اور ماتمی لباس پہنا۔ ادھر عمر وہاں سے چلا اور کوہستان و بیابان کی راہ سے چلا آتا تھا۔ تو کئی روز کے بعد ظہر کے وقت ایک صحرا میں پہنچا اور نماز ادا کرنے کے لئے جگہ تلاش کرنے لگا تو داہنے ہاتھ ایک مسجد دکھائی دی۔ اس کی طرف روانہ ہوا۔ اندر جا کر دیکھا تو پانچ آدمی سردارانہ وضع لباس پر تکلف پہنے ہوئے نماز میں مشغول ہیں۔ عمر بھی ان کے ساتھ شریک ہوا۔ اور نماز ادا کی۔ جب نماز سے فراغت پا چکے سب باہر نکلے۔ تو ان پانچوں میں سے چار تو گھوڑوں پہ سوار ہوئے لیکن ایک پیدل گیا۔ اور پہلے مسجد کے دروازے پر خوب رویا اور پھر وہ بھی اسی طرف روانہ ہوا۔ عمر نے اس کے پاس جا کر پوچھا تم کون ہو اور کہاں رہتے ہو اور رونے کا کیا سبب ہے کہا عزیزنہ ہم شہبد ہیں اور اس بیابان میں رہتے ہیں۔ کوئی مسافر بھولا بھٹکا اس طرف آ

نکلتا ہے تو اس کو راہ دکھاتے ہیں اور رونے کا سبب یہ ہے کہ چاروں شخص مع اپنے مرکبوں کے مارے گئے تھے۔ اور میں پیدل شہید ہوا تھا۔ اس سبب سے پیادہ ہوں۔ اگر تم قصد کرو تو میں بھی سوار ہوتا ہوں عمر نے کہا جو کہتے ہیں حاضر ہوں۔ اپنی جانب سے قصور نہ کروں گا۔ اس نے کہا یہاں سے ایک کوس پر ایک بستی اس طرف کو ہے اور فلانے محلہ میں میرا گھر ہے اور مکان میں ایک درخت بھی ہے۔ اور اس کی جڑھ میں دو ہزار اشرفیاں گاڑی تھیں تو جا کر وہاں سے نکال اور تین حصے کر ایک حصہ تو لے اور ایک حصہ میرے لواحق کو دے اور ایک کا گھوڑا اور سامان مول لے کر خدا کے نام دے۔ تو گھوڑا ایماں میں پاؤں گا۔ اگر تجھ سے میرا یہ کام ہو سکے تو بڑا احسان ہے۔ عمر یہ سن کر یہاں سے روانہ ہوا اور اس قصبہ میں پہنچکر مرد شہید کی وصیت کو بجا لایا اور وہاں سے آگے چلا۔ کئی منزلیں طے کیں تھیں کہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا۔ ایک ساعت پوری نہ گذری ہوگی کہ ایک طرف سے اسلام علیک کی آواز آئی دیکھا تو اسطرف ایک بزرگ شخص نظر آیا۔ عمر متوجہ ہونے کے واسطے اٹھا اور آداب بجا لایا۔ بعد سلام کے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ فرمایا میرا نام الیاس نبی ہے۔ تیری خاطر آیا ہوں خدا نے تجھ پر بخشش کی ہے۔ یہ ایک جال دیا اور کہا اس کی خاصیت یہ ہے کہ جو چیز اس میں باندھے گا اس کا کچھ بوجھ معلوم نہ ہو گا۔ اور ایک کملی عنایت کر کے ارشاد کیا کہ جب اس کو اوڑھ لے گا۔ لوگوں کی آنکھوں سے غائب ہو جائے گا۔ عمر اس کملی کے پانے سے نہایت خوش ہوا۔ اور قدم مارتا ہوا سراندیپ کی طرف روانہ ہوا۔ کتنے ایک دنوں میں منزلوں کو قطع کر کے لشکر اسلام کے پاس پہنچا۔ اور اپنی صورت تبدیل کر کے اندر جا کر دیکھا تو تمام لوگ سیاہ پوش ہیں۔ اور اس روز لشکر میں ایک دھوم ہے اور دروازہ پر فقیروں کا ہجوم ہے اور پہلوان عادی کھانا پکوا رہا تھا۔ اور بانٹ رہا تھا۔ عمر نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ کیا ہے ایک نے جواب دیا کہ ایک شخص عمر عیار تھا۔ وہ دریا میں مر گیا۔ آج اس کا چہلم ہے۔ اور یہ کھانا اس کی فاتحہ کا ہے۔ عمر نے جی میں تو تو جیتا ہے۔ انہوں نے تجھے مار ڈالا۔ جب رات کا وقت ہوا۔ سب لوگ اپنے اپنے خیمہ میں سو رہے عمر اس گلیم کو پہنکر پہلے عادی کے خیمے میں گیا۔ دیکھا تو فانوس روشن ہیں اور معدی کرب سوتا ہے۔ عمر اس کی چھاتی پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اور دونوں ہاتھوں سے اس کے گلے کو دبایا۔ معدی گھبرا کر اٹھا۔ دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ چھاتی پر بوجھ سا معلوم ہوا تب دعائیں پڑھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنی شروع کیں عمر نے کہا اس میں کچھ شک نہ ہو گا۔ میں تمہارے لینے کو آیا ہوں تم

جسطرف چلوگے لے چلونگا۔ عادی نے کہا تمہارے آنے کا سبب کیا ہے۔ کہا ایک شخص عمر نام مرا ہے سو آج اسکی روح بہشت میں ہے۔ جانے کا حکم ہے وہ فردوس کے دروازے پر مچل کر بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ میں ہرگز اندر نہ جاؤں گا۔ جب تک عادی یہاں نہ آئے گا۔ خدا نے مجھے تیری روح قبض کرنے کو بھیجا اب میں تجھ کو لے جاؤں گا۔ یہ بات سنکر عادی کے ہوش اڑے اور کہا میں عمر سے ہرگز الفت نہ رکھتا تھا۔ بلکہ دشمن تھا۔ خوب ہؤا مر گیا۔ مجھے اس سے کیا کام ہے تم مجھے چھوڑ دو۔ عمر نے کہا یہ کس طرح ہوگا۔ مگر ایک صورت ہے کہ تو اگر کچھ دے تو لیجاؤں۔ عادی نے کہا سامنے کرسی پر اشرفیوں کا صندوقچہ دھرا ہے اسے لے جائیے عمر نے کہا جاتا ہوں۔ چھاتی سے جست کر کے نیچے اترا اور صندوقچہ لے کر چلا۔ عادی کو تمام رات ڈر کے مارے بخار چڑھا رہا۔ صبح کو کانپتا ہؤا امیر کے پاس گیا اور سلام کیا۔ عادی کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ امیر نے پوچھا اے عادی کیا حال ہے۔ اس نے رات کا تمام قصہ بیان کیا۔ امیر سنکر حیران ہؤا اور سب نے ہنسی میں اڑادی اور وہ غریب شرمندہ ہوکر اپنے خیمہ کو واپس چلا گیا۔ (باقی داستان شب فردا)

سولھویں (۱۶) داستان

دو شنبہ کو قصہ یہاں تک بیان کیا گیا ہے۔ کہ عمر نے عادی کو سوتے ہوئے اس طرح دھمکایا اور اس کے دوسرے دن سلطان بخت مغربی سے بھی یہی حرکت کی۔ اور اس نے صبح آکر امیر سے ماجرا بیان کیا تو امیر کو نہایت تشویش ہوئی۔ اور فرمایا کہ اس مکان کی ہوا نہایت مختلف معلوم ہوتی ہے یہاں سے کوچ کرنا چاہئے نہیں تو لوگوں کو سودا ہو جائے گا۔ غرض اسی طرح امیر کے سب سرداروں سے عمر نے روپے لئے۔ حضرت الیاسؑ کی دی ہوئی کملی اوڑھ کر جب سب سرداروں سے عزرائیل کے نام سے روپیہ لے چکا تو ایک روز یہی حرکت امیر سے بھی کی۔ تب امیر نے سمجھا کہ لوگ واقعی سچ کہتے ہیں چونکہ امیر دانا تھے۔ خیال کیا ایک تو آواز آتی ہے۔ اور چھاتی پر ایک بوجھ سا معلوم ہوتا ہے۔ مگر صورت کسی کی معلوم نہیں ہوتی۔ جی میں کہا مقرر یہ کوئی جن معلوم ہوتا ہے۔ اس کو پکڑا چاہئے۔ ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا۔ تو کچھ دم سا معلوم ہؤا۔ امیر نے اس کو پکڑ کر چاہا کہ ایک گھونسہ ماریں۔ عمر نے کہا اے عرب سمجھ کر کہ ایسا نہ ہو کہ میرے چوٹ لگے۔ امیر نے آواز

سنتے ہی یہ سمجھا کہ عمر وہاں مینار پر مر گیا ہے۔ یہ اس کی روح ہے۔ عمر کو یاد کرکے بے اختیار رو دیا۔ عمر کو ترس آیا کہنے لگا اے امیر خدا نے مجھ کو بچایا۔ تب امیر نے سنگر چھوڑ دیا۔ عمر اپنے سر سے کملی اتار کر ظاہر ہو کے قدم بوس ہوا۔ صاحب قرآن نے اسے گلے لگایا۔ اور نہایت خوش ہوئے۔ اگلے روز عمر کے آنے سے تمام لشکر میں جشن رہا۔ اس جشن کے بعد کوچ کرکے کوہ سراندیپ کی طرف روانہ ہوئے اور لشکر دامان کوہ میں جاکر اترا۔ تمام ہندوستان میں یہ خبر ہوئی کہ شاہ کشور کا داماد حمزہ خسرو بلاد ہندوستان سے لڑنے آیا ہے۔ راوی لکھتا ہے کہ جن ایام میں یہ خبر ہوئی موسم سرما تھا کہ جن دنوں میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ وہاں میلا لگتا تھا۔ اور ہند کی تمام خلقت ایک مہینہ کی راہ سے حضرت آدم کی قدم گاہ کی زیارت کرنے کو آتے تھے اور ہر ایک اپنے حوصلہ کے موافق فراخوری کرتا تھا۔ اور اسی پہاڑ کے دامن میں کوسوں تک خیمے استادہ کئے جاتے تھے۔ اور ہندوستان کے دس جزیروں کے بادشاہ کا عام ہجوم تھا۔ اور لندھور بن سعدان تمام امراء وزراء و ارکان دولت و خدام و حشم لے کر مع اثار سلطنت وہاں آتا تھا اور اس مکان کو زیب و زینت دے کر لوگوں پر رحم اور بخشش کرتا تھا۔ چالیس روز تک امیر اور وزیر و وضیع و شریف و غنی و غریب وہاں شراب پیتے۔ اور عیش و عشرت میں رہتے تھے۔ امیر حمزہ بھی اس کی ایک طرف میں اترے اور لشکر کھڑا ہو کر سپاہ قائم ہوئی سارے اور خوانندے حاضر ہوئے اور مے ناب کا دور مجلس میں گردش میں آیا چوتھے روز عمر نے کھڑے ہو کر حضرت آدم علیہ السلام کے قدم کی بھی زیارت کی اجازت چاہی امیر نے فرمایا اچھا جاؤ مگر جلد آنا۔ عمر رخصت ہو کر لشکر سے باہر نکلا۔ اور پہاڑ کی اترائی کی طرف متوجہ ہوا اور پہاڑ کے نیچے پہنچکر خدا کی ایک ایک قدرت کا تماشا دیکھا۔ نگاہ جدھر کو جاتی وہیں کی ہو رہتی اور ہر طرف نور کا عالم نظر آتا تھا۔ اور اس کوہسار کے اوپر پانی کے چشمے گر گر کر صحرا میں رواں ہیں اور صد ہزار گل و ریحان مثل لالہ و نافرمان و نرگس اور بنفشہ ہر طرف کو کھلے ہوئے لہلہا رہے ہیں اور گاہ سبز خوش رنگ مثل تختہ زمرد چار طرف اُگی ہوئی کوسوں تک معلوم ہوتی ہے اور درخت سرو و شمشاد کے مانند قد محبوب کھڑے ہوئے نہایت لطف دیتے تھے۔ صدائے کبک زمزمہ و دراج کوکو بلبل و غل قمری و شور عندلیب اور بلبلوں کے چہچہے ہر ایک کے غنچۂ خاطر کو شگفتہ کر رہے تھے۔ عمر کو وہ جگہ نہایت خوش اور روح افزا

معلوم ہوئی اور دل کو فرحت ہوئی۔ وہ ایک پتھر پر بیٹھ کر کلاہ نو دمیدہ اور لب آب رسیدہ کا نظارہ کرتے ہوئے ایک پہاڑ پر نظر جا پڑی اور اس کی عجب طرح کی بلندی دیکھ کر حیران ہوا کہ یک بہ یک اس پر نظر جاتے ہوئے سوجگہ ٹھوکر کھاتی تھی۔ عمر سوچنے لگا کہ اس پر کس طرح چڑھا جائے۔ نہیں معلوم کہ اس پر جانے کا راستہ کدھر ہے۔ تب ایک طرف گھاس کا ایک جھپر معلوم ہوا۔ پاس جا کر دیکھا تو اس میں ایک پیر مرد محاسن سفید قد خمیدا ایک بوریئے پر بیٹھا۔ اور ایک تسبیح ہاتھ میں لئے ہوئے کچھ پڑھتا ہے۔ عمر جب اس کے نزدیک گیا تو اس کا نام لے کر سلام کیا۔ اور کہا اے شاہ عیاراں میں تیرا منتظر ہوں۔ عمر نے خیال کیا کہ شاید دوال پا ہے۔ کہا کہ مردک تو کس کو کہتا ہے۔ میں ہرگز تجھ سے واقف نہیں ہوں۔ یہ کہکہ ہاتھ خنجر پر بڑھایا۔ اور ارادہ کیا کہ اس پیر مرد کو مارے وہ دیکھ کر بے اختیار ہنسا۔ اور کہا اے عمر میں دوال پا نہیں ہوں۔ آدمی ہوں۔ میں حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ہوں۔ اور میرا نام سام بن نوح ہے۔ اور حضرت آدم کی قدم گاہ سے تعلق رکھتا ہوں رات مجھے بشارت میں تیرے آنے کی خبر ملی۔ جا زیارت کر۔ تیرا جو مقصد ہو حاصل ہو گا۔ گز لیکر زمین کو ناپ لے اور یہ کدال لے کر اسے کھود اس میں سے جو نکلے وہ تیرا مال ہے لیکن لالچ نہ کرنا اور ایک گز سے زیادہ نہ کھودنا عمر نے اس گز سے زمین کو ناپا اور کدال سے کھودنا شروع کیا۔ تھوڑی زمین کھودی تھی کہ اس میں سے ایک دانہ یاقوت بے بہا نکلا۔ عمر کو طمع اور زیادہ ہوئی اور کھودنے لگا۔ لیکن اس دانہ کے سوا اور کچھ نہ نکلا۔ ہر چند سام کہتا تھا کہ بس کر مگر عمر اپنے کام میں مصروف رہا۔ آخر کار تھک ہار کر سام کے پاس آیا کہ زیارت کر کے کدہر کو جاؤں کہا یہ جو باریک سی راہ ہے اس راہ سے جا۔ مگر راستے میں طمع نہ کرنا۔ یہ کہہ کر رخصت کیا۔ عمر اس راہ سے پہاڑ پر روانہ ہوا اور جا کر دیکھا۔ تو عجب طرح کا عالم ہے کہ ہر طرف سے پانی کے چشمے رواں ہیں اور پتھر کا ایک طاق بنا ہوا ہے۔ جس میں ان چشموں کا پانی چاروں طرف سے آ کر داخل ہو کے ایک حوض میں بھرتا ہے۔ اور اس حوض کے بدروں کی راہ سے پھر باہر جا کر نیچے جاتا ہے اور سبزہ زار میں پھیلتا ہے۔ اور اس سبزہ میں ایک سفید پتھر حضرت آدم علیہ السلام کا قدم گاہ ہے۔ اور قدم گاہ کے گرد اس مکان میں لعل و یاقوت والماس وغیرہ زمرد ارید کا چاروں طرف ڈھیر لگا ہے۔ اکثر شاہ وشہر

لگا ہے۔ اکثر شاہ و شہریار و دلیران نامدار جو زیارت کو آتے تھے۔ نذریں چڑھاتے تھے۔ عمر نے کسی چیز پر التفات
نہ کیا۔ بجز اپنی عیاری چادر کو بچھا کر جہانتک مقدور لے چلنے کا تھا۔ اسمیں جواہرات باندھے اور اٹھا کر چلدیے
اور جی میں کہا بزرجمہر تجھ کو کہتے تھے کہ تو سراندیپ میں حضرت آدم کی قدم گاہ پہ نذر پائیگا۔ پس ان جواہرات سے بہتر کوئی
نذر نہیں ہے جونہی اس کے دروازے پر پہنچا تو دروازہ غائب ہو گیا۔ اور کسی طرف جانے کی راہ نہیں ہے۔ حیران
ہو کر پھرا اور جواہرات جہاں سے اٹھائے تھے وہیں ڈال دیئے۔ پھر جو دیکھا تو دروازہ معلوم ہونے لگا۔ عمر نے کہا
کہ پہلے دروازے کا نشان قائم اور معلوم کرنا چاہئے۔ کہ جان آسان ہو۔ یہ تصور کر کے دروازے پر آیا اور اپنی ٹوپی
اس چوکھٹ پر رکھ دی اور جواہرات کے پاس جا کر تو کلاہ بھی کھوئی اس مرتبہ عمر نے پھر ان جواہرات کو ڈالدیا تو کلاہ اور دروازہ
دہ معلوم ہوتے ہیں۔ اس حرکت سے اپنی دل میں نادم ہؤا اور وضو کر کے نماز گذاری اور رونے لگا۔ اس حالت گریہ میں
اس کی آنکھ لگ گئی۔ خواب میں ایک نورانی صورت بزرگ نے عمر کے سر پہ ہاتھ رکھا اور کہا میں نے تجھے اپنا نظر
کردہ عطا کیا۔ یہ جامہ لے اور پہن ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔ اس کو دیو جامہ کہتے ہیں اور اس میں جو زنبیل ہے
اس میں کھڑے ہیں۔ ان جو ڈال دے گا وہ غائب ہو جائے گا۔ اور جو کچھ طلب کرے گا وہ پائے گا۔ میں
آدم ہوں۔ یہ تجھے دیتا ہوں۔ احتیاط سے رکھنا اور جب اس پہ ہاتھ رکھ کر معجزہ طلب کرے گا۔ جو صورت
چاہے گا وہ ہو گی اور جو زبان چاہے گا بولے گا۔ ایک اور بزرگ کھڑے تھے۔ انہوں نے ایک جام عمر کو دیا۔ اور
کہا یہ اسم اعظم ہے اسے یاد رکھ جب کسی پر تیرا جی چاہے اس جام میں پانی بھر کر یہ اسم اعظم پڑھنا اور اس پہ ڈالنا
جو شکل اس کی کہے گا ہو جائے گا۔ میں اسحاق نبیؑ ہوں میں نے تجھے اپنا نظر کردہ کیا۔ ایک اور بزرگ نے
کہا۔ میں داؤدؑ ہوں۔ میں نے بھی نظر تجھ کو دی یہ دو تارا لے کر بجا علم موسیقی میں کوئی تیرے برابر نہ ہو گا
اور نہ دوڑ میں تھکے گا۔ سکندر نے اپنا آئینہ دیا۔ اور کہا اس میں لطف ہے کہ تو نے جو دریافت کرنا
ہو اس میں دیکھنے سے معلوم ہو جائے گا۔ اس کے بعد ایک تخت ہوائی آسمان سے یکایک پیدا
ہؤا اور آواز آئی اے عمر ہم سے کچھ مانگ۔ عمر نے ان سب سے پوچھا کہ یہ کون ہیں کہا یہ پیغمبر
آخرالزمان ہیں۔ کہا بندہ آپ سے یہ مانگتا ہے۔ کہ بندہ جب تک اپنے منہ سے تین مرتبہ موت
نہ مانگے نہ مرے۔ صدا آئی کہ ہم نے قبول کیا۔ عمر اسی خوشی سے جاگ اٹھا۔ دیکھا تو وہ اسباب دھرا
ہے۔ معلوم کیا کہ مقرر تو نے نظر پائی۔ خدا کی جناب میں سجدہ شکر ادا کیا۔ تبرکات کو لے کر پہاڑ سے نیچے
اترا۔ اور سام کے پاس آیا۔ اس نے عمر کو گلے لگایا اور اس نظر پانے کی مبارکباد دی اور کہا اب جا کر امیر کو

بھیج دے کہ انہیں بھی نظر ہو گی۔ عمر وہاں سے رخصت ہو کر چلا۔ لیکن تھوڑی دور گیا تو جی میں کہا کہ امیر کے پاس اصلی صورت میں جانا ٹھیک نہیں ہے۔ بدلا کر جائیں اور دیکھیں کہ کوئی پہچانتا بھی ہے یا نہیں۔ یہ تصور کر کے زنبیل پر دونوں ہاتھ رکھ کر معجزہ طلب کیا۔ اور کہا بابا آدم میری صورت ایسی بن جائے کہ قد لمبا اور رنگ کالا ہو۔ کہنے کے ساتھ ہی ہو گیا۔ ایک ہوا بھر گئی۔ عمر نے آئینہ دیکھا تو عجیب صورت نظر آئی۔ عنجز ہاتھ میں لے کر گاتا بجاتا ہوا لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوا۔ جب لشکر میں پہنچا اسی طور گذرا۔ جس نے اس کی آواز سنی بے اختیار ہو گیا۔ اور سب اپنے اپنے کام چھوڑ کر اور اٹھ کر اس کے ہمراہ ہوئے۔ عمر کے پیچھے تماشائیوں کا ہجوم تھا۔ اور محو کی سی حالت ہو گئی تھی۔ غرض اسی طرح سے امیر کی ڈیوڑھی پر پہنچا۔ لوگوں نے اندر جا کر حضور میں خبر کی کہ ایک شخص مرد ہندی اس صورت میں کھڑا ہے فرمایا اسے اندر بلالو۔ جس وقت امیر کے روبرو آیا اور دعا دے کر گانے لگا۔ امیر اور سب کے سب سردار محظوظ ہوئے۔ امیر نے کہا اے عزیز تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے۔ کہا مجھے محمود سیاہ تن کہتے ہیں۔ اور اسی ملک کا رہنے والا ہوں۔ خسرو ہندوستان بھی مجھ سے خوب واقف ہے۔ اور مجھ پر اکثر بخشش کرتا ہے۔ فرمایا ہم بھی تجھ سے خوش ہوئے تو جو مانگے میں دوں گا۔ کہا غلام کے پاس خدا کا دیا بہت کچھ ہے۔ لیکن ایک آرزو ہے کہ مجھے کسی نے اتنا نہیں دیا کہ جتنا اٹھا سکوں۔ فرمایا ہم نے حکم دیا کہ ہمارے خزانہ میں جا کر جتنا اٹھا سکے اٹھالو۔ عمر دعا دے کر سلطان بخت مغربی کے ہمراہ خزانہ میں گیا۔ اور لوگ کھڑے ہو کر تماشا دیکھنے لگے کہ کیا کرتا ہے۔ پر عمر نے جو صندوق کو دیکھا نہایت خوش ہوا۔ لوگ حیران ہوئے کہ ایک صندوق ایک گاڑی پر مشکل سے چلتا ہے۔ اس کو یہ کس طرح اٹھا دے گا۔ اور یہ قرار دیا کہ اس کی شرط آپ اٹھانے کی ہے۔ اگر یہ کوئی سواری لائے گا۔ تو نہ دیں گے۔ غرض عمر نے تمام صندوق باہر نکالے اور سب کو ایک جا باندھا۔ اور لے کر چلا۔ تب تو سب حیران ہوئے۔ اور کہنے لگے کہ یہ آدمی نہیں ہے۔ بے شک کوئی غول بیابانی ہے۔ جو سارا خزانہ لے کر چلا۔ ہم اپنے شہر میں سنا کرتے تھے کہ ہندوستان میں بہت عجائبات ہیں سو یہی ہیں۔ اس کو روکا۔ اور امیر کو جا کر خبر دی۔ امیر کو سننے کے ساتھ ہی

خیال آیا کہ ضرور عمر ہے۔ اور اس نے نظر پائی۔ آپ اٹھ کر خزانے کے مکان میں آئے دیکھا تو عمر دلگیر کھڑا ہے۔ دوڑ کر گلے سے لگا لیا۔ اور کہا بھائی عمر ہم نے تم کو پہچان لیا۔ تب عمر لاچار ہوا۔ اور امیر کے قدموں پر گر پڑا اور کہا بھائی میں آدم علیہ السلام کا نظر کردہ ہوں۔ لیکن آپ کو بھی بلایا ہے۔ زیارت کی خاطر آپ بھی تشریف لے چلئے۔ اور جو وہاں عنایت ہو قبول کیجئے بلادی لکھتا ہے کہ سوائے امیر کے عمر کو کوئی بھی پہچان نہ سکا۔ عمر نے اپنی صورت بدل کر امیر سے کبھی بازی نہیں لے جا سکتا۔ امیر نے اس دن آرام کیا۔ دوسرے دن صبح کو اٹھ کر عمر کو ہمراہ لیا اور سرداروں کو بھی ساتھ لے پہاڑ کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب نزدیک دامانِ کوہ پہنچے تو پیادہ پا ہو کے شرط آداب بجا لایا اور استغفار پڑھتے ہوئے چلے۔ عجیب طرح کا سبزہ زار دیکھا کہ تمام عمر نہ دیکھا ہوگا۔ طبیعت کو ہر قدم پر فرحت محسوس ہوئی۔ ایک میدان دیکھا اول مکان میں نال۔ لیزم۔ سنگوٹے۔ مگدر۔ میل۔ نیچے فولادی بہت سے دھرے ہیں۔ اور ورزش کا سب اسباب رکھا ہے۔ اور کچھ آدمی اس کے نگہبان ہیں۔ ان آدمیوں سے پوچھا کہ کیسا مکان ہے۔ کہا یہ زور خانہ لندھور شاہ ہندوستان کا ہے۔ امیر نے سن کر عمر سے کہا جی چاہتا ہے کہ میں بھی اپنی زور آزمائی کروں۔ یہ کہہ کر اس تعلیم میں کو دے اور جتنے سنگوٹے اور نال تھے۔ سب اٹھائے اور مگدروں کو پھیرا۔ لیزم کو ہلایا۔ بلم کو پھیرا۔ ہاتھ اڑا کر کئی پنجوں کی انگلیاں ٹیڑھی کر دیں۔ لیکن ایک ہزار سات من تبریزی کا وہ گرز نہ اٹھ سکا جو وہاں دھرا تھا۔ اس سے امیر کو نہایت دقت معلوم ہوئی۔ پھر یہ یہاں سے سام کے مکان میں گئے۔ اس نے استقبال کیا۔ اور وہ بغل گیر ہوا امیر کو اپنے برابر بٹھایا۔ اور کہا پہلے ایک کام کریں۔ کہ اس زمین کو ایک گز ناپ کر کھودیں جو اس میں سے تمہیں ملے وہ تمہارا حق ہے۔ امیر نے ایک تبر لے کر اس کو کھودنا شروع کیا۔ ایک دانہ یاقوت کا ایسا نکلا کہ پچاس مثقال کا وزن انگارے کی صورت روشن تھا کہ شاید تمام عمر میں کسی نے نہ دیکھا ہوگا۔ امیر اس کو سام کے پاس لے گئے اور دکھایا۔ اس مرد بزرگ نے کہا یہ مال آپ کا ہے۔ اس کو لیجئے۔ اور جا کر زیارت کیجئے۔ جب تک وہاں سے نذر نہ پاؤ گے۔ خسر ہندوستان سے بہرہ نہ آؤ گے۔ امیر ان سے رخصت ہو کر قدم گاہ کی طرف

روانہ ہوئے وہاں جا کر زیارت کی اور عبادت میں مشغول ہوئے۔ عین اس گریہ و مناجات میں آنکھ جو لگ گئی اور خواب میں دیکھا کہ آسمان میں ایک دروازہ پیدا ہوا اور اس میں کئی تخت نمودار ہوئے ہر تخت فرشتوں نے یہاں اتارے۔ اور ان تختوں پر جو نورانی شکل کے سوار تھے۔ وہ اتر کر پاس آئے۔ سب کے آگے ایک بوڑھا بزرگ دراز قد چلا آتا تھا۔ اس نے کہا اے فرزند اسلام میرے پاس آئیں نے مجھے نظر کردہ کیا کہ تم ہمیشہ دشمنوں پر غالب رہو گے۔ تم کو دو بازو بند دیتا ہوں ان کو تبرکاً اپنے ڈنڈ پر رکھنا ان کی برکت سے کارزار کے وقت کبھی بازو خم نہ ہوں گے۔ لیکن کئی کام بد ہیں وہ نہ کرنا۔ ایک تو کسی کا دل اپنی طرف سے نہ توڑنا۔ اور جو شخص امان مانگے اسے امان دینا۔ اور جو روبرو سے بھاگ جائے اس کا پیچھا نہ کرنا۔ اپنے لشکر کے آگے کبھی طبل جنگ نہ بجوانا۔ اور اپنے حریف پر پیش دستی ہرگز نہ کرنا۔ اس کو ضرب کرنے دینا۔ اس کی ضرب کے بعد اپنی ضرب کرنا۔ اور بے جا نعرہ نہ مارنا۔ کیونکہ تمہاری آواز سولہ فرسنگ تک جائے گی۔ یہ کہہ کر امیر کو اپنی چھاتی سے لگایا۔ اور بھی جتنے پیغمبر آئے تھے۔ سب نے صاحب قرآن پر نظر کی۔ اس خوشی میں امیر کی آنکھ کھل گئی۔ اور دیکھا جو تبرک ملا تھا۔ وہ سجدہ گاہ کے آگے دھرا ہے۔ اٹھ کر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی۔ اور فاتحہ پڑھ کر وہاں سے سام کے مکان پر آئے۔ اس نے اور عمر نے اٹھ کر مبارک باد دی۔ اور سرداروں نے نذریں بھی گذرانیں اور امیر نے بہت سا زر و مال تصدق کیا۔ داستان شب فردا

سترھویں داستان

سہ شنبہ کو قصہ یہاں تک بیان کیا تھا۔ کہ جب امیر نے کوہ سراندیپ میں نظر پائی اور سام بن نریمان کے مکان میں آئے۔ تو آن کر بیٹھے ہوئے ایک ساعت نہ گذری تھی کہ سام نے امیر سے کہا میں اب تک یہاں آپ کے آنے کا منتظر تھا۔ سو اب رخصت ہوتا ہوں۔ آپ مجھے اپنے ہاتھ سے دفن کیجئے گا۔ یہ کہہ کر حصیر پر دراز ہوا۔ اور کلمہ پڑھ کر مر گیا۔ امیر نے اس کو اپنے ہاتھ سے غسل دے کر پہلی منزل پر پہنچایا۔ اور بہت افسوس کیا۔ وہاں سے اٹھ کر پھرتے وقت لندھور کے زور خانے میں تشریف لائے اور گرز اٹھا لیا اور بہت خوش ہوئے۔ اور وہاں سے اپنے لشکر میں جا کر جشن شاہانہ اور بزم کی

صحبت میں بیٹھے۔ ادہر زور خانہ کے نگہبانوں نے جاکر خسرو بادشاہ ہندوستان کو خبر پہنچائی۔ وہ سوار ہوکر آیا اور پہلوانی گرز کو اپنی جگہ سے ہٹا دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ چار پانچ آدمی اور بٹھلاکر ان کو کہا اگر یہ حرکت کرنے والا پھر آئے تو ہمارے پاس لے آنا کہ ذرا اس کی صورت دیکھیں کہ وہ کس قدر زور رکھتا ہے یہ کہکر اپنے لشکر میں چلا گیا۔ اب عمر کی داستان عرض کرتا ہوں کہ وہ امیر کو محفوظ کر رہا تھا اور تمام سرداران نامدار اس کے سبب سے کمال فرحت میں تھے۔ جب روز شب گزر چکا تو دوسری صبح کو عمر نے امیر سے کہا غلام کا جی چاہتا ہے کہ جاکر خسرو ہندوستان کے لشکر کا حال معلوم کروں۔ فرمایا کیا مضائقہ عمر امیر سے رخصت ہوکر لندھور کے لشکر کیطرف روانہ ہوا۔ راہ میں تھوڑی دور جاکر اپنی صورت ایک مرد خراسانی کی بنائی اور ایک ستار ہاتھ میں لیکر لشکر میں آیا۔ اور اسکی بارگاہ کے اندر جلو خانہ میں آکر بیٹھا اور وہاں سے خلقت کا مشاہدہ کرنے لگا۔ جب تمام دربار جمع ہو چکا تو عمر نے اٹھکر لوگوں سے کہا کہ حضور میں عرض کر دو کہ شاہ ہند کے حضور میں پیش ہوکر اپنا مجرا کرے انہوں نے جاکر بادشاہ کی خدمت میں گذارش کی۔ فرمایا بلاؤ۔ جسوقت اندر گیا عجیب طرح کی صورت بنے ہوئے لندھور کو مجرا کرکے دعا دی لیکن لندھور کو دیکھ کر عمر کے حواس بگڑے مگر فوراً ایسی تقریر کی کہ شاہ ہندوستان کے چہرے پر خوشی کی لہر پھیل گئی۔ پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ کہا غلام کا نام بابائے رود برد ہے۔ لندھور اس نام کو سنکر نہایت حیران ہوا۔ اور کہا کہ ایسا نام ہم نے تو کبھی نہیں سنا۔ آخر اس نام سے مدعا کیا ہے۔ اور تو کس کو مانتا ہے۔ اور کس کو لے جاتا ہے۔ جواب دیا کہ بندہ سازرا می زند و دل راہی برد۔ لندھور اس کلمہ سے خوش ہوا۔ اور کچھ گایا بجایا۔ عمر آداب بجالاکر تخت کے روبرو سب لوگوں سے بالادست بڑھ کر دو زانو بیٹھ گیا۔ اور ساز بجانے لگا۔ وہاں کے جتنے سازندے تھے سب خفا ہوئے کہ اس میں کمال کیا ہے۔ جو ہم سے آگے بیٹھا ہے۔ لندھور نے کہا۔ اس کا مضائقہ نہیں۔ کیونکہ اول تو مہمان ہے۔ میں نے اس لئے بٹھایا ہے کہ اچھی طرح سنوں۔ غرض کہ گانا بجانا شروع کیا۔ عمر کا گانا مردے کے کان کو جان بخشتا تھا۔ جس وقت اس نے گانا شروع کیا۔ اور اس کی آواز اہل مجلس کے کان میں جونہی گئی تو ہر ایک خورد و کلاں نے عش عش کیا۔ اور اس کی تعریف کرنے لگے۔ غرض اس نے خسرو ہندوستان لندھور بن سعد کو یہاں تک محظوظ کیا کہ حالت سکتے کی سی ہوگئی۔ لندھور نے کہا۔ اے شخص مانگ کیا مانگتا ہے۔ کہا خدا آپ کو سلامت رکھے۔ بندہ جیسی آپ کی تعریف سنتا تھا۔ اس سے زیادہ دیکھا۔ لیکن غلام شاہ ہفت کشور کے داماد کی عنایت سے سب کچھ موجود ہے۔ لندھور

نے پھر دوبارہ فرمایا مانگ کچھ مانگ۔ کہا آپ کی مرضی یہی ہے تو کمترین کو دو ساعت کی خاطر خدمت ساقی گری سے۔ تو پھر ملاحظہ فرمائیے۔ کہ اس میں کس طرح خوش و محظوظ کرتا ہے۔ فرمایا کیا مضائقہ حکم کیا کہ ہمارا خاص صراحی پیالہ اس کے حوالہ کرو۔ ساقی نے عمر کے حوالے کیا۔ عمر بزم کا ساقی ہوا۔ اور بادہ ناب جام مرصع میں بھر کر پلانے لگا۔ جب دو جام پلا لئے۔ اور اہل مجلس کا دماغ گرم ہوا اور عمر کی طرف سے سب کا دل نرم ہوا۔ تو ہر ایک کو کمال درجہ کی تفریح حاصل ہوئی اور عمر نے دیکھا کہ سب کے سب اپنے مزے میں ہیں۔ پیالہ بھر کر خسرو بلاد ہندوستان کے روبرو لایا۔ بادشاہ تو اس کے پینے میں مشغول ہوا۔ اور عمر نے بادشاہ کی آنکھ بچا کر ان زمرد کے طاؤسوں میں سے جو تخت کے گوشوں پر لگے ہوئے تھے۔ ایک طاؤس اٹھا کر بغل میں رکھ لیا۔ بادشاہ نے کن آنکھوں سے دیکھا اور کہا۔ زود برد کیا کرتا ہے۔ کہا شہریار خاموش کہ من زود میردم۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی سن لے۔ لندھور اس حرکت سے بے اختیار ہنسا۔ اور کہا عجیب مرد مضحک ہے میری ہی چیز چراتا ہے۔ اور مجھے ہی کہتا ہے چپ رہو میں جاتا ہوں۔ بھلا چیز تو میری ہے دوسرے کے سننے سے کیا ہوتا ہے۔ ارے تیری چوری میں بھی لطف ہے۔ یہ چاروں طاؤس میں نے بخشے۔ عمر بہت خوش ہوا۔ اور طاؤس اتار کر زنبیل میں رکھے۔ اور دوسرا پیالہ بھر کر پھر بادشاہ ہند کے ہاتھ دیا۔ جب دیکھا شراب کی کیفیت میں سب مست ہوئے۔ تو اس وقت زنبیل سے دارو ئے بے ہوشی کئی مثقال نکال کر شراب میں ملائے۔ اور اس کے اثر سے بے ہوشی کا اثر ہونے لگا۔ اور سب کے سب عجائب و غرائب کا تماشا کرنے لگے۔ اور ان کی آنکھوں میں جونہی بے ہوشی کا اثر ہوا۔ تو اس نشہ میں سب کو طغیانی کا دریا معلوم ہونے لگا۔ اور جتنے کہ مجلس میں تھے۔ سب کھڑے ہو گئے۔ اور زور سے شور مچانے لگے۔ یارو ہم غوطے کھاتے ہیں۔ اپنے آپ کو سنبھالو۔ یہ کہہ کر سب لوگ زمین پر گر پڑے۔ اور بے ہوش ہو گئے۔ عمر نے یہ حالت دیکھ کر دست درازی شروع کی۔ مسند اور غالیچے اور فرش فروش اور سامان جو کچھ دیکھا ان کی گٹھڑیاں باندھ کر اور سب کے کپڑے اتار کے ننگا کیا۔ فقط پاجامے بدن پر چھوڑے

کس واسطے کہ یہ لوگ مسلمان تھے نہیں تو عمر کا یہ کام تھا کہ آزار بھی نہ چھوڑتا۔ اور بس کافر کے لشکر میں جاتا ان سب کا منہ کالا کرتا۔ پس مسلمان کے باعث انکو بحرمت نہ کیا۔ جہانتک اسباب نقد و جنس اس بارگاہ میں تھا سب کو زنبیل میں رکھا اور لشکر کیطرف روانہ ہوا اور اپنے خیمہ میں جاکر سو رہا۔ لیکن یہاں صاحبقراں نے دیکھا کہ عمر کو گئے ہوئے عرصہ ہوا۔ آدمیونکو فرمایا عمر کی خبر لو کہ کس کام میں ہے اور اگر مکان پر ہو تو جس حالت میں ہوا اسی حالت میں لاؤ۔ لوگوں نے جاکر دیکھا تو اپنے خیمہ میں بیٹھا ہوا وہ اسباب جو لایا تھا اسمیں سے قسم اوّل اور قسم دوم جدا کر رہا تھا۔ آدمیوں نے کہا امیر نے آپکو یاد فرمایا ہے۔ عمر نے چاہا کہ اس اسباب کو رکھ جاؤں مگر حضور کے فرستادوں نے کہا کہ اسباب سمیت چلنا ہوگا۔ لاعلاج معہ اسباب حضور میں آیا اور آداب بجالایا۔ امیر نے فرمایا یہ اسباب کیسا ہے کہ لندھور نے مجھے دیا ہے۔ فرمایا یہ جھوٹ کہتا ہے امیر نے وہ تمام اسباب پہلوان عادی کے ہاتھ ہندوستان بھیجا اور کہلا بھیجا کہ عمر نے کچھ بے ادبی کی ہو تو مجھ پر ظاہر کیجئے کہ میں اسے سزا دینے کیلئے آپکی خدمت میں بھیجدونگا۔ اور کچھ تحفے دیکر رخصت کیا (بقیہ داستان شب فردا)

اٹھارھویں داستان

سہ شنبہ کو قصّہ یہانتک پہنچا تھا کہ عادی کو امیر نے لندھور بن سعدان کے پاس بھیجا اور وہاں جو عمر حرکت کر آیا تھا۔ جس وقت معہ خسرو سب کی بیہوشی اتری۔ ہر ایک نے اپنے آپ کو برہنہ پایا۔ اور بارگاہ خراب دیکھکر حیران ہوئے کہ کیا معاملہ ہے۔ لندھور نے پوچھا کہ زرد پرد کہاں ہے۔ جب دیکھا تو اسکا کچھ حال معلوم نہیں کہ کہاں گیا ہے وہ ایک رقعہ جو عمر لکھ کر لندھور کے گلے میں ڈال گیا تھا۔ اسکے پڑھنے سے معلوم ہوا۔ یہ اسی تردد میں تھے کہ عیاروں نے آکر خبر دی کہ نوشیرواں کے داماد نے اپنے ایک سردار کو بطریق ایلچی بھیجا ہے۔ سو وہ لشکر میں داخل ہوا کہ کوئی دم میں حضور میں۔ کہا یہاں سے کئی سردار اس کے استقبال کے لئے جائیں اور بحرمت تمام لے آویں۔ جسوقت عادی بارگاہ خسروی میں آیا۔ شرط آداب بجالایا۔ اور جو لایا تھا سب گذرانا اور امیر کا پیغام دیا لندھور نہایت خوش ہوا۔ اور عادی کی بہت عزّت کی۔ اور خلعت فاخرہ معدی کرب کو عنایت فرمایا۔ امیر نے جو تحفے بھیجے تھے۔ وہ سب لئے اور جو اسباب عمر لے گیا تھا۔ واپس کر دیا۔ اور کہا یہ ہماری طرف سے عمر کو دینا۔ اور کہنا ہم نے تجھ کو معاف کیا اور امیر کی خدمت میں بعد نیاز کے عرض کیجیو کہ میں عمر کا نہایت شایق ہوں اسے فرمائیے کہ صورت اصلی میں آئے۔ یہ لکھکر رخصت کیا اور عادی نے آکر تمام احوال امیر سے بیان کیا۔ امیر نہایت شاد ہوئے۔ اور امیر نے فرمایا

اسے فرمایئے کہ یہ صورت اصلی میں آئے۔ یہ کہکر رخصت کیا۔ عادی نے آکر یہ تمام احوال امیر سے بیان کیا۔ امیر نہایت شاد ہوئے۔ اور امیر نے فرمایا اے عمر تجھے خسرو ہند دستان نے بلایا ہے اور اس کا جو اسباب تو لایا تھا! سنے تجھکو لیکن صورت اصلی سے جانیو۔ عمر خوش ہوکر لندھور کے لشکر کی طرف روانہ ہؤا۔ اور راہ میں دیکھا کہ سوداگروں کی ایک جماعت ایک جواہر نگار تاج لئے ہوئے جاتے تھے عمر بھی ان کے ہمراہ ہؤا۔ اور ایک بزرگ تاجر کی صورت بنا کر چلا۔ اور اسکی بارگاہ کی ڈیوڑھی پر پہنچا۔ خسرو نے اس جماعت کو حضور میں طلب کیا۔ تب یہ سب اندر جاکر کھڑے ہوئے ان سب نے ملکہ یہ تاج بنایا تھا۔ یہ تاج خوان میں رکھ کر ایک عاج کی چوکی پر رکھا داروغہ جواہر خانہ آیا۔ اور اس نے ان سوداگروں سے کہا کہ بادشاہ اسی وقت تاج سرخ سر پہ رکھیگا۔ اور اس کی قیمت مع خلعت و انعام تم کو دے گا۔ لیکن تم اس کی قیمت کا حلد الفغال کرو اور تو سب خاموش رہے۔ مگر عمر نے کہا میں راضی نہیں ہوں کہ خسرو بغیر قیمت دیئے تاج سر پر رکھے۔ ہاں پہلے قیمت دے لے پھر مختار ہے۔ یہ بات خسرو کے کان تک پہنچی اور پوچھا گیا ہے کہا ایک شخص یہ گفتگو کرتا ہے۔ کہا میں کسی کی چیز ایسے نہیں لیتا ہوں۔ پوچھو اس میں تیرا جواہر کون سا ہے۔ اس کی قیمت لے۔ لوگ اس کو مع سوداگران لندھور کے خیمہ میں لیگئے۔ لندھور نے دیکھ کر کہا کہ تو عجب نادیدہ مرد ہے۔ بتلا کہ اس میں تیری کون سی چیز ہے۔ تاکہ اس کی رقم ادا کردوں۔ عمر نے کہا مجھے سجھائی کم دیتا ہے۔ مجھے دو میں روشنی میں دیکھ کر بتادوں۔ فرمایا کیا مضائقہ نہیں۔ عمر تاج لے کر باہر نکلا۔ از بسکہ اور لوگ بھی ہمراہ تھے۔ کہا دیکھو تو آسمان پر گھٹا چھائی ہے۔ کچھ نظر نہیں آتا۔ لوگ اوپر دیکھنے لگے اور عمر بھاگا۔ ان آدمیوں نے دیکھا تو ابر کا نام بھی نہ تھا۔ کہنے لگے او عزیز اتنا جھوٹ کیوں بولتا ہے۔ بتا تو سہی ابر کہاں ہے۔ نیچے نگاہ کی تو وہ نہیں ہے اور تاج لئے ہوئے میدان میں بھاگا چلا جاتا ہے۔ لوگ دوڑے لیکن اس کی گرد کو بھی نہ پہنچے۔ سب نے بادشاہ سے عرض کی۔ خسرو آپ ایک ہاتھی کے پاٹھے پر سوار ہوکر اس کے پیچھے چلا۔ اور عمر کو رد کا۔ تب وہ ایک پہاڑ کے دامن میں بھاگا۔ لیکن وہاں جاکر دیکھا کہ راہ نہیں ہے حیران ہؤا کہ اب کیا کروں۔ ایک آسیا بان کا گھر نظر آیا اور دوڑتا ہؤا آسیا بان کے پاس گیا اور اس سے کہا۔ بادشاہ ہند دستان نے تیرا سر کاٹنے کے لئے فوج بھیجی ہے۔ اس نے ایک خواب دیکھا تھا۔ جس کی تعبیر حکیموں نے یہ بتائی ہے کہ اگر آسیا بان کے سر کے پوست سے طبل جنگ منڈھا جائے اور حضور میں بجے تو ہر جنگ میں آپ فتح یاب ہوں گے۔ سو یہ لوگ اسی طلب کے لئے آتے ہیں۔ وہ بیچارہ سُن کر ڈر گیا۔ اور کہنے لگا۔

لگا۔ پھر میں کیونکر بچوں عمر نے کہا بچنے کی صورت یہی ایک ہے کہ اپنے کپڑے مجھے دے کر میں پہنکر چکی پیسوں اور تو اس حوض میں جاکر چھپ۔ جب لوگ آدیں گے تو میں جواب دے دوں گا۔ اس نے عمر کو دعا دی اور کپڑے اتار کر حوض میں گیا۔ اور عمر اس کے کپڑے پہن کر چکی پر بیٹھا۔ لندھور نے آکر پوچھا کہ یہاں ایک شخص اس صورت کا آیا وہ کہاں ہے۔ کہا اس میں ہے۔ لندھور نے اپنے کپڑے اتارے اور اس حوض میں اترا۔ عمر نے تمام لباس لندھور کا بھی لیا۔ اور جس درے کے منہ پر اسکی فوج کھڑی تھی وہاں آیا اور کہا لندھور نے مجھے نشان دیا ہے اور دو سو تمن مجھے دلائے ہیں۔ ان سے دو سو تمن روپوں کے لیکر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں لندھور نے پانی میں اتر کر اس آسیابان کو پکڑا اور کہا باہر نکل۔ اس نے اپنے سر کو پتھر مار کر کئی زخم کئے اور کہا اب میرے سر کا چرا خراب ہوا۔ اور کسی کام کا نہیں رہا۔ اور آسیابان کو تلاش کرو۔ لندھور حیران ہوا کہ کیا کہتا ہے۔ جب اس مضمون سے واقف ہوا اور باہر آکر دیکھا تو وہ نہیں ہے تب سمجھ لیا کہ وہ عمر ہی تھا۔ جو اپنا لباس بھی لے گیا۔ لوگوں سے پوچھا کہ کوئی شخص ادہر سے باہر گیا ہے۔ کہا کوئی نہیں۔ مگر آپ نے جسے اپنا نشان دیکر بھیجا تھا۔ وہ دو سو تمن لیکر البتہ اس طرف کو گیا ہے۔ خسرو عمر کی ظرافت دیکھکر عاشق ہوگیا۔۔ اور دوسری پوشاک منگائی اور پہنکر اس نے اپنی فوج کو رخصت کیا اور آپ اکیلا امیر کی طرف روانہ ہوا۔ عیاروں نے یہ خبر صاحبقران کو دی کہ لندھور آتا ہے۔ امیر نے سرداروں کو اس کے استقبال کیواسطے بھیجا ہے۔ لندھور جب امیر کی بارگاہ میں آیا۔ امیر نے اسکی تعظیم کی اور ایک کرسی مرصع نگار پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور اسکے واسطے جشن کی تیاری کی۔ لندھور امیر کا حسن سلوک دیکھکر نہایت خوش ہوا۔ اور کہا عمر کہاں ہے میں اس کی صورت کا مشتاق ہوں۔ اور جب وہ میرے لشکر میں جاتا ہے اصلی صورت میں نہیں جاتا۔ اس کو بلوائیے۔ امیر نے عمر کو طلب کیا۔ وہ بارگاہ دانیال میں آکر امیر کا آداب بجالایا وہ خسرو ہند کو دعا دیکر اپنی کرسی پر بیٹھا۔ لندھور نے کہا اے عمر وہ تاج بھی ہم نے تجھ کو معاف کیا۔ ہمارا جی چاہتا ہے کہ تو اسی صورت میں ہمارے پاس آیا کر۔ لیکن اس وقت کمال اشتیاق سے تیرے پاس آیا ہوں مجھے اسوقت محظوظ کر۔ عمر اٹھکر گانے اور بجانے لگا۔ خسرو نے اس دقت بھی عمر کو بہت سا انعام دیا اور کہا آفرین۔ واقعی یونہی ہے۔ کہ تیرے برابر ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔ غرض تمام روز جام شراب گردش میں رہا۔ اور عجب طرح کی صحبت رہی۔ جب شام کا وقت قریب آیا۔ خسرو ہندوستان نے امیر سے کہا۔ ہم نے جو عرض آپ سے کی وہ آپ کو قبول ہے کہ نہیں۔ فرمایا حق دوستی آپ بجالائے۔ پر مجھ کو شاہ ہفت کشور نے لڑنے کو بھیجا ہے۔ لندھور نے کہا آپ اس بات کا ارادہ نہ کریں۔ کیونکہ دشمنوں نے آپ کے مارنے کی تدبیر کی ہے۔ اس

بات سے ہاتھ اٹھائیے۔ اور مجھ سے صلح کیجئے۔ لشکر اور خزانہ جتنا چاہئے حاضر ہے۔ بلکہ اگر فرمائیے تو فوج لے کر آپ کے ہمراہ چلوں۔ اور نوشیرواں کو مار کر آپ کو بادشاہ ایران کر دوں کہ اس کا تمام ملک آپ کے زیر فرمان رہے۔ پھر اپنے یار جانی سے بخوبی ملاقات کیجئے۔ امیر نے کہا مجھے تو تمہارا سر کاٹنے کو بھیجا ہے لندھور نے اپنی کمر سے تلوار نکال کر امیر کے روبرو رکھ دی اور سر جھکا کر کہنے لگا کہ اگر آپ کو یہی منظور ہے تو سر حاضر ہے کاٹ لیجئے۔ فرمایا اس طرح نامرد کاٹتے ہیں۔ ہاں میدان میں کارسازی جنگ سے ہو تو مضائقہ نہیں رکھتا کہ یا تو تم میرا سر کاٹ لو یا میں تمہارا۔ لندھور نے کہا اگر آپ نہیں مانتے تو ناچار میں حاضر ہوں خیر اب تو رخصت ہوتا ہوں۔ کل صبح آپ طبل جنگ بجوائیں۔ امیر نے کہا پہلے میں ہرگز طبل جنگ نہ بجواؤنگا کہ میرے یہاں مناہی ہے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک مرتبہ صحرا کی طرف سے سیاہ تاریک و تیز گرد اٹھی آخر مقراض باد نے گریبان چاک کر دیا۔ اور اس میں سے چالیس علم پیدا ہوئے۔ اور چالیس ہزار سوار کا نشان اور فوج کے آگے ایک علم خوک پیکر اور اس کے سایہ گستہم بن اشک ساسانی دکھائی دیا۔ اور ان دونوں لشکروں کے درمیان میں ایک طرف اس کا لشکر بھی اترا۔ اور امیر اس کو دیکھ کر حیران ہوئے کہ یہ کیوں آیا لندھور نے امیر سے رخصت چاہی اور اپنے لشکر میں جا کر طبل جنگ کا حکم دیا۔ اور اس کے لشکر سے دم برق آوازہ پیدا ہوئی۔ یہ خبر عیاروں نے صاحبقران کو پہنچائی۔ فرمایا کہ ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ بجے۔ نقارہ خانہ کا داروغہ حکم لے کر گیا۔ اور نقارہ خانے کے میدان میں طبل جنگ کو لا رکھا اور اس لشکر میں بھی آوازہ طبل سکندری بلند ہوئی۔ دو دریائے لشکر میں تیاری ہونے لگی اور ہر جوان تلواروں کو چرخ اور چار آئینوں کو صیقل کرنے لگا۔ اور ہر ایک آپس میں اور یار و برادر سے ملنے لگا کہ خدا جانے صبح کو کون مارا جائے اور کون جیتا رہے۔ دونوں لشکر جنگ کی کارسازی کرنے لگے۔ ادھر گستہم نے بھی اپنے لشکر میں طبل جنگ بجوایا۔ عمر نے کسی کو خبر نہ کی اس کے لشکر میں گیا۔ اور اس کے خیمہ پہ جا کر لوگوں سے کہا کہ گستہم کو خبر کر دو کہ عمر آیا ہے۔ اس نے سنکر اندر بلوایا۔ عمر نے جا کر سلام کیا۔ اور اس کے پاس جا کر بیٹھا۔ گستہم نے احوال پوچھا اور عمر نے کہنا شروع کیا۔ (باقی داستان شب فردا)

انیسویں داستان

دی شب کو قصہ یہ بیان ہوا تھا کہ جب گستہم سے باتیں کرنے لگا۔ کہ میں امیر حمزہ کے ساتھ آکر اس درجہ خراب ہوا ہوں۔ کہ کوئی دوسرا نہ ہو گا۔ اس نے اپنے آپ کو نوشیرواں داماد مشہور کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو آسمان ہفتم پر سمجھتا ہے۔ اور کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ گویا آپ بادشاہ ہفت کشور ہے۔ اور اب مجھے بیٹھنے کا حکم نہیں دیتا۔ اور جتنے آدمیوں کو ہمراہ لایا ہے۔ سب اس سے متنفر ہیں۔ چاہتے ہیں۔ کہ اسکا ساتھ چھوڑ دیں۔ آج طبل جنگ بجوایا ہے۔ کل اس کی لندھور سے لڑائی ہوگی۔ یہ لندھور کو ماریگا اور ایران میں جاکر بادشاہ کا دولہا بنے گا۔ اور اپنے آپ کو فراموش کر دیگا۔ میں نے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ لندھور میں کچھ زور نہیں ہے۔ اس کا گرز منوے کا ہے۔ کہ جس پر لوہے کا خول چڑھا ہوا ہے۔ کل صبح کو تم اس کے ساتھ نکل کر لڑو۔ اور اس کو مار ڈالو۔ کہ نوشیرواں تم کو اپنا داماد کرے۔ گستہم کو یہ مشورہ پسند آیا اور نہایت ہی خوش ہوا۔ اور یوں کہنے لگا۔ کہ تو خاطر جمع رکھ۔ میں تجھ کو اپنی جان کے برابر رکھوں گا۔ اور میرے آنے کا بھی یہی سبب ہے۔ کہ جس روز میں نے بہرام کو مار بھگایا تھا۔ تو وہ زابل میں جاکر بیٹھ رہا تھا۔ اب نوشیرواں کو منظور یہی ہے۔ کہ کسی طرح حمزہ بھی مارا جائے۔ میرے پاس نوشتہ بھی موجود ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ ہم نے حمزہ کو ہندوستان بھیجا ہے۔ تو بھی جا۔ اگر لندھور اسکے ہاتھ سے نہ مارا گیا۔ تو جسطرح بھی بنے تو تم حمزہ کو مارنا۔ پس بہتر یہی ہے۔ کہ صبح میدان میں نکل کر لندھور کو مار دو۔ اور اس کو اپنی طرف دکھا دو۔ بعدہٗ اس کا کام تمام کر دو۔ غرض تمام رات ان تینوں لشکروں میں طبل جنگ بجتا رہا۔ اور لشکراں کے نقیب اور چوبدار طبلبادی رات پکارتے کئے۔ رباعی۔

روز جنگ ست وجنگ باید کرد کوشش نام وننگ باید کرد
تا بود مرد خاصۂ میدان شیر را زیر ننگ باید کرد

اور سب نامداران دست راست دوست چپ اپنے اپنے سرداروں کے خیموں میں جمع ہوئے۔ اور عیاروں کے ہاتھ سے پئے اور شعر ہائے شجاعت مردانہ نشہ شراب میں پڑھتے ہے اشعار۔ دم بزدے می زنم تا در تن من جان بود ؛ جان چہ کار آید اگر درم دیم نقصان بود ؛ نزمی سر کردن بمیدان شیوۂ رندان بود ؛ مشکل است ایں کار لیکن پیش مرد آسان بود ؛ مرد شجاعت میدان را بنا شدیم سر ؛ ہر کہ از سر بگذرد کے مرد ایں میدان بود ؛ اے بہادر درجہاں ہر باغ دارد میوۂ ؛ میوۂ باغ بہادر خنجر و پیکاں بود۔ لیکن جب چار گھڑی رہی تو خسرو بلاد ہندوستان ملک لندھور بن سعدان ساتھ لاکھ ہمراہ لیکر سوار ہوا۔ اور فوج منددت لی۔ کھاپی بنگالی مرہٹی

دکھنی. گوجر جاٹ. گجراتی ہواتی بنکھ. کرناٹکی مونڈم پلا. راجپوت. ہر ایک اپنے آپ کو غرق فولاد کرکے میدان میں نکلا۔ اور رنگ در رنگ جنگ در جنگ انبوہ در انبوہ خیل در خیل جوق در جوق چشم در چشم پرہ در پرہ دستہ در دستہ رسالہ در رسالہ تمن در تمن صف در صف عرصۂ کارزار میں سب کھڑے ہوئے اور مشعل اور چوبر مہتاب اس لشکر میں اس قدر روشن تھیں۔ کہ گویا رات کو دن کر دیا تھا۔ اگر سوزن میدان میں گرے تو صاف دکھائی دے جائے۔ اور اس طرف گستہم بن اشک زربینہ کفش ساسانی چالیس ہزار سوار سے ایک طرف کو صف باندھ کر کھڑا رہا۔ یہ خبر عیار اہلکاروں نے سلطان صاحبقران کو پہنچائی۔ کچھ رات باقی رہی تھی کہ نماز صبح سے فارغ ہو کر سلاح طلب کئے۔ اور تمام ہتھیار پیغمبران کا جوشن جسم پر لگا کر تیار ہوئے۔ اور مقبل کے ہمراہ بارگاہ کے باہر صفوں میں تشریف لائے۔ عمر چار سو عیار تیز و طرار کے ساتھ تنطورہ زربفتی اور پاتابہ سقرلاتی و گوفن عیاری و چلہ ہائے نافہ لٹکائے ہوئے کھڑا تھا۔ اس نے مع ہمراہیوں کے جھک کر سلام کیا۔ اور ان سب کے منہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی آواز پیدا ہوئی۔ امیر سپاہ قیطاس پر سوار ہوئے۔ اور طوق بن حیران حرامی نے غاشیہ علم اژدہا پیکر اٹھایا۔ اور اس کا سایہ صاحب قرآن کے سر پر کیا۔ جتنے پہلوان امیر و سرداران نامی نامدار تھے۔ رکاب میں حاضر ہوئے۔ اور امیر کی سواری رزمگاہ کی طرف مانند باد بہاری روانہ ہوئی۔ صبح کا عالم اور ہر ایک کے بان و نشان چمکتے ہوئے تیز گی زرہ بکتر اور سواریاں اور گھوڑوں کا دوڑنا اور میدان کے سبزے کا عالم اور نیل دریائے لشکر کی طغیانی ایک عجیب تماشا گاہ تھی۔ امیر نے جب گستہم کو دیکھا تو خیال کیا کہ کس زور پر آیا ہے۔ اور ادھر ہندی فوج کو دیکھا کہ ہر ایک قوم علیحدہ علیحدہ پرے باندھے ہوئے کھڑی ہے۔ اور اسکی ہر ایک جانب میں مرہٹوں کا وہ عالم کہ جوش جوانمردی و پہلوانی اور نام آوری سے میدان کارزار میں پنڈلیاں گلو میں پہنے ہوئے دستانہ اور چار آئینہ لگائے ہوئے لباس اطلس و کمخواب کا پہنے ہوئے مع ضرب و شمشیر و سنان و نیزہ و خدنگ لئے ہوئے کمر بستہ مسلم خسرو ہندوستان کے منتظر کھڑے ہیں۔ کہ اتنے میں خسرو ہندوستان فیل میمونہ مبارک پر سوار اور گرز گراں بار کاندھے پر لئے ہوئے آلات حرب میں مغرق آن پہنچا غرض ان دو دریائے لشکر کے مقابل امیر نے اپنے لشکر ظفر اثر کو استادہ کیا۔ میمنہ و میسرہ اور قلب و جناح اور ساقہ و کمین گاہ آراستہ کرکے چودہ صفیں لڑائی کی تیار کیں قریب تھا کہ کوئی میدان میں نکلے کہ اس سے پہلے ایک تبر دار جھاڑ و بوٹے کاٹ گئے اور بیلدار پست و بلند زمین ہموار کر گئے اور سقوں نے آبپاشی کر دی تب آکر آواز دی کہاں

ہیں۔ الاتہ اور سام بن نریمان اور رستم دوران میدان آکر بہادری کا نشان ظاہر کریں۔ میدان میں آکر مردان عالم کے سامنے اپنے حریف کا سر کاٹیں۔ اور اس طبقہ کو دریا کے خون سے سُرخ کریں جونہی نقیبوں نے یہ آواز دی تو عمر نے گستہم سے کہا کہ میدان میں نکلنے کا یہی وقت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حمزہ لندھور کے ہاتھ سے مارا جائے میں چاہتا ہوں کہ تیرا نام ہو گستہم نے کہا کہ آج میں حمزہ کو نہ نکلنے دیتا ہوں۔ یہ کہکر گھوڑے کو میدان میں ڈالا۔ اور آدھا میدان پیٹھ پیچھے چھوڑا اور آدھا باقی رہا۔ تو نصف میدان میں آکر لندھور کی طرف نعرہ کیا اور کہا تم میں کوئی ایسا ہے جو میرے مقابل آئے۔ یہ سنتے ہی دارائے اعظم رکن سلطنت خسرو بلاد ہندوستان ملک لندھور نے فیل میمونہ مبارک کو اشارہ کیا اور میدان کی طرف چلا لیکن اس کے ہاتھی کا عالم کیا کہوں۔ اور اس ہاتھی کا شکوہ کیا لکھوں کہ اس زربفت جھول پر جو اس پر پڑی ہوئی تھی۔ اور جس پر سرو گرز نہایت قدآور جہاں کوب ملک الموت کا چھوٹا بھائی بنے ہوئے مقابل گستہم بن اشک ساسانی کے نکلا۔ لندھور نے عمر کو اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ اے بابا امیر سے کیا ایذا پائی جو اس سے رفاقت چھوڑی۔ عمر نے کہا کہ فقط اتنے ہی کیلئے ہمراہ آیا ہوں۔ کہ اس کو تمہارے مقابل کروں۔ اسکے بعد مجھے اس سے کوئی کام نہیں۔ یہ کہکر اپنے لشکر میں جاکر امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہاں لندھور نے گستہم سے کہا۔ کہ لا کیا ضرب رکھتا ہے۔

بیت

بیا تا چہ داری زمردی نشان کمان کیانی و گرز گران ؛

گستہم نے اپنے جی میں کہا۔ جو پہلے ضرب لگائے وہی مرد ہے۔ یہی خیال اپنے دل میں کر کے میان سے تلوار نکال کر لندھور پر ماری۔ اس نے اس کی تلوار کو گرز پہ روک لیا۔ اور وہی گرز اس کے سر پہ مارا گستہم زخمی ہو کر بے حواس اور گھوڑے کے اوپر سے زمین پر گرا۔ اور گرنے کے ساتھ ہی اس کے ساتھ کے سوار اس پر آگرے۔ اور تیغ زنی شروع ہوئی۔ اور گستہم کو اٹھا کر لے گئے۔ اور بازگشت کا طبل بجوایا (باقی داستان شب ۲۱)

بیسویں داستان

دی شب کو یہاں تک بیان کیا تھا۔ کہ جب طبل بازگشت کا بجا تو لندھور نے امیر کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ اے حمزہ آج تجھ کو اور فرصت دیتا ہوں۔ کل تمہارا حال بھی دریافت ہو جائے گا۔ فرمایا اس وقت جو ہو گا سمجھ لیں گے۔ رات کو ہر ایک لشکر اپنے مقام پہ جا رہا۔ اور اسی رات گستہم بھاگ کر ایک صحرا کی طرف روانہ ہوا۔ جب چار گھڑی رات گذری۔ اور بادہ ناب سے دماغ مردان عالم گرم

ہوا۔ لندھور نے طبل جنگ کا پھر حکم دیا۔ کوس اور نقاروں کی آواز بلند ہوئی۔ دریائے لشکر کو تمام رات کارسازی جنگ میں گذری۔ جب صبح کا وقت نزدیک آیا۔ اور آفتابِ گل رنگ نے دریچۂ جنگ سے سر باہر نکالا۔ اور ظلمت شب کو اپنے نور سے روشن کیا۔ تو استاد اس داستان کو یوں لکھتا ہے۔

اشعار

چو بگرفت گردون گرداں سپہر　جہاں را بہ تیغ جہاں سوز مہر
بہ تخت افق شاہ انجم نشست　کزو بر سیاہی شب آمد شکست
بجنبید دریائے لشکر ز جائے　بحکم شہنشاہ کشور کشائے
چو صور قیامت نفیر و صفیر　بدر دل برد ہوش سرچرخ پیر
کجک بر دہل فتنہ ہشتاد کرد　قیامت بپا شور بنیاد کرد
علمہا چو خوباں بپا راستند　بہ نظارۂ جنگ بر خاستند
ز جولان شیراں دراں دشت کیں　تزلزل در آمد نگاور زمین

روز روشن ہونے سے پہلے خسرو ہندوستان فوج قاہرہ لیکر رزمگاہ میں آیا۔ اور صف باندھ کر کھڑا ہوا صبح کو صاحبقران بھی نماز ادا کرکے اور وظائف سے فراغت پاکر تیار ہوئے اور اسلاح انبیاؑ کا گلے میں پہنا چنانچہ خود ہود سر پر رکھا اور داؤدی گلے میں پہنی غرض کہ خود بر سر و زرہ بر آکے چار آئینہ زانو سے لگا کر کمر بہ راستوار کرکے اور باہر نکل کر سیاہ قیطاس گھوڑے پر ہوئے اور طوق بن جیران نے علم اژدہا پیکر کا سایہ صاحب قرآن کے اوپر کیا۔ اور شاہ عیاران پیک نامدار خنجر گذار سر بریدہ کا دگان دریش بر ندۂ کافران بارہ سو عیار کی جماعت سے امیر کے جلو میں منظورۂ زر بفتی اور باتابہ سقرلابی و گونن عیاری و حلہ ہائے ناقرا پنے جسم پر آراستہ کئے ہوئے اور امیر کے راہ دست چپ سرداران باوفا مع مقبل وفادار اور سلطان بخت مغربی و منظر شاہ یمنی و نعمان بن منذر و عمر و معدی کرب غرض تیس ہزار سوار سے امیر بھی مقابل خسرو ہندوستان کے آکر جنگ پر استادہ ہوئے۔ اس وقت میں ہر ایک مسلمان کو دیکھتا تھا کہ بہادروں میں تو ہی شرم رکھے گا۔ ہیٹی نہ ہو کیونکہ مثل مشہور ہے ؎

تیغے بہ کمر بستن عالم ہمہ کس داند　در عرصۂ جان بازا استادہ شدن مشکل

غرض اسوقت میدان کا یہ عالم تھا کہ خیمہ ملک الموت استادہ ہوا اور ستارۂ مریخ ہر ایک سپاہی کی پیشانی پر جلوہ گر ہوا تبائے آہنی ہر ایک کے گلے میں مثل موم نرم ہوئی اور بارش خون مرگ لگی ہوئی۔ از بسکہ خسرو صاحبقران کو نہایت دوست رکھتا تھا۔ اس

خاطر گرز کو نہ اٹھایا۔ نیزہ نکالا۔ اور میدان میں آکر ایسی نیزہ بازی کی کہ ہر دوست و دشمن کے منہ سے آوازہ احسن و آفرین کی بلند ہوئی۔ اتنے میں سپاہ ہند نے اپنے علموں کو جلوہ دیا۔ اور نشان اٹھایا۔ اس دم لندھور نے رُخ لشکر اسلام کی طرف کیا۔ اور کہا اے مردمان بہادر تم سے آرزوئے مرگ کس کو ہے۔ باہر آئے۔ اور میرے سامنے مقابلے کے لئے آئے۔ اس کا یہ کہنا تھا۔ کہ صاحب قرآن نے فاتحہ پڑھ کر اپنے مرکب کو آگے بڑھایا۔ اور شاہ شہریار جو لشکر اسلام میں تھے سب پیادہ ہو گئے۔ اور دامنوں کو گردان امیر کے ہمراہ ہوئے۔ اور میدان میں آکر امیر نے ان کو رخصت کیا۔ اور لندھور نے روبرو آکر کہا۔ ہم پیش دستی نہیں کرتے۔ پہلے تم ہی ضرب لگاؤ۔ پھر میں ضرب لگاؤں گا۔ وہی نیزہ جو خسرو ہندوستان کے ہاتھ میں تھا۔ امیر کی طرف بڑھایا۔ امیر نے بھی عمر عیار کے ہاتھ سے شاخ نہنگ کا نیزہ لیا۔ اور اس کے نیزے کی سنان پر روکا۔ اور دونوں جوانوں میں نیزہ بازی ہونے لگی۔

بیت

ما دو نیزہ دو بازو دو مرد دلیر دلوئی کہ بودند دو مرد شیر

جب دو دو سو طبق نیزہ بازی کے ہوئے۔ تو آپس میں رد و بدل ہونے لگے۔ امیر نے اس کے نیزہ کو کاٹ کر ایسا نیزہ مارا۔ کہ اس کا نیزہ شہاب کی طرح آسمان کی طرف چلا۔ تب لندھور کے جسم میں آگ لگ گئی۔ اور کہا۔ اے حمزہ جامہ نیزہ بازی کا عربوں ہی کے اوپر قطع ہوا ہے میں اگر مرد ہوں۔ تو تمام عمر نیزہ بازی کا نام نہ لوں گا جھنجھلا کر ہاتھی اس اعرابی کے پاس میدان میں لے گیا۔ کہ جس کے پاس اس کا عمود تھا۔ اور جھک کر وہ گرز اٹھایا۔ اور امیر کے برابر اپنے ہاتھی کے ہودہ میں سنبھل کر دو زانو بیٹھا۔ اور گرز کو سر سے بلند اٹھایا۔ صاحبقرآن نے خداوند کریم واجب التعظیم کو ہزار اور ایک نام کے لگنے سے امیر کے بال بال سے پسینہ نکل آیا۔ اور ہڈیوں کو ایک ضرب شدید معلوم ہوئی۔ پر حضرت آدم علیہ السلام کی بازوبند کی برکت سے امیر کے زخم نہ آیا۔ لندھور نے دیکھا۔ کہ میری ضرب سے آج تک کوئی نہ بچ سکا۔ اور حمزہ بچ گیا۔ دوسری ضرب بہ قوت تمام مارا۔ کہ امیر کو چھٹی کا شیر یاد آجائے۔ اور آگیا لیکن مثل سد سکندری اس طرح کھڑے رہے اور اس ضرب کو بھی روک لیا۔ تیسری مرتبہ لندھور نے کافی زور سے ضرب لگائی کہ پہاڑ پر مارتا تو عزق ہو جاتا۔ صاحبقرآن نے اسے بھی روکا۔ لیکن گھوڑا امیر کا چلایا اور امیر کی حالت غش سی ہوئی اور بے ہوش ہو گیا۔ اور گرد اس قدر پیدا ہوئی۔ کہ اس میں امیر چھپ گئے لندھور

نے اسی دم نعرہ مارا کہ زدم و پشت کردم۔ کوئی اس کا ہے تو آئے اور غربال میں چھان کر مجھے ایک کرچ دکھائے جب اس نے یہ کہا۔ تو عمر نے حضرت خضر علیہ السلام کا مشکیزہ شانے پر اٹھایا۔ اور اس خاک پر چھڑکا۔ اور امیر کے پاس آکر امیر کی رانیں اور کمر مل کر کہنے لگا۔ اے شہر یار عالی مقدار اگر جیتا ہے۔ تو جواب دے۔ اور اگر مر گیا ہے۔ تو یاد اللہ وحدہٗ ما دشما بہ روز قیامت افتاد اس کی آواز سے امیر کو ہوش آیا۔ دیکھا تو گھوڑے کے پاؤں میخ کی مانند زمین میں گڑے ہیں تب حضرت داؤد علیہ السلام کا تازیانہ نکال کر گھوڑے کی پیٹھ پر لگایا۔ اور زور کر کے زمین سے جدا ہوا۔ اور لندھور کی طرف چلا۔ صاحب قرآن نے کہا۔ اے خسرو کر اندی و پشت کردی۔ تو نہیں جانتا کہ تیری جان کا ملک الموت حاضر ہے۔ جب خدا اس سے بچائے گا۔ تب ایک ہی ضرب میں کروں گا۔ لندھور اس وقت ہاتھی سے اتر کر ایک بادشاہی گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور شمشیر جوہر دار مانند عطارد دشمن کش بے حجاب مثل پارہ سیماب کمر سے نکال کر۔

جنگ کرنا امیر حمزہ کا لندھور فیل میمونہ سوار خسرو ملک جزیرہ سراندیپ سے اور عالم کشتی میں برابر رہنا اور بادشاہ لندھور کا امیر کی اطاعت قبول کرنا

امیر کے سر پر لگائی۔ امیر نے اس تلوار کو سپر ابریشم ہفت رنگ قبہ مرصع پر روکا۔ اور بزور بازو قسم سپاہ گری سے رد کیا۔ اور کہا اے لندھور۔

بیت

تو ضربے زدی ضرب مانوش کن　　　غم ہر دو عالم فراموش کن

دور تو گذشت و نوبت مارسید خبردار رہیو یہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا۔ یہ کہہ کر کمر سے پر چہ الماس تیغ صمصام کو نکالک اور رکاب سے رکاب ملاکر سینہ کے زور سے اور بازو کے توسیے مانند برق رعد وخسرو کے سر پر لگائی۔ اس ضرب تلوار کو وہ بھی سپر فولادی پر روکا چاہتا تھا کہ رد کرے۔ مگر تلوار نے سپر کو مثل قالب پنیر ترکے قلم کیا۔ اور اس کے خود سے پھسل کر گھوڑے کی گردن پر پڑی جس سے اس کا سر دھڑ سے جدا ہو کر زمین پر جا گرا اور لندھور سنبھل کر گھوڑے سے جدا ہوا اور پیدل تلوار نکال کر امیر پر دوڑا۔ امیر نے خیال کیا کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں گھوڑے کو زخمی نہ کرے۔ آپ بھی گھوڑے سے جدا ہوئے۔ اور اس کے ہاتھ سے تلوار پکڑ کر چھین لی۔ اس نے امیر کی گردن و کمر میں ہاتھ ڈالا اور دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ اور تمام روز کشتی ہوا کرتی۔ نہ ایں را ظفر نہ آں را ۔ کبھی لندھور امیر کو چالیس پچاس قدم پیچھے لے جاتا اور کبھی امیر اس کو لے جاتے۔ جب شام نزدیک آئی لندھور نے اپنی فوج میں روشنی کا حکم دیا۔ اور امیر نے بھی اپنے لشکر میں ارشاد کیا کہ روشنی کریں۔ غرض دونوں لشکروں میں روشنی ہوئی۔ اور ان میں کشتی ہوا کرتی اور بعضے کہتے ہیں۔ کہ ساتویں روز امیر نے لندھور کو سر سے بلند کیا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ سر سے بلند نہ ہو سکا برابر چھاتی کے لائے۔ غرض ناچار ہو کر امیر نے لندھور کو چھوڑ دیا۔ اور خنجر نکال کر چاہا کہ اپنے تئیں مار ڈالے۔ چونکہ لندھور منصف اور رحم دل اور خدا ترس تھا دوڑ کر امیر کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا آپ کیا کرتے ہیں خداوند تعالےٰ نے آپ ہی کو ایسی قوت عطا فرمائی ہے۔ ورنہ یہ کس میں زور ہے جو مجھ کو ہلا دے۔ اور میرا لنگر زمین سے اکھاڑے۔ میں نے آپ کی اطاعت قبول کی۔ کہ آپ اس بندے کو اپنے ملازموں سے گنئے۔ امیر نے خسرو ہندوستان کو چھاتی سے لگایا۔ اور عذر و معذرت کر کے ایسے خوش ہوئے کہ گویا سات زمانے کی بادشاہت ملی امیر نے فرمایا۔ اے شاہ ہند میری تمنا ہے کہ تم میرے ہمراہ نوشیرواں کے پاس ایران میں چلو۔ تاکہ میری آبرو قائم رہے۔ جواب دیا جو ارشاد کیجئے گا۔ بندہ بسرو چشم قبول کرے گا۔ اور جو فرمائیے گا بجا لائے گا یہ کہہ کر اسی وقت اپنے لشکر کے تمام سرداروں کو بلوایا۔ اور امیر کی ملازمت کروائی امیر نے اس کے ہر

پہلوانوں سے بغل گیری کی اور لندھور کو لے طبل شادمانی و رضا مندی بجواتے ہوئے اپنے اپنے ٹھکانوں میں جاکر آسودہ ہوئے اور سب نے آرام کیا۔ دو تین دن کے بعد صاحب قرآن نے جشن فرمایا اور لندھور بھی مع اپنے تمام سرداروں و امراؤں وزرا امیر کی بارگاہ دانیال میں تشریف لائے۔ اور صحبت کی بزم آراستہ ہوئی اور شراب ارغوانی کا دور چلنے لگا۔ اس بزم صحبت میں امیر کو مہر نگار کا تصور بندھا۔ اور آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر لائے اور عمر کی طرف دیکھ کر فرمایا اے بابا جی چاہتا ہے کہ تو اس وقت کچھ گائے۔ کہ اپنے معشوق کی یاد میں دل بھر آیا عمر دو زانوں ہو کر روبرو آ بیٹھا۔ اور قانون کی سروں کو درست کر کے انگلیوں میں مضراب چڑھائی اور بجانا شروع کیا پہلے ہاتھ سے راگ کا سارا عالم خوب دکھلا کر ایک غزل دلچسپ گائی کہ تمام مجلس کو وجد کی سی حالت ہو گئی امیر بھی خوب روئے۔ اور عمر سے نہایت خوش ہوئے۔ فرمایا اے عمر ہم نے جو یہ شرط کی تھی کہ ہندوستان فتح ہونیکے بعد ہم ستر صندوق زر سرخ کے تجھ کو دینگے آج اسی وقت ستر صندوق زر سرخ کے جن میں بارہ ہزار من ہیں تجھے بخشے منگوا لو عمر اٹھ کر آداب بجا لایا۔ لندھور نے بھی اس کے گانے سے کمال محظوظ ہو کر ایسے ہی ستر صندوق عمر کو انعام دیئے۔ اور تمام مال و خزانے کی کنجیاں امیر کے روبرو رکھ دیں اور چالیس ہاتھی کوہ پیکر اور تمام ہندوستانی تحائف اور تمام سلاح خانہ و فراموش خانہ و اصطبل نذر گذرانے اور قریب دوپہر کے خاصہ تناول فرمایا بعدہٗ دسترخوان اٹھنے کے خواصوں نے خاصدان لاکر حاضر کیا۔ امیر اور لندھور ہم نمک ہوئے۔ بعد دوپہر خسرو نے اٹھ کر عرض کی کہ خانہ زاد اُمیدوار ہے کہ خداوند کریم اس بیت الحزن میں تشریف فرما کر اس مکان کو منوّر فرما دیں۔ اور اس کمترین کی ضیافت قبول کریں فرمایا سر و چشم۔ تب لندھور رخصت ہو کر اپنے شہر میں گیا۔ اور سات روز تک امیر کے جشن کی تیاری کی۔ اور آٹھویں دن سوار ہو کر لشکر ظفر اثر میں گیا اور امیر کو مع تمام سرداروں خورد و کلاں اپنے ہمراہ لے کر اپنے لشکر ظفر اثر کی طرف روانہ ہوا۔ امیر کے لشکر کی حفاظت کے لئے صرف عادی پہلوان پیچھے رہا۔ جب امیر کی سواری چلی تو امیر کے لشکر تک مخمل و زربفت کا پانداز بچھایا اور امیر کے سر پہ زر سرخ اور سفید نثار کرتا جاتا تھا۔ غرض ایسی طرح سے امیر کو اپنی بارگاہ میں لے گیا اور تمام سرداروں سے نذریں دلوائیں امیر ایک تخت جواہر نگار پر بیٹھے اور اس بارگاہ کو ایسا دیکھا کہ بارگاہ نوشیروانی بھی اس کی برابری نہیں کر سکتی تھی اور جیسے جوانان ہندی اس مجلس میں بیٹھے تھے ان کو امیر نے دیکھا تو ہر ایک کی وضع نئی معلوم ہوتی تھی اور ہر ایک شخص نظروں میں دوست معلوم ہوتا تھا اور لندھور دست ادب باندھے ہوئے خدمت گاری میں حاضر۔ ساقیان ماہ خصال اور خوانندہائے خورشید جمال اپنے اپنے کام میں مشغول ہوئے

اور آوازہ نوش بادہ نوش کی بلند ہوئی۔ اور لندھور نے ہر ایک خورد و کلاں کی کمال خاطر داری کی۔ اور امیر کے لشکر میں جو جوان محافظت کو جاتا تھا۔ دوسرے دن اُسے بلاکر شریک کرتا تھا۔ اور اس کے عوض میں کسی اور کو بھیجتا تھا امیر تو مع تمام سرداران جشن میں رہے۔ اب گستہم ناپاک کا حال ملاحظہ فرمائیے (باقی داستان شب فردا)

اکیسویں داستان

دی شب کو قصہ یہاں تک بیان کیا تھا۔ کہ امیر جشن میں رہے۔ اور گستہم پہلو شکستہ لندھور کے سامنے سے بھاگا اور ایک پہاڑ کے دامن میں جاکر اترا لیکن ہر روز امیر کی خبر منگوایا کرتا تھا۔ ایک دن عیاروں نے یہ خبر دی کہ لندھور نے کئی روز سے امیر کی مع تمام سرداروں کے ضیافت کی ہے۔ چنانچہ آج سوا نے مقبل وفادار کے لشکر میں کوئی نہیں ہے اور تمام لشکر خالی ہے یہ نہایت خوش ہوا اور مہر نگار کی دو کنیزکیں جو اپنے ہمراہ لایا تھا۔ اور امیر نے ان کو مہر نگار کے محل میں دیکھا ہوا تھا۔ ان کو اپنے پاس بٹھلایا۔ اور شیشے شراب کے منگاکر ان کے منہ پر مہر نگار کی نقلی مہر لگاکر مع ایک اشتیاق نامہ کے ان کو لکھ دیا۔ اور کہا تم اپنی صورت مردوں کی بناکر ہتھیار لگاؤ اور یہ شیشے لیکر حمزہ کے لشکر میں جاؤ مقبل طلایہ ہیں ہے اس کو جاکر کہو کہ ہم کو مہر نگار نے حمزہ کے پاس بھیجا ہے۔ وہ البتہ تم کو لے جاویگا پس کسی نہ کسی طرح یہ شراب امیر کو پلاؤ اور تم جلدی چلے آؤ لیکن اس دلدالتہ نانے اس شراب میں کئی مثقال زہر ہلاہل ایسا ملایا ہوا تھا کہ اگر اسکا ایک قطرہ دریا میں گرے تو اس کنارے کی تمام مچھلیاں مرجائیں۔ وہ شیشہ انکے حوالے کرکے تعلیم کیا اور اسلام کے لشکر کی طرف روانہ کیا یہ دونوں ذاتیں گھوڑوں پر سوار اور لوازم مسافری اپنے تن سے لگاکر اسی رات لشکر میں آئیں طلایہ داروں نے ان کو روکا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آتے ہو۔ جواب دیا کہ ہم ایران سے آتے ہیں۔ اور امیر کے پاس جانا ہے وہ لوگ ان دونوں سواروں کو مقبل کے پاس لے گئے مقبل نے ان سے پوچھا کہ تمہارے آنیکا کیا سبب ہوا۔ کہا ہم کچھ مخفی احوال رکھتے ہیں خلوت میں کہینگے مقبل نے انکو اپنے پاس بٹھلایا۔ اور سب لوگوں کو کنارے کیا۔ اور ان کی طرف متوجہ ہوا۔ ان دونوں نے کہا ہم مہر نگار کی کنیزکیں ہیں اور امیر ہمیں پہچانتے ہیں ملکہ نے اپنی شراب خاص شیشہ میں مہر کرکے بھیجی ہے۔ اور یہ خط دیا ہے اور ہم یہاں کا حال سن کر قافلہ سے جدا ہوکر آئی ہیں یہ سن کر مقبل نہایت خوش ہوا۔ اور کئی آدمی ان کے پاس بٹھلا کر لندھور کے لشکر کی طرف چلا۔ اور بارگاہ میں جاکر امیر کے کان میں کچھ آہستہ سے کہا تو امیر کے سینہ میں

آتش عشق مہر نگار کی مشتعل ہوئی امیر نے بے اختیار کھڑے ہو کر خسرو ہندوستان سے فرمایا کہ مجلس اس طرح رہے مجھے کچھ ضروری کام ہے۔ میں ابھی آتا ہوں۔ اور عمر سے فرمایا تم میرے عوض خسرو ہندوستان کی خدمت میں رہو کہ ناخوش نہ ہونے پائے یہ کہہ کر تنہا مقبل کے ہمراہ سوار ہو کر لشکر میں آئے۔ اور خیمے میں جا کر ان دونوں کو بلوایا۔ اور خلوت کی انہوں نے مجرا کیا اور امیر کے روبرو خط رکھ کر شیشہ گذارنا۔ امیر نے ان دونوں کو دیکھا۔ واقعی مہر نگار کی کنیزکیں ہیں خط پڑھ کر دیکھا۔ اور مہر نگار کی مہر کو بوسے دیئے ان دونوں نے عرض کیا کہ یہ شراب آپ کے پینے کے لئے بھیجی ہے۔ امیر نے ان شیشیوں پر مُہر دیکھی کہ لگی ہے ایک شیشہ کا منہ کھول کر شمع کی طرف لایا۔ اور مہر نگار کو یاد کر کے وہ شیشہ منہ سے لگایا اور پی گئے۔ جونہی وہ شراب حلق سے نیچے اتری ایک ہچکی امیر کو آئی اور گر کر بیہوش ہو گئے۔ ان دونوں نے دیکھا کہ امیر کا کام تمام ہوا تو میخیں خیمہ کی اکھاڑ کر پچھلی راہ سے بھاگیں۔ امیر نے یہاں ہر چند ہاتھ پاؤں مارے پر کوئی اندر نہ آیا۔ کہ مہر نگار کی کنیزکوں کے ہمراہ خدا جانے کیا باتیں کرتے ہیں۔ امیر نے یہاں تک بیقراری کی کہ قالین کے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے اور زمین میں گڑھے پڑ گئے اور وہاں لندھور نے دو ساعت تک دیکھا کہ وہ نہ آئے عمر سے کہا کہ خواجہ بن امیر کے مجلس بے رونق ہے، چار سو من اپنی جوتیوں کے موم روغن کے لئے دیئے عمر سے کہا کسی طرح امیر کو جلد لا۔ عمر زر کا نام سنتے ہی خسرو کا آداب بجا لا کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ اور بارگاہ کے دروازے پر جا کر پوچھا کہ صاحب قرآن کیا کرتے ہیں مقبل نے کہا مہر نگار کی کنیزکیں آئی ہیں۔ ان سے خلوت خانہ میں کچھ باتیں کرتے ہیں عمر نے کنیزکوں کا نام سنتے ہی ایک آہ ماری اور کہا اے غلام تو نے غضب کیا۔ جان بوجھ کر اپنے خاوند کو قتل کرنے دیا۔ یہ کہتے ہی بے تابانہ اندر گیا اور دیکھا کہ بارگاہ میں اندھیرا ہے۔ اور امیر کی آواز نہیں آتی فتیلہ عیاری کا روشن کر کے شمعوں کو جلایا۔ اور نظر کی تو امیر کا بدن سیاہ ہو گیا ہے۔ اور تمام بدن پر آبلے ہوئے ہیں اور وہ شیشہ شراب کا ٹوٹا پڑا ہے۔ اس شراب کی جہانتک تری پہنچی ہے تمام زمین شق ہو گئی ہے عمر بارگاہ میں چاروں طرف دوڑنے اور ان کو ڈھونڈنے لگا کہیں نہ پایا۔ خیمہ کی میخیں اکھڑی ہوئی کر سمجھ گیا کہ اسی راہ سے بھاگی ہیں وہ آپ بھی اسی راہ سے نکلا اور ان کے پیروں کے نشان پر چلا۔ جب لشکر سے باہر ہوا۔ تو وہ شخص یہ کہتے ہوئے جاتے ہیں کہ خوب وقت پر آئے کہ حمزہ کا کام تمام ہوا عمر نے سمجھ لیا کہ یہی ہیں کمر سے خنجر نکال کر دوڑا اور نعرہ کیا ادبی ہو کہاں جاتی ہو تم نے بڑا غضب کیا یہ کہہ کر ان دونوں کے سر کاٹ ڈالے اور پھر خیمہ میں آکر مقبل کو بلایا اور کہا بڑا فکر ہے کہ امیر کی یہ حالت ہوئی اب کیا کرنا چاہیئے۔ مقبل سر پیٹنے لگا کہ یہ کیا ہوا۔

عمر نے کہا خاموش ایسا نہ ہو کہ اس بات سے کوئی واقف ہو اگر خبر ہوئی تو سخت مشکل ہے تو امیر کی نگہبانی کر اور
کسی کو اندر مت آنے دے۔ جب تک میں نہ آؤں۔ ایسا نہ ہو کہ لشکر ہند یہ مقدمہ سن کر پھر جاوے اس غرض سے
میں پہلے جا کر اس کا بندوبست کرتا ہوں۔ اور بعد اس کے امیر کے اچھا ہونے کی تدبیر ہو رہیگی یہ کہہ کر اپنے
لشکر سے باہر آیا۔ اور لندھور کے پاس گیا۔ اور زمین خدمت کی چومی اور کہا صاحب قرآن اس وقت کام میں ہیں
نہ آسکیں گے اور آپ کی خدمت میں کچھ کہلا بھیجا ہے۔ اگر تنہا ہو جائیے تو عرض کروں۔ لندھور اٹھ کھڑا ہوا اور علیحدہ
لے جا کر عمر سے کہا کیا بات ہے۔ عمر نے کہا کہ نوشیرواں کے پاس سے ایک سردار آیا ہے۔ اور کہتا ہے کہ لندھور
کی اطاعت کا مجھے تب اعتبار آتا ہے کہ تم اسے دست بستہ طلب کرو اور امیر نے مشورۃً یہ ارادہ کیا ہے تمہیں
چند روز قید میں رکھیں گے۔ اگر آپ اس تکلیف کو گوارا کر سکیں تو چلئے اور اپنے ارکان دولت اور سرداران
مملکت کو تاکید کریں۔ کہ کوئی اس بات سے آزردہ خاطر نہ ہو۔ لندھور نے کہا۔ اے عمر یہ کیا بات ہے اگر میرا سر
طلب کریں تو بھی حاضر ہے۔ باہر آکر اپنے سردار کو سمجھایا۔ اور اپنے ہاتھ باندھ کر فیل میمونہ مبارک پر سوار ہو کر
لشکر اسلام میں آیا عمر نے دیوان خانے میں بٹھلا کر کھانا کھلایا اور شراب پلائی اور اس میں دوائی بیہوشی ملی ہوئی
تھی پیتے ہی لندھور بیہوش ہوا عمر نے طوق زنجیر ڈالکر صندوق مقفل کیا۔ اور اسی وقت لشکر کو لے کر کوہ سراندیپ
کے اوپر لے گیا۔ کہ فوج ہند شورش نہ کرے۔ اور کئی ہزار تیر انداز لشکر کی محافظت کو بٹھلائے اور سرداران
ہند بھی جمع ہو کر پہاڑ کے دامن میں اترے چونکہ لندھور نے سوگند دی تھی۔ کہ اگر مجھ کو مار بھی ڈالیں پر تم انکے لشکر
کی بے ادبی نہ کرنا اس لئے کوئی حرکت نہ کرتا تھا۔ عمر نے سب کو پہاڑ پر ہوشیاری سے بٹھلا کر نقید کیا۔ اور
آپ پہاڑ سے نیچے اتر کر ایک طرف کو روانہ ہوا۔ کہ کوئی قلعہ مستحکم ہاتھ آئے تو لشکر کو اس میں لے جا کر رکھے تاکہ
فوج ہند کو بے حرکت نہ کر سکے۔ اسی خیال میں ایک جنگل کی طرف چاروں طرف راہ دیکھنے لگا۔ اور دیکھا
کہ اس صحرا سے دو آدمی سردار وضع گھوڑے اڑائے چلے آتے ہیں۔ عمر ان کو دیکھ کر ایک پتھر کے نیچے جا
چھپا۔ کہ وہ سوار بھی وہیں آکھڑے ہوئے۔ اور کہا یہیں پتھر کے نیچے چھپا ہے۔ عمر نے کہا یہ غضب ہوا
کہ میں تو ان کو دیکھ کر چھپا اور یہ کہتے ہیں کہ عمر یہیں ہے۔ پھر وہ نزدیک آکر کہنے لگے کہ اے عمر
فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹ نہیں ہے پتھر کے نیچے سے نکل اور جی کو تشویش میں
مت ڈال عمر نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام سُنا تو فوراً روبرو آیا اور وہ دونو
جوان گھوڑوں سے اتر کر بغل گیر ہوئے عمر نے پوچھا آپ کون ہیں۔ کہا ہم شہپال ہندی

کے بیٹے صابر و صبور نام ہیں۔ ہمارا باپ ظاہر مسلمان ہے اور در پردہ بتوں کی پرستش کرتا ہے اور لندھور کا جانی دشمن ہے اور رات کو امیر کے زہر پینے کا حال سن کر گستہم کی مدد کو گیا ہے۔ کہ اسے قلعہ میں لے آئے مگر ہم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں مسلمان کیا۔ اور تمہارا نام و نشان دے کر بھیجا ہے آپ اس قلعہ میں اپنا لشکر جلد لے جاویں کہ امیر وہاں شفا پائیں گے۔ عمر نہایت خوش ہوا اور ان دونوں کو ساتھ لے کر کوہ سراندیپ پر گیا۔ اور امیر کو محافہ میں سوار کرا کر دوپہر کے وقت اس پہاڑ سے اتر کر صبور و صابر کے قلعہ میں لے آیا۔ صبح کو یہ خبر سرداران ہند نے بھی پائی۔ اور وہاں سے کوچ کر کے قلعہ کے پاس اترے۔ عمر نے قلعہ کو تیار کیا۔ اور چاروں طرف خوردبین لگا کر مضبوط کیا اور سپاہیوں کو برجوں اور فصیلوں پر جابجا بٹھایا اس سے خاطر جمع کر کے صابر و صبور سے کہا کہ اب امیر کے بچنے کی فکر کرنی چاہئے۔ کہ انہیں زہر کھائے آج تیسرا دن ہے انہوں نے کہا سوائے اس کے اور کوئی علاج نہیں نظر آتا۔ کہ یہاں سے دس دن کی راہ پر ایک جزیرہ ہے جسے ناردن کہتے ہیں۔ وہاں ایک حکیم اقلیموں نامی افلاطون زمانہ رہتا ہے ہم اس کو خط لکھ دیتے ہیں اگر تم اس کو جا کر لاؤ تو البتہ امیر کو شفا ہو عمر نے خیال کیا کہ دس روز جانے اور دس روز آنے اور چار پانچ روز حکیم جی کے چلنے کی تیاری میں گویا پچیس روز ہوئے۔ اتنے عرصہ تک تیری زندگانی کاہے کو رہے گی۔ پھر جی میں کہا جانا ضرور ہے۔ ان سے خط لیا اور داراب نے کہا اے عمر کسی سواری کی تلاش کرنا چاہئے۔ کیونکہ بہت دور جانا ہے عمر نے کہا اگر مجھے سواری درکار تھی تو گھر سے کیوں نکلا میں مرد عیار پیشہ پیادہ ہوں مجھے سواری سے کیا کام ہے داراب نے کہا میں نے تمہیں ناتواں دیکھ کر کہا تھا معاف کرو۔ جب ایک پہر دن چڑھا۔ عمر نے جی میں کہا کہ اگر داراب کے ساتھ جائے گا تو بھی دس روز میں پہنچے گا اکیلا ہی جانا چاہئے یہ خیال کر کے وہ ایک درخت کے نیچے آ کر کھڑا ہوا اور داراب سے کہا آؤ کچھ کھا دیں اور ساتھ یہ بھی پوچھتا رہا کہ آگے کیا کیا بستی ہے اور کیسے کیسے دریا ملیں گے اس نے کہا اب آگے نہ کوئی پہاڑ ہے نہ دریا نہ تالاب کچھ نہیں ہے یہ سیدھی راہ ہے جب وہ جزیرہ نزدیک رہیگا تو اس راہ داہنی طرف ایک گاؤں ملے گا اس کے اندر جائیں گے وہاں سے ایک روز کے بعد ایک دریا ملیگا چار کوس کا راستہ ہے اس دریا کے پار وہ جزیرہ ہے اور وہاں ملاح رہتے ہیں ان کو کچھ دیکر کشتی پر سوار ہو کر پار اتریں گے اور حکیم اقلیموں کے پاس جائینگے۔ عمر نے یہ سب سنکر ذہن نشین کیا۔ اور کچھ کباب بیہوشی کے نکالکر اسے دیئے کہ وہ کھاتے ہی بیہوش ہوا اور عمر نے اسے درخت سے باندھا اور قدم کو تیز کر کے معجزے کے زور روانہ ہوا۔

شام کا وقت قریب تھا کہ دریا کے کنارے پہنچا اور دیکھا کہ ایک کشتی آدمیوں سے بھری ہوئی پار کو جاتی ہے اور کنارے سے دس پندرہ قدم چلی تھی یہ جست کر کے پہنچا۔ اس کشتی کے لوگ حیران ہوئے کہ یہ آسمان پر سے کون اترا جب تیس گز کنارہ گیا پھر جست کر کے خشکی میں جا رہا۔ اور ایک ہندی صورت بنا کر اس جزیرہ بستی کیطرف چلا اندر جا کر دیکھا کوچہ و بازار میں ہر طرف چراغاں کی روشنی ہے۔ اور ہند کا سب سودا بک رہا ہے عمر نے ایک شخص سے پوچھا کہ حکیم اقلیموں کا مکان کونسا ہے اس نے کہا کہ اس بستی کے حاکم وہی ہیں وہ بڑا سا دروازہ جہاں بہت لوگ بیٹھے ہیں وہی ہے۔ عمر نے اس دروازے پر جا کر آدمیوں سے کہا کہ حکیم صاحب کو خبر دو کہ ایک قاصد صابر صبور کے پاس سے آیا ہے۔ نفروں نے خبر کی اور اقلیموں نے بلوا کر وہ خط لیا اور پڑھا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ آپ جلد تشریف لادیں اگر حمزہ کو شفا ہوئی تو ہم بہت سے جواہرات دیں گے۔ اس مضمون سے حکیم نہایت خوش ہوا۔ اور کہا یہ کیا لکھا ہے میں ضرور ہی چلتا لیکن اب نہ جاؤں گا۔ لوگ کہیں گے طمع سے گیا۔ میں بے پرواہ آدمی ہوں ایسی چیزوں سے غرض نہیں رکھتا۔ جا کر کہے کہ میں نہیں آنے کا۔ عمر نے کہا اُن سے قصور ہوا۔ آپ اس بات کا خیال نہ کریں تشریف لے چلیں حکیم نے کہا اے مردک تجھے اس بات سے کیا۔ جو کچھ کہا جا کر کہہ دخل در معقولات کیوں کرتا ہے عمر کچھ کہا چاہتا تھا کہ حکیم نے اپنے غلاموں سے کہا کہ اسے گردنی دیکر نکالدو غلام چاروں طرف سے دوڑے عمر نے دیکھا کہ یہ غضب ہوا تب منت کرنی شروع کی کہ میں راہ کا تھکا ماندہ اور بھوکا ہوں اگر حکم ہو تو رات بھر یہیں پڑا رہوں صبح کو چلا جاؤں گا۔ حکیم کو اس پر ترس آیا اور ایک غلام کو کہا کہ اسے باورچی خانہ میں لے جا کچھ کھلا اور وہیں سلا عمر نے باورچی خانہ میں جا کر کھانا کھایا۔ اور دیکھا کہ حکیم کے ناشتے کے لئے استاد نہاری تیار کر رہا ہے۔ عمر نے اسے کنارے پر بلا کر کئی نقل بیہوشی کے ملے ہوئے کھلائے اور باتوں میں لگایا جب بیہوش ہوا تو عمر نے ایک گڑھا کھودا۔ اور اس میں اسے گاڑ دیا۔ اور آپ اسکی صورت بنا کر پکانے لگا رات گذری جب صبح کا وقت ہوا تو حکیم نے کھانا طلب کیا عمر نے سب کھانوں میں دوائی بیہوشی ڈالی ہوئی تھی خوان اٹھوا کر شاگردوں کو ساتھ لے کر گیا اور کھلایا۔ اس روز عمر نے سب شاگردوں کو کھلایا۔ ایک ساعت نہ گذری تھی کہ سب بیہوش ہو گئے۔ عمر نے چادر عیاری کو بچھا کر اس میں حکیم کو لٹا۔ اور اس کی نشست گاہ کا کل اسباب مع کتب خانہ اور نقد و جنس اس میں رکھ لیا۔ اور ایک پشتارہ باندھ پیٹھ پر اٹھایا۔ اور ایک کاغذ پر حکیم کی مُہر کر کے راہداری کا پروانہ لکھا اور چلدیا۔ دریا کے کنارے آ کر پروانہ ملاح کو دیا ہے۔ اس نے اسی وقت اسے پار کر دیا۔ عمر مثل باد سحر روانہ ہوا۔ اور پھر دن

چڑھا تھا۔ کہ وہاں آپہنچا کہ جہاں داراب کو درخت سے باندھا تھا۔ تب اسے کھول کر ہوش میں لایا جوں ہی اسکی آنکھ کھلی تو عمر کی طرف دیکھکر کہا۔ کہ بہت دیر ہوئی چلو حمزہ پر ہ نارون کو جانا ہے راہ کھوئی ہوئی ہے۔ جب عمر نے حکیم لانیکا احوال ظاہر کیا تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ اور عمر کے قدموں پر گر پڑا اور شاگرد ہؤا پھر دونوں باہم مل کر چلے:

بائیسویں۲۲ داستان

دوشنبہ کو قصہ یہانتک عرض کیا تھا۔ کہ داراب کو ہمراہ لیکر امیر کی طرف چلا اور قلعہ میں جاکر دیکھا تو عجیب طرح کا ہجوم ہے کہ قلعہ کی ایک طرف سرداران لندھور فوج لئے ہوئے تیار ہیں۔ اور دوسری طرف شہپال ہندی گستہم کو لیکر قلعہ سے باہر لڑ رہا ہے عمر نے اندر کی راہ کسی طرف سے نہ پائی۔ تب داراب کو وہیں ٹھہرا کر اور لوگوں کی آنکھ بچا کر قلعہ کے پاس پہنچا اور کمند کو ایک برج سے مستحکم کر کے اوپر چڑھا۔ اور قلعہ داراں نے آواز دی کہ کون ہے عمر نے نام بتا دیا۔ وہ چپ ہو رہے۔ لیکن ایک شخص نے تیر مارا کہ عمر کے پستادہ میں ایک طلائی دستہ تھا تیر اس پر آلگا۔ بارے عمر قلعہ پر پہنچ گیا اور حکیم کے لانے کا احوال صابر و صبور سے کہا۔ وہ دونوں خوش ہوئے رات تو گذری صبح کو جتنا اسباب حکیم سے لایا تھا اسکے گرد چن دیا اور اسے ہوش میں لایا۔ اور آپ اسطرح پیادہ کی صورت بنکر روبرو کھڑا ہؤا۔ اور کہا حکیم صاحب صابر و صبور آپ کی راہ دیکھتے ہونگے تشریف لے چلئے۔ وہ نہایت برہم ہؤا۔ اور پکارا ہے کوئی ہے اس بے ادب کو مار کر باہر نکال دے۔ ہر چند پکارا کسی نے جواب نہ دیا۔ جب تو چاروں طرف دیکھنے لگا پھر غور سے دیکھا تو یہ وہ مکان نہیں ہے۔ اور رہے عمر کے احوال حکیم واقف تھا سمجھ لیا کہ عمر مجھے لایا ہے۔ اور کہا اے خواجہ اگر تو اپنے آپ کو وہاں ظاہر بھی کرتا تو میں آنے میں کچھ انکار نہ کرتا عمر نے کہا اب بھی میں آپ کا زیر بار احسان ہوں حمزہ کی طرف کچھ کیا چاہئے کہ زہر دغ ہو حکیم نے امیر کو دیکھا اور بے اختیار نعرہ آہ مار کر رونے لگا۔ اور کہا اے عمر حمزہ کا علاج تمام جہان میں نہیں ہے سوائے نوشیروان کہ اسکی میراث میں پشتوں سے چلا آتا ہے اسے شاہ مہرہ کہتے ہیں اگر وہ آئے تو حمزہ کو شفا ہو۔ عمر روتا ہؤا باہر نکلا اور مدائن کا ارادہ کر کے قلعہ کے دروازہ پر آیا۔ وہاں مقبل تھا۔ کھڑا رہا کہ عمر سے کہا اے خواجہ کہو حکیم نے کیا علاج کیا اے مقبل کیا بتاؤں کہ اس محنت سے جا کر میں حکیم لایا اور اب کہتا ہے اگر مدائن میں سے شاہ مہرہ آئے تو امیر کا زہر اترے مقبل نے کہا اے خواجہ تو اگر مدائن میں جائے تو شہر کے دروازے کے پاس ایک بڑھیا رہتی ہے۔

اسے میر اسلام کہتا۔ عمر کو اس بات سے غصہ آیا پھر مقبل کے برابر آیا اور ایک لکڑی ایسی ماری کہ مقبل کا سر پھٹ گیا۔
مقبل نے جب مار کھائی تو کہا کہ خواجہ خفا کیوں ہوتے ہیں شاہ مہرہ یہیں ہے۔ عمر خفا ہوا اور کہا اے مقبل غلام تیری
اجل آئی ہے۔ کہ مجھے جانے کے وقت روکتا ہے مقبل نے کہا حمزہ کے سر کی قسم میں سچ کہتا ہوں۔ کہ بزرجمہر نے میرے
روبرو امیر کے پہلو میں رکھا۔ عمر اپنی اس حرکت سے شرمندہ ہوا۔ اور مقبل کو اپنے سینہ سے لگا کر حکیم کے پاس آیا
حکیم نے کہا۔ اے عمر ابھی یہیں رہے۔ شاہ مہرہ کب آئیگا جواب دیا کہ میں لے آیا۔ اس نے کہا کہ معجزہ یافتہ ہفت
پیغمبر ہو۔ تم سے دور نہیں لے آؤ گے۔ کہو کہاں ہے کہا امیر کے پہلو میں۔ اس نے نگاہ کی تو واقعی امیر کا تمام جسم سیاہ
ہو رہا ہے۔ لیکن جہاں شاہ مہرہ ہے یہی اسی کے سبب سے امیر کی زندگانی ہوئی۔ ورنہ چار دن میں کام تمام ہوا تھا۔
اب دودھ منگاؤ۔ غرض کئی ناد دودھ بھر کر لائے۔ اس شاہ مہرہ میں ایک سوراخ تھا۔ حکیم نے اس میں ریشمی ڈورا
ڈال کر امیر کے حلق میں اتارا۔ اور ایک ساعت کے بعد نکالکر دودھ میں ڈالا۔ دودھ فالودہ کی طرح جم گیا اور پھر اسکے
مہرے کو اسی طرح صاحب قرآن کے منہ میں ڈالا۔ غرض اسیطرح پانچویں ناد کا دودھ جم گیا۔ اور چھٹی ناد میں کم اثر کیا
حکیم خوش ہوا۔ اور ایک کتے کو دودھ پلایا۔ وہ پیتے ہی مر گیا۔ اسی طرح مہرے کو امیر کے حلق میں نکالکر دودھ میں ڈالتے
اور کتوں کو پلاتے تو کتے مر جاتے تھے۔ جب کتوں کا مرنا موقوف ہوا۔ تو دو تین بار مہرہ دودھ میں اور بدلا گیا۔ امیر کو
چھینک آئی۔ اور آنکھیں کھولکر کہا۔ الحمد اللہ۔ سب حاضرین کو بہت خوشی ہوئی۔ حکیم نے امیر کو کتان کی چادریں
اڑھائیں۔ کہ پسینہ بہہ نکلے۔ اور گائے کے دودھ میں مصری اور گلاب ڈالکر شربت بنا کے امیر کو دیا اور مناسب
حکیم نے منع کر دیا۔ کہ امیر کے سامنے کوئی شخص زہر کا نام نہ لے۔ دوسرے روز امیر نے کھانا مانگا۔ امیر کو شوربا
دیا گیا۔ اور وہ تکیہ سے لگ کر بیٹھ گئے۔ اور عمر کو فرمایا۔ کہ خسرو کہاں ہے اور یہ کون ہے۔ اور اس میں بیماری کی
صورت کیوں ہو۔ عرض کیا سب حاضر ہیں۔ اور یہ شخص حکیم ہے۔ راہ کی ماندگی سے آپ کی طبیعت علیل ہو گئی
تھی۔ یہ معالج ہیں۔ آپ کو صحت ہوئی ہے۔ فرمایا جاؤ ہمارے سرداروں کو لے آؤ عمر نے ان کو بلا لیا۔
اور سب نے آکر مجرا کیا۔ اور دعا کی۔ اور اپنی قدر و منزلت کے موافق ہر ایک نے امیر پر سے زر و مال
نثار کیا۔ اور پہلوان عادی کے منہ سے بے اختیار یہ نکلا۔ کہ ان بد ذاتوں نے میرے آقا کو زہر دیا۔
لیکن خدا نے فضل کیا کہ شفا ہوئی۔ امیر زہر کا نام سنتے ہی کانپ گئے۔ اور غسل پسینہ خوب
چل نکلا۔ عمر نے عادی سے کہا۔ اے کمبخت اس وقت زہر کا نام کیوں لیا۔ حکیم نے کہا اسے کچھ
نہ کہو کہ اس بات سے امیر کو عرق آگیا ہے۔ امیر اٹھ کر بیٹھے۔ اور عمر سے کہا کہ ہندوستان ضرور

کو بلاؤ۔ اسکے دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔ عمر نے جاکر لندھور کو دوا دی اس کو ہوش آیا اور قید سے چھڑایا۔ اور کہا کہ امیر نے بلایا ہے۔ لندھور نے کہا وہ جو نوشیرواں کے پاس آیا تھا۔ وہ ہے یا گیا۔ عمر نے کہا وہ بات غلط تھی۔ امیر کو دشمنوں نے زہر دیا تھا۔ اور میں نے تم کو بارے دہشت کے قید کر دیا تھا۔ کہ سرکشی نہ کرو۔ امیر کو اس بات کی خبر نہیں۔ اگر وہ سنیں گے تو وہ مجھ سے ازردہ ہوں گے۔ امیدوار ہوں۔ کہ امیر اس بات سے واقف نہ ہوں۔ لندھور نے قبول کیا۔ اور غسل کر کے اپنی پوشاک پہنی۔ اور سوار ہو کر عمر کے ہمراہ صاحبقران کے پاس گیا۔ امیر نے کہا کہ بھائی تم کہاں تھے عرض کی میں لشکر میں تھا۔ تو اس سے باتیں کرنے لگا۔ عمر نے صبور اور صابر کو بلا کر ان سے ملاقات کرائی۔ امیر نے پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا یہ شہپال ہندی کے بیٹے ہیں۔ انکی وجہ سے اللہ نے انکو آرام دیا۔ ورنہ آرام مشکل تھا۔ کہ شہپال گستہم کو لیکر لڑ رہا ہے وہیں لندھور نے یہ بات سنی آگ ہو گیا۔ اور کہا کہ میں اس گرز گراں سے سب کا کام تمام کرتا ہوں۔ امیر نے منع کیا۔ تم یہ ارادہ مت کرو۔ میں سمجھ لونگا۔ لندھور امیر کے اس فرمان سے چپ ہو گیا۔ اور اپنے لشکر کے تمام سرداروں کو اندر بلوایا اور لشکر سے کہا۔ کہ وہیں راہ پر قائم رہیں۔ قلعہ کے باہر شہپال نے لشکر ڈال رکھا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ قلعہ فتح کر لوں۔ ہرگز نہیں ہاتھ آتا تھا۔ اور صبور و صابر بھی قلعہ میں مستعد تھے۔ تب شہپال نے ناچار گستہم سے کہا کہ سوائے اسکے اور کوئی تدبیر نہیں کہ میں تخت پر سوار ہوتا ہوں تم اسکو قلعہ کے دروازہ پر لے چلو۔ اور سپاہ تخت کے پیچھے پیچھے آئے مجھے دیکھکر کوئی نہیں لڑیگا اسوقت فوجی قلعہ کا دروازہ توڑ ڈالیں گے۔ اور اندر گھس جاوے۔ گستہم نے کہا۔ اس سے بہتر کوئی اور تدبیر نہیں۔ شہپال اسی طرح سوار ہوا۔ اور قلعہ کی طرف چلا۔ اور کہا دروازہ کھولو صابر۔ جو بڑا بھائی تھا اس نے پکارا کہ اسکو جی سے اٹھا دو۔ قلعہ ہاتھ نہیں آئیگا۔ وہ یہ بات سنکر بے اختیار قہقہہ مار کر ہنسا اور نزدیک آ گیا۔ صابر نے اسوقت ایک تیر کمان سے چھوڑ کر اس کے سینے میں ایسا مارا کہ پار ہو گیا۔ اور مر کر تخت سے گر پڑا اور اسکے مردے ہی کو اٹھا کر بھاگ گئے۔ گستہم نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی فوج لیکر قلعہ توڑنے چلا۔ عمر نے یہ مقدمہ دیکھ کر امیر کو خبر کی کہ صابر نے اس طرح اپنے باپ کو مارا۔ اب گستہم برسر جنگ ہے، اور جنگ کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ حصار توڑے۔ فرمایا تم دروازہ پر جاکر میری طرف سے کہو۔ کہ میں ہفت شاہ کی طرف سے تیری رعایت کرتا ہوں۔ اور تو اپنی بدذاتی نہیں چھوڑتا۔ جان کو سلامت لیکر چلا جا نہیں تو سزا پائے گا۔ ایسا ہی عمر نے اس سے کہا وہ ہنسا اور کہا او ساربان زادے تو مجھ سے غیاری کرتا ہے حمزہ کو مرے مدت ہوئی۔ اب وہ کہاں ہے۔ عمر نے کہا او تجبہ زادے اپنی زبان کی باگ سنبھال تو اس پر تصدق ہو کر مرے گا وہ سلامت ہیں اور کوئی دن مدائن چلتے ہیں۔ اس نے کہا اگر یہ سچ ہے تو مجھ میں اور امیر میں ایک مخفی راز ہے وہ پوچھ آ۔ عمر اس بات سے نہایت آزردہ ہوا کہ حمزہ دشمنوں سے تو راز مخفی رکھتے ہیں۔ اور مجھے اس بات کی خبر بھی نہیں

اور امیر سے جاکر کہا۔ کہ وہ ایسا کہتا ہے۔ فرمایا جس روز بہرام گرد خاقان چین کو وہ نوشیرواں کے یہاں لایا تھا۔ میں بھی اس کے استقبال کو گیا تھا۔ اور بختک کے کہنے پر اس نے مجھ سے زور آزمائی کی تھی۔ بعد اس کے وہ بغلگیری کے وقت میں نے زور آزمایا تھا۔ کہ اس کے تین گوز متواتر صادر ہوئے۔ اور اس وقت اس نے مجھ سے کہا تھا کہ تم مردان عالم سے ہو۔ میرا یہ راز کسی سے ظاہر نہ کرنا۔ اور آپ کے درمیان یہ نشان رہے۔ وہ راز یہی ہے۔ عمر سنکر ہنسا اور دروازے پر گیا۔ اور اس سے کہا کہ امیر کہتے ہیں۔ کہ اگلی مرتبہ تو تو نے یاد دیا تھا۔ اب بلاشبہ بک دے گا۔ یہ کلمہ سنتے وہ سمجھ گیا۔ کہ امیر زندہ ہے۔ ٹھہر نہ سکا۔ اور بھاگ کر بندر سندھ کیطرف روانہ ہوا۔ اور وہاں جاکر اس تجبہ زادے نے عجب طرح کا فساد برپا کیا۔ کہ آدمی کے دو سر لگاکر انکے چمڑے اتار لئے۔ ان چمڑوں میں گھاس بھر کر تیار کیا۔ ایک عرضی شاہ ہفت کشور نوشیرواں کو اس مضمون کی لکھی کہ حمزہ لندھور کے ساتھ لڑنے آیا تھا۔ اس نے بر سر میدان مارا اور اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے دروازہ پر لٹکا دیا تھا میں نے لندھور کو مارا اور اسکا ٹکر حمزہ کے سر کے ساتھ حضور میں روانہ کیا ہے۔ آگے جوار شاد ہو۔ اور ایک خط جھنگ کو لکھا۔ کہ یہ سر اصلی ہیں۔ اور اصل یہ کہ حمزہ خسرو کو زیر کر کے ہندوستان تسلط ہوا ہے۔ اور حضور میں یہ مضمون اس لئے تحریر کیا ہے۔ تاکہ بادشاہ کو اس کا یقین ہو جائے۔ اور آپ شاہ کو ورغلا کر مہر نگار کی شادی کسی اور سے کر دیجئے۔ کہ حمزہ اس بات کو سنکر اور کوفت کھاکر مرجائے۔ یہ دونوں خط سر بمہر مع مصنوعی سروں کے ایک سردار کے ہاتھ بادشاہ کے پاس روانہ کئے۔ جب یہ عریضہ اور اور دونوں بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور بادشاہ نے مضمون پڑھا۔ تو ان سروں کو دیکھ کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور بزرجمہر نے عرض کی کہ امیر کے طالع میں البتہ سختی ضرور ہے لیکن آسانی نظر آتی ہے آگے غیب کا علم خدا کو ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

(باقی داستان شب فردا)

تیئسویں داستان

شب دی کو قصہ یہانتک پہنچایا تھا۔ کہ گستہم تلفی سے بھاگ کر سندھ گیا۔ یہاں امیر بھی قلعہ سے باہر نکلے اور لشکر آراستہ کیا۔ اور لندھور سے کہا۔ کہ اب ہمیں بادشاہ کی خدمت میں جانا بہتر ہے کیا کہتے ہو

کہا کہ یہاں کی بادشاہت آپ کے اختیار میں ہے بندہ کو اس سے کچھ کام نہیں رکاب سعادت میں حاضر ہوں
فرمایا ہم کو تمہاری دوستی سے یہ خوشی حاصل ہوتی ہے۔ کہ گویا تمام زمانہ کی سلطنت ملی یہاں کی تاجداری
تمہیں مبارک ہو۔ لیکن ہمارا جی یہی چاہتا ہے۔ کہ ہم اور تم باہم چلیں تم یہ کام کرو۔ کہ اپنی طرف سے کسی شخص
کو یہاں مقرر کردو تاکہ تمہارا نائب ہو کر رہے۔ اور تم شاہ ہفت کشور کے لئے سوغات اور مال لیکر معہ سرداروں کے
چلو۔ لندھور نے قبول کیا اور چنی پور ہندی کو سراندیپ میں بادشاہ کیا۔ امیر نے بھی اس روز صابر و صبور
کو ان کے باپ کی بادشاہت کا وہیں مختار کیا۔ اور پہلوان عادی کو بلا کر فرمایا۔ صبح کو تم پیش لیکر چلو۔ اور جہاں
حکیم اقلیموں کو حکم دیں۔ وہاں خیمے لگا۔ صبح کو عادی پیش لیکر روانہ ہوا۔ جس روز امیر نے ہندوستان سے کوچ کیا
تھا۔ ہوا اعتدال پر تھی۔ اور عادی نے خاص بارگاہ کا خیمہ ایک نہایت پُر کیفیت سبزہ زار میں لگایا۔ جو دریا
کے کنارہ پر تھی۔ امیر لشکر ہند ہمراہ لیکر بموجب حکیم حکیم اقلیموں پنبہ دار محافہ میں سوار ہوئے۔ کہ ہوا سے ایذا نہ پہنچے
اور محافہ سے علیحدہ لندھور و عمر و حکیم اقلیموں امیر کے گرد باتیں کرتے ہوئے چلے جاتے تھے۔ کہ امیر کا دل بہلے
حتیٰ کہ اپنے لشکر اور بارگاہ میں داخل ہوئے۔ غرض اس روز وہاں مقام رہا۔ اور دوسرے روز پھر کوچ ہوا۔ اور
منزل بمنزل کوچ و مقام کرتے خشکی کی راہ سے ایران کی طرف متوجہ ہوئے۔ اب ملک بختک کا حال سنئے
کہ اس کو گستہم کا خط پہنچا۔ تو رات دن اسی فکر میں رہنے لگا۔ کہ بادشاہ کو کسی طرح ورغلائے۔ کہ وہ مہر نگار
کو کسی اور کے ساتھ بیاہ کر دے۔ آخر خیال میں یہ بات ٹھہری کہ زرد بین کا خواہر زادہ کاؤس کی اولاد میں
مرزبان کا بیٹا اولاد نام نہایت لائق ہے۔ اس کو بلانا چاہئے۔ اور بعد ان کے آئینگی تدبیر ہو رہے گی۔ یہ سوچکر
اس نے نامہ تیار کیا۔ اس میں یہ تحریر کیا۔ کہ شاہ ہفت کشور کی بیٹی مہر نگار حد بلوغ کو پہنچی ہے۔ اور
بادشاہ کا خیال ہے کہ کوئی عالی خاندان لائق شخص ہو تو اس کے ساتھ بیٹی کی شادی کر دیں۔ چنانچہ حمزہ
نام کا ایک شخص عربستان سے آیا تھا۔ اس نے بادشاہ کی دامادی کا قصد کیا تھا۔ بادشاہ نے قبول
نہ کیا۔ غیر قوم جان کر اسے مہم ہندی پر بھیجا۔ وہ وہاں جا کر لندھور بن سعدان سے مارا گیا۔ تو بھی کیکاؤس
کی نسل میں سے ہے۔ جلد آ۔ میں بادشاہ سے درخواست کر کے تمہاری شادی کرا دوں گا۔ یکانگی
کے باعث یہ خبر دی گئی ہے۔ آگے تو مختار ہے۔ اس خط پر مہر کر کے اپنے ایک رفیق کے ہاتھ
بھیج دیا۔ جب یہ خط اولاد کے پاس پہنچا۔ تو وہ پڑھ کر نہایت خوش ہوا۔ اور اسباب سفر مہیا کر کے
بہت سے تحائف لیکر اور تیس ہزار کے سوار کے ساتھ کوچ کر کے اور منزل مراحل طے کر کے چند

روز ہیں مدائن کے نزدیک آاترا۔ یہ خبر تمام ملک میں مشہور ہوگئی۔ بختک نے جاکر بادشاہ سے عرض کیا
کہ اولاد بن مرزبان کیکاؤس کا پوتا آپکی خدمت اور ملازمت کو آتا ہے۔ آپ بھی اسکی عزت کریں۔ اور اسکے
استقبال کیلئے کسی کو حکم دیں کہ اسے جاکر بہ حرمت لے آئے۔ کہ اس میں آپکی ناموری ہے۔ بغرض اسنے ایسی
باتیں کیں کہ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ کل ساسانی وکیامرثی ومجدگی اسکی پیشوائی کو جائیں یہ سب حضور کے
فرمانے سے گئے۔ اور اسے لے آئے۔ اور شہر سے باہر تل شادکام میں جہاں صاحبقرآن کا لشکر اترا تھا۔ اسے
اتارا وہ دوسرے روز شہر میں گیا۔ اور بارگاہ خسروی میں جاکر مجرا کیا۔ اور شرط اداب بجا لایا۔ بادشاہ نے
نہایت سرفرازی کی اور اس سے خوش ہوئے اور دربار اٹھنے کا وقت ہؤا۔ بادشاہ نے اولاد مرزبان کو
خلعت شاہانہ اور اسکے تمام سرداروں اور ہمراہیوں کو انعام دیا جب دربار برخاست ہؤا۔ توسب اپنے
اپنے مکان کو گئے۔ اور اولاد بھی اپنے لشکر میں گیا۔ تو اسی رات کو بختک نے موقع پاکر بادشاہ سے گذارش کی کہ
حمزہ پر جو گذری آپنے ملاحظہ فرمایا۔ اب مہرنگار کی فکر کیا چاہئے۔ کہ کسی لائق کے ساتھ نسبت ہو۔ گستہم
آپنے مقرر فرمایا۔ وہ بوڑھا ہے۔ جوان عورت کے پہلو میں مرد پیر کے بیٹھنے میں بہتری نہیں۔ اس سے
مناسب یہ ہے کہ اولاد اپنے یگانوں میں ہے۔ اور اپنی قوم کا بزرگ زادہ بس یہی بہتر ہے۔ کہ اسکے
ساتھ عقد باندھ کر اس کے حوالہ کر دیجئے۔ نوشیرواں کو یہ بات پسند آئی۔ اور مقرر کیا۔ صبح کو مشہور کیا
کہ حمزہ ہندوستان میں مارا اور اس کو لندھور نے۔ اب مہرنگار کی شادی مرزبان کے ساتھ ہوگی جو شخص
اس بات کو سنتا تھا امیر کے غم میں زاروزار روتا تھا۔ جب یہ خبر محل میں گئی تو زرانگیز بانو اپنی آنکھوں
آنسو بھر لائی۔ اور محل میں سب کو منع کیا کہ یہ احوال مہرنگار کو نہ سنانا۔ لیکن کسی نے اسکو خبر دی۔ وہ یہ سنتے ہی
اپنے سر کے بالوں کو نوچنے اور منہ نوچنے اور پیٹنے لگی۔ نزدیک تھا کہ اپنے آپکو ہلاک کرے۔ خواصوں نے ملکہ
زرانگیز کو مہرنگار کی خبر دی۔ اور وہ بے اختیار دوڑی آئی اور ہرچند اسکو سمجھایا مگر اسکی حالت عجیب پائی۔ کہ کسیطرح
نہیں سمجھتی تو ایک خواجہ سرا کو بادشاہ کے پاس بھیجکر کہلایا مہرنگار اپنے آپکو ضائع کرتی ہے۔ اسکی خبر لو ورنہ ہاتھ سے جاتی
ہے۔ بادشاہ نے بزرجمہر کو بلایا اور فرمایا تم جاکر مہرنگار کو سمجھاؤ۔ اور اولاد بن مرزبان سے شادی کرنیکو راضی کر دو بزرجمہر
بموجب حکم بادشاہ کے شبستان حرم میں گئے اور مہرنگار کو نہایت بیقرار دیکھا کہ طمانچوں سے اپنا منہ لال کر ڈالا ہے وہ
پاس بیٹھ کر اور اسکی حالت دیکھکر خوب روئے۔ اور جتنے معشوقان ماہرو اسکے گرد بیٹھی تھیں سب روئیں۔ بعد اسکے زرانگیز
بانو نے سب سے کہا۔ تم یہاں سے اٹھ کر کنارہ ہو جاؤ۔ کہ بزرجمہر تنہا بیٹھ کر سمجھائیں۔ سب کنارہ ہوگئیں تب خواجہ

تنہائی میں مہرنگار سے باتیں کرنے لگے۔ کہ کہا اے سرو ناز اپنی حالت یہ کیسی بنائی ہے۔ فرمایا خواجہ میں سنتی ہوں کہ امیر مارا گیا۔ اور بادشاہ مجھے اولاد کے حوالہ کیا چاہتا ہے یقین کرو کہ میں اپنے کو کسی وقت ہلاک کر دوں گی بزرجمہر نے کہا آپ ایسا نہ کریں دشمنوں نے غل اڑایا ہے۔ کہ امیر کو گستہم نے زہر دیا تھا۔ خدا نے اپنا کرم کیا آپ خاطر جمع رکھیں اولاد کو ظاہراً قبول کریں۔ بادشاہ یہی چاہتا ہے۔ آپ اس سے چالیس روز کا اقرار کریں۔ کہ اتنے روز دیکھیں بعد میں آپ مختار رہیں خدا نے چاہا تو آج سے چالیس روز میں امیر حمزہ سے ملاقات ہوگی۔ اسکے بعد مختار ہو چاہے اپنے آپکو مار دیں یا زندہ رکھیں۔ مہرنگار اس بات سے خوش ہوئی۔ اور کہا اگر یونہی ہے تو بہتر جانو بزرجمہر باہر آئے اور سوار ہو کر بادشاہ کی خدمت میں گئے۔ اور بندہ نے مہرنگار کو اس بات پر رضامند کیا۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور بزرجمہر کو خلعت مہربانی عنایت فرمایا۔ اس نے دوسرے روز اولاد بن مرزبان خلعت دامادی دیا۔ اور مہرنگار سے نامزد کیا اور بختک سے فرمایا۔ کہ مہرنگار نے قبول کیا چالیس روز کا عذر کیا ہے کہ مجھے کچھ عذر ہے۔ بعد اسکے اولاد متصرف ہو۔ عذر گذر ہے۔ تو رسمی عروسی کر کے اسکے حوالہ کریں سب نے اولاد کو مبارکباد دی۔ جب مجلس برخاست ہوئی اولاد بختک کے گھر گیا۔ بختک نے اسکی کمال درجہ خاطرداری کی اور کہا حمزہ زندہ ہیں میں نے یہ حکمت کی ہے کہ مہرنگار تمہارے ہاتھ آئے اور حمزہ اسکی کوفت سے مر جائے لیکن یہ برا ہوا۔ کہ بادشاہ نے چالیس روز کی دیر کی ایسا نہ ہو کہ حمزہ آجائے اولاد نے کہا تم ایک کام کرو کہ صبح دربار میں پہلے جا کر کسی طرح سے بادشاہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ وہ امیدوار ہے کہ ملکہ کو ابھی رخصت کر دو۔ یہ چالیس دن راہ میں کٹ جائینگے وہاں جا کر اپنے خویش و اقربا کے روبرو شادی کرونگا تا کہ سب خوش ہونگے بختک سے یہ کہکر اپنے لشکر میں گیا۔ اور یہانتک صبح کو نوشیرواں کے پاس گیا۔ اور یہ باتیں سنائیں بادشاہ نے کہا کہ اگر وہ اسی میں راضی ہے تو مہرنگار کا جہیز اور ساتھ کا نوازمہ ساتھ سے جدا جدا کر دو۔ اور ساتھ کے لوگوں کو تیار کرو۔ بختک اس کام کے اہتمام میں مشغول ہوا اور جہانتک ضروری تھا باربرداری پر لدوا دیا۔ اور بارہ ہزار سوار ساسانی مہرنگار کے ہمراہ کئے۔ کہ محافظ رہیں اور مہرنگار کی مرضی کے بغیر کسیکو اپنے درمیان نہ آنے دیں اور ملکہ جہاں کہے وہیں خیمہ استادہ کریں اور چالیس دن کے بعد کسی بات میں اولاد سے مزاحمت کریں اور مہرنگار کو ایک جواہر نگار سکھپال میں سوار کر کے اولاد کے حوالہ کیا ایک منزل تک بادشاہ بمعہ ملکہ زرانگیز بانو تشریف لیگئے۔ اور وہانسے رخصت ہو کر اپنے شہر میں واپس ہوئے اور اولاد بن مرزبان مہرنگار کو لیکر کوچ کوچ اپنے ملک کی طرف چلا ملکہ اور اولاد کے خیمہ سے تین فرسنگ کا تفاوت رہتا تھا۔ اور جہاں مہرنگار کہتی تھی۔ وہیں لشکر اترتا تھا اور اسکے خیمہ کے گرد بادشاہ کے بارہ ہزار ساسانی غلام متعین رہتے تھے کہ شہزادی کے حکم کے بغیر پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا۔ جب انتالیس روز گذر رہے اور چالیسواں دن آیا۔ اولاد کا لشکر پہاڑ کے دامن میں پہنچا۔ وہ مکان دلچسپ تھا کہا آج ہمارا لشکر یہیں اترے۔ کیونکہ یہ مکان بہت

خوش نما ہے۔ اور کل کا دن گذر جائے۔ پرسوں مہر نگار کو اپنے خیمہ میں لاکر کا دل اس سے حاصل کروں گا۔ لیکن یہاں کئی روز قیام رہے لشکر اترا اور مجلس گرم ہوئی ادہر مہر نگار کی حالت عجیب ہو رہی تھی کہ امیر کے فراق میں روتی تھی اور جی میں یہ بات ٹھہرائی۔ کہ کل روز گذرے تو پرسوں زہر کھا کر مر جائیے۔ (باقی داستان شب فردا)

چوبیسویں داستان

اب داستان صاحبقران کی ملاحظہ فرمائیے کہ ہندوستان سے بمعہ خسرو چلے اور کوچ کرتے ہوئے اسی پہاڑی کے نیچے اتر گئے۔ جہاں اولاد بن مرزبان کا لشکر اترا تھا اور اس مقام کو خاطر خواہ دیکھ کر امیر نے عمر اور لندھور سے فرمایا کہ کیا خوب جنگل ہے جو ہوا اس مکان کی اچھی ہے ہم چار پانچ دن یہاں قیام کریں گے عمر نے بموجب فرمان امیر کے عادی پہلوان کو حکم دیا کہ یہاں مقام ہوگا۔ لب دریا سبزہ زار میں خیمہ لگاؤ اور لشکر اتار دو۔ یہ دن امیر کا کمال فرحت میں گذرا اور دوسرے دن صبح کو اقلیموں نے عمر سے کہا کہ اے بابا ایک آہو پکڑ لا۔ امیر کے روبرو کباب بنائیں عمر اسکے لئے لشکر سے باہر نکلا اور جنگل کیطرف چلا ایک گلہ ہرنوں کا میدان میں چرتا ہوا دیکھا۔ ان پر دوڑا۔ وہ بھاگ کر چاروں طرف متفرق ہو گئے۔ مگر عمر نے پہاڑ کی ایک طرف جا کر ایک کو پکڑ لیا۔ اور اس کے چاروں پاؤں باندھ کر ایک پتھر کے نیچے رکھ دیا۔ اور جی میں خیال کیا کہ ذرا اس صحرا کو دیکھئے یہ تصور کر کے آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک لشکر اترا ہے کئی کوس زمین خیموں سے معمور ہے۔ بہت متحیر ہوا۔ کہ یہ کس کا لشکر ہے۔ تو وہ اپنی صورت بدل کر اس طرف گیا۔ اور دو شخصوں کو ایک تالاب پر کھڑے ہوئے دیکھا۔ کہ ایک کے ہاتھ سونے کا آفتابہ اور دوسرے کے ہاتھ میں چاندی کا آفتابہ ہے۔ عمر نے ان کو سلام کیا اور پوچھا کہ یہ کس کا لشکر ہے۔ اور تم کون ہو۔ انہوں نے کہا۔ یہ لشکر اولاد بن مرزبان کا ہے۔

اور ہم بادشاہ ہفت کشور نوشیرواں کی بیٹی مہر نگار کے غلام ہیں۔ بادشاہ نے اپنی بیٹی مہر نگار کی شادی پہلے ایک شخص حمزہ کے ساتھ ٹھہرائی تھی۔ وہ ہندوستان میں جا کر لندھور کے ہاتھ سے مارا گیا۔ بادشاہ اس خبر کو سن کر نہایت غمگین ہوا۔ آخر بختک حرام زادہ نے بادشاہ کو ورغلا کر مہر نگار اولاد بن مرزبان کے حوالے کر دیا۔ از بسکہ وہ قبول نہ کرتی تھی۔ مگر بزرجمہر نے اس کو کہا۔ کہ تم اپنی خاطر جمع رکھو۔ اور اسکے ہمراہ جاؤ۔ چالیس روز کے بعد اس کی ملاقات ہوگی۔ آج چالیسواں دن ہے۔ اور کل مہر نگار کا ارادہ ہے کہ وہ زہر کھا کر مر جائے گی کیونکہ آج تک اپنی شرط سے بچی رہی کل وہ اس پر منصرف ہوگا۔

عمر یہ سن کر سُن ہو گیا۔ اور دل میں کہا افسوس۔ لیکن بزرجمہر کی پیش بندی پر آفرین کی اور کہا تم نے واقعی
بات عجیب سنائی۔ کہ میں نے اپنی تمام عمر میں ایسا نہ سنا تھا۔ اب میری بھی حکایت سنو کہ پاؤں سے
لنگڑا اور ایک ہاتھ سے اپاہج ہوں۔ سو حکیم نے یہ دوا بتائی۔ کہ اگر تو چاندی کے برتن میں پانی پیئے۔
تو تیرا ہاتھ اچھا ہو۔ اور اگر سونے کے برتن میں پانی پیئے۔ تو تیرا پاؤں اچھا ہو۔ سو مجھے یہ میسر ہو سکتے
ہیں۔ ہاں اگر تمہاری مہربانی سے تمہارے ان دونوں برتنوں میں پانی پیوں تو شاید خدا فضل کرے۔ اور
میں تندرست ہوں۔ جس کے ہاتھ میں چاندی کا برتن تھا۔ پہلے اس نے امتحان کے واسطے دیا عمر نے
اس میں پانی پیا اور ہاتھ کو ہلایا اور کہا کہ وہ بھی دو کہ اس میں بھی پانی پیوں۔ تاکہ پاؤں اچھا ہو دوسرے نے
سونے کا آفتابہ دیا اور کہا میں اس میں پانی پیتا ہوں۔ اور جب پانی پیا۔ اور اپنے پاؤں کو پھیلایا اور دونو
برتنوں کو لے کر ایک جست کی اور ان دونوں شخصوں سے الگ ہوا۔ انہوں نے کہا۔ بس اب تو تو اچھا ہوا۔
ہماری چیزیں ہم کو دو۔ عمر نے کہا کہ میں ایسا بے وقوف نہیں ہوں جو تم کو دوں۔ شاید یہ مرض پھر عود کر آئے
تو میں کہاں سے لاؤں گا۔ یہ کہہ کر بھاگا۔ اور وہ بیچارے حیران ہو کر رہ گئے۔ کہ یہ کیا ہوا اور آپس
میں لڑنے لگے۔ ایک نے کہا پہلے تو نے دیا تھا۔ دوسرے نے کہا میں نے تو روپیہ کا دیا تھا۔
کیوں دیا سونے کا تو نے۔ اب یہ لڑتے ہوئے چلے گئے۔ کہ جا کر ملکہ کو کہیں کہ وہ انصاف کریگی
کہ تقصیر کس پر ہے۔ جب وہ لشکر کے نزدیک پہنچے۔ تو ان میں سے یہ صلاح ہوئی۔ کہ ادلاد بن مرزبان
کے لشکر میں بھی دیکھتے چلیں۔ شاید چور مل جائے۔ اس خیال سے ادہر کو گئے۔ جب یہ
دونوں غلام ادلاد بن مرزبان کے لشکر میں پہنچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص بازار میں
چادر بچھائے ہوئے ایک کتاب اور رمل کے پانسے لئے ہوئے بیٹھا ہے۔ کہ جو اس کے
پاس جا کر سوال کرتا ہے۔ اس کے ضمیر کا حال کہتا ہے۔ یہ دونوں بھی اس کے پاس گئے۔ اور کہا
اے شخص ہمارے لئے بھی قرعہ ڈال۔ اس نے قرعہ ڈالا۔ اور زائچہ لکھ کر احوال بتانے لگا۔ کہ تمہاری کوئی چیز گم ہو گئی
ہے۔ لیکن اس چیز کے دو عدد تھے، ایک طلائی اور دوسر انقرئی۔ انہوں نے کہا کہ آفرین ہے۔ تو نے ضمیر کا حال واقعی
خوب کہا۔ اب کہہ کہ وہ چیز ملیگی یا نہیں۔ کہا کہ ہاں احتمال ہے کہ ملے یہ بہت خوش ہوئے۔ اور آپس میں کہنے لگے
کہ یہ بڑا صاحب کمال ہے۔ اسکی خبر ملکہ کو کرنی چاہئے۔ ایک اس کے پاس رہا۔ اور ایک مہر نگار کے پاس گیا۔
تو وہاں مہر نگار کی یہ حالت تھی۔ کہ یہ بے اختیار روتی تھی۔ اور اسی دوران میں آفتاب دیکھتی تھی۔

کہ شام ہو تو زہر کھاؤں۔ بزرجمہر نے کہا تھا کہ چالیسویں دن تک امیر کی خبر آئیگی۔ سو اب تک کچھ معلوم نہ ہوا اسی خیال میں تھی کہ ایک کنیز نے آکر کہا کہ آپ کا یہ غلام کچھ عرض کیا چاہتا ہے خیال گذرا کہ شاید کوئی خوشی کی خبر پائی ہو۔ آپ اٹھ کر پردہ کے پاس آئی۔ اور اس سے پوچھا کیا ہے۔ اس نے تمام حال اس شخص کے ہاتھ پاؤں اچھے ہونے اور آفتابہ لیکر بھاگ جانے اور اس شخص کے ضمیری حال جاننے کا بیان کیا۔ وہیں مہر نگار کے دل پر خیال گذرا کہ شاید خدا جھوٹ نہ کرے وہ عمر ہوگا۔ اور وہ رمال بھی عمر ہی ہوگا۔ یہ تصور کر کے کئی پساول اس غلام کے ہمراہ کئے اور کہا جاؤ اسے لے آؤ ہم اس سے پوچھیں گے۔ وہ گئے اور اسے ساتھ لے آئے مہر نگار نے اسے پردے کے پاس بٹھایا۔ اور کہا اے رمال میرا ضمیر کہہ اسنے جواب دیا کہ میں سائل کا منہ دیکھے بنا احکام جاری نہیں کر سکتا۔ کہ بعض انسان کا حال بشرے سے معلوم ہوتا ہے۔ میرے روبرو اگر پوچھو تو بیان کر دوں۔ مہر نگار نے خیال کیا کہ آج میں نے مقرر مرنا ہے۔ اگر آج اسوقت ایک پیر مرد کے سامنے ہوئے تو مضائقہ نہیں پردے سے باہر آئی۔ اور اس سے سوال کیا۔ اس نے قرعہ ڈال کر مہر نگار کے ہاتھ میں دیا۔ اور کہا آپ نیت کر کے اس کو ہاتھ سے ڈال دیجئے کہ بندہ احکام جاری کریگا۔ مہر نگار نے دیکھا تو اس قرعہ میں رمل کی کوئی بھی علامت ہرگز معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ یہ بھی اس علم میں بزرجمہر کی شاگرد تھی جی میں کہنے لگی کہ میں نے اس غلام کے کہنے سے ناحق اسکو بلایا اسی خیال میں تھی کہ قرعہ کو ڈالا۔ اس رمال نے اسے دیکھکر کہنا شروع کیا۔ اور جہانتک احوال تھا سب کہا۔ اور کہا کہ تمہارے مطلب کی چیز آئے گی۔ مہر نگار نے ایک بھاری مول کا خلعت اسے عنایت کیا۔ یہ کھڑے کھڑے خلعت کو دیکھنے لگا۔ ملکہ نے کہا کہ اے عزیز کیا دیکھتا ہے۔ کہا میں نے ایسی چیز تمام عمر میں نہیں دیکھی اور میں مرد عیار ہوں۔ اس کو بیچ کر قیمت گھر لے جاؤں گا۔ جو میرے بال بچے کھائیں گے۔ مہر نگار نے کہا اسے بیچنا ہم سے خرچ کو بھی لے۔ ایک بدرہ روپوں کا بھی اسے دیا۔ اس وقت خیال گذرا کہ یہ عمر نہ ہو تب اس کے برابر آئی اور اس کی داڑھی پکڑ کے ایک جھٹکا مارا۔ کہ وہ عملی تھی اکھڑ گئی۔ اور اس کے اندر عمر کی صورت دکھائی دی مہر نگار نے اسے گلے سے لگایا۔ اور بزرجمہر پر ہزار آفرین کی۔ عمر بھی قدم بوس ہوا۔ مہر نگار نے پوچھا کہ امیر کہاں ہیں عرض کیا کہ پہاڑ کی اس طرف ہیں۔ اتنے میں دیوڑھی پر غل ہوا۔ کہ رمال کو اولاد بن مرزبان نے طلب کیا ہے کہ اس سے ساعت دریافت کرے۔ عمر نے کہا تم اب خاطر جمع رکھو دیکھو میں اس کے سر پہ کیا آفت لاتا ہوں۔ کہ پھر کبھی شادی کا نام تک نہ لے یہ کہہ کر پھر وہ ریش عملی باندھی اور باہر نکلا ان لوگوں کے ہمراہ اولاد بن مرزبان کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا

(باقی داستان شب فردا)

پچیسویں داستان

دی شب کو قصہ یہانتک بیان کیا تھا کہ اولادبن مرزبان کے پاس عمر کو لے گئے۔ عمر نے دیکھا تو ایک گبر بچہ مغرق بہ جواہر کرسی مرصع پر بیٹھا ہے۔ اور شادی کا سب سامان تیار ہے۔ عمر نے جا کر سلام کیا۔ اور کہا بندے کو کیوں یاد کیا ہے۔ اس نے کہا تجھے مہرنگار نے بلایا ہے۔ کہا کیا پوچھا ہے۔ کہا ایک غائب کا احوال پوچھا۔ سو میں نے کہا وہ مارا گیا۔ اسکی تو رنج نہ رکھو۔ اور میں نے اس کی طبیعت کو راغب کیا ہے۔ اولاد نہایت خوش ہؤا۔ اور کہا اے عزیز بارک اللہ خوب دانائی کی۔ کہو مہرنگار سے کسوقت وصل کر دں۔ کہا یہ کام جتنا جلد ہو بہتر ہے۔ آج شادی شروع کیجئے۔ اور کل پھر دن چڑھے۔ مہرنگار کو طلب کیجئے۔ یہ نہایت خوش ہؤا۔ اور عمر کو بہت سا انعام دیا۔ عمر نے کہا میں رخصت ہوتا ہوں۔ لیکن میرے چار بیٹے ہیں۔ کہ ایک نے ڈھول بجانے میں مہارت پیدا کی ہے۔ اور ایک سرنا بجاتا ہے۔ اگر فرمایئے تو کل ان کو حضور میں بھیج دوں۔ ان کا تماشا دیکھیں کیا خوب کسب کرتے ہیں۔ اس نے کہا بہت اچھا بھیج دینا۔ عمر اس سے رخصت ہو کر باہر نکلا اور میدان میں آکر اصلی صورت پر ہؤا۔ اور اس ہرن کو لے کر لشکر میں گیا۔ اور حکیم کو دیا۔ اس نے ہرن کو ذبح کرا کر گوشت جدا کرایا۔ اور مصالحہ لگا کر کہا کہ اس کے کباب امیر کے پاس بناؤ کہ اس کی بو بھی امیر کے مغز میں پہنچے۔ امیر اور حکیم کباب کی طرف مشغول ہوئے۔ عمر وہاں سے باہر نکلا دیکھا تو مقبل وفادار کھڑا ہے۔ اس سے کہا تو جا کر پہلوان نمادی کو خسرو کی بارگاہ میں لے آ وہ ادھر روانہ ہؤا۔ اور آپ لندھور کی طرف گیا۔ اور اس تعریف کرنے لگا۔ خسرو عمر سے نہایت خوش ہؤا۔ اور کہا اے بابا اس وقت کیونکر آنا ہؤا۔ کہا ایسا ہی کام ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ حمزہ نے تمام آفت و بلا مہرنگار کے واسطے سر پر اٹھائی اور اس کو اولادبن مرزبان لے جانے کیا غضب کی بات ہے۔ وہ اس پہاڑ کی طرف لشکر لئے ہوئے اترا ہے۔ اگر آج دن گذرا تو کل مہرنگار ہاتھ سے جائیگی۔ غرض تمام قصہ مہرنگار اور امیر کے عشق کا سنایا اور کہا ناموس کا آپ کا ہے۔ بندہ نے سنایا۔ آگے آپ مختار ہیں۔ لندھور مارے غصے کے دانت پیسنے لگا۔ اور کہا اے عمر میں اسی وقت فوج ہندوستان کو لے کر سوار ہوتا ہوں اور اس گبر سے اسکا کام بنا دیتا ہوں۔ عمر نے کہا بیشک ہو سکتا ہے لیکن امیر کا مزاج عجیب طرح کا ہے شاید وہ اسکے مارے جانے میں راضی نہ ہوں تو مشکل ہے لیکن میں چاہتا ہوں

کہ جیتا پکڑ لو کہ مہرنگار بھی ہاتھ آئے۔ اور وہ نہ مارا جائے لندھور نے کہا کہ پھر تم جس طرح کہو کریں۔ یہ باتیں کر رہے تھے کہ مقبل عادی کو لیکر آیا تب عمر نے ان سے بھی یہ حال ظاہر کیا۔ ان سب سے مشورت کر کے لندھور سے کہا کہ تم گرز ہاتھ میں لے لو۔ اور ہزار ہندی سپاہی کو کہو کہ اس پہاڑ کے دامن میں تیار رہیں۔ جب تمہارے نعرہ کی آواز سنیں اسیوقت پہنچیں اور تمہاری سواری حاضر کریں۔ اولاد کو پکڑ لیں اور باقی لوگوں کو ماریں۔ اور عادی کے گلے میں ڈھول دیا کہ تو اسے بجاتا چل مقبل کو بانسری دی اور آپ ایک خوبصورت لڑکے کی شکل بنکر بازی کرتا ہوا انکو ہمراہ لیکر اولاد کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ اس شب کو اولاد نے کمال تمنا سے گذارا صبح کو یہ چاروں اولاد کے لشکر میں آئے۔ اس وقت اولاد مجلس شاہانہ آراستہ کئے ہوئے کمال خوشی میں تھا۔ کہ عمر یاروں سمیت اس کی ڈیوڑھی پر گیا۔ اور لوگوں سے کہا کہ جاکر حضور میں خبر دو کہ رمال کے بیٹے آئے ہیں۔ انہوں نے حضور میں گذارش کی اس نے بلوایا۔ اور کہا تماشا کرو۔ لیکن انکی وضع دیکھ کر حیران ہوا غرض جتنے سردار تھے اس کی بارگاہ میں تماشا دیکھنے لگے۔ عمر نے بارہ پٹے برنجی ہاتھ میں لی اور خوب پٹہ بازی کی اس کی صنعت کو دیکھ کر سب کی عقل حیران ہوئی اور اولاد نہایت خوش ہوا۔ اور عمر کو قبائے زربفت عنایت کی جب یہ پٹہ بازی کر چکا مقبل وفادار اور عادی پہلوان آئے اور انہوں نے سرنا اور ڈھول خوب بجایا۔ اور اولاد نے ان دونوں کو قبائے اطلس بخشی۔ لیکن جس وقت لندھور آیا۔ اور بازی کرنے لگا۔ اس کی گرز کی ہوا سے سب اپنی اپنی کرسی سے گرنے لگے۔ اور خیمے میں ایک غل پیدا ہوا کہ بس خوب تماشا دیکھا۔ اب موقوف کرو عمر نے لندھور کو اشارہ کیا کہ یہی وقت ہے لندھور نے ایک گرز بارگاہ کے ستونوں پر اس زور سے لگایا کہ بارگاہ گر پڑی اور سب سردار مع اولاد جو اس میں موجود تھے نیچے دب گئے اور باہر کے لوگوں نے انہوں کو گھیر لیا۔ یہ رستمانہ جنگ میں مصروف ہوئے۔ اور لندھور نے ایک نعرہ کیا کہ بداند وہر کہ نداند منم لندھور بن سعدان اور عادی مقبل کا بھی نعرہ بلند ہوا اور عمر نے بھی آواز دیا۔ تب وہ بارہ ہزار سوار جو پیچھے چھپے ہوئے تھے۔ انہوں سواری لا پہنچائی۔ اور اس لشکر پر اور خوب تلوار چلی۔ اولاد کے بیس ہزار میں سے دس ہزار پکڑے گئے۔ اور پانچ ہزار زخمی ہوئے۔ اور پانچ ہزار بھاگ گئے۔ لیکن جب تلوار چلنے لگی تو عادی کو اس وقت خیال گذرا کہ آج اولاد کی شادی کا دن تھا باورچی خانہ میں چلئے۔ البتہ کھانا سب طرح کا پکا ہوگا۔ میں ایک آدمی کا سر کاٹ کر پاس رکھوں کہ عمر کو جواب دے سکوں یہ خیال ہی تھا کہ ایک شخص بارگاہ کے نیچے سے نکلتا ہوا دیکھا عادی نے اس پہ ڈھول رکھ دیا۔ اور زور کیا ڈھول پھٹ گیا۔ تو وہ اس کے اندر گھس گیا۔ جو اولاد ہی تھا۔ عادی نے ڈھول کو بند کیا اور باورچی خانہ

میں جا کر کھانا شروع کیا۔ یہاں عمر نے دیکھا تو اولاذ بن مرزبان کا کہیں پتہ نہیں ملتا۔ لاشوں میں بہت تلاش کی ادھر ادھر دیکھنا شروع کیا ناگاہ اس کا گذر باورچی خانہ میں ہوا۔ اور عادی کو وہاں کھاتے دیکھا عمر کو بہت برا معلوم ہوا کہا او مردک شکم پرور تو حمزہ کے لشکر میں پہلوان مشہور تھا۔ اور آج لڑائی کے دن چھپ بیٹھا پیٹ پالا رہا ہے۔ جواب دیا کہ ایک آدمی پہ بھی چھپا ہے عمر نے کہا میں دیکھوں کہ تو نے کس کو پکڑا ہے کہیں اولاذ بن مرزبان تو نہیں ہے۔ کہ اس کا پتہ نہیں ملتا۔ عادی نے کہا دیکھو ڈھول میں بند ہے عمر نے نظر کی تو اولاذ معلوم ہوا عمر نہایت خوش ہوا۔ اور کہا اے عادی صرف ایک ہی آدمی لاکھ کے برابر ہے۔ اور عادی کو مع ڈھول خسرو کے پاس لے گیا۔ جونہی عادی نے وہ ڈھول زمین پر رکھا تو اولاذ بن مرزبان اس میں سے باہر نکلا اور خنجر لے کر لندہور پر دوڑا۔ لندھور نے اس کا خنجر چھین لیا۔ اور کمر میں ہاتھ ڈالکر اسے اٹھالیا اور عمر کے روبرو زمین پر ٹپکا۔ عمر نے فوراً اس کی مشکیں باندھیں اور قید کیا۔ وہاں سے مہر نگار کے پاس گیا۔ وہاں وہ نہایت خوش ہوئی۔ تب عمر نے اپنے لوگوں کو اس کی محافظت کے لئے چھوڑا۔ اور امیر کو جا کر یہ خبر دی امیر نے دوڑ کر عمر کو گلے لگایا۔ اور کہا واقعی تمہاری اور ہماری عصمت جدا نہیں پس اگر تم ایسا نہ کرو تو اور کون کرے سلطان بخت مغربی کھڑا تھا اس سے کہا کہ تم مہر نگار کو ساتھ لیکر نوشیرواں کے پاس مدائن میں جاؤ۔ اور نوشیرواں کے حوالے کرو۔ اور اولاذ کو بھی لیتے جاؤ جو مناسب جانے گا وہ کرے گا اور ایک خط لکھوا کر دیا۔ کہ بادشاہ کی خدمت میں گذارنا اور عریضہ میں یہ مضمون تھا کہ بندہ آپ کے ارشاد کے بموجب ہندوستان کو گیا۔ اور آپ کے اقبال سے میں نے وہ ملک بھی سر کیا۔ دشمنوں نے میرے مرنے کی خبر مشہور کی بو واقعی گستہم نے زہر دلوایا تھا۔ لیکن خدا نے فضل کیا۔ بندہ نے سنا ہے کہ مخالفوں نے آپ کی طبیعت اِدھر لا کر مہر نگار کی شادی اولاذ کے ساتھ کردائی۔ از بسکہ حضور کی مرضی نہ تھی اس لئے اولاذ کو طوق و زنجیر کر کے خدمت عالی میں بھیجتا ہوں اور بندہ بھی مدائن سے تیس منزل سے پہنچا ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ چند روز میں آ کر آستانہ بوس ہوتا ہے۔ وہ خط سلطان بخت مغربی کو دیا۔ وہ لوگ جو نوشیرواں نے مہر نگار کے ہمراہ کئے گئے تھے۔ سب کو امیر نے خلعت و انعام دیئے اور فرمایا کہ سلطان بخت مغربی کے ہمراہ جاؤ۔ مگر وہاں مہر نگار جشن کی مجلس آراستہ کر کے کمال فرحت میں بیٹھی تھی۔ کہ اب امیر میرے خیمہ میں آئیں گے۔ یا مجھے طلب کریں گے۔ اسی خیال میں تھی کہ خبر پہنچی کہ امیر نے سلطان کو بھیجا ہے کہ آپ کو مدائن لے جائے۔ حیران ہوئی کہ میں نے اس کے اشتیاق میں یہ صورت بنائی ہے اور مجھے نہ بلایا۔ میں نے ایسا قصور کیا کیا وہ اس بات سے آزردہ ہوئی بغرض کہ مہر نگار کے لشکر نے کوچ کیا مدائن کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں عمر نے امیر سے کہا کہ اپنے تمام صدمات

مہر نگار کے عشق میں اٹھائے۔ اور اب خدا نے اسے اس طرح دیا۔ اور آپ مدائن کو پھر بھیجتے ہیں۔ اس کا کیا سبب ہے، فرمایا میں آگے اور صورت رکھتا تھا۔ اور اب زہر کے باعث مجھ میں صرف ہڈیاں اور چمڑا رہ گئے ہیں نہیں چاہتا ہوں۔ کہ وہ مجھے اس صورت سے دیکھیے۔ خدا چاہے تو مدائن میں جاکر دیکھوں گا۔ مہر نگار کی خاطر داری کہ دکھ آزردہ نہ ہو۔ اور مدائن تک اس کے ہمراہ جاؤ۔ وہاں سے اس کے پہنچنے کی خبر لاؤ کہ مدائن میں داخل ہوں۔ جس وقت امیر نے عمر کو رخصت کیا۔ اس وقت اقلیموں نے کہا۔ اے بابا نوشیرواں کی سرکار میں انوشدارو ہے۔ تم تھوڑی سی لیتے آنا کہ اس کے کھلانے سے امیر کو صحت ہوگی۔ پر نوشدارو کے لئے۔ اپنی صورت تبدیل کر کے جانا نہیں تو دشمن جانیں گے کہ حمزہ کی خاطر ہے تو نہ دیں گے۔ عمر امیر سے رخصت ہو کر روانہ ہوا۔ اور مہر نگار کے پاس آیا اور وہ گریہ و بکا میں تھی۔ بلکہ عمر پہنچا۔ بارے اس کے آنے سے کچھ طبیعت اس کی بحال ہوئی کہنے لگی اے عمر امیر نے مجھے کیوں نہ بلایا۔ عمر نے کہا اس کا سبب یہ ہے کہ امیر کو تم نے حالت تندرستی میں دیکھا تھا۔ اب زہر کے کھانے سے وہ نہایت حقیر ہو گئے ہیں۔ اس واسطے تمہارے روبرو نہ ہوئے۔ اگر خدا نے چاہا تو مدائن میں بخوبی ملاقات ہوگی ملکہ رو کر خاموش ہو رہی۔ اور اس بات کا جواب نہ دیا۔ غرض وہاں سے کوچ کر کے منزل بہ منزل مدائن کی طرف چلے۔ جب شہر کے پاس پہنچے تو بادشاہ کئی کوس تک پیشوائی کے لئے آیا۔ مہر نگار و سلطان بخت مغربی کو خلعت سراپا امداد کر کے سرفراز کیا۔ لیکن اب عمر عیار کا حال عرض کرتا ہوں۔ جو ان کے ہمراہ نوشدارو کے لئے آیا تھا۔ یہ ایک دہقان کی صورت بن کر شہر میں داخل ہوا۔ اور ایک قصاب کی دکان پہ جا کر دو سپاٹ پیسے کہ جن میں سکہ کی کہیں علامت کا کہیں نام تک نہ تھا۔ اس کے روبرو رکھ دیئے۔ اور کہا کہ اس کا نوشدارو دے وہ حیران ہوا۔ اور کہا کہ میں نے اس کا نام بھی سنا۔ کسی اور سے دریافت کر۔ پھر عمر ایک بنیے کی دوکان پہ آیا۔ اور اس سے بھی یہی کہا۔ یہ بنیا انوشدارو کے حال سے واقف تھا۔ کہا کہ میرے پاس تو نہیں۔ اگر خواہش ہے تو جا کر بادشاہ کی زنجیر ہلا البتہ بادشاہ بلایا کرے گا۔ عمر زنجیر عدالت ہلانے لگا۔ جونہی اس کی صدا بلند ہوئی۔ تو بادشاہ نے اسے طلب کیا۔ اور پوچھا تو کون ہے اور کیا مراد رکھتا ہے۔ عمر نے پاس جاکر بادشاہ کو سلام کیا۔ اور دونوں پیسے نکال کر بادشاہ کے تخت پر رکھ دیئے۔ اور کہا کہ فلانے دہ کا رہنے والا ہوں میرے بیٹے کو سانپ نے کاٹا ہے۔ سو وہاں کے حکیم نے بتلایا ہے کہ میں منتقال نوشدارو اگر پیدا کر دے تو البتہ اچھا ہو گا۔ میں نے گاؤں کے لوگوں سے پوچھا انہوں نے کہا مدائن سے ملے گی۔ سو میں یہاں کئی دوکانوں پہ پھرا پر کسی نے نہ دی۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ کے یہاں ملے گی۔ اس لئے یہاں آیا ہوں۔ پیسے لیجئے اور نوشدارو دیجئے۔ کہ وزن میں کم نہ ہو۔ پورا تولیں۔ بادشاہ اور حاضرین اسکی حرکات سے بے اختیار ہنسے

ہر چند درباریوں نے کہا کہ پیسے اٹھاؤ۔ حضور سے نوشدارو ملے گی مگر اس نے کہا صاحب گو میں غریب ہوں لیکن بے قیمت دینے میں کسی سے کچھ نہیں لیتا۔ بادشاہ کو اس پر رحم آیا۔ اور بزرجمہر کی طرف سے دیکھ کر فرمایا کہ اسے خزانے میں لے جاؤ۔ اور تین مثقال نوشدارو دو۔ بزرجمہر اسے خزانے میں لے گئے۔ اور ایک صندوق میں سے ایک ڈبہ مرصع نکالا۔ اور اس میں سے تین مثقال نوشدارو دی۔ اور تین تولے الگ رکھی۔ کہ علم رمل میں امیر کا زہر پینا اور عمر کا ضرور آنا معلوم کیا تھا۔ جب وہ صندوقچہ کو بند کر کے باہر کو چلے گئے تو عمر نے دامن پکڑ لیا۔ اور کہا کہ وزیر ہو کر بادشاہ کی سرکار میں خیانت کرتے ہو۔ یہ نوشدارو جو تم نے رکھی ہے مجھے دو نہیں تو رسوا کر دوں گا۔ بزرجمہر ڈر گئے۔ اور خیال کیا ایسا نہ ہو کوئی دوسرا سنے۔ وہ فوراً عمر کے حوالے کر دی۔ اور دروازے پر آئے۔ اب بختک کا حال سنئے۔ کہ اسے تو امیر کا حال معلوم تھا۔ جی میں کہا کہ بزرجمہر نے حمزہ کے واسطے نوشدارو ضرور ہی نکال رکھی ہوگی۔ بادشاہ کو ورغلایا۔ اور کہا بزرجمہر خائن ہے۔ اس نے نوشدارو ضرور چھپائی ہوگی۔ اس کو دیکھ لیجئے۔ چوری پکڑنے کی غرض سے بادشاہ کو وہاں لایا۔ اور بزرجمہر کا جھاڑا لیا۔ ان کے پاس سے نوشدارو نہ نکلی۔ بادشاہ نے بختک پر جرمانہ کیا۔ اور بزرجمہر سے معذرت کی۔ بزرجمہر سمجھ گیا کہ وہ عمر تھا۔ دل میں اس کو دعا دی۔ لیکن عمر جو یہاں سے نکلا تو شہر سے باہر ہو کر بہ صورت اصلی روانہ ہوا۔ (باقی داستان شب فردا۔

چھبیسویں[۲۶] داستان

دوشب کو قصہ یہانتک بیان کیا تھا۔ کہ عمر نوشدارو لیکر امیر کی طرف روانہ ہوا۔ پر یہاں امیر کا حال بھی ملاحظہ فرمائیے۔ کہ عمر کے جانے کے بعد ایک روز اپنی حالت دیکھکر خوب روئے کیونکہ بدن میں طاقت ہرگز معلوم نہ ہوتی تھی کہا کہ ایسی زندگی سے موت آئے تو بہتر ہے۔ اسی افسوس میں سو گئے۔ اور عین خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آکر مدد کی۔ اور فرمایا اے فرزند خدا نے تیرا مرض دور کیا۔ اٹھ اور سجدہ کر۔ امیر نے مارے خوشی کے جنبش جو کی تو آنکھ کھل گئی۔ دیکھا تو مشک عنبر کی خوشبو آرہی ہے معلوم کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مجھ پر رحمت کی نظر صرف کی ہے۔ خیال کیا تو پہلے کی نسبت زور اور قوت بازو زیادہ ہے۔ اٹھ کر شکرانہ کی نماز ادا کی اور پلنگ پر بیٹھے اسی روز اتفاقاً عمر بھی آیا حمزہ کو دیکھکر حیران ہوا کہ یہ کون ہے۔ امیر کے برابر جا کر کھڑا ہوا۔ اور کہا اے جوان تو کون ہے اور حمزہ کہاں گیا۔ امیر نے فرمایا کہ میں اولاد بن مرزبان کا بھائی ہوں۔ اور اپنے بھائی کی قید سن کر آیا ہوں۔ اور حمزہ کو میں نے

مار ڈالا۔ عمر یہ بات سنتے ہی آگ ہو گیا۔ اور دوڑ کر خنجر مارنے لگا۔ امیر نے روک کر وہ خنجر امیر سے چھین لیا۔ اور گلے سے
لگا کر کہا کہ میں حمزہ ہی ہوں۔ خدا نے مجھے شفا دی ہے عمر نہایت خوش ہوا۔ اور باہر نکل کر سب کو خوشخبری سنائی یہ سنکر
سب سردار مع خسرو ہندوستان بارگاہ دیبال میں حاضر ہوئے۔ اور امیر پر زر نثار کرنے لگے۔ اور لشکر میں فرحت
حاصل ہوئی۔ اسی روز سے میدان میں کئی روز جشن رہا۔ بعد اس کے امیر بہ جلوس شاہانہ اسی ہزار سوار کی جمعیت لیے
ساتھ کوچ کر کے مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ اب کچھ حال بہرام خاقان چین کا عرض کرتا ہوں کہ آگے بھی ذکر ہو چکا ہے
کہ جب امیر ہندوستان کو روانہ ہوئے تھے۔ تو راہ میں طوفان آیا تھا۔ اور بہرام اپنے چار ہزار لشکر سمیت غائب ہوا تھا۔
وہ چھ مہینے تک دریا میں سرگرداں رہ کر بندر سندھ میں پہنچا۔ اور وہاں جہاز کو تیار کر کے اسباب خریدنے کے واسطے
لوگوں کے ساتھ خشکی میں اترا۔ جب شہر کے پاس پہنچے تو وہاں ایک عظیم الشان درخت کے نیچے ایک چوکی بچھی دیکھی جس پر
ایک کمان اور دو تیر نہایت زور آور رہے اور ایک ہزار اشرفیوں کا بدرہ دھرا ہے۔ بہرام وہاں گیا۔ اور لوگوں سے پوچھا یہ
کمان اور توڑا کیسا ہے لوگوں نے کہا۔ کہ یہاں کا بڑا حاکم ہندی سرکش ہے۔ اور اس کا بھائی کو لخت ہندی نہایت زور
آور ہے وہ اپنے برابر کسی کو نہیں مانتا اور کمان اس لئے رکھی ہے کہ جو شخص اسے کھینچے یہ توڑا وہ لے بہرام نہایت خوش
ہوا۔ کہ خدا نے یہ فتوح غیبی معنت دی ہے۔ اسی شوق میں وہ اس چوکی کے پاس گیا اور کمان کے قبضہ کو پکڑ کر تا بگوش کھینچا
جتنے لوگ دیکھتے تھے حیرت میں رہ گئے۔ اور کوہ لخت ہندی کو خبر کرنے گئے۔ بہرام وہ توڑا اٹھا کر اپنے آدمیوں کو دیا
یہ خبر سرکش ہندی کو ہوئی۔ اس نے اپنے آدمیوں کو بھیجا کہ اس مسافر اور لخت کی کمان کو لے آؤ۔ اور بہرام اس کی
کمان سرکش ہندی کے پاس لے کر گیا۔ اور سلام علیک کی کہ وہ بھی مسلمان تھا۔ اور لندھور کی طرف سے اس شہر
کی حکومت اس کو ملی ہوئی تھی۔ اس شخص نے سلام کا جواب دیا۔ اور کہا میں نے سنا ہے کہ تو نے وہ کمان کھینچی پر میرے
روبرو کھینچ۔ جب بہرام نے جا کر کھینچی اور ٹوٹ گئی۔ وہ اس کی قوت دیکھ تعجب میں رہ گیا۔ اور بہرام کے واسطے کرسی
منگوائی۔ بہرام نے دیکھا تو اس کے پہلو میں ایک کرسی فولادی زرکوب کی بچھی ہے اور اس پر غاشیہ پڑا بہرام نے جا کر
اس پر سے غاشیہ اٹھایا اور اس پر بیٹھا۔ ایک ساعت گذری تھی کہ بارگاہ کے دروازے سے لخت مانند شیر کے
غراتا ہوا آیا اور اپنی کرسی پر بیٹھا دیکھ کر آگ ہو گیا۔ اور کمرے سے خنجر نکال کر یہ کہتا ہوا اس پر دوڑا ایک تو تو نے میری
کمان توڑی۔ دوسرے میری جگہ پر بیٹھا ہے۔ برابر آ کر خنجر مارا بہرام نے اس کو روکا اور ہاتھ مروڑ کر خنجر چھین لیا۔ اور کمر میں
ہاتھ ڈالا وہ اس کی قوت دیکھ کر متعجب رہ گیا۔ اور بہرام نے اس کی کمر پکڑی۔ غرض دونوں میں کشتی ہونے لگی۔
یہاں تک کہ وہاں کا سارا فرش آب تر ہو گیا۔ بہرام کے ساتھ بھی پانچ سو جوان انہ بکت تھے۔ سرکش

نے سوچا کہ فساد بپا نہ ہو آپ اٹھ کر دونوں کو چھوڑ کر آیا۔ اور صلح کرا دی۔ کوہ تخت اور چوکی منگا کر بیٹھا۔ سرکش نے مع جوان ازنبک بہرام کی ضیافت کی۔ اور مجلس میں جام شراب اور ساقی آیا صراحی کے قہقہ کی آواز بلند ہوئی سرکش ہندی نے بہرام سے کہا قسم ہے تم کو اپنے دین و مذہب کی سچ کہو کہ تم کون ہو۔ بہرام نے اپنی تمام حقیقت امیر کے ساتھ سے طوفان کے سبب سے جدا ہونے کی بیان کی۔ وہ اس حال کو سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔ اور ایک آہ ماری۔ بہرام نے اس کا سبب پوچھا۔ کہا حمزہ کی ملاقات کا مجھے بڑا اشتیاق تھا۔ لیکن تمہارے آنے سے کئی روز آگے اس کا کوچ ہو گیا اور گستہم نام ایک شخص یہاں آیا تھا۔ اس نے ہر چند کہا پر میں نے اس کے واسطے دروازہ شہر کا نہ کھولا۔ اور اندر نہ آنے دیا۔ اس نے حمزہ اور لندھور کا سر یہاں سے نوشیرواں کے پاس بھیجا ہے یہ بات یونہی بہرام نے سنی تو گریبان پھاڑ ڈالا۔ اور ایک دو ہتڑا اپنے منہ پر مارا اور اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔ اور سرکش نے کہا کہ مجھ کو اب تک ایک ساعت آرام کرنا حرام ہے۔ اب حمزہ کے بغیر زندگی خوب نہیں۔ اس لئے مرنا بہتر ہے۔ سوار ہوتا ہوں۔ اگر ایران میں جا کر انہیں چار ہزار سوار اور نوشیرواں کی سلطنت کو الٹ نہ دیا اور حمزہ کے خون کا بدلہ نہ لیا تو مردان عالم میں نام نہ پاؤں۔ ہر سرکش نے کہا کہ میں نے سراندیپ سے خبر منگائی ہے اسے دریافت کر لو۔ بہرام نے کہا تم نے گستہم کا نام لیا مجھے یقین ہوا کہ وہ بڑا بد ذات ہے۔ اس سے موقع پا کر حمزہ کو مارا ہوگا۔ میں ضرور جاؤں گا۔ تب سرکش نے چھ مہینے کا خرچ جہازوں پر بھر لیا۔ بہرام ان سے رخصت ہو کر سوار ہوا۔ اور چار جہاز سے تن بہ تقدیر ایران کی طرف روانہ ہوا پانچ مہینے تک وہ دریائے شور میں چلا گیا اور چھٹے مہینے ایک جزیرے میں پہنچ کر جہاز لنگر کیا۔ اور خشکی پر اترا۔ اور چار ہزار ازنبک سے نوشیرواں پر چلا۔ یہ خبر ہرکاروں نے بادشاہ کو سنائی۔ کہ بہرام باغی ہو کر آپ سے لڑنے کو آتا ہے۔ بادشاہ اشک بن گستہم کو دس ہزار سوار دیکر بہرام سے لڑنے کو بھیجا۔ جب وہ بہرام کے نزدیک پہنچا تو نامہ لکھ کر بھیجا کہ حمزہ جیتا ہے اس کو کسی نے نہیں مارا تم چل کر شاہ کی اطاعت قبول کرو۔ اور یہ باتیں جی سے اٹھاؤ۔ بہرام نے جواب میں لکھا کہ تم لوگوں کے مکر سے خوب واقف ہوں ایسی باتیں میں معتبر نہیں سمجھتا۔ میدان میں جو ہوگا۔ دیکھ لوں گا۔ اشک نے طبل جنگ بجوایا اور دوسرے دن صبح کو میدان میں نکل کر بہرام کو طلب کیا۔ وہ مانند شیر مست میدان میں نکلا اشک نے اسے دیکھتے ہی نیزہ فولادی ہاتھ میں پکڑ کر بہرام کو چھاتی پر مارا۔ بہرام نے ہاتھ بڑھا کر وہ نیزہ اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کے سینے میں اس زور سے مارا کہ نیزہ کی نوک اشک کی پشت کی طرف سے نکل آئی۔ اور چار ہزار ازبک سوار ساسانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ غرض دس ہزار؛

ساسانیوں میں سے پانچ سو سوار بچ کر نوشیرواں کی طرف بھاگے۔ اور باقی مارے گئے تب بہرام نے اپنے
سپاہیوں کو حکم دیا کہ تم جس بستی میں پہنچو وہاں کے لوگوں کو قتل کرنا اور لوٹ لو۔ ہم نے ان کا مال و اسباب تم
کو معاف کیا۔ اسی طرح یہ قزاقی کرتا ہوا مدائن کو چلا۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی تو وہ نہایت پریشان ہوا قلعہ
کو مرتب کرنے کا حکم دیا اس معاملہ کو چار دن گذرے تھے کہ بہرام کا لشکر آگیا اور قلعہ کو گھیر لیا لوگوں نے ہر چند
اوپر سے نصیحت کی کہ حمزہ سلامت ہے اور تو بادشاہ سے بے ادبی کرتا ہے۔ یہ تیرے لیے اچھا نہیں ہے
مگر بہرام نے کچھ پرواہ نہ کی۔ تو بادشاہ بہت گھبرا گیا۔ اور بہرام قلعہ کے پاس آپہنچا اور قریب تھا کہ
دروازہ توڑے کہ قادر قدرت نما کی قدرت غیبی سے صحرا کی طرف سے دفعتاً گرد پیدا ہوئی اور اس
گرد میں سے علم اژدہا پیکر نمودار ہوا اور طبل سکندری کی آواز آئی۔ بہرام نے پھر دیکھا تو صاحب
قران کا لشکر معلوم ہوا۔ تو بے اختیار دیوانہ وار اس کی طرف دوڑا۔ اور جا کر امیر کی رکاب
چومی اور امیر گھوڑے سے نیچے اتر کر بہرام سے بغل گیر ہوئے اور لندھور سے بھی امیر نے ملاقات
کرائی بہرام و امیر خسرو کھڑے باتیں کرتے تھے۔ کہ بادشاہ کے پاس سے دو ناقہ سوار آئے اور امیر
سے کہا کہ بادشاہ نے آپ کو دعا فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ آج اپنا لشکر آپ ٹھہرائیں کل ہم
استقبال کر کے اپنے ہمراہ لائیں گے صاحبقران مع لشکر بے پایاں وہیں اترے اور قیام کیا۔ جب دوسرا
دن ہوا تو صبح کو امیر ہند و عرب و ازبک اور یمنی ہمراہ لیے ہوئے شہر کی طرف روانہ ہوئے نوشیرواں بھی بمعہ
ساسانیوں کے سوار ہو کر بدائن سے کئی کوس تک استقبال کرتے آئے۔ امیر نے جب بادشاہ کی
سواری دیکھی تو مرکب سے اتر کر پیدل ہوئے اور مجرا کر کے پایۂ تخت کو بوسہ دیا بادشاہ نے نہایت
سرفرازی اور ہمراہ لے کر شہر کو چلے جب دروازہ کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے امیر سے فرمایا کہ اپنے لشکر
کو حکم دو کہ وہ اپنی قدیمی جگہ تلشاد کام پر اترے اور تم شہر میں چلو امیر نے معدی کو حکم دیا تو لشکر اپنی قدیمی
جگہ آترا اور امیر بادشاہ کے ساتھ بارگاہ خسروی میں آئے سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے جب دربار کے برخاست ہونے کا
وقت ہوا تو امیر اپنی قیام گاہ چلے گئے اور صحبت نشاط مہیا اب بختک کا حال سنیئے کہ وہ اپنے ہمراہ کئی ہزار ساسانیوں
کو لے کر بادشاہ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ حمزہ اکیلا تھا۔ تو کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اور اب
لندھور و بہرام جیسے بادشاہ رفیق ہو گئے ہیں مجھے یہ دہشت تھی کہ ایران کا تخت نہ لے لیں۔ آپ کو فکر کرنا چاہیئے
کہ وہ نہ آئے۔ اور پوچھا کہ اب کیا تدبیر ہو کہا اور کوئی تدبیر نہیں مگر یہ کہ ایک ایک کا علاج کریں۔ تو یہ قسم دفع کی

ہو پھر فرمایا کہ وہ کس طرح عرض کیا کہ جب صبح حمزہ آئے تو آپ اس سے یہ فرمائیں کہ میں نے تم کو لندھور کا سر
کاٹنے بھیجا تھا نہ کہ جہاں دشمن کی فوج لے آؤ۔ بادشاہ نے فرمایا کہ میں نے تجھ ہی کو اس امر میں مختار کیا تھا جس طرح
جی چاہیے گفتگو میں تمام رات گذر گئی صبح امیر آئے اور بادشاہ کو مجرا کیا اور بیٹھ گئے۔ جب تمام سردار حاضر ہو چکے
تو اس وقت بختک نے امیر سے کہا کہ بادشاہ نے تم سے خسرو کا سر طلب کیا تھا نہ کہ اس کو میرے پاس لے آؤ
اب بادشاہ کی خوشی یہی ہے کہ اس کو جلاد خانہ میں لے جا کر اور اس کی گردن مار کر نقارخانہ میں لٹکایا جائے امیر یہ
سن کر بہت آزردہ ہوا اور کہا کہ مدعا تو اطاعت سے ہے لہٰذا اس نے تابعداری قبول کی اگر بادشاہ کو منظور نہیں
تو مجھ سے یہ بھی ہو سکتا ہے عمر کو حکم ہوا کہ خسرو کو لشکر میں سے لے آؤ وہ یہ سن کر گیا۔ لندھور سے کہا کہ تو خیر ہاں
کی طبیعت دشمن اس طرف لے آئے ہیں۔ اور امیر نے یہ کہا تھا کہ اب تم کیا کہتے ہو لندھور نے کہا کہ اے خواجہ میں
امیر کے کہنے سے ہرگز باہر نہیں ہوں اس لیے مجھے کچھ عذر نہیں اور اب میرے ہاتھ باندھ کر جلدی لے چل
عمر ہنسا اور کہا کہ اے خسرو کسی کی طاقت نہیں جو تجھ پر ہاتھ ڈالے تو خسرو فیل میمونہ پر بیٹھ اور گرز کاندھے پر رکھ
کر اس کے ساتھ چل دیا جس وقت بارگاہِ خسروی میں آیا تو اپنے بھاری گرز اچھالنے اور رونے لگا سب
لوگ شور وغل کرنے لگے کہ یہ تم کیا کرتے ہو اگر یہ ہاتھ سے چھوٹ گیا تو بہت لوگ مر جائیں گے اسی میں دب
کر یہ سن کر بادشاہ نے پوچھا کہ یہ شور کیسا ہے لوگوں نے عرض کیا کہ لندھور اس طرح آتا ہے وہ یہ باتیں کرتے
ہی تھے کہ وہ بھی اندر آ گیا اور امیر کے روبرو ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا لیکن جس نے لندھور کی وضع دیکھی وہ کانپ
گیا قریب تھا کہ بادشاہ اٹھ کر تخت سے کود کر بھاگے بختک نے امیر سے کہا اب کیا دیر ہے فرمایا کچھ دیر
نہیں امیر نے لندھور کی طرف دیکھ کر کہا کہ بادشاہ کو تمہارا سر درکار ہے۔ جلاد خانہ سے صحن میں جا کر بیٹھو۔
اور بادشاہ کے حکم سے اپنا سر نہ اٹھاؤ۔ لندھور نے کوئی جواب نہ دیا اور وہاں سے پھر کر جلاد خانہ میں
گیا اور اپنے گرز کو زمین پر رکھ دیا اور اسی سے تکیہ لگا کے بیٹھ گیا۔ بارگاہ میں اس وقت شاہ اور تمام
شہریار موجود تھے۔ ہر خورد و کلاں موجود تھے۔ کہ صاحب قرآن نے پہلوان عادی کو کہا کہ تو خسرو
کا سر کاٹ کر لا۔ عادی بموجب فرمان کے باہر نکلا اور لندھور کے پاس گیا اور اسے دیکھا کہ بیٹھا ہوا یہ
یہ کہہ رہا ہے۔ کہ خدا کا شکر ہے۔ جو میرا سر حمزہ کی رضامندی میں جاتا ہے۔ عادی نے
یہ سنتے ہی اپنے جی میں کہا کہ ایسے شخص کو مارنا مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اور یہ خیال کر کے وہ خسرو کے
برابر خاک پر بیٹھ گیا۔ کہ جو شخص اس کا سر کاٹنے کو آئے گا جب تک وہ میرا سر

نہ کاٹ لے گا اس وقت تک نہ جلنے دوں گا۔ پر عمرو بھی اس میدان میں ایک کونے میں کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا جس وقت
امیر کو یہ خبر ہوئی کہ عادی اس کے پاس جا کر بیٹھا امیر نہایت خفا ہوا اور سلطان بخت مغربی کو بھیجا کہ تم جا کر لندھور کا سر
کاٹ لاؤ یہ وہاں سے آیا پر لندھور کے پاس آ کر جہاں عادی بیٹھا یہ کہہ کر یہ بھی خاک پر بیٹھ گیا کہ امیر کا یہ حکم اور
کسی کو دیں ہم خسرو کے ساتھ مارے جائیں گے یہ خبر بھی امیر کو پہنچی پھر بہرام گرد خاقان چین کو بھیجا یہ بھی وہیں جا کر
بیٹھ گیا جب کئی سردار جا چکے جو گیا اس نے یہی حرکت کی تو بختک نے امیر سے کہا یہ شاد ہی جلاد حاضر ہیں۔ تم کسی کو
کیوں نہ بھیجتے فرمایا کہ آپ مختار ہیں، تو ایک جلاد روانہ کیا عمر جلاد خانہ میں تھا تو دیکھا کہ ایک جلاد شیر کی کھال گلے میں ڈالے
ہوئے اور پوست بز کوہی کی کلاہ سر پر رکھے ہوئے نکلا اور لندھور کی طرف چلا عمر نے معلوم کیا کہ یہ لندھور کو قتل کرنے
جا رہا ہے تو وہ خدا سے دعا مانگنے لگا لندھور اس وقت سر جھکائے بیٹھا ہوا تھا اور جلاد بھی نزدیک پہنچ گیا تو یکدم آواز آئی
دیکھا تو ملکہ زر انگیز کی سواری آتی ہے جو ایک محافہ جواہر نگار پر خود اور دوسرے پر محافہ مہر نگار سوار ہیں۔ یہ صبح سے باغ میں
گئی تھی اور اب واپس آئی محافہ میں سے جونہی زر انگیز کی نگاہ پڑھی تو پوچھا کہ یہ لندھور کا کیا معاملہ ہے انہوں نے کہا کہ
یہ لندھور ہے بادشاہ نے اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا ہے کہا اس کو چھڑا لاؤ جب وہ اس کو لینے گئے تو جلاد نے
مزاحمت کی ملکہ نے کہا کہ اس کے ناک کان کاٹ کر باہر نکالدو۔ غرض لندھور کو خدمتگار لے گئے ملکہ کے محل تک پہنچنے
اور حکم کی تکمیل کر کے خواجہ سرائل نے جا کر یہ خبر دی کہ لندھور حاضر ہے کہ ہمارے یہاں سے خلعت دے کر رخصت کر دو
تاکہ وہ اپنے لشکر میں جائے اور اس وقت لندھور سوار ہو کر اسلام میں اور اپنی قیام گاہ میں بیٹھا یہ خبر بادشاہ کو ہوئی
فرمایا کہ ملکہ نے بے مصلحت یہ حرکت نہ کی ہو گی ہم جا کر دریافت کریں گے جب بادشاہ دیوان برخاست کر کے سوار ہوئے
شبستان حرم کی طرف گئے (باقی داستان شب فردا)

ستائیسویں داستان

دو قسب قصہ یہاں تک پہنچا تھا۔ کہ بادشاہ ملکہ زر انگیز بانو کے پاس گئے کہا تم جو لندھور کو نے آئیں اس کا کیا
سبب ہے کہا وہ ہندوستان کا بادشاہ ہے۔ بادشاہ بادشاہوں کو اس طرح نہیں مارا کرتے ہیں بلکہ بدنامی کا موجب
ہے دوسرے یہ کہ نہیں اس کے مارنے سے کیا حاصل ہو گا۔ اگر مسلمانوں کو ایسا ہی قتل کرنا مقصود
ہے تو حمزہ پہلے کو مارو نہ۔ تو اس کو مارنے سے فنا ہو گا۔ کیونکہ حمزہ اس کا خون ضرور لیتا۔ میں نے

یہ سمجھ کر رہا کر دیا تو نوشیرواں نے کہا کہ یہ آپ نے خوب کیا لیکن حمزہ کو کس طرح دفع کروں کوئی ایسی تدبیر نہیں کہ وہ دفع ہو اور درد سر جاتا رہے رنز انگیز بانو یہ بات سن کر تامل میں گئی کہ کیا جواب دوں اتفاقاً اس وقت بختک کی ماں منقر غار وہاں موجود تھی بادشاہ سے کہا اگر آپ کی مرضی اس میں ہو تو لونڈی۔ اس کا سہل علاج کرتی ہے۔ فرمایا کیا کرے گی عرض کی کہ جا کر خاطر جمع رکھیں کہ اتنی مدت کے بعد تمہاری شادی ہوگی تم تیاری کرو وہ اس خوشی میں رہے اور میں بھی مہر نگار سے یہی کہہ اس کو نہہ خانہ میں چھپا کر بٹھلاتی ہوں اور اوپر سے یہ افواہ اڑاتی ہوں کہ مہر نگار کمال بیمار ہے اور پانچ سات روز کے بعد یہ مشہور کردوں گی کہ مہر نگار مر گئی بس یہ خبر سارے شہر میں مشہور ہوگئی اور حمزہ یہ سن اپنے آپ کو مار ڈالے گا بادشاہ یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور کہا کہ واقعی اس سے بہتر کوئی اور صورت اس کو دفع کرنے کی نہیں پھر بادشاہ باہر تشریف لائے دوسرے روز دربار کے وقت امیر بھی حضور میں حاضر ہوئے بادشاہ نے امیر سے فرمایا کہ شادی کا اسباب تیار کرو اگلے ہفتہ تمہاری شادی ہوگی امیر رخصت ہو کر اپنے لشکر میں گئے سب چھوٹے بڑے نے مبارکباد دی۔ امیر جشن میں بیٹھے اب حال مقر غار کا سنیئے کہ مہر نگار کے پاس گئی اور کہا ملکہ مبارک ہو کہ تمہاری شادی کی لگن لگی گئی ہے۔ اب چل کر گئی۔ روز کے لیے سب سے کنارہ ہو بیٹھو کہ آپ کی رسم یہی ہے۔ مہر نگار کو لے جا کر گئی معشوقان آہ ورواں کے ساتھ ایک جگہ بٹھایا اور صحبت نشاط مہیا کی اور کہہ دیا کہ اتنے روز یہاں سے باہر نہ نکلنا۔ ملکہ کو وہاں بٹھا کر آپ کاروبار میں مشغول ہوگئیں دوسرے روز افواہ اڑی کہ مہر نگار کی طبیعت کچھ بیمار ہوگئی ہے۔ اس خبر سے امیر کو بہت تشویش ہوئی ایک مرتبہ پانچ روز کے بعد شبستان سے آواز ماتم اور رونے کی بلند ہوئی سارے شہر میں اس آواز سے ایک غل پڑھ گیا اور مہر نگار کے مرنے کی دھوم پڑھ گئی امیر نے عیاروں کو خبر کے لیے بھیجا انہوں نے واپس جا کر یہ خبر دی کہ ملکہ مہر نگار کے مرنے کا شور و غل ہے امیر نے یہ سنتے ہی ایک آہ ماری اور زندگی تلخ معلوم ہونے لگی پیشتر اس بیماری کا حال سن ہی چکے تھے۔ تو اس پر یقین ہو گیا۔ کہ وہ ضرور مر گئی ہوگی اپنے جی میں کہا کہ اب اس زندگی سے مرنا بہتر ہے ارادہ کر کے کہ خنجر نکال کر اپنے پیٹ میں ماریں مہر نگار کے مرنے کا حال سن کر سب سردار مع خسرو ہندوستان و بہرام گرد خاقان بارگاہ سلیمانی میں حاضر ہوئے تھے ہتھیار سب چھپا ڈالے امیر نے تلاش کیا۔ مگر کوئی نہ ملا۔ بے اختیار اپنے آپ کو خاک پر گرایا۔ اور گریبان چاک کیا تمام امرا سمجھاتے لگے کہ اب رضا بہ قضا صبر کر کے بیٹھئے کہ مقدور سے کچھ چارہ نہیں۔ فرمایا یہ سچ ہے۔ پر مذہب عشق میں یہ کب مناسب ہے۔ کہ وہ مر جائے اور میں

بیٹھا رہوں عمر نے جب امیر کی یہ حالت دیکھی ازبسکہ یہ بھی حالتِ گریہ میں تھا۔ امیر سے کہا اے نامدار خدا کے واسطے اتنا صبر کریں میں اب وہاں جا کر حال کو دریافت کر آؤں شاید کہ دشمنوں نے مل کر مکر کیا ہو بارے بہ ہزار منت امیر کو راضی کر کے چلا اور مدائن میں جا کر جب شبستان کے دروازے پر پہنچا لوگوں سے دریافت کیا خواجہ سراؤں نے زرانگیز بانو کو خبر دی کہ عمر حمزہ کے پاس سے خبر لینے آیا ہے سفر غار نے چپکے سے زرانگیز بانو کے کان میں کہا اس کا بلانا ضروری ہے کہ اندر آ کر یہاں کے ماتم کا حال دیکھ لے اور حمزہ کو جا کر خبر کر دے وہ اگر اس سے سنے گا تو اپنے آپ کو ضرور ہلاک کرے گا اس مشورہ سے عمر کو اندر بلا لیا جب وہ اندر گیا تو دیکھا کہ تمام ساسانی اور دیگر سرداروں کی عورتیں سیاہ پوش حرم میں جمع ہیں اور اس طرح سے ماتم کر رہی ہیں کہ ان کو جو دیکھے کیسا ہی سنگ دل کیوں نہ ہو۔ اس کا دل بھی کباب ہو جائے عمر اس حال کو دیکھ کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ اور خوب رویا مہرونگار کے غم والم کے سبب ان سب میں سے کسی کو حرم میں روشنی کا بالکل ہوش نہ تھا۔ تمام محل میں اندھیرا تھا۔ اور اس اندھیرے میں ماتم ہو رہا تھا اور جہاں زرانگیز بانو بیٹھی تھی عمر اس کے سامنے بیٹھا ہوا تھا یعنے دور بیٹھا تھا۔ دیکھا کہ وہ بھی رومال منہ پر رکھے ہوئے ہے۔ عمر روتا تھا اور دور سے دیکھتا تھا کہ ایک طرف سے سفر غار آئی اور زرانگیز بانو کے کان میں کچھ کہہ کر چلی گئی۔ عمر نے عقل سے کہا کہ جو اسرار ہے اسی مکارہ کے پاؤں کے نیچے ہے۔ اس کا حال دریافت کرنا چاہیئے۔ کہ یہ اس تاریکی میں کہاں جاتی ہے عمر نے اپنے آپ کو ایک بڑھیا کی صورت بنا کر اور عصا ہاتھ میں لے کر اس کے پیچھے چلا سفر غار شبستان سے ایک طرف روانہ ہوئی۔ اور دیوار کے پاس ایک باغیچہ میں گئی کہ عمر بھی اس کے پاس جا پہنچا۔ اور بار یک آواز سے کہا اے خاتون ذرا آہستہ چلو میں حیران ہوں کہ کون آیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی اس کے حال سے مطلع ہو جائے پھر کر وہ دیکھنے لگی عمر نے اس کے گلے میں کمند ڈال کر گرایا۔ جب یہ گری تو کمند کے پھندے سے مار ڈالا۔ اور درختوں کے سوکھے پتوں میں چھپا دیا اور اس کی صورت بن کر جدھر وہ جا رہی تھی اسی کی طرف روانہ ہوا پر وہ حیران تھا کہ میں کہاں جاؤں تھوڑی دور چلا تو سامنے سے مہرنگار کی ایک خورد سال کنیز شمع ہاتھ میں لے کر آئی اور اس کو دیکھ کر کہا اے بی بی سفر غار اتنی دیر کیوں ہوئی ملکہ میں نے کئی بار یاد فرمایا چنانچہ اب مجھے بھیجا ہے۔ تمہارے بلانے کو چلی تھی۔ جواب دیا کہ زرانگیز بانو کے پاس بیٹھی تھی۔ اس لیے دیر ہوئی یہ کہہ کر اس کے ہمراہ تہ خانہ میں گیا مہرنگار حسد نگار مثل گل شگفتہ بکہ

مسند پر لباسِ عروسانہ پہنے ہوئے بیٹھی تھی۔ اور جام صراحی روبرو رکھے ہوئے کمال خوشی میں ہے اور
گھر کی ہرگز خبر نہیں۔ عمر نے اس کو سلامت دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔ اور ملکہ کی دعا و ثنا کہنی شروع کی۔ ملکہ نے اسکو
دیکھ کر فرمایا۔ تو میرے پاس کیوں نہیں آتی۔ عرض کی۔ اے ملکہ وفا میرا بیٹا آپ سے عداوت رکھتا ہے اور میں بھی اسکی
جان کی دشمن ہوں میں آپ کے نزدیک گستاخ نہیں اور نہ ہی آپ مجھ کو دشمن سمجھیں میں مسلمان ہوں لیکن میں اپنے آپ کو
ظاہر نہیں کر سکتی ملکہ یہ سن کر نہایت خوش ہوئی اور ایک بڑا قیمتی ہار اپنے گلے سے اتار کر اسکے گلے میں پہنا دیا اور کہا اے
سفر غارا سے عروسی میں کیا دیر ہے اس وقت عمر نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور کہا کہ عروسی اور کیسی داماد تمہارے مرنے کی
افواہ اڑی ہے۔ اگر میں جلدی خبر لے کر نہ جاؤنگا تو امیر اپنے آپ کو ہلاک کر لیگا میں بہت خوش ہوئی اس نے کہا تو کس
طرح یہاں تک آیا ہے عرض کی سفر غارہ کو مار کر اور اس کی صورت بن کر آیا ہوں مہر نگار نے اس کو پانچ ہزار تمن زر سرخ
انعام میں دیئے۔ اور کہا کہ امیر کو جلد خبر کر اس نے کہا کہ وہ میرے کہنے پر یقین نہیں کرے گا لہذا آپ دستاویز لکھ دیں مہر نگار
نے ایک محبت بھرا رقعہ رکھ کر عمر کو دیا عمر وہاں سے باہر آکر اور اپنی اصلی شکل میں ہو کر امیر کی طرف روانہ ہوا (باقی داستان
شب فردا)

اٹھائیسویں داستان

دی شب کو قصہ یہاں تک عرض کیا تھا کہ عمر نے یہ خبر بارگاہِ دانیالی میں جا کر سنائی یہ رقعہ پڑھ کر امیر نے عمر کو
اپنے گلے سے لگا لیا اور دس ہزار تمن بخشے اس نے کہا کہ اب جو میں کہوں اس کو قبول کریں کہ آپ مع جمیع سرداروں
کے ساتھ چلیں سیاہ پوش ہو کر کہ میں آپ کے جنازہ نہ آئیگا جب جنازہ آئے آپ اس کے ہمراہ ہو جیئے دیکھئے میں
ان کو کیسا لکر اور کس طرح کھولتا ہوں کہ ان کو سراسر شرمندگی رہے امیر اپنے یاروں کے ساتھ سیاہ پوش ہو کر خسرو
بہرام و سلطان بخت مغربی و مقبل کو ہمراہ لیکر بارگاہِ خسرو کی طرف ہوئے۔ جا کر دیکھا کہ تمام ساسانی و لہراسی و مزدگی اور کیومرثی
بمعہ بادشاہ سیاہ پوش ہو کر ماتم کر رہے ہیں امیر بھی ان میں جا بیٹھا اور عزاداری میں مشغول ہوئے جب دوپہر کا وقت ہوا
تو امیر نے بادشاہ سے کہا کہ اب جنازہ نکلوانا چاہیئے۔ بادشاہ نے کہا کہ مہر نگار کا جنازہ یہاں رکھیں۔ مغرب کی
نماز کے بعد جنازہ میں رکھ کر روانہ کریں۔ گے غرض تمام روز بادشاہ خاک پر بیٹھے رہے اور رہتنے برہمن و کشیش اور زناردار
اپنی اپنی پوتھی کی رو سے خدا کا نام جپتے رہے سنگ بجاتے اور چرخ مارتے رہے شام ہوئی تو محل میں جنازہ کی تیاری

ہونے لگی سفر غار کو تلاش کیا مگر وہ نظر نہ آئی۔ زر انگیز بانو نے اس کے ڈھونڈنے کا حکم دیا غرضیکہ سوکھے پتوں کے نیچے سے انکو ملکہ زر انگیز کے سامنے رکھ دیا مردہ لاش کو اور اس کو مہر نگار کے جنازہ میں رکھ کر باہر نکالا اور بختک کو یہ خبر ہو گئی کہ تیری ماں یکایک مر گئی اور وہ سیاہ پوش ہو کر جنازہ کے ساتھ آگے آگے ماتم کرتا چلا جب جنازہ بارگاہ میں آیا کہ اس کی قوم کے سب لوگ جمع ہوئے اس کے گرد اپنے پرانے دوست خدا سے مہر نگار کے لیے آمرزش مانگنے لگے عمر یہ ان کی وضع دیکھکر خود چمڑے کا قبا پہن کر مشلی منکے تیار ہوا۔ طرح طرح کی حرکتیں کرنے لگا جابجا مشعلیں باندھیں صدائے ناقوس کے آگے ان کے ساتھ ذکر لات و منات کرنے لگا اور ان برہمنوں میں خرچ کھانے اور انکے طریق کے مطابق ہر ایک سے بغلگیر ہونے لگا۔ لیکن بغلگیر ہوتے وقت ہر ایک آتشبازی اور چھچھوندر جلا کر اس کے گریبان میں چھوڑ دیتا غرض کہ جب یہ ایسے کرتا ہوا بختک کے پاس آ کر اس سے بغلگیر ہوا تو اس کے گریبان میں آتشبازی چھوڑی اور اس قدر پکڑے رہا کہ اس کا سینہ جل گیا اور ایک آہ ماری کہ اے عمر چھوڑ دے میرا سینہ جلتا ہے عمر نے کہا کیوں نہ جلے تیری ماں جو مر گئی البتہ جلتا ہو گا میرا جی جلتا ہے۔ غرض آگ بختک کے سینہ سے پشت تک پہنچ گئی کہا اے عمر اب میری پشت بھی جلتی ہے غرض اس وقت عجیب ہنگامہ برپا تھا۔ برہمنوں نے اپنی کتابوں سے بد آوازی سے پڑھتے ہوئے چلے اور امیر ان کی وضع پر پنہاں تبسم کرتے ہوئے جاتے تھے کہ بختک کے سینہ سے اچانک آگ کا شعلہ بھڑکا۔ تو بختک نے عمر سے اپنے آپ کو چھڑایا اور بھاگ کر ایک حوض کے پانی میں جا گرا ان برہمنوں نے بھی اپنی جان کو پانی میں گر کر بجھایا غرض ایسا غرقہ پڑا کہ ہر ایک ہر طرف بھاگنے لگا راوی لکھتا ہے کہ بادشاہ اس وقت رومال میں ایک پیاز رکھے ہوئے تھا جب یہ رومال آنکھ پر رکھتا تو پیاز کی تیزی سے آنکھ سے پانی نکلتا اور لوگ جانتے کہ بادشاہ رو رہا ہے بادشاہ کو روتا دیکھ کر سردار بھی روتے تھے اس وقت عمر کی یہ حرکتیں دیکھ کر بادشاہ ہنسا اور سردار بھی ہنسے اتفاق سے پیاز گر گیا بادشاہ اس وقت بہت شرمندہ ہوا عمر نے اس وقت بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا کہ حیف ہے کہ تجھ سا بادشاہ مکاروں کا کہنا مانکر ایسی حرکتیں کرے بادشاہ نے ہنس کر کہا کہ جس نے یہ قصور کیا تھا وہ اپنی سزا کو پہنچ گئی میرا کچھ قصور نہیں یہ کہہ کر امیر کو چھاتی سے لگا لیا۔ اور اس کا عذر یہ کیا امیر نے عرض کی کہ بندہ اپنے آپ کو حضور میں ایک ادنٰے ملازم جانتا ہے۔ اور آپ خاوند ہیں لیکن عدالت کا کام فریاد دینا بادشاہ کے لیے نہایت ضروری ہے۔ بادشاہ نے امیر کو مع خسرو و بہرام خلعت عطا فرمائی۔ بعد اس کے امیر سوار ہو کر تل شادکام کی طرف روانہ ہوئے۔ اور بادشاہ سوار ہو کر شبستان حرم میں گیا اور مہر نگار کو بلا کر اپنے سینہ سے لگایا۔ جتنی حرکتیں عمر کی تھیں۔ وہ سب بیان کیں یہ سن کر زر انگیز بانو بے اختیار ہنسیں اور وہاں بختک جا کر اپنا علاج و

معالجہ میں لگ گیا تب اس بات کو تین دن گذرے تو صاحب قرآن نے عمر کو بادشاہ کی خدمت میں
بہ غرض کہنے کے بھیجا کہ جو ہونا تھا سو ہو چکا۔ اب ان مکاروں کی بات پر عمل نہ کیجیے گا کہ یہ لوگ بدخواہ
سرکار ہیں اور اپنے فائدے کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتے۔ اب فرمائیے کہ عروسی کب ہو گی عمر وہاں
سے بادشاہ کے پاس آیا اور امیر کا پیغام سنایا فرمایا بہت بہتر ہے چالیس دن کے بعد شادی
تمہاری ہو گی۔ کیونکہ بہت سی چیزیں۔ ہنوز چیزیں تیار نہیں ہیں عمر نے جواب دیا کہ آپ
ہفت کشور کے بادشاہ ہیں جو چاہیں۔ آپ ایک ساعت میں مہیا ہو سکتا ہے۔ بزرجمہر نے
مہلت تیس دن کی ٹھہرائی۔ اور شادی کی مقرر ہوئی۔ اور عروسی کی تیاری ہونے لگی عمر نے بادشاہ
سے اقرار نوشتہ لیا کہ پھر کوئی حرکت درمیان میں نہ آئے اور حضور سے رخصت ہو کر امیر کے پاس آیا
اور وہ نوشتہ صاحبقران کو دیا امیر نہایت خوش ہوئے۔ لیکن اب بختک کا حال سنیئے کہ جب بادشاہ کے
اقرار کو پانچ دن گذرے۔ تو اس نے شادی کا حال سنا کہ بادشاہ نے تیس دن کے بعد شادی
کا اقرار کیا ہے۔ بے تاب ہوا اور باوجود اس کے کہ عین آگ سے وہ جلا تھا۔ اس کے زخم بھی اچھے
نہ ہوئے تھے۔ کہ سوار ہو کر بادشاہ کی خلوت میں گیا۔ اور بعد مجرائے کے کہا۔ آپ نے مہرنگار کی شادی
کا اقرار کیا ہے۔ اگر یہی منظور ہے تو یہ مکر اور حیلہ کیوں کیا۔ روز اول سے اس کے حوالے کر دیا ہوتا اب
واقعہ یہاں تک پہنچا کہ تمام ملکوں میں یہ بات مشہور ہو گئی۔ کہ بادشاہ کا ارادہ حمزہ کو داماد بنانے
کا نہیں ہے پس انسان کو لازم ہے۔ اپنے مذہب کا بھی کچھ پاس رکھے۔ وہ مسلمان اور تم
آتش پرست۔ اگر اس سے نسبت کرو گے۔ تو سلاطین عالم کیا کہیں گے۔ غرض اسی طرح کی باتیں
کیں کہ نوشیرواں نے کہا کہ میں ناچار ہوں کیا علاج کروں۔ بختک نے کہا آپ خاطر رکھیں۔ میں
نے اس کی تدبیر سوچ لی ہے فرمایا کیا؟ عرض کی کہ آج کے تیسرے دن جب بارگاہ میں سب
خورد و کلاں حاضر ہوں اور حمزہ بھی ہو۔ تو اس روز آپ صحبت نشاط کریں اس وقت میں
دو تین آدمی گوشش و بینی بریدہ سکھلا کر بھیجوں گا۔ کہ وہ زنجیر عدالت کو ہلائیں گے۔ اور فریاد
کریں گے۔ کہ ہم نوشیرواں کے نوکر ہیں۔ اور حضور کی طرف سے ہفت ملک میں تھے
اور وہاں کا خراج ہر سال مدائن میں بھیجتے تھے۔ اب وہاں سے خبر پہنچی ہے۔ کہ
بادشاہ نے مسلمانوں کو اپنا داماد بنایا ہے۔ پس یہ خبر وہاں کے بادشاہوں

کو بہت بری معلوم ہوئی اس لیے انہوں نے ہم کو یہ صورت کر کے نکال دیا ہے کہ اس طرح تم نوشیرواں کے پاس
جاؤ اب ہم خراج نہیں دیں گے اگر بادشاہ کو نعلبندی یعنی منظور ہے تو اپنے داماد کو بھیج دے کہ ہم سے خراج لے پس
حمزہ صاحب غیرت ہے وہ خود جائے گا نوشیروان نے اس مشورہ کو پسند کیا اور جب دو دن گذرے تو بادشاہ نے امیر
کو واسطے بزم جشن طلب کیا اور سب سردار اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے اور مجلس میں طعام و شراب حاضر کیا گیا بختک نے قیدیوں
میں سے کئی آدمیوں کو روپے دے کر سکھلایا اور ان کی ناک اور کان کاٹ کر عدالت میں بھیجا انہوں نے جا کر
عدالت کی زنجیر ہلائی جب آواز بلند ہوئی تو بادشاہ نے فرمایا دریافت کرو کہ کون ہے۔ تب چوبداروں نے ان
کو حضور میں پیش کیا یہ پانچ آدمی ناک اور کان کٹے تھے انہوں نے فریاد کی اور جو مضمون بختک نے سکھلایا تھا وہ
بیان کیا ان کی یہ بات سن کر امیر کو بہت برا معلوم ہوا۔ اور فرمایا کہ اگر ہفت ملک میں جا کر ان بزور خراج نہ لیا تو بادشاہ
کا داماد نہ کہلایا از بسکہ بادشاہ نے فرمایا اے ابوالعلی انہوں نے اپنے واسطے برا کیا کہ یہ حرکت کی تم اپنے کام میں رہو
اور اگر یہی منظور ہے تو شادی کر کے چلے جانا امیر نے قبول نہ کیا اور کہا میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ جب تک وہاں
کا خراج نہ لاؤں گا شادی نہ کروں گا۔ اسی وقت پہلوان عادی کو امیر نے کوچ کا حکم دے دیا بادشاہ
نے امیر سے فرمایا کہ اگر یہی مرضی ہے تو اپنے سرداروں سے کسی کو ہمارے پاس چھوڑ جاؤ کہ تمہارے
آنے تک مہر نگار کا نگہبان رہے۔ امیر اس بات سے نہایت خوش ہوئے اور بادشاہ کو دعا دے کر فرمایا
بندہ بھی یہی چاہتا ہے۔ کہ بہرام حضور میں رہے بادشاہ نے امیر کو خلعت دیا اور سات نامے شاہان
ہفت کشور کے نام اس مضمون کے لکھائے کہ میں نے اپنے داماد کو واسطے خراج کے بھیجا ہے جو کوئی بہ خوشی نہ دے
گا اس سے بزور شمشیر لے گا۔ اور سوائے اس کے بادشاہ نے ایک سردار قانون دیو بند کو کہ جس کی چوکی داری
میں امیر زخمی ہوئے تھے۔ بارہ ہزار سوار ہمراہ کر کے امیر کے ساتھ کر دیا کہ وہ راہ میں امیر کی معاونت کرے امیر نے
عرض کی کہ اس کے عوض کسی اور کو بند کر کے ہمراہ کیجئے کیونکہ یہ تمام ساسانیوں میں بزرگ ہے اور نیز آپ سے رشتہ رکھتا
ہے اور میری اس سے اور اس کی مجھ سے کئی مرتبہ تکرار اور بے مزگی ہوئی ہے پس اگر راہ میں کوئی حرکت ویسی
کرے تو اس کا کیا علاج کروں۔ بادشاہ نے قارن سے کہا اس کا علاج بتاؤ۔ اس نے کہا کہ میں لکھ دیتا ہوں کہ اگر ایک
بھی حرکت بیجا مجھ سے سرزد ہو تو لائق سزا ہوں امیر نے نوشتہ لے کر فرمایا تو نے ہم کو ایک خط لکھا ہے میں تم
کو دو خطائیں معاف کر دوں گا۔ لیکن تیسری خطا میں البتہ سزا دوں گا بادشاہ نے قارون کو خلعت عنایت فرمایا
اور رخصت کیا۔ امیر وہاں سے تلشاد کام پر لشکر اسلام میں گئے۔ اور طبل کوچ بجوایا لیکن

عمر نے امیر سے کہا کہ تم مہر نگار پر نہیں ہو بلکہ لڑائی پر عاشق ہو پس تم ملک ہفت کو جاؤ اور میں مکہ کو جاتا ہوں تمہاری فتح کے لیے خدا سے دعا مانگوں گا امیر نے فرمایا بہت اچھا آپ نے خط لکھ کر مع بہت سے تحائف کے عمر کو دیا اور عمر یہ سب کچھ لے کر مکہ کو روانہ ہوا یہاں امیر کے جانے کے بعد بادشاہ نے سات خط اور لکھوا کر قارون کو دیئے جن میں یہ لکھا تھا کہ میں نے حمزہ کو وہاں بھیجا ہے جس طرح قابو ملے حمزہ کو مار ڈالنا اور سات مثقال زہر قاتل بھی قارون کو دیا کہ جہاں موقع ملے حمزہ کو پلا دینا کہ مر جائے جب اس طرح کا سامان کر لیا تو وہ بادشاہ سے رخصت ہو کر امیر کے پاس آیا اور ان کے ہمراہ مدائن سے ہفت ملک کی طرف کوچ کر کے روانہ ہوئے اور سات دن پے در پے منزل بہ منزل چلے گئے آٹھویں منزل میں دوپہر کے وقت قارون نے اپنے گھوڑوں کو کھڑا کیا اور صحرا کی طرف دیکھنے لگا۔ امیر نے فرمایا اے برادر کیا دیکھتا ہے عرض کیا میں دیکھتا ہوں کہ یہاں رستے ہفت ملک کو جاتے ہیں آپ جس راہ سے فرمادیں اس راہ سے لشکر چلے ایک راہ تو بیس روز کی ہے اور دوسری تین روز کی جو ہفت ملک پہلے شہر کے پاس جا پہنچی ہے امیر نے فرمایا کہ ایسی نزدیک راہ چھوڑ کر دور کی راہ جانا کیا ضرورت ہے قارون نے کہا کہ اس تین منزل میں کہیں پانی ایک قطرہ تک نہیں ملتا لشکر کو حکم دیا۔ کہ تین روز کے لیے پانی اپنے ساتھ اٹھا لیں ایک روز امیر نے وہاں مقام کیا اور فوج کو پانی اٹھانے کا حکم دیا دوسرے دن صبح کو کوچ کر کے اور جس راہ سے قارون نے کہا تھا۔ اسی راہ سے روانہ ہوئے تین روز تو آرام چلے گئے مگر چوتھے روز لوگوں کے پاس سے پانی ختم ہو چکا اور صحرائے لب آب سامنے نظر آیا دوپہر تک تو لوگوں نے پانی کا انتظار کیا جب دوپہر ڈھلنے لگی تو ساری سپاہ مارے پیاس کے اس ریگستان میں تڑپنے لگی۔ اور خورد و بزرگ کی حالت عجیب طرح کی ہوئی امیر ان سب کی یہ حالت دیکھ کر آپ گھوڑے سے اتر کر زمین پر بیٹھے اور قارون سے فرمایا کہ تو کہتا تھا کہ تین روز کے بعد پانی ملے گا آج چوتھا دن ہے تیرے کہنے کے برخلاف ظہور میں آیا عرض کیا کہ میں بارہ برس کے بعد اس راہ میں آیا ہوں جہاں جہاں پانی تھا۔ وہاں ریت کے ڈھیر ہو گئے ہیں اس سبب سے پانی نہیں ملتا اگر فرمائیں تو بندہ تلاش کرے فرمایا اچھا یہ گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر میں آیا اور اس نے اپنے لشکر میں پانچ دن کا پانی اٹھایا ہوا تھا۔ اور سب آسودہ تھے اس نے اپنی سپاہ سے کہا کہ گھوڑوں پر سوار ہو کر تیار رہو۔ میں جا کر حمزہ کو زہر دیتا ہوں جب دیکھو کہ حمزہ نے میرے ہاتھ سے جام پی لیا تم نے سب کو مار ڈالنا ان سے یہ کہہ کر امیر کے پاس گیا اور کہا غلام نے تمام صحرا ڈھونڈا۔ کہیں پانی نہیں۔ ملا اگر بے ادبی نہ ہو تو بندہ کی چھاگل میں شاید ایک جام پانی کا ہے۔ وہ حاضر کردوں فرمایا کہ اس وقت حالت بُری

ہے اس نے پہلے سے ہی اس پانی میں زہر ملا رکھا تھا جام بھر کر امیر کے روبرو لے گیا امیر نے وہ جام اس کے ہاتھ سے لیا اور پینے کا ارادہ کیا تو جی میں خیال گذرا کہ یہ مروت سے بعید ہے کہ میں اس جام کو پیوں اور سارے رفیق پیاسے رہیں تب وہ جام لندھور کو دیا اور کہا کہ میں مرد صحرانشین ہوں اس پیاس کو برداشت کر سکوں گا۔ اور تم کو ایسا اتفاق کم ہوا ہے پس اسے تم پیو خسرو اس وقت امیر کی یہ مروت دیکھ کر حیران رہ گیا اور آپ نہ پیا پہلوان عادی کو دیکھ کر اس کے حوالے کیا کہ تم پیو عادی نے کہا اس سے میری پیاس ہرگز نہیں بجھے گی۔ جب یہ نہیں تو پینا عبث ہے غرض وہ جام سلطان بخت مغربی کو دیا غرض اسی طرح سے وہ جام دست بدست پھر آخر مقبل وفادار کے ہاتھ آیا اس نے جی میں افسوس کیا اور کہا کہ یہ ناواجب ہے جو پانی پیئے اور خداوند پیاسا ہے لوگ کیا کہینگے وہ اس جام کو پھر امیر کے روبرو لایا اور امیر نے اسے لب پر لگایا۔

انتیسویں داستان

اب عمر کا حال عرض کرتا ہوں کہ امیر کا خط اور سوغات کہ میں پہنچا کر وہاں سے لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوئے راہ میں دیکھا کہ بزرگ پیر مرد آگے چلا آتا ہے۔ عمر نے ہزار طرح اپنا قدم تیز کیا مگر اس کے پاس نہ پہنچ سکا۔ تب تو پکار پکار کر قسمیں دیں کہ اے بزرگ ہے قسم ہے تجھے اپنے مذہب کی ذرا کھڑا ہو وہ سوگند سن کر کھڑا ہوا۔ جب نزدیک جا کر دیکھا تو حضرت خضر علیہ السلام ہیں قدمبوس ہوا اور شکر یہ اظہار کرنے لگا حضرت خضر نے فرمایا کہ اس وقت قارون دیوبند نے زہر دیا ہے اور امیر ابھی لب کے پاس لے گئے ہیں اور پیا چاہتے ہیں یہ وقت دیر کرنے کا نہیں تو جلد جا اور جام امیر کے ہاتھ سے پھینک دیا لیکن یہیں سے کہتا جا کہ نہ پینا ہوا میری آواز کو فوراً پہنچالے گی عمر بے حواس ہوا اور یہی کہتا ہوا دوڑا۔ پر اب وہاں کا حال ملاحظہ فرمائیے کہ امیر نے چاہا کہ اس جام زہر آمیز کو پیوں کہ صحرا کی طرف سے آواز پیدا ہوئی۔ نہ پینا۔ امیر نے ہاتھ کو روک لیا اور میدان کی طرف دیکھنے لگا۔ اور اس آواز کو سن کو سب چھوٹے بڑے حیران ہوئے قارون نے عرض کی یہ صحرا عجائب غرائب ہے یہاں بہت سے غول بیابانی رہتے ہیں۔ کسی کی آواز آئی ہو گی آپ اس کا خیال نہ کریں امیر نے چاہا کہ پھر پیئے دوبارہ پھر وہی آواز آئی۔ امیر نے پھر ہاتھ کو روک لیا۔ اور صحرا کی طرف دیکھا کہ ایک باریک سی گرد پیدا ہوئی ہے اور دامان کر و مقراض باد سے تا بہ گریبان جونہی دیکھا کہ عمر چلا آتا ہے اور یونہی کہتا آتا ہے

ہے کہ مت پینا امیر اس کی طرف دیکھ کر متعجب ہوئے اس نے پاس آکر امیر کے ہاتھ سے وہ جام لے کر پھینک دیا۔ اس کا پانی جہاں پڑا زمین پھٹ گئی اور ایک قطرہ امیر کے موزہ پر گرا تھا۔ کہ موزہ کے چمڑہ کو توڑ کر پشت پر آیا اور پشت پر سے گذر کر تلوے کی راہ سے نکل گیا تب سب نے جان لیا کہ زہر تھا قارون یہ دیکھ کر اپنے لشکر میں بھاگ گیا اور بارہ ہزار سوار لے کر امیر پر آگرا یہ حالت دیکھ کر خسرو ہندوستان فوج ہند کو لیکر اور گرز گراں ہاتھ میں پکڑ کر قارون کی فوج میں مارنے لگا قارون نے ایک نیزہ لندھور کو مارا خسرو نے وہ نیزہ اس کے ہاتھ سے چھین کر اس کے پیٹ میں اس زور سے مارا کہ وہ گھوڑے سے گر کر بے ہوش ہوا اور بہت سے لوگ مارے گئے جو باقی تھے انہوں نے دیکھا کہ قارون گرا چاروں طرف سے دوڑے اور قارون کو درمیان میں لے کر ایک جنگل کی طرف بھاگے اور عمر اپنی فوج کو اپنے ساتھ لے کر اس چشمہ پر لایا جو اس کو خضر علیہ السلام نے بتلایا تھا لشکر وہاں اترا اور سب سیراب ہوئے اور لندھور نے عمر کو گلے سے لگا لیا اور نہایت خوش ہوئے۔ اور کچھ انعام دیا اور امیر نے لندھور سے فرمایا کہ تم نے خوب کام کیا کہ ملعونوں کو دفع کیا نہیں تو وہ سب کا کام تمام کر چکا تھا۔ لشکر نے کئی روز وہاں قیام کیا پھر امیر نے عمر سے فرمایا کہ کوئی بدرقہ بہم پہنچانا چاہیے۔ کہ اس سے ہفت ملک کی راہ معلوم ہو۔ عمر یہ حکم پا کر لشکر سے باہر نکلا اور بدرقہ کی تلاش میں گیا اور ایک چھوٹا سا قصبہ نظر آیا جب اس کے اندر گیا تو وہاں کے لوگ اسے دیکھ کر بھاگنے لگے عمر حیران ہوا اور ایک شخص کو دوڑ کر پکڑا اور بھاگنے کا سبب پوچھا اس نے کہا کہ پرسوں ایک جماعت اسی راہ سے گذری تھی اس کے ہاتھ سے یہاں کے لوگوں نے کمال ایذا پائی کہ انہوں نے ایک ایک کو باندھا اور روپے لیے عمر نے معلوم کیا کہ وہ قارون تھا اس کا تمام حال عمر نے اس شخص سے بیان کیا اور کہا کہ ہم لوگ ایسے نہیں کہ ہم سے کسی کو ایذا پہنچے بلکہ کچھ فائدہ ہوتا ہے جا اور اپنے لوگوں کو سمجھا وہ گیا اور سب کو عمر کے پاس لے آیا عمر نے وہاں سب کو تسلی دی اور اپنے ساتھ لے کر امیر کے پاس آیا امیر نے سب پر مہربانی کی اور انعام دیا وہ لوگ بہت خوش ہوئے امیر نے ان کے سردار کو خلعت دیا اور اس سے پوچھا کہ یہ بیابان کہاں تک ہے اور ہفت ملک کا پہلا شہر یہاں سے کتنی دور ہے۔ اور اس کا کیا نام ہے اور یہاں سے ہم کون سی راہ جاتے ہیں اور کتنے دنوں میں پہنچیں گے اس نے عرض کیا کہ یہ بیابان اور بارہ کوس تک ہے اس کے بعد میٹھا پانی مل سکے گا اور وہاں سے بائیس منزل چل کر انطاکیہ ہے اور بام نام وہاں کا حاکم دس ہزار آدمی اپنے ساتھ سپاہ رکھتا ہے آپ جس طرح کو چ کریں بندہ کو ساتھ لے چلیں میں وہاں تک پہنچا دوں گا امیر نے اس سارے بیابان اور نواح کا اسے حاکم مقرر کیا اور پہلوان عادی سے فرمایا کہ پیش خیمہ روانہ کرو اس نے بارگاہ سب خیمے اونٹوں پر لدوا کر وہاں سے روانہ ہوا اور صبح

کو امیر بھی سوار ہوئے اور لشکر کا کوچ ہوا۔ اور ڈیڑھ پہر دن چڑھے خیمہ میں داخل ہوئے۔ اور اس آب شیریں کی طرف لوگ
پانی بھرنے چلے۔ ان لوگوں کے ساتھ کچھ کتے بھی تھے جو دوڑ کر ان سے پہلے پانی میں جا گھسے اور پانی پیتے ہی وہ
مر گئے۔ یہ لوگ ان کو دیکھ کر حیران ہوئے اور صاحب قران کو خبر پہنچائی۔ امیر سوار ہو کر اس پانی کے کنارے آئے
اور معلوم کیا کہ اس میں زہر پڑا ہے۔ پس لوگوں کو منع کیا کہ یہاں سے پانی کوئی نہ پئے تب نئے چشمے کھدوائے اور
ان میں سارے لشکر اور گھوڑوں وغیرہ نے پانی پیا۔ یہ حرکت قارون وغیرہ کی تھی کہ جہاں جہاں آب شیریں تھا اس میں
زہر ڈالا گیا کہ حمزہ کا لشکر اسی راہ سے گذرے گا جو پئے گا مر جائے گا۔ غرض صبح کو امیر نے کوچ کیا اور روانہ ہوئے تیسرے
روز زروالنطاکیہ کے قلعے کے پاس پہنچے اور دیکھا کہ یہ قلعہ ایک پہاڑ کے اوپر بنا ہوا ہے کہ کمند وہم بھی وہاں تک نہ پہنچے اس قلعہ
کی دوسری طرف دریا تھا لشکر اس کے کنارے آ اترا۔ اب قارون بے دین کا ملاحظہ فرمائیں کہ وہاں سے بھاگ کر رستے
کے سر پانی میں زہر ڈالتا ہوا قلعہ انطاکیہ میں آیا اور نوشیرواں کا خط ہام کو دیا اور کہا کہ حمزہ ہفت کشور کا خراج لیا
چاہتا تھا سو نوشیرواں کا حکم ہوا کہ اس کو فریب سے قابو میں لا کر مار ڈال۔ اب وہاں کی کیفیت سنیے کہ دس بارہ کوس کی
تفاوت سے تین قلعے ہیں اور تینوں قلعوں میں تین بھائی بادشاہ ہیں اور تینوں قلعوں کا نام انطاکیہ رکھا ہے اور پہلے
قلعہ کا نام ہام اور دوسرے کا نام سام رکھا اور تیسرے کا نام مہد زریں تھا لیکن قارون ان دونوں سے کہتا ہوا پہلے
قلعے کی طرف روانہ ہوا اور یہاں سے ہام نام اپنے بھائیوں کو لکھا کہ حمزہ آیا ہے اور میرے پاس صرف
دس ہزار سوار ہیں کس طرح مقابلہ کریں اور اگر یہ قلعہ اس نے لے لیا تو پھر تمہارے قلعوں کا لینا آسان ہے لازم
ہے کہ جلد پہنچو۔ وہ یہ سن کر فوج سمیت انطاکیہ میں آئے اور مشورہ کرنے لگے۔ ایک نے کہا کہ اس سے کوئی
بات بہتر نہیں کہ ہمارے پاس تیس ہزار سوار ہیں۔ باہر نکل کر مقابلہ کے لیے طبل جنگ بجوائیں اور لڑ کر اسے
مار دیں۔ دوسرے نے کہا عقل سے بعید ہے کیونکہ اس کے ساتھ کئی شاہ اور سردار ہیں چنانچہ لندھور بن سعدان
ان کی سپاہ کے روبرو ہونا ہی مشکل ہے۔ رات کو شبخون مار کر اس کا کام تمام کیجیے ہام سب سے بزرگ اور عقلمند
تھا اس نے کہا یہ سب نادانی ہے جو تم نے ٹھہرائی ہے میرے خیال میں سب سے بہتر ہے کہ یہاں تحائف اور
پیشکش لے جائیے اگر وہ عزت اور حرمت کے ساتھ پیش آیا تو کیا مضائقہ ہے اس کا خراج دیجیے اور اس سے
ملاقات کیجیے کیونکہ اکثر سردار اس کی رفاقت میں ہیں آپ بھی ضرور رہیے۔ اور اگر اس نے آپ کی توقیر نہ کی تو اپنے قلعہ
میں چلے آئیے میں دس ہزار سوار سے قلعہ داری کروں گا اور تم بیس ہزار سوار سے ہر رات شبخون مارنا یہاں تک کہ وہ ہلکان
ہو کر چلا جائے سب نے اس مشورت کو پسند کیا اور بہت سے تحائف لے کر امیر کے لشکر کی طرف روانہ

ہوئے ۔ باقی داستان شب فردا ۔

تیسویں داستان

اب امیر کا حال سنیئے ۔ کہ وہ لشکر میں بیٹھے ہوئے اس قلعہ کے لینے کی فکر کر رہے تھے ۔ کہ یکایک عادی نے آکر خبر دی کہ انطاکیہ کا بادشاہ مع اپنے بھائیوں کے ملازمت کو آتا ہے ۔ امیر نہایت خوش ہوئے ۔ اور کئی سرداران کے استقبال کے لیئے آگے بھاگئے ۔ انہوں نے آکر مجرا کیا ۔ اور جو تحائف بغرض ہدیہ لائے تھے ۔ نذر گذارنا ۔ امیر ان سب سے بغل گیر ہوئے اور ان پر نہایت سرفرازی فرمائی ۔ اور بیٹھنے کا حکم دیا ۔ امیر کا یہ سلوک دیکھ کر وہ بدرجہ اتم ممنون ہوئے ۔ امیر نے ان کے واسطے شربت طلب کیا ۔ اور محفل آراستہ کی ۔ تین روز تک ۔ انہیں جشن رکھا ۔ پھر خلعت معقول منگا کر انہیں اپنے ہاتھ سے پہنایا اور کہا افسوس ہے ۔ کہ تم ایسے بہادر ہو کر خدا کو نہیں پہچانتے امیر کی اس بات نے ان کی آئینہ دل سے زنگ کفر دور کیا ۔ اور کلمہ پڑھکر صدق دل سے مسلمان ہوئے ۔ اور امیر نے انہیں گلے سے لگایا ۔ اور کہا کہ اب تم میرے بھائی ہو اگر تمہارے خزانہ میں روپیہ کی کمی ہے تو بادشاہ کو میں اپنے پاس سے دونگا مجھ کو تمہارے ملک ومال سے کچھ کام نہیں فقط دوستی کا طالب ہوں ۔ اور یہ عزت جو میں نے پیدا کی ہے دوستوں ہی کے سبب سے ہے ۔ ان بادشاہوں نے نوشیروان کے خطوط جو قارن دے گیا تھا امیر کی خدمت میں گذارے انہیں مضمون یہ تھا کہ جس طرح پاؤ حمزہ کو مار ڈالو ۔ امیر اس خط کو دیکھ کر نہایت ہی آزردہ ہوئے پھر خیال کیا شاید یہ جعلی نہ ہو وہ خطوط مقبل کو دیئے اور کہا تم اپنے ساتھ کے لوگوں کو ساتھ لے کر کوچ کر کے جاؤ اور یہ خط نوشیرواں کو دو ۔ امیر کی یہ بات سنتے ہی ان تینوں بادشاہوں نے کہا کہ ہمارے تینوں ملکوں کا خراج بھی حاضر ہے اسی کے ہاتھ بھیجئے ۔ امیر نے ان کو پھر خلعت دیا ۔ اور پوچھا کہ یہاں سے آگے کون سا شہر آئیگا ۔ عرض کی یہاں سے پندرہ روز کی منزل کے بعد شہر علانیہ آئے گا ۔ اور وہاں کے حاکم کا نام انیس ہے امیر نے فرمایا کہ اب تم اپنے اپنے ملک میں رہو اور بادشاہت تمہاری تم ہی کو مبارک ہو ہم کل یہاں سے علانیہ کی طرف سے روانہ ہونگے ۔ انہوں نے کہا کہ ہم جب تک زندہ ہیں آپ کے قدم جدا نہ ہوں گے ان تینوں ملکوں کا خراج خزانے میں داخل کیا اور اپنے اپنے شہروں میں نائب چھوڑ کر امیر کے ساتھ ہوئے ۔ صبح کو امیر نے کوچ کیا اور علانیہ کی طرف چلے منزل درمنزل طے کرتے ہوئے نزدیک سے دو فرسنگ پر اترے اور قیام کیا قارن نے امیر کے آنے سے پہلے نوشیرواں

کا خط انیس کو دے کر حلب کی طرف چلا گیا انیس شاہ نہایت بدذات تھا جو لشکر لے کر باہر آیا اور طبل جنگ بجا کر میدان
میں کھڑا ہو کر امیر کو للکارا۔ امیر اس کی آواز سن کر مثل شعلہ آتش سامنے آئے وہ امیر کو دیکھتے ہی گھوڑے سے زمین پر اتر
کھڑا ہوا۔ اور امیر کی رکاب کو بوسہ دیا اور کہا امیر کیا مقدور ہے۔ جو آپ ہی سے لڑوں لیکن یہ خطا مجھ سے ہوئی
ہے معاف کیجئے امیر نے پیدل ہو کر اسے گلے لگایا۔ اور لشکر میں لائے وہ امیر کے رعب کے خوف سے مسلمان
ہوا اور دل میں کینہ رکھے ہوئے کئی روز تک امیر کے پاس رہا ایک روز امیر سے کہا کہ بندہ نے ایک نہایت
عمدہ حمام بنایا ہے اگر حکم ہو تو گرم کراؤں۔ امیر نے پہلے انکار کیا پھر اس کے اصرار سے فرمایا کہ اچھا
انیس شاہ نے حمام کی تیاری کا حکم دیا اور اس حمام کی کیفیت یہ کہ انیس کو بندگان خدا سے از بسکہ بغض
باطنی تھا اس غرض سے یہ حمام بنوایا تھا کہ شاید میں کسی سے لڑائی سے شکست پاؤں اور برابر نہ آ سکوں
تو اس سے صلح کر کے اس حمام میں ماروں اس حمام میں ایک خلوت خانہ نہایت دلچسپ بنوایا تھا اس چھت کو
لوہے کی چار ستونوں کے سہارے پر الگ رکھا تھا۔ اور ستونوں کے نیچے زنجیریں باندھی تھیں کہ جب
زنجیریں کھینچیں تو اس مکان کی چھت جو اس کے اندر بیٹھا ہوں اس پر گر پڑے پس اس ولد الزنا نے یہی
خیال میں ٹھہرا کر حمام گرم کرایا اور امیر کو مع سب سرداروں کے اس میں لے گئے اور اس کے باہر ستونوں کے
پاس چار حبشی غلام زور آور کھڑے کیے کہ جب حمام میں تاس ماروں اور راس تاس کی آواز بلند ہو تو تم ان زنجیروں
کو کھینچنا کہ حمام خدا پرستوں کے سر پر گرے اور وہ مردود حبشیوں کو سمجھا کر وہ امیر کو حمام میں لے گیا۔ امیر اور سرداروں
نے دیکھا تو حمام نہایت دلچسپ اور فرحت بخش نظر آیا پوشاکیں اتار کر نہانے میں مشغول ہوئے۔ عمر اور عادی کو
ہر چند بلایا مگر وہ حمام میں نہ آئے کہا نگہبان ہیں ہمارے تعلق یہی کام ہے ایک ساعت کے بعد عمر کے جی
میں خیال گذرا کہ تو حمام کے اندر تو نہیں گیا اس کو باہر سے تو دیکھ کہ کیسا بنا ہے۔ تب اٹھا اور حمام کے گرد
پھرا۔ حمام کے پیچھے جا کر کیا دیکھا کہ ایک ستون استادہ ہے۔ اور اس میں زنجیریں لگی ہیں اور چار حبشی
پاس کھڑے ہیں عمر حیران ہوا کہ یہ کیا ہے تب فوراً ایک جٹیارے کی صورت بن کر حال معلوم کرنے کے
لیے پاس گیا تو ایک حبشی نے کہا اے بڈھے تو یہاں سے جلد بھاگ کہ کوئی دم میں حمام گرے گا اور خدا پرست
مر جائیں گے ہم صرف تاس کی آواز کے منتظر ہیں عمر یہ سن کر اور جلد اصلی صورت ہو کر امیر کے پاس آیا اور بزبان عیاری میں سب حال کہہ دیا
کہ انیس نے یہ تدبیر کر رکھی ہے آپ اس خلوت خانہ میں ہرگز نہ جانا اور کوئی ایسی صورت کرو کہ پہلے وہ آپ اندر جائے کہ میں اس
کے سر پر چھت گراؤں امیر جب حمام سے فراغت کر چکے تو انیس سے کہا آپ خلوت خانہ میں چلئے دیکھئے کہ اس میں

میوے کس صورت سے چنے ہیں فرمایا پہلے تم جا کر میوے زمین پر رکھو پھر ہم آگر کھاتے ہیں وہ نہایت خوشی سے اندر
گیا اور عمر نے تاس کو زمین پر مارا ان جلشیوں نے زنجیریں کھینچیں وہ چھت انیس شاہ پر گری اور واصل جہنم ہوا! امیر نے
عمر کو چھاتی سے لگایا اور آفرین کی اور باہر نکل کر قلعہ میں آئے اور انیس شاہ کے تمام سرداروں کو مسلمان کیا ہر ایک کو
سرفرازی کی خلعت دی اور انیس شاہ کے خوردسال بچے کو بجائے باپ کے گدی نشین کر کے مہدزریں کمر کے حوالے
کیا کہ اس کی تربیت کرو کہ یہ اپنی ریاست سنبھالے اور وہاں کا بھی خراج لے کر سالبقہ خراج کے خزانہ میں داخل کیا
اور وہاں سے کوچ کر کے حلب کی طرف روانہ ہوئے اور حلب کی حکومت کا یہ حال تھا کہ حدیث نامی ایک
شخص شاہ حلب کو قید میں رکھ کر خود بادشاہت کرتا تھا اب قارون کا حال سنیئے کہ اس نے نوشیرواں کا خط
امیر کے پہنچنے سے پہلے حدیث کو دیا اور کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ جو حمزہ کو مارے گا مجھ پر احسان کرے گا اور
یہ پیغام دے کر یونان کی طرف جانے کا ارادہ کیا حدیث نے کہا کہ دیکھو کہ میں اس کو میدان میں کس طرح زیر کرتا ہوں
قارون نے کہا کہ یہ خلاف عقل ہے کہ میدان میں کوئی اس سے برسر آئے ایسا قصد کرنا حاصل ہے۔ حدیث شاہ
نے کہا کہ اگر وہ ایسا ہے تو میں اور فکر کرتا ہوں پوچھا کہ کیا کرے گا جواب دیا کہ خراج حلب میں پیش کرتا ہوں اور ظاہر مسلمان
ہوتا ہوں اور بعد کئی روز کے حمزہ سے چوگان بازی کا سوال کروں گا میرے میدان کے قطعہ میں ایک کنواں بیس گز
عرض کا ہے جس میں برچھیاں گڑی ہوئی ہیں امیر کو مع گھوڑے اس کے اندر گرا دیتا ہوں کہ وہ پانی نہ مانگے اور بیس ہزار
سوار کے ساتھ اس کے لشکر کو قتل کرتا ہوں قارون نے یہ تدبیر پسند کی اور صبر کر کے بیٹھا جب امیر کا لشکر
حلب کے قریب پہنچا تو حدیث شاہ خراج لے کر آیا اور امیر سے ملاقات کی اور خوف سے مسلمان ہوا امیر نے اس
کی ضیافت کی اور کئی روز جشن میں رکھا تیسرے روز اس نے عرض کی کہ غلام آپ سے چوگان بازی کرنے کے امیدوار ہے نیز حدیث نے لوگوں سے پہلے کہا ہوا تھا کہ اگرچہ بے ادبی ہے لیکن سپاہ قطاس کی گرد پلہ سے فیض
حاصل کرنا چاہتا ہوں فرمایا اچھا کل صبح کو یہ واپس آیا اور اپنے اراکین سے کہا کہ میدان ہموار کراؤ اور امیر کو مسلح
تیار ہو کر مع سپاہ قارون کے ساتھ میدان میں کھڑے رہو جب دیکھو حمزہ کنویں میں گرا تو تم فوج اسلام پر جا گرو
اور سب کو مار ڈالو یہ کہہ کر سب کو تیار کیا اور آپ صبح کو میدان میں آ کر کھڑا ہوا اور امیر بھی نبیوں کے
اسلاح لگا کر مع سپاہ اسلام میدان میں آئے۔ حدیث شاہ نے پہلے آ کر امیر کی
رکاب کو بوسہ دیا پھر میدان میں نکل کر عرض کیا کہ آپ پہلے ابتدا کریں فرمایا میں پیش قدمی
نہیں کرتا۔ اول۔

توچوگان گیند پر لگا تب وہ آداب بجا لائیا اور گیند لے کر چلا تب تیر پھر کر نکل گیا تو امیر نے اپنے مرکب کو دوڑا کر
اسی سے گیند لی۔ اور جس طرف وہ جاتا تھا اسی طرف میدان میں چلے وہ پیچھے رہ گیا کنویں پر جا کر امیر کا اشقر
رکا۔ امیر نے حضرت صالح نبی کا تازیانہ لگایا اشقر پار ہوا پر اس کے دونوں پیر کنویں میں
رہے امیر اس کی پشت سے الگ ہوئے۔ گھوڑے کی پیٹھ پر امیر کو جب حدیث شاہ
نے نہ دیکھا تو خیال کیا کہ امیر کنویں میں گرا ہے تیس ہزار جوان لشکر اسلام پر آپڑے لیکن
یہاں امیر نے اپنے مرکب کو پکڑ کر باہر کھینچ لیا اور اس پر سوار ہوئے امیر کی نگاہ قارون
پر پڑی اور اس نے امیر کو دیکھ لیا تو وہ کوہستان کی طرف بھاگا اور امیر نے بھی اس کے پیچھے اشقر
لگایا چونکہ حدیث شاہ مع فوج امیر کی فوج پر آگرا تھا۔ اس لیے اس کے ہاتھ سے بہت مسلمان شہید ہوئے آخر
لندھور نے اس کی فوج کو شکست دی لیکن امیر کا حال معلوم نہیں ہو تا عمر سے کہا کہ امیر کہاں گئے کہا کہ قارون کے پیچھے گئے
ہیں تم لشکر اسلام سے باخبر رہو میں امیر کی خبر کو جاتا ہوں یہ کہہ کر گھوڑے کے سموں کے نشان پر روانہ ہوا اب امیر
کا حال سنیئے امیر قارون کے تعاقب میں گئے اور دوپہر کو فالیز ایک جزیرہ میں پہنچے۔ تو فالیزبان نے بڑا سا
خربزہ امیر کو دیا جب امیر نے اس کی پھاک کاٹی اور کھانے کا ارادہ کیا تو اس مرد نے کہا اے جوان مجھ کو
تجھ پر رحم آتا ہے اسے مت کھا میں سو اشرفی سے در گزرا۔ امیر نے نہ کھایا اور سبب دریافت کیا تو کہا کہ
تجھ سے پہلے ایک سوار بھاگا ہوا آیا تھا۔ اس نے اس خربزہ میں زہر ملا کر مجھے دیا اور کہہ گیا کہ ایک
آدمی میرے پیچھے آتا ہے یہ اسے کھلانا میں تجھے سو اشرفیاں دوں گا۔ امیر بولے کہ اس میں زہر ملا ہوا
ہے۔ اور پھینک دیا۔ فرمایا کہ اس نے سو اشرفیاں دی تھیں میں ہزار اشرفیاں دوں گا بتلا وہ کہاں ہے
کہا اسی پہاڑی کے درے میں ہے۔ امیر ادھر گئے اور اس کو تلاش کرنے لگے کہ ایک شیر یہاں سے نکل کر امیر پر
دوڑا امیر نے اس کو پکڑ لیا اور زور کرنے لگے اس وقت قارون چھپا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اور موقع پا کر امیر پر تلوار
چلانی چاہی وہ جونہی نزدیک آیا تو امیر نے اس پر وہ شیر اٹھا کر مارا کہ شیر مر گیا اور قارون گر پڑا امیر اس کی سینہ پر
بیٹھے اور خنجر نکال کر مارنا چاہا کہ اس نے کہا کہ اے حمزہ اگر تو مجھے نہ مارے تو تین ایسی چیزیں دوں گا کہ بادشاہ
ہفت کشور کی سرکار میں بھی نہ نکلیں امیر نے رہا کرنے کا اقرار کیا تو اس نے پہلے ایک خنجر نکال کر امیر
کو دیا کہ یہ طیموریس دیو بند کی کمر کا ہے۔ اور ایک بازو بند دیا کہ اس میں بارہ لعل چراغ لگے ہوئے تھے
اور ہر لعل وزن میں چالیس مثقال ہے۔ اور تیسرا اس پہاڑ میں دفینہ ہے جس میں بے شمار

حال ہے یہ کہہ رہا تھا کہ عمر بھی آن پہنچا امیر نے اس کے ہاتھ باندھ کر عمر کے حوالہ کیا۔ کہ وہ دفینہ تبلائے۔ (باقی داستان قصب فرداں)

اکتیسویں داستان

راوی نے کو قصہ یہاں تک پہنچایا تھا۔ کہ عمر نے قارون سے کہا کہ دفینہ کہاں ہے اس نے کہا کہ میرے ساتھ چل بتا دوں گا عمر نے اس ہاتھ بندھے ہوئے کو ساتھ لیا قارون نے عمر کو خوب پھرایا اور خراب کیا۔ عمر نے کہا کہ کہاں ہے وہ دفینہ قارون زور کر کے کمند توڑنے لگا عمر نے اس کے سینہ پر خنجر ایسا مارا کہ پشت توڑ کر پار ہو گیا اسے مار کر امیر کے پاس آیا امیر نے کہا میں نے اسے چھوڑنے کا اقرار کیا تھا۔ عرض کیا مجھ کو اس بات کی خبر نہ تھی۔ غرض امیر سوار ہو کر لشکر میں آئے۔ اور حلب میں داخل ہوئے حلب کا وہ بادشاہ جو ہدیث شاہ کی قید میں تھا پھر اس کو حلب کا بادشاہ کیا اور خراج وہاں کا داخل خزانہ کر کے جمع کیا اور قارون نے جو بد ذاتیاں کی تھیں۔ وہ ایک عرضی میں لکھ کر بمعہ ان خطوط کے جو قارون نے شاہ کی طرف سے یہاں بادشاہ کو دیئے تھے۔ ملفوف کر کے پانچوں شہر کے خراج کے سمیت بمعہ باربرداری مقبل کے حوالے کیئے اور اسے مدائن کی طرف روانہ کیا اس سے دوسرے روز کوچ کر کے یونان کی طرف چلے اور جب یونان کے قریب پہنچے تو فریدون شاہ یونان بہت سے تحفے نذرانے کر بمعہ اپنے برادر عاصف کے جو وزارت کا کام کرتا تھا آیا اور ملازمت کی امیر نے اسے خلعت سرفرازی امداد کی۔ اور واسطے اس کے شربت و طعام منگایا۔ اور جام شراب گردش میں آیا۔ عمر سے فریدون شاہ سے پوچھا کہ کس ارادے پر آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ چند مشکلات میرے در پیش ہیں۔ صاحب قرآن نے بیشتر لوگوں کی مشکلات حل کیں اگر ان کو آسان کریں تو بندوں سے کمتر ہوں اور اگر نہ ہو تو میں بھی بادشاہ ہوں کچھ غرض نہیں رکھتا یہ بات امیر تک پہنچ گئی۔ فرمایا اے امیر کیا مشکل ہے فریدون شاہ نے عرض کیا۔ ایک یہ کہ اس سرزمین میں کئی برس سے ایک پہاڑ کے اوپر ایک اژدہا پیدا ہوا ہے جس سے خلقت کو کمال ایذا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک زنگی نے یہاں آکر ایک پہاڑ کے اوپر کئی فرسنگ تک قلعہ بنایا ہے

اور وہ سال میں ایک مرتبہ شہر پر تاخت کر غارت کرتا ہے اور میں سے میں ایک بیٹی رکھتا ہوں۔ اسے قبول کیجیئے۔ یہ فرمایا کہ اژدہا اور زنگیوں کا رفع کرنا آسان ہے۔ لیکن شادی کا ہونا ابھی مشکل ہے کیونکہ ہم نے مہر نگار سے اقرار کیا ہوا ہے۔ اس کی شادی کے بعد البتہ کروں گا فریدون شاہ نے کہا جو آپ کی مرضی ہے وہ مجھے قبول ہے۔ یہ رات مجلس میں گذری صبح کو امیر مع سپاہ نصرت شعار فریدون شاہ پیدل ہوا اور امیر سے عرض کیا کہ اب وہ کے ساتھ اژدہا مارنے کو روانہ ہوئے۔ جب سواری ایک فرسنگ بڑھی۔ مکان یہاں سے تین فرسنگ ہے۔ کسی کا مقدور نہیں کہ آگے بڑھے فرمایا ہمارے سردار یہیں رہیں۔ اور آپ صرف عمر کو ساتھ لے کر گئے۔ آگے بڑھ کر دیکھا تو اس اژدہا کی آتش سے تمام جنگل سیاہ ہو رہا ہے امیر نے گھوڑے کو وہیں چھوڑا اور آپ پیادہ پا روانہ ہوئے۔ تھوڑی دور جا کر ایک سیاہ پشتہ نظر آیا کہ اس سے آگ کے شعلے آسمان کو جاتے ہیں امیر نے سمجھا

فریدون شاہ یونان کی خاطر امیر کا اژدہا کو تیروں سے مارنا اور اس مردہ اژدہا پر تماشائیوں کا ہجوم ہونا اور آفرین کہنا

لیا کہ اژدہا بھی ہے کہ وہ آگ اس کا دم ہے اسطرف کو جا کر ایک نعرہ کیا اور وہ امیر پر دوڑا امیر نے دونوں تیر
اس کی دونوں آنکھوں میں ایسے مارے کہ اندھا ہو گیا اور اپنا سر زمین پر مار مار کر رہ گیا امیر نے عمر کو خبر دی
عمر قدم بوس ہوا پھر وہاں سے سوار ہو کر فریدون شاہ کے پاس گیا اور اس کے بعد سب
لوگ آئے اور اژدہا کو مردہ پایا امیر کی قوت بازو پر شاباش دی۔ فریدون شاہ نے اس اژدہا
کا چمڑہ اتروا کر اس میں گھاس بھروائی اور شہر میں منگایا اور امیر پر سب نے نقد و مال نثار کیا
امیر نے فرمایا کہ ہم کل شنگادہ زنگی پر جائیں گے لندھور نے عرض کی وہ تاکیدی کیا چیز ہے کہ جس
پر آپ جائیں گے بندہ جائے گا۔ امیر نے خلعت دے کر لندھور کو اس طرف روانہ کیا اور آپ
فریدون شاہ کو لے کر جشن نوروزی میں بیٹھے وہاں جا کر لندھور نے شنگادہ زنگی کو مارا اور اس
کے قلعہ کو توڑا اور وہاں سے اس قدر نقد و مال نکال کر جس کا حساب نہیں لندھور آ کر امیر کی خدمت

فریدون شاہ کی درخواست کے مطابق امیر حمزہ کی اجازت لندھور کا فیل میمونہ پر سوار ہو کر زنگیوں کے گروہ کی طرف جانا اور قلعہ کو توڑ کر شنگادہ زنگی کو مارنا اور ان کا لاانتہا غنیمت کا مال امیر کے روبرو لانا

میں حاضر ہوا اور فریدون شاہ نے لندھور پر بہت سا مال نثار کیا اور امیر کو نذر گزرانی اور عرض کی کہ تیسری آرزو پر کیا نثار ہوتا ہے امیر نے فرمایا کہ میں آگے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ مہر نگار کی کتخدائی کے بعد جو کہے گا۔ قبول کروں گا تو فریدوں شاہ ناچار ہوا اور شہر میں آیا اور اپنے برادر سے کہا کہ امیر حمزہ میری لڑکی کی نسبت قبول نہیں کرتا کاش میں نے اس سے نہ کہا ہوتا تو بہتر تھا۔ اب لوگ کہیں گے کہ حمزہ نے فریدوں کو اپنی نسبت کے لائق نہ خیال کیا۔ اس لیے یہ بات نہ مانی۔ اب کیا تدبیر کروں کچھ بن نہیں آتی۔ اور کوئی صورت ظہور میں نہیں آتی کہ معاملہ طے ہو کوئی شخص ایسا ہو امیر کو سمجھائے یہ ایسے ہی خیالات ظاہر کر کے دل میں ہی پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ کہ بندگی سے مرنا بہتر ہے یہ کہہ کر خنجر باہر نکالا اور چاہا کہ اپنے آپ کو ہلاکت کرے آصف نے ہاتھ پکڑا اور کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں آپ کو جو میں کہوں وہ کیجئے۔ کہا کیا۔ کہ عمر کو بلوا کر کچھ دیجئے۔ البتہ وہ امیر کو راضی کرے گا اس نے عمر کو کچھ بھیجا اور کہا جب عمر کے اس کے پاس آیا۔ سرو قد تعظیم کی اور اپنے برابر بٹھایا اور بارہ ہزار تمن قبول کی اور اپنا مدعا بیان کیا۔ عمر نے تشفی دی اور اور امیر کے پاس جا کر ناہید بن مریم فریدون شاہ کی بیٹی کی اس قدر تعریف کی۔ کہ امیر بے اختیار فریفتہ ہوئے اور فرمایا کہ اس کو قبول کیا۔ پر اس شرط پر۔ کہ مہر نگار کی شادی کے بعد اس پر متصرف ہوں گا کہا۔ اس کا مضائقہ نہیں پھر فریدون کو خبر دی وہ نہایت خوش ہوا اور عمر کو بارہ ہزار تمن دے کر جشن کیا اور امیر کو معہ سپاہ شہر میں لے گیا اور ضیافت کی جب عقد بندی ہو چکی امیر محل میں گئے اور ناہید بن مریم کو دیکھا تو ہزار جان سے عاشق ہوئے چونکہ مہر نگار سے قسم کھائی تھی اس لیے لاچار تھے۔ مگر کئی روز تک اس معشوقہ کے جشن میں رہے۔ اور جشن کے بعد فراغت کر کے قارون کے بازوبند میں لعلوں سے ایک لعل اپنی نشانی کے لیے دیا اور محل سے باہر آئے۔ اور کئی روز رہے اس کے بعد فریدون شاہ سے یہاں کا خراج لے کر شنگاد زنگی کے مال سمیت لندھور کے ہمراہ مدائن کی طرف نوشیرواں کی خدمت میں بھیجا اور عمر کو خسرو کے ساتھ کیا اور آپ لشکر ظفر اثر کو لے کر مصر کی طرف تشریف فرما ہوئے اور وہاں سے بھی خراج لیا اور مہر نگار کی شادی کا حال مفصل دوسری جلد کے اخیر میں بیان کیا جاویگا انشاء اللہ تعالےٰ ع باقی شب فسردا

(جلد اول ختم)

جلد دوم

تینتیسویں داستان

سلطان نشان حلقہ بگوش گردن کشاں یعنی امیر کبیر کشور گیر جہانستان کا یونان اور روم اور مصر کو جانا اور امیر کا مع اپنے سارے ہمراہی یاروں کے قید میں پڑنا پھر اپنے یاروں سمیت سب کا قید سے خلاص ہو کر شہر مدائن کو جانا اور ملکہ مہر نگار کو ہاتھ میں لانا

اس بیان میں کہنے والا یوں کہتا ہے کہ نوشیرواں کو کوئی تدبیر نہ سوجھی اور صاحبقران خراج ہفت کشور کا لیکر آئے تب بختک بن بختیارک دختر زادہ القش بن مادر کش سگ سعید کو بلایا اور کہا اے وزیر باتدبیر کہ اب کیا حیلہ و مکر کرتا ہے کہ حمزہ دفع ہو بختک نے کہا آپ کچھ اندیشہ نہ فرماویں میں ایک ایسی تدبیر کرتا ہوں کہ اگر حمزہ ہزار جان بھی ہو تو ممکن نہیں کہ ایک بھی سلامت لے جائے۔ بادشاہ نے پوچھا وہ تدبیر کیا ہے۔ بختک نے عرض کیا کہ صبح کو وہ دربار میں آئے گا۔ اور میں ولایت کا ایک کاغذ دربار میں گذرانوں گا۔ اور کہوں گا کہ تین برس ہوئے یونان اور مصر اور روم سے خراج نہیں آیا ہے۔ تو اس وقت آپ نے فرمایا کہ اس کا سبب کیا ہے۔ تب میں چپ رہوں گا۔ حمزہ آپ ہی عرض کرے گا۔ اگر حکم ہو تو میں جاؤں۔ اور ان سرکشوں کو گوشمالی کر کے وہاں کا خراج لاؤں۔ تب بادشاہ نے فرمایا کہ بہتر ہے جس وقت حمزہ جانے کی تیاری کرے۔ تب وہاں کے بادشاہوں کو لکھنا کہ جس طرح بنے حمزہ کو جان سے مار ڈالیں غرض بختک اور بادشاہ نے یہ بات مقرر کر کے اسی وقت فرمان لکھائے۔ اور قاصدوں کو دے کر روانہ کیے۔ جب دوسرا دن ہوا تو امیر حمزہ دربار میں آئے اور دیکھا کہ اہالی و موالی و ارکان دولت و امرائے عظام اتر پیر تا جوان

داز خورد و کلاں واز کہ و مہ ازاد نئے واعلٰے سب حاضر ہیں اور دربار معمور ہے امیر بادشاہ کو مجرا کر کے اپنے دنگل پر بیٹھے اور پیالہ گردش میں لائے اور حریف سرمست ہوئے تب بختک نے وزارت کی کرسی پر سے اٹھ کر ولایتوں کے خراج کا کاغذ بادشاہ کے حضور میں پیش کر کے کہا تین برس سے ان تینوں ملکوں کا خراج نہیں آیا ہے تب نوشیرواں نے کہا کہ ان تینوں ملکوں سے خراج نہ آنے کا سبب کیا ہے بختک نے عرض کی کہ جب تک گستہم زریں کفش تھا تب تک خراج کے آنے میں قصور نہ ہوا کیونکہ وہ ان ملکوں سے لڑ بھڑ کر خود لاتا تھا اب وہ گستہم تو گیا اس لیے ہر ایک اپنے خراج کے پہنچانے میں قصور کرتا ہے امیر اس بات کو سن کر غصہ سے جوش میں آئے۔ اور بولے کہ میرے عہد میں تقصیر خراج ہونا عجب ہے تب بختک نے کہا امیر کی عمر دراز ہو تمہارے ہوتے خراج کے مال میں قصور کیوں ہو گا اس پر امیر نے فرمایا کہ قسم ہے آستان مکہ کی اور قسم ہے پروردگار کی جب تک ان ولایتوں سے خراج نہ لاؤں گا تب تک مہرنگار کا نام زبان پر نہ لاؤں گا۔ یہ سخن کہہ کر عمر بن عمیہ ضمیری اور معدی کرب کو تاکید فرمائی کہ تمام لشکر ظفر پیکر کو تیار کر کے خیمہ سے باہر نکالو یہ کہہ کر امیر نے بادشاہ سے عرض کی کہ راہ دکھانے والا میرے ہمراہ کیجیے پس بادشاہ نے بختک سے فرمایا کہ راہ دکھانے والا امیر کے ساتھ کرو بختک نے عرض کی قارون دیوبند کے بیٹے کو امیر کے ہم رکاب کرنا چاہیے کہ کیونکہ ان ملکوں کی راہ سے خوب واقف ہے تب بادشاہ کی اجازت سے بختک نے پسر قارون دیوبند کو بلوا کر امیر کے پاؤں پر ڈالا اور کہا تم نے امیر کو راہ بتلانے جانا اور ظاہر میں تو یہ بات کہی مگر اسے الگ بلا کر بختک نے دو مثقال زہر ہلاہل دیا اور کہا کہ اے پسر قارون دیوبند یونان کی راہیں دو ہیں ایک نزدیک کی اور ایک دور کی اور نزدیک کی راہ میں تین منزل تک پانی نہیں ہے۔ تو امیر کو ہر حیلہ اس راہ سے لیے جانا اور صرف اپنے ہاتھ پانی بھر لینا اور حمزہ کو بہر کیف پانی میں زہر ملا کر دینا پسر قارون نے یہ بات قبول کی۔ امیر کے ہمراہ ہوا جب منزلیں طے کرتا ہوا اس دوراہے پر پہنچا۔ تو پسر قارون نے امیر سے عرض کی کہ اے امیر یہ راہ سخت ہے۔ کہ اس راہ میں تین دن کے رستہ تک پانی نہیں ملتا اور دور بھی ہے۔ اور یہ راہ نزدیک ہے۔ مگر ایک روز کا پانی چاہیے کہ لشکر اپنے ساتھ اٹھا لے کیونکہ اب ایک منزل پانی نہ ملے گا۔ تب امیر نے عمر بن امیہ کو حکم دیا۔ کہ سپاہ کو کہو کہ سب سردار لوگ ایک دن کا پانی اپنے ساتھ اٹھا لیں پس امیر کے حکم سے سارے لشکر نے ایک دن کا پانی

بھر لیا اور امیر پسر قارون مع لشکر چلدیئے جب ایک منزل گئے تو وہ پانی ایک ہی دن میں خرچ ہو گیا۔ اور دوسرے روز وہاں سے کوچ کیا۔ تو سارے راہ میں پانی نہ پایا تب امیر نے فرمایا کہ اے پسر قارون کیا کرنا چاہیئے۔ کہ اس رستہ میں پانی کی صورت نظر نہیں آتی تب اس نے عرض کی اے امیر اس میں میرا کچھ قصور نہیں میں آگے ایک مرتبہ اس راہ سے گیا تھا۔ تو بہت سے تالاب اور کنوئیں دیکھے تھے۔ میں نے اسی اعتبار پر پانی کی نسبت ایک دن کے لیے عرض کیا تھا شاید کہ وہ سب تالاب اور کنوئیں سوکھ گئے ہیں۔ غرض امیر نے وہاں مقام نہ کیا اور آگے چلے اور لشکر مارے پیاس کے ہلاک ہونے لگا سارے پہلوان عرب کے ایک جگہ کھڑے ہوئے اور بے طاقتی سے قدم نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اس وقت امیر گھوڑے سے اتر کر ایک پہاڑ کے نیچے کھڑے ہوئے اور عمر عیار پانی ڈھونڈنے گیا حمزہ پیاس سے ہلاک ہونے لگے اور پسر قارون سے فرمایا کہ خبر لو۔ اگر تمہارے یہاں کچھ پانی ہے تو تھوڑا سا پانی منگاؤ اول تو قارون منکر ہوا پھر کتنی دیر کے بعد ایک پیالہ زہر ملے ہوئے پانی کا بھر کر منگایا اور امیر کو دیا جب امیر نے وہ پیالہ لیا تو امیر کا ہاتھ کانپا تب حمزہ نے اس پانی کے پینے سے ہاتھ روکا اور تصدیق فرمائی اول دل میں سوچے کہ جب مجھے گستہم کی لونڈیوں نے زہر دیا تھا۔ تو اس وقت بھی میرا ہاتھ کانپا تھا۔ اور اب بھی کانپتا ہے۔ تب پسر قارون نے کہا کہ پیاس کے سبب آپ کا ہاتھ کانپتا ہے۔ ان باتوں میں ہی تھے۔ کہ عمر بن عمیہ مشک پانی سے بھر کر لاتے اور دور سے پکارتے کہ امیر یہ پانی جو پسر قارون نے دیا ہے۔ اسے ہرگز نہ پینا امیر نے یہ بات سنتے ہی یہ پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا۔ اتنے میں عمر نزدیک آیا اور کہا کہ یا امیر میں اس جنگل میں ادھر ادھر پانی ڈھونڈتا تھا۔ یکایک ایک بوڑھا پیدا ہوا اور مجھ سے پوچھا کیا ڈھونڈتا ہے میں نے کہا پانی ڈھونڈتا ہوں کہ امیر حمزہ لشکر سمیت پیاس سے ہلاک ہوتا ہے تب اس بوڑھے نے اپنا عصا زمین پر مارا۔ فوراً ایک چشمہ پانی کا وہاں سے پیدا ہوا۔ اور جب میں اس پانی سے مشک بھر کر چلا تو وہ بوڑھا بولا کہ اے عمر امیر سے کہو جو پانی تمہیں پسر قارون نے دیا ہے نہ پینا کہ اس میں زہر ملا ہے تب وہ پیالہ پانی کا عمر کے منع کرنے سے امیر نے پیا اور پسر قارون کو بلا کر فرمایا کہ یہ پانی تو پی لے پسر قارون نے وہ پیالہ امیر کے ہاتھ سے لے لیا اور کہا لعنت ہے پسر کی زندگی پر کہ امیر کی اتنی خدمت کی اور اس قدر جانفشانی پر بھی امیر کا دل میری طرف سے صاف نہیں ہوا۔ پس پسر قارون نے یہ کہہ کر پانی کا پیالہ زمین پر دے مارا۔ تب عمر نے کہا کہ اے حرام زادے اب تو اپنی حرام زدگی کو چھوڑ۔ پسر قارون نے کہا کہ میں کیا حرام زدگی کرتا ہوں۔ تب عمر نے کہا کہ صبر کر میں تیری سب حرام زدگی ظاہر کرتا ہوں۔ یہ بات کہہ کر جس جگہ

پیالہ جو پھینکا تھا وہاں کی مٹی اٹھا کر اور اسے نچوڑ کر قارون کے غلام کو پلا یا وہ غلام اس پانی کے پینے سے وہیں مرگیا اور باس زہر سے اس کا بدن چیخ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ تب معدی تلوار کھینچ کر اس پر دوڑا اور وہ اس وقت امیر کے پیچھے جا چھپا اور کہا اے امیر میرا گناہ بخشو۔ پس امیر نے کہا کہ اب تو تیرا گناہ بخشتا ہوں لیکن آگے خبردار رہنا غرضیکہ امیر حمزہ کے سارے لشکر نے پیٹ بھر کر پانی پیا اور جانوروں کو پلایا اور امیر کے لشکر کا ایک آدمی بھی ہلاک ہونے نہ پایا مگر پسر قارون کے سو آدمی منزل بہ منزل چکنے لگے۔ آخر بعد از قطع منازل و طے مراحل یونان میں پہنچے۔ اور شہر کے نام سے بولتے تھے اور اس کے فاصلے پر اترے۔ کہتے ہیں کہ یونان کے بادشاہ کو حدیث یونانی کے نام سے بولتے تھے۔ اور اس کے دو بھتیجے تھے اور ہر ایک کا قد چار کم چالیس گز تھا۔ ایک کا نام استفنالوش اور دوسرے کا نام صدفنوش تھا اور یہ دونوں پہلوان حدیث کے پاس کرسیوں پر بیٹھتے تھے اور ہر ایک کے ماتحت دس ہزار سوار تھے امیر نے حدیث یونانی کے نام اس مضمون کا فرمان لکھنا فرمایا کہ باج و خراج لے کر بارگاہِ گردوں اساس میں حاضر ہو تو بہتر۔ ورنہ اس طرح ماروں گا کہ ماہیان دریا و مرغان ہوا تیرے سال پر گریہ و زاری کریں گے۔ پس اس فرمان کو امیر المومنین حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح لکھا کہ بعد حمد خدا تعالے و مداح خاندان ابراہیم خلیل اللہ کے حمزہ بن عبدالمطلب کی طرف سے حدیث یونانی کو معلوم ہو کہ تین سال گزرے ہیں جو تیرے ملک کا خراج پایہ تخت۔ لنڈھور وال کے پاس نہیں پہنچا۔ اس لیے تمہارے پر مجھے نامزد کیا ہے لیں یہ نامہ دیکھتے ہی تین برس کا خراج لے کر اگر حاضر ہوگا۔ تو امان دوں گا۔ ورنہ صبح کو لڑائی کی تیاری سے طبل جنگ بجوا کر فوج قاہرہ سے یونان کے قلعہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ دوں گا اور تجھے سولی پر چڑھاؤں گا جب یہ نامہ مرتب ہوا تو امیر نے فرمایا کہ کون لے جائے گا اس وقت پسر قارون نے عرض کی کہ اگر حکم ہوا تو میں نامہ لے جاؤں گا اور اسے سمجھا دوں گا امیر نے فرمایا کہ یہ نامہ اس کو دے دو۔ اور ہمارے لشکر کے ایک سوار اس کے ہمراہ کر دو پس وہ نامہ اور ایک سوار اس کے ہمراہ یونان کو گئے اور حدیث یونانی کے دربار میں اترا حدیث یونانی پسر قارون کو دیکھتے ہی تخت سے اتر کر نیچے آیا اور اس کو گلے لگایا۔ اور بعد ملاقات کے پسر قارون نے اپنی پگڑی اس کے آگے دے ماری۔ اور کہا داد بے داد کہ یہ عرب کشکینہ خوار پشمینہ پوش جو بالوں میں اور جنگل میں دودھ سے پلا ہوا ہے۔ کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتا اور اس نے اتنا مرتبہ پا کر اپنے دماغ کو یہاں تک لگا رکھا ہے۔ کہ بادشاہ کی بیٹی کی آرزو رکھتا ہے۔ جب وہ ابتدا سے انتہا تک یہ قصہ حدیث سے

کہہ چکا تو حدیث بولا کہ اے سردار تو خاطر جمع رکھ کہ اگر حمزہ ہزار جان رکھتا ہو گا تو اب ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا یہ کہہ کر لیسر قارون کو خلعت دیا اور سونے کی کرسی پر بٹھایا اور کہا یہ سو سوار جو تیرے ہمراہ ہیں تیرے ہیں یا اس عرب کے کہا یہ میرے نہیں ہیں کہا ان سواروں کے حق میں کیا سیاست کروں بولا کہ ایک ایک کو قلعہ کے کنگرہ پر چڑھا کر سر کاٹ کے خندق میں گرانا چاہیئے حدیث نے کہا کہ ان کا مارنا مصلحت نہیں بس ہر ایک کا ایک ایک کان اور ایک ایک ہاتھ کاٹ کر چھوڑ دو۔ اس نے کہا جو تیری رائے ہے سو بہتر ہے استفتالوش یہ بات سن کر غصہ سے جوش میں آیا اور کہا اے پہلوان تو بزرگ زادہ ہے ولیکن سخت نامرد ہے کیونکہ جس نے تیری جان بخشی کی اور تیرے تجمل کے واسطے اپنی رکاب کا جلوس تیرے ہمراہ کیا تو اب اس سے بدی کرتا ہے اور اس کے سواروں کے حق میں سیاست کرنے کو کہتا ہے جب استفتالوش نے یہ بات کہی تو لیسر قارون و حدیث دونوں چپ ہوئے اور ان سواروں نے استفتالوش کو دعا دی اور وہاں سے امیر کے پاس آئے اور ساری حقیقت بیان کی امیر نے استفتالوش کی عقل پر آفرین کی اور ان دونوں کے حق میں کہ قسم ہے پروردگار کی کہ جس روز یہ دونوں ملیں گے تو میں انہیں بے سلاح مارونگا۔ کیونکہ ہتھیار مردوں کے واسطے ہیں اور یہ دونوں نامرد ہیں پھر فرمایا کہ ایک نامہ اور لکھو اور عمر یہ خط لے کر حدیث کے دربار میں آیا اور چوبداروں کو کہا کہ خبر کر دو کہ عمر بن عمیہ ضمیری آیا تب عمر کے آنے سے چوبداروں نے حدیث کو خبر دی حدیث نے لیسر قارون سے پوچھا کہ عمر کون ہے لیس قارون نے کہا کہ افسوس اگر ہزار امیر ہوتے اور یہ ایک عمر نہ ہوتا حدیث نے کہا عمر کو بلا لو۔ اور اسے دربار میں آنے دو۔ جب عمر دربار میں آیا اور دیکھا کہ لیسر قارون حدیث کے پہلو میں بیٹھا ہے۔ تب عمر نے استفتالوش کو تسلیم کی حدیث نے کہا کہ اے عیار تو نے میرے پہلوان کو تسلیم کی اور مجھے کیوں نہ کی عمر نے کہا کہ تواضع اور سر جھکانا مردوں کے واسطے ہے۔ اور تو نامرد ہے۔ اس لیے تجھے تسلیم نہیں کی۔ جب عمر نے یہ بات کہی تو حدیث کو غصہ آیا۔ اور طیش کھا کر پکارا۔ کہ اس عیار کو پکڑ لو۔ یہ سنتے ہی حدیث کے غلام چاروں طرف تلواریں کھینچ کر دوڑے۔ ادھر عمر نے بھی خنجر نکالا اور شیشہ نفت کا کھول کر کتنے لوگوں کو جلایا۔ اور مارا۔ اور باقی سارے بھاگ گئے اور عمر پھر آ کر حدیث کے روبرو آ کر بولا کہ اے حدیث میں امیر حمزہ کا خط لایا ہوں۔ تب حدیث نے خط لے کر دیکھا

جان کو تخت سے اٹھا اور دو لذیں ہاتھوں میں لفافہ لے کر پڑھا جب خط کے مضمون سے واقف ہؤا۔ تو کہا اے عمر جا کر حمزہ سے بول۔ صبح میری اور تیری لڑائی ہو گی تب عمر بن عمیہ امیر کے پاس آیا اور ساری حقیقت بیان کی تب حمزہ نے فرمایا کہ ہمارے لشکر میں کہو کہ فجر کو لڑائی ہے جب عمر نے خبر لشکر میں کی کہ صبح جنگ مقرر ہے۔ تو جتنے اچھے اچھے بہادر تھے انہوں نے اچھی اچھی پوشاکیں پہنیں اور روپے و اشرفیاں خیرات کیں کہ فجر کو دیکھیں کہ اپنے باپ دادا کا نام کون روشن کرتا ہے اور کون حق نمک ادا کرتا ہے اور کس کی عمر کا پیالہ لبریز ہے جو میدان میں امیر کے قدموں پر جاں نثار کرتا ہے اسی گفتگو میں تھے کہ رات گذر گئی اور صبح کا ستارہ چمکا۔ اور آفتاب نے ساری دنیا کو روشن کیا جبکہ حدیث نے طبل جنگ بجوایا اور میدان میں آکر کھڑا ہؤا۔ اور حکم میدان آرائی کا دیا اور بیلداروں نے آکر جھاڑ بوٹ کاٹ کر میدان ہموار صاف کیا تو نقیبوں نے صفیں آراستہ کیں اور پکارے کہ مردان بکوشید تا جامہ زناں نپوشید۔ رباعی :-

روز جنگ ست جنگ باید کرد　　کوشش نام و ننگ باید کرد
شکم گاؤ و پشت ماہی را　　بہ سر نیزہ زنگ باید کرد

یہ حال دیکھ کر جاسوسان اہل اسلام امیر کے پاس گئے اور دعا جان درازی کی دے کر بولے

الٰہی بخت تو بیدار بادا　　تیرا دولت ہمیشہ یار بادا
گل اقبال تو دائم شگفتہ　　بچشم دشمنانت خار بادا

شہر یار کی عمر دراز ہو۔ حدیث یونانی میدان میں ہے یہ خبر سن کر امیر بھی معہ یاران میدان میں آئے جب دونوں طرف کا لشکر آراستہ کیا۔ تو عیار پکارے کون مرد ہے۔ جو قصد میدان کا کرے اور کون بہادر ہے۔ جو باپ دادا کا نام ظاہر کرے یکایک ایک پہلوان حدیث کے لشکر سے باہر آیا۔ اور پکارا کہ جانتا ہے۔ تو یا نہیں تو میرے نام سے آگاہ ہووے کہ میں استنقتانوش ہوں یہ سن کر حمزہ نے داہنے اور بائیں ہاتھ کی طرف دیکھا کہ بائیں ہاتھ کے طبل اور نقارے بجے اور علموں کو جلوہ دیا۔ اور لندھور اپنا ہاتھی بڑھا کر امیر کے سامنے آیا اور اجازت میدان کی چاہی امیر نے فرمایا جاؤ بہ خدائے لایزال تیرا سپردم تب لندھور اپنے فیل میمونہ پر سوار ہو کر چلا۔ اور بمقابلہ استنقتانوش آکھڑا ہؤا اور استنقتانوش بولا۔ کہ اے پہلوان دراز قد تو کون ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے۔ کہ بے نام و نشان نہ مارا جائے

لندھور نے کہا میں بادشاہ ہند ہوں ۔ بیت ۔

جزیرہ ہائے دنیا را گرفتم تا بہ ہندوستان
اگر نامم نمی دانی منم لندھور بن سعدان

استقتانوش نے کہا خبردار ہو یہ کہہ کر گرز سر سے بلند کیا اور لندھور نے سر کو چھرے کی پناہ کیا اور استقتانوش نے وہ گرز لندھور کے سر پر مارا ایسا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں نے سنی ۔ اور لندھور کے ہر بن مو سے پسینہ جاری ہوا پھر لندھور نے استقتانوش سے کہا اب میری باری ہے تب لندھور نے اپنا گرز جس کا نام خوردی و مردی مرگ مناجات تھا اٹھایا ۔ اور اپنے فیل میمونہ کو استقتانوش پر دوڑایا اور دونوں پاؤں رکاب میں استوار کر کے استقتانوش کے سر پر ایسا گرز مارا کہ ایک شعلہ آگ کا نکلا ۔ اور مردان عالم ایسا بھی کہتے ہیں کہ سد سکندری ہوتو وہ بھی اس گرز سے پرخطر ہے ۔ لیکن استقتانوش نے اپنے آپ کو مردانہ رکھا ۔ اور ہنس کر کہا کہ اے لندھور بہت دنوں سے میں تیرا نام سنتا تھا ۔ پر ویسا ہی پایا ۔ القصہ دونوں پہلوانوں کو لڑتے لڑتے رات ہوئی ۔ ولیکن دونوں برابر رہے ۔ پھر طبل بازگشت بجوایا ۔ اور اپنے اپنے لشکر میں اترے ۔ امیر نے لندھور سے پوچھا کہ استقتانوش کو کیسا پایا ۔ لندھور نے کہا کہ ساری عمر میں امیر کے بعد اس سے کام پڑا ہے ۔ غرض وہ رات بسر ہوئی اور نقارہ لڑائی کا بجا ۔ اور دونوں فوجیں میدان میں آئیں ۔ اور استقتانوش نے گھوڑا میدان میں دوڑایا ۔ اور پکارا کہ امیر کے سرداروں میں سے کون آ سکتا ہے ۔ تب حمزہ نے چپ و راست دیکھا تو معدی کرب نے اپنے گھوڑے کو جولان دے کر امیر سے اجازت طلب کی تب حمزہ نے کہا کہ جاؤ خدا کو سونپا عمر معدی گھوڑا گدگداتے میدان میں آ کے حریف کے سامنے کھڑا ہوا اور استقتانوش بولا کہ حمزہ تو ہی ہے ۔ معدی کرب نے کہا کہ میں حمزہ نہیں ہوں مگر حمزہ کے یاروں میں سے فرمایا کہ امیر لشکر ہوں ۔ اور معدی کرب مجھے کہتے ہیں ۔ استقتانوش نے کہا کہ کل اس قد و قامت سے آ کر جو کیا وہ مجھ سے برابر نہ آ سکا ۔ تو اس توند اور موٹاپے پر کیسے بر آئے گا ۔ یہ سن کر معدی کرب نے کہا بہت لاف زنی مت کر اگر دم ہے تو حملہ لا ۔ استقتانوش نے گرز پر ہاتھ مارا ۔ اور معدی کرب نے ڈھال سر پر لی کر استقتانوش نے گرز اس زور سے مارا کہ معدی کرب کی تین سو ساٹھ رگ تک خبر پہنچ گئی ۔ اور بے خبری ہوئی ۔ معدی کرب کا گھوڑا لغزش میں آیا ۔ پھر معدی کرب نے کہا کہ ایک ضرب اور تجھے میں دی تب استقتانوش نے دونوں ضرب کر لیے ۔ پھر معدی کرب بولا ۔

از ضرب لے زودی ضرب مالوش کن
غم دین و دنیا فراموش کن

معدی کرب نے یہ کہہ کر استفتانوش کے سر پر ایسا گرز مارا کہ اسے چھٹی کا دودھ یاد آیا۔ غرض اسی طرح لڑتے لڑتے دونوں کو شام ہوئی نہ اسے فتح ملی اور نہ اسے ظفر آخر طبل بازگشت بجوا کر اپنے اپنے مقاموں میں گئے اور نقل و شراب کھا پی کر استراحت کی۔ جب رات گذری اور صبح کا سفیدہ چمکا۔ اور آفتاب نے جہاں کو نورانی کیا۔ تب دونوں طرف سے نقارے لڑائی کے بجے اور فوجیں میدان میں آئیں۔ تو استفتانوش نے اپنے گھوڑے کو میدان میں جولان دیا۔ اور نعرہ کیا کہ حمزہ اپنے یاروں کو بھیجتا ہے۔ اگر مرد ہے تو میدان میں آئے۔ تب امیر نے مقبل حلبی سے کہا کہ میرے ہتھیار لا۔ اور مقبل نے بموجب ارشاد کے ہتھیار لا کر حاضر کئے تب امیر نے پہلے جبہ حضرت ابراہیم ؑ کا پہنا۔ اور حضرت اسحاق پیغمبر کا پیراہن گلے میں ڈالا۔ اور نرمی کے واسطے حریری پارچہ زیر بغل کر کے زرہ داؤدی پہن کر کمر بند اسحاق نبی کا باندھا۔ اور ہودینی کا خود نہایت تزک و احتشام سے سر پر رکھا۔ اور حضرت صالح پیغمبر کے موزے پاؤں پر چڑھا کر صمصام و قمقام کمر سے لگائیں۔ اور سپر پشت پر لٹکا کر خنگ مہتر اسحاق پر سوار ہوئے اور مگس رانی و جلو کے ساتھ فوج راست و چپ کا مجرا لیتے ہوئے میدان میں آئے۔ تب استفتانوش نے کہا کہ اے پہلوان شاید حمزہ تو ہی ہے۔ امیر نے فرمایا اَنَا حمزہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ امیر کا یہ جواب سن کر استفتانوش نے کہا کہ سه (بیت)

بیا تا چہ داری زمردی نشاں کمانے کیانی و گرز گراں!

امیر نے فرمایا کہ میری اور میرے یاروں کی یہ رسم نہیں ہے کہ حریف پر پیشدستی کریں۔ پہلے تو حملہ کر کہ تیرے دل میں ارمان نہ رہے۔ کہ حمزہ پر حملہ نہ کیا۔ استفتانوش نے گرز اٹھایا اور امیر کے سر پر ایسا مارا کہ اس کی ضرب کے بوجھ سے خنگ مہتر اسحاق لغزش میں آیا امیر نے اس کی گرز کو روکا اور رد کیا اور فرمایا کہ اے استفتانوش دو حملے اور بھی تجھے دیئے تب استفتانوش نے یہ تینوں حملے خوبی سے روکے جب ساری قوت خرچ کر کے دو حملے اور کیے امیر نے یہ تینوں حملے خوبی سے روکے جب امیر کی نوبت آئی تب حمزہ نے ہشام کے گرز پر ہاتھ ڈالا اور کہا کہ یہ گرز میرا نہیں ہے کسی سے مانگ لایا ہوں مگر تو خبردار رہنا یہ کہہ کر اور دونوں پاؤں رکابوں میں استوار کر کے استفتانوش ذین کو خالی چھوڑ کر بہ قوت تمام استفتانوش کے سر پر گرز ایسا مارا کہ اس کے گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی استفتانوش زمین پر گرا اور گرتے ہی میان سے تلوار کھینچی اور قصد امیر کا کیا مگر امیر نے گھوڑے سے جلد اتر کر گھوڑے کو اپنے پیچھے کر لیا اور

اس نے تلوار چلائی امیر نے ڈھال کو اوچھڑ ماری کہ تلوار ٹوٹ گئی اور قبضہ اس کے ہاتھ میں رہا پھر وہ قبضہ
اس نے امیر کی طرف پھینکا امیر نے تازیانے کے اشارے سے اسے روک لیا اور وہ قبضہ زمین پر جا گرا اور
عمر نے اٹھا کر توبرے میں رکھ لیا تب استفتانوش نے کہا کہ یہ قبضہ میرا ہے مجھے دے عمر نے کہا کہ یہ قبضہ میں
تجھے نہیں دوں گا کیونکہ جو چیز میدان میں گرے وہ سو میرا مال ہے تب استفتانوش نے کہا کہ دیتا ہے یا نہیں
ورنہ ایک تیر تیرے حلق پر مارتا ہوں۔ عمر نے کہا زیادہ لاف مت کہ اگر مرد ہے تو قبضہ مجھ سے لے تب
استفتانوش نے کمان کے چلہ میں تیر جوڑا۔ اور عمر نے کاغذ کی ڈھال کی۔ استفتانوش نے کہا۔ کاغذ کی
ڈھال سے میرا تیر بچاوے گا۔ جواب دیا اگر مرد ہے تو مجھ پر تیر چلا استفتانوش نے تیر چلایا اس تیر کے چلتے
ہی عمر نے جست کر کے ہوا پر جا کر استفتانوش کی گردن پر لات مار کر ایک سونٹا اس کی کمر پر ایسا مارا کہ استفتانوش
بے ہوش ہو گیا تب اس نے ہوش میں آکر دوسرا تیر چلایا عمر نے وہ بھی بدستور رد کیا۔ تب امیر نے کہا
کہ اے استفتانوش تو اگر عقل رکھتا ہے تو عمر کے ساتھ لڑائی ہرگز نہ کر کیونکہ اس سے کوئی بر سر نہیں آ سکا
استفتانوش نے کہا۔ کہ امیر تم سچ کہتے ہو یہ کہکر امیر پر دوسری تلوار چلائی کہ امیر کی ڈھال سے چھوٹ کر پیٹھ پر لگی۔ تب
امیر کو غصہ آیا اور اس کا دوال پکڑ کر کہا کہ اے استفتانوش میں نعرہ کرتا ہوں جواب دیا کہ بچہ نہیں ہوں جو مجھے نعرہ سے
ڈراتا ہے مجھے تیرے نعرے کا ذرا بھی ڈر نہیں۔ تب امیر نے عمر سے کہا۔ اور عمر نے اپنی ٹوپی ہوا پر اڑائی تا کہ اپنا اشارہ
لشکر معلوم کرے۔ کہ امیر نعرہ کرتے ہیں۔ اس وقت سارے لشکر اپنے موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں
کے کانوں میں رکھی۔ اور استفتانوش کے سارے لوگ بے خبر تھے۔ عمر کے ہمراہی عیاروں نے جمع استفتانوش کے
سارے لوگ بے خبر تھے۔ عمر کے ہمراہی عیاروں نے جمع استفتانوش کے لشکر کی راہ لی۔ اور امیر نے نعرہ کیا۔ تب
اس کے گھوڑے اپنے اپنے سواروں کو ٹپک کر بھاگے۔ اور عمر واس کے ساتھی عیاروں نے گھوڑے پکڑ لئے
اور اپنے لشکر میں لے آئے۔ اور امیر نے استفتانوش کو سر پر اٹھایا۔ اور ایسا پھرایا کہ سب لشکریوں نے دیکھا۔ اور
آفرین کی پھر اس کو سر پر سے آہستہ اتارا۔ اور عمر نے اس کو باندھا۔ تب صدفنوش نے اپنے بھائی کو اس طرح دیکھا تو
تلوار کھینچکر دوڑا۔ میدان میں آیا اور امیر پر تلوار چلائی۔ امیر نے ایک ہاتھ سے اٹھا کر تلوار کو روک دیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے
اس کی عمر کی دوال پکڑی اور پاؤں اپنا رکاب سے نکال کر اس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ گھوڑا اس کے
نیچے سے نکل کر چالیس قدم دور جا پڑا۔ اور صدفنوش امیر کے ہاتھ میں رہ گیا۔ تب امیر نے اسے
سر کھینچا کہ زمین پر ٹپکا۔ اور عمر بن عمیہ نے اسے بھی باندھا۔ اور اس وقت طبل اور نقارے

فتح کے بجوائے اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقاموں پر آئے اور مجلس آرائی کا کام شروع ہوا۔ اور سلطان اپنے
دنگل پر بیٹھے۔ اور ساقیاں سیمیں ساق اور مطربان خوش آواز اور مرصع کار پیالے اور جواہر نگار صراحیاں لے کر
حاضر ہوئے۔ اور مجلس میں دور چلنے لگا اور طبلوں پر تھاپ پڑی اور خوط سرہنگی کا کھینچا تو اس وقت امیر
حمزہ نے فرمایا کہ استفتانوش اور صدفنوش کو لاؤ۔ تب بموجب ارشاد کے دونوں کو حاضر کیا امیر نے
پوچھا اے پہلوانوں میں نے تمہیں کیونکر باندھا۔ کہا جیسے مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو پکڑتے
ہیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ مرد باشید۔ تب وہ بولے کہ جو تمہارے دین میں آئے
وہ کیا امیر نے کلمہ شہادت ارشاد کیا۔ وہ دونوں صدق دل سے کلمہ پڑھ
کر مسلمان ہوئے اور بت پرستی کو باطل سمجھے۔ امیر نے ان کو خلعت دیئے اور
سونے کی کرسیوں پر بٹھایا۔ اور عمر بن عمیہ نے حلقے دونوں کے کانوں میں ڈالے۔ امیر
نے استفتانوش کو کہا اب حدیث کیا کرے گا استفتانوش نے کہا وہ فقط ہماری قوت سے لڑتا تھا
اب تو صلح کرے گا۔ یہ قصہ تو یہاں کا یہاں رہا اب دو کلمے حدیث کے متعلق سنیئے
جب حدیث یونانی میدان سے پھرا تو لپسر قارون کو بلایا اور کہا کہ مجھے ان دونوں پہلوانوں کی قوت
تھی سو ان کو حمزہ نے کہا اور مسلمان کیا۔ اب آگے کیا فکر کرنی چاہیئے۔ لپسر قارون نے
کہا کہ رات ہی رات لڑائی کی جگہ سات کنویں کھودنے کا حکم دو اور ان کے اوپر باریک
بانس بچھا کر اور کیچڑ ملا کر مٹی بھروا دو اور جب صبح کو سوار ہوئے تو میں میدان میں جا کر کھڑا
ہو کر بولوں گا۔ کہ حمزہ اگر مرد ہے تو میرے اوپر حملہ کر جب وہ آئے گا تو میرے اوپر حملہ
کرے گا۔ اور کنویں میں گرے گا۔ تب سارے لشکر کو جنہوں نے ایک ایک توبرہ
مٹی اپنے ساتھ بھری ہو بلوا کر کنویں پاٹ دینا چاہیئے۔ حدیث نے اسی وقت حکم دیا کہ لپسر قارون
جیسا کہتا ہے ویسا کرو تب لپسر قارون کی تجویز کے مطابق کنویں تیار کیے گئے غرض چھ کنویں گھوڑا عبور کر
گیا۔ پھر اٹکا اور امیر نے کوڑا مارا اور گھوڑے نے جست کی تو گھوڑے کے اگلے پاؤں کنویں سے باہر پڑے
اور پچھلے کنویں کے اندر پہلے گھوڑا تو نکل گیا مگر امیر کنویں میں گر گئے اور حدیث کے سپاہیوں نے
مٹی ڈال دی اور کنویں کے کنارے خنجر اور کٹار لپسر قارون نے گاڑ دیئے غرضیکہ لشکر
کے لوگ حمزہ پر مٹی ڈالتے تھے۔ اور حمزہ سر پر روکتے تھے پس امیر تو ڈھال کی اوٹ پر

سلامتی سے رہے اور کوئی ضرر نہ پہنچا اور حدیث بھاگ کر قلعے کے اندر گیا۔ اور توپیں چھوڑنے لگا اور خندق میں پانی بھروا دیا یہاں عمر کنویں میں اترا اور امیر کو نہ پایا کیونکہ امیر وہاں سرنگ کھود رہے تھے کہ الٰہی یہ سرنگ حدیث کے دربار میں جا نکلے پس جب عمر نے حمزہ کو نہ دیکھا تو کوڑا اٹھا کر ادھر ادھر تلاش کرنے لگا جب بہت جستجو کی تو وہاں ایک راہ نظر آئی۔ اور کھودنے کی آواز سنائی دی تب عمر بھی اس سوراخ میں گھسا۔ اور دیکھا کہ امیر سرنگ کھود رہے ہیں امیر ڈرے کہ یہ کیا بلا پیدا ہو گئی امیر نے آگ جلا دی۔ اور عمر کو دیکھ کر ہنسنے لگا۔ اور کہا اسے عیار تو مسخرا پن چھوڑ عمر نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ امیر نے کہا سرنگ کھودتا اور یہ سرنگ حدیث کے دربار میں نکلے گی عمر نے کہا کھودنا میرا کام ہے تم ہٹو نکالو تب عمر کھودنے لگا حمزہ مٹی نکالنے لگے یکایک خنجر تخت کو لگی عمر تخت کے نیچے چھپا اور امیر باہر نکلے تو حدیث کو تخت پر اور لبیرنا رُد کرسی پر اس کے آگے

جنگ یونان میں امیر کا کنویں میں گرنا اور براہِ سرنگ یونانیوں کے قلعہ میں جا نکلنا اور حدیث شاہ یونان کو قید کر کے لے آنا
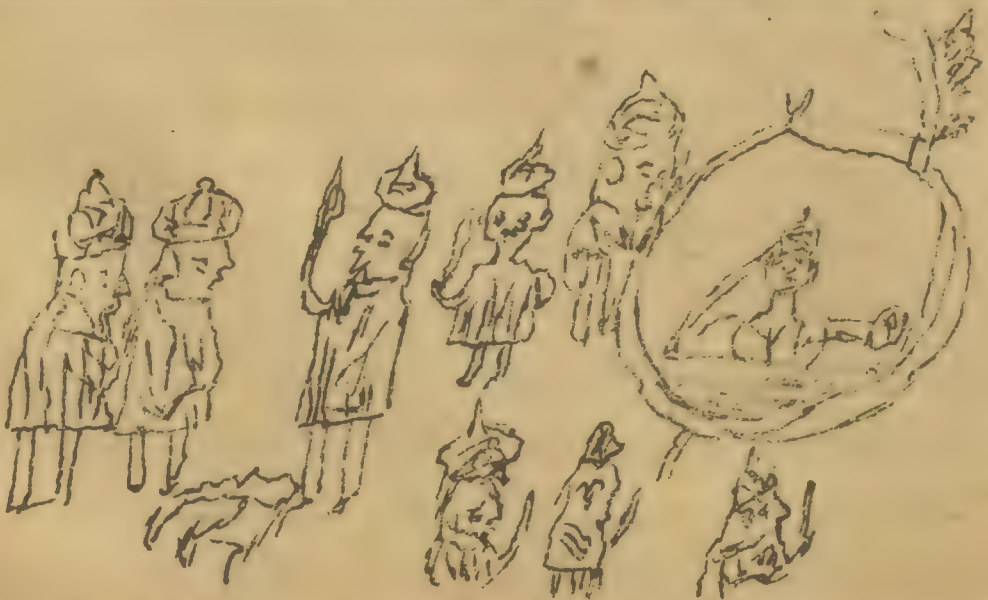
آگے پیچھے دیکھا جولاف زنی کر رہا تھا کہ اے حدیث تو نے یہ حیلہ اسی لیے کیا تھا اسی بات میں تھا کہ یکایک پسر قارون کی نظر
امیر پر پڑی تو وہ جلدی ہی باہر آیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کا رستہ لیا امیر نے ایک نعرہ مارا اور حدیث اتھا زمین پر دے
اور عمر نے دوڑ کر حدیث کو باندھا اور یہ شور تمام شہر میں پڑا پہلوان دوڑے اور قلعہ کا دروازہ توڑ کر اندر گئے امیر نے کہا اے یار
خبردار ہو کر پسر قارون کہیں جانے نہ دے اتنے میں یہ خبر پہنچی کہ پسر قارون شہر سے باہر گیا یہ سنتے ہی ایک کھلی پیٹھ کے گھوڑے پر سوار
ہو کر امیر دوڑے اور عمر بھی ساتھ ہوا کچھ دور جا کر دیکھا کہ ایک چرواہا جاگا جاتا ہے عمر نے کہا مت بھاگ ٹھہر وارہ اس
نے کہا اچھا کھڑا ہوں کیا کہتے ہو امیر نے کہا کہ کوئی سوار اس راہ سے گیا ہے اس نے کہا کہ ایک سوار ابھی ادھر سے
گیا اور مجھے کئی کوڑے مار کر میری روٹی چھین لی۔ اسی لیے میں تمہیں بھی دیکھ کر بھاگنے لگا کہ خدا جانے تم بھی میرے
ساتھ کیا کرو گے امیر نے کہا کہ تو میرے ساتھ چل میں تیری روٹی لاؤں گا غرض وہ چرواہا اور امیر و عمر ایک ساتھ چلے
اور پسر قارون قریب دس کوس گیا ہو گا تو اپنے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر امیر حمزہ نے میرا پیچھا کیا ہو گا تو وہ تقریباً
چار کوس سے زیادہ نہ چل سکے گا اور میں دس کوس تک آچکا ہوں. یہ خیال اپنے دل میں پیدا کر کے پسر قارون
ایک جگہ اتر گیا اور پھر وہ اپنے کپڑے اتار کر نہانے لگا تو اسی اثنا میں ایک جگہ پر امیر اور عمر اور چرواہا
یہ تینوں وہاں آ پہنچے اور کہا اسے کافر اب تو کہاں جائے گا پسر قارون نے کہا کہ مجھے کپڑے پہننے اور اپنے
ہتھیار لگانے کی اجازت دی جائے۔ امیر نے اس کے کپڑے اور ہتھیار اور گھوڑے کو اور روٹی اس
چرواہے کو دیجیے۔ اور قید کر کے ہمراہ کیا اور چرواہا کپڑے پہن اور ہتھیار لگا کر گھوڑے پر سوار ہوا اور امیر
کے ہمراہ چلا اور راہ میں عمر سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں عمر نے کہا امیر حمزہ بن عبد المطلب ہیں تو چرواہا اٹھ کر امیر کے پاؤں
پر گرا امیر نے پوچھا کہ تو کیا چاہتا ہے عرض کی کہ میں ایک اپنے گاؤں کے پٹیل کی لڑکی پر عاشق ہوں لیکن جب اس
رستہ سے جاتا ہوں تو پٹیل کے آدمی مجھے مارتے ہیں امیر نے کہا کہ تو اس پٹیل کے مکان کا پتہ بتا دے اس چرواہے
نے پٹیل کے گھر کا پتہ اور راستہ بتایا جب امیر اس پٹیل کے مکان پر گئے تو پیچھے پیچھے آپ بھی آ گیا اس گاؤں کے
لوگ اس چرواہے کو اس حالت میں دیکھ کر بہت متعجب ہو گئے اور پٹیل کو امیر کے آنے کی خبر کر دی گئی تو اسی
وقت پٹیل اپنے مکان میں سے نکل کر باہر آیا اور وہ آتے ہی امیر حمزہ کے پیروں پر لوٹ گیا امیر نے
پٹیل سے فرمایا کہ وہ اپنی بیٹی اس چرواہے کو دے دے اس پٹیل نے کہا اے صاحب میں آپ
کے حکم سے اس چرواہے کو دیتا ہوں مگر چرواہے کو مسلمان کر لو۔ امیر نے اس چرواہے کو مسلمان کر کے
پٹیل کی بیٹی سے نکاح کر دیا۔ اور پھر عمر کو فرمایا کہ جا کر سارا لشکر یہاں لے آؤ القصہ عمر جا کر سارے

لشکر کو لے آیا اور وہاں خیمہ لگائے امیر نے اپنے پہلوانوں سے کہا حدیث کو حاضر کرو بموجب حکم کے حاضر کیا امیر نے فرمایا اے حدیث کہو کہ خدا ایک ہے اور حضرت ابراہیم علیہ کا مذہب برحق ہے حدیث نے کہا میں یہ ہرگز نہیں کہوں گا امیر اس سے ہر چند متعرض ہوئے مگر وہ نہ مانا تب امیر کے حکم سے اس کو استفتالوش کے حوالے کر دیا گیا اس نے اس کا سر جدا کر کے مار دیا امیر نے دوسرے دن یہاں سے کوچ کر کے روم کا رستہ لیا۔

تینتیسویں داستان

امیر باتوقیر جب سرحد روم میں پہنچے تو امیر المومنین حضرت عباس رضہ کو فرمایا کہ قیصر روم کو خط لکھو غرض حضرت عباس نے بعد از حمد الٰہی و تعریف خاندان حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے یوں لکھا کہ حمزہ بن عبدالمطلب کے بیٹے کی طرف سے قیصر روم کو معلوم ہو کہ تین برس کا خراج زیر پایہ تخت نوشیرواں عادل نہیں پہنچا۔ اس لیے مجھے تم پر نامزد کیا ہے کہ بازو رد خبر لو سو اول یونان میں جا کر وہاں کے پہلوانوں کو ہاتھ میں لایا اور مسلمان کیا اور حدیث مسلمان نہ ہوا تو اسے واصل جہنم کیا اب تیرے شہر میں آیا ہوں اور تجھے باخبر کرتا ہوں کہ بادشاہ ہفت کشور کا یہ حکم ہے کہ تین برس کا خراج اپنی گردن پر لے کر بارگاہ گردوں اساس میں حاضر ہو ورنہ جو حال حدیث پر گزرا ہے وہی تم پر گزرے گا جب یہ نامہ رقم ہوا تو عمر بن عمیہ نامہ لے کر قیصر روم کے دربار میں پہنچے اور کہا کہ قیصر کو جلد خبر کر دو کہ جلیب دار حمزہ کا آیا ہے دربان دوڑے اور قیصر روم کو خبر دی حکم دیا کہ بلالاؤ بموجب قیصر روم کے حکم کے اندر عمر کو بلایا اور عمر بن عمیہ نے خط حمزہ کا لے کر قیصر کے روبرو کیا قیصر نے لفافہ کھول کر پڑھنا شروع کیا اور پھاڑ کر پھینکا تب عمر نے کہا کہ اے کافر تیری کیا مجال ہے کہ امیر کا نامہ پھاڑ کر پھینک دے تو قیصر روم نے حکم کیا کہ اس مسخرے کو پکڑو قیصر کے حکم سے چوبدار آئے عمر نے خنجر نکالا اور بہتوں کو مارا اور کود کر باہر دربار سے آ گیا اور اپنے لشکر میں آ کر امیر کے روبرو ساری حقیقت بیان کی دوسرے روز قیصر روم تقریباً دس لاکھ اسوار سے نقارہ جنگ کا بجا کر باہر آیا تب جاسوسان اسلام نے جا کر امیر کو دعائے جانداری دی اور کہا۔ رباعی

بادشاہا بارگاہت از فلک پر نور باد — داد عدالت در سرائے آخرت معمور باد

اے فریدوں ہمت و رستم دل جمشید فر — تیغ تو بر فرق دشمن ناصر و منصور باد

عمر دراز ہو بارعالم کی۔ قیصر روم نے نقارہ لڑائی کا بجوایا۔ ہے اور خود میدان میں آیا ہے۔ اور میدان

آراستہ کرایا ہے تب امیر نے فرمایا کہ ہمارے لشکر میں جا کر حکم دو کہ خود بھی میدان میں جائیں اور نقارہ لڑائی کا بجائیں جب دونوں لشکر میدانِ جنگ میں آ گئے اور صفوں کو آراستہ کر لیا تو نقیبوں نے پکارا کہ کون مرد ہے کہ جو میدان میں آ کر اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے اتنے میں قیصر روم کے لشکر میں سے استقلان پہلوان نکلا اور میدان میں آ کر نعرہ کیا کہ جسکو آرزوئے مرگ ہو وہ میدان میں آئے تب استفتانوش نے جواب دیا کہ چچا میرا مسلمان نہ ہوا۔ اس لیے میں نے اسے مارا اور حلقہ غلامی کا اس لیے اس کے کان میں ڈالا ہے۔ کہ حمزہ سے بڑا کوئی پہلوان نہیں اور ہمیں اس عرب کی غلامی کا کیا عیب ہے۔ بلکہ فخر ہے تب استقلان نوش امیر سے رخصت ہو کر میدان میں آیا تو اس استقلان سے پوچھا کہ تجھ کو کیا مرض ہوا کہ تو نے اپنے باپ دادا کا کھو دیا ہے جواب دیا کہ تجھے کیا کام اگر لڑائی ہے تو ایک ضرب لگا۔ بیت

بیا تا چہ داری زمردی نشان   کمان کیانی وگرز گراں

تب استقلان نے اپنا گرز اٹھایا اور استفتانوش نے بھی ادھر اپنا گرز اٹھایا غرض دونوں پہلوانوں کو لڑتے ہوئے شام ہو گئی اور آفتاب بحر فلک میں غرق ہوا تو اس وقت دونوں پہلوانوں نے تلواریں نکالیں اور ضربات میں ان کی دھاریں آرہ ہو گئیں لیکن نہ اسے فتح ہوئی اور نہ اسے ظفر آخر کار دونوں لشکر اترے اور رات بھر آرام کیا جب دونوں دوسرے روز استقلان نے پکارا کہ اے عرب اگر مرد ہے تو میدان میں آ کہ تجھ سے بوسہ دست کروں گا رومی کی جب یہ آواز امیر نے سنی تو آپ ہتھیار لگائے اور خنگ مہنز اسحاق پر سوار ہوئے اور سپاہ راست وچپ کا مجرا لیتے ہوئے استقلان کے مقابل آئے استقلان نے کہا کہ اے پست وقد تو کون ہے میں نے تو حمزہ کو بلایا تھا تو امیر نے فرمایا کہ میں نے اس قدر قد وقامت خدا دادا سے ساری دنیا سے پہلوانوں کو زیر کر کے ان کے کانوں میں غلامی کے حلقہ ڈالے اور تمام دنیا میں پہلوانی کا شہرہ حاصل کیا میں ہی حمزہ بن عبد المطلب ہوں اس پر استقلان نے کہا کہ شاید تو جادوگر ہے۔ جو اس قدر سب دنیا کو زیر کرتا ہے امیر نے فرمایا میں جادوگروں پر خدا کی لعنت بھیجتا ہوں صرف رب العزت ہی نے امیر کو جادوگروں اور کافروں کو مارنے کا حکم دیا ہے اور یہ طاقت بخشی ہے کہ پر فتح پاؤں اور لو لے کر جو ضرب تور کھتا ہے وہ لا استقلان نے گرز کو اور امیر نے سپر کو اٹھایا تب عمر نے عربی زبان میں کہا کہ اے حمزہ قیصر روم کے ساتھ دس لاکھ سوار ہیں خدا جانے ان میں کتنے پہلوان ہوں گے اگر آپ دو دو تین تین سے لڑیں۔ تو بھی پر نہیں آئیں گے۔ اور ملک بھی فتح نہ ہو گا امیر نے فرمایا کہ رب العزت کی قدرت کا تماشا دیکھ کہ کیا ہوتا ہے القصہ یہ استقلان نے امیر پر گرز مارا تو اسے امیر نے اپنے سپر کی اوجھڑ سے روک لیا۔ اور پھرتے وقت اپنا ہاتھ کو

بڑھا کر اس کی گردن اور کمر دوال پکڑی اور رکاب سے پاؤں نکال کر اس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری
کہ اسقلان کے نیچے سے گھوڑا نکل گیا اور بیس قدم دور جا کر پڑا اور امیر نے نعرہ مار کر اسقلان کو اٹھا لیا
اور سر پر پھرایا اور زمین پر پٹکا اور عمر نے دوڑ کر اسے باندھا اور اپنے لشکر میں پہنچایا۔ اسقلان کے چھوٹے
بھائی کا نام بھی اسقلان تھا اس نے جب اپنے بھائی کو بندھتے دیکھا تو تلوار کھینچ کر امیر پر دوڑا۔ امیر
نے ایک ہاتھ سے اس کی تلوار روکی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر ایک مکا مارا کہ وہ اپنے
گھوڑے پر سے نیچے گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ تو عمر نے اسے بھی باندھا۔ جب قیصر روم نے حال
دیکھا تو پکارا کہ عربوں کو مل کر مارو تب سارے لشکر نے ہر چہار اطراف سے یکبارگی ان پر حملہ کیا امیر نے
بھی تلوار ہاتھ میں لی اور رومیوں کے لشکر میں جیسے شیر بکریوں کے ریوڑ میں آتا ہے۔ گھس گئے۔ تلوار
جس کے سر پر مارتے تھے تو لاش زین کے نیچے اترتی تھی۔ اور جس کی کمر پر مارتے تھے تو مثل خیار
تر کے مارتے تھے اور اپنے تمام لشکر میں حکم دیا کہ ہمارے کہے بغیر کوئی نہ آئے۔ تو سب تمام
کھڑے ہو کر تماشہ دیکھنے لگے کہ ہارے ہوئے مردان مثل سنگ۔ دیراں کے اور سر ہائے رو
میدان مانند گوئے غلطان اور ان کا لہو ندی کی طرح جاری تھا۔ القصہ چار گھڑی تک سپاہ روم
کی امیر سے لڑی آخر شکست کھائی۔ جب امیر نے دیکھا کہ سب رومی بھاگ رہے ہیں تب اپنے
لشکر کو پکارا کہ ان کافروں کو مارو جو وہاں جانے نہ پائیں یہ سنتے ہی پہلوانانِ لشکر امیر نے گھوڑے
اٹھائے اور دوڑے اور رومیوں کے لشکر میں گھس آئے اور مارنے لگے اور عمر معدی کرب جو
حمزہ کے لشکر کا بڑا سردار صاحب لڑتا ہوا قیصر کے پاس پہنچا تو نعرہ کر کے اس کے گلے میں کمند ڈالی اور
کھینچ کر زمین پر پچھاڑا اور باندھ کر امیر کے پاس لایا امیر نے جب قیصر روم کو دیکھا تب معدی
کرب پر بہت آفرین کی اور خلعت دیا اور طبل شادیانہ بجاتے ہوئے اپنے لشکر میں آئے
اور پہلوانی کی کرسی پر بیٹھے۔ اور فرمایا کہ قیصر روم کو مع پہلوانوں کے لاؤ۔ القصہ بموجب حکم
امیر کے حاضر کیا امیر نے فرمایا کہ بولو خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا برحق ہے
اور بت پرست باطل ہیں اور اگر تم مسلمان نہ ہوئے تو جو حال حدیث یونانی کا ہوا ہے۔ ویسا ہی
تمہارا بھی ہو گا غرض قیصر روم بمعہ تمام پہلوانوں کے مسلمان ہوا۔ تب امیر نے فرمایا کہ ان کے بند
کھول دو۔ اور ان کے کانوں میں غلامی کا حلقہ ڈال دو۔ پس امیر کے ارشاد کے بموجب

ویسا ہی کیا گیا۔ پھر قیصر روم کو خلعت شاہانہ پہنایا۔ اور دونوں پہلوانوں کو بھی خلعتیں دے کر مہربانی فرمائی گئی
پس قیصر روم نے امیر کی یہ خواہش اور نوازش دیکھ کر شادمانی کی اور امیر کی بمع پہلوانانِ عرب دعوت دی
اور اپنے مکان کو لے گیا۔ اور شرائط مہمان داری بجا لایا۔ اور تین برس کا خراج ادا کیا۔ اس کے
بعد حمزہ نے مقبل کو کہا۔ کہ روم اور یونان کا تین سالہ محصول تو نوشیرواں کی طرف لے جا۔ اور میں
مصر کا مال لے کر آتا ہوں۔ غرض مقبل کے بموجب حکم کے روم اور یونان کا مال لے کر مدائن کی
راہ لی اور بعد از قطع منازل و طے مراحل مدائن میں پہنچا اور نوشیرواں کو خبر دی۔ کہ مقبل پر نوازش
فرمائی جائے اور امیر کا حال معلوم کیا اور یہاں سے امیر نے مصر کی طرف رخ و کوچ کیا اور اسقلان کو
کو ہمراہ لیا۔ بعد از قطع منازل و طے مراحل مصر میں پہنچے اور عزیز کو امیر کے آنے کی خبر ہوئی کہ امیر روم
کو فتح کر کے اب ادھر آیا ہے۔ تو عزیز نے وہاں کے اکابروں کو جمع کر کے مشورہ کیا۔ اور کیا
کرنا چاہیئے۔ سب نے بالاتفاق یہ بات ٹھہرائی کہ اپنے دل میں نفاق کر کے فی الوقت اس کا
مطیع ہو جانا چاہیئے۔ اور میزبانی کے بہانے سے اسے اپنے گھر بلا کر اور شراب اور کھانے
میں بے ہوش کر دینے والی دوائی ملا کر اور اسے بے ہوش کر کے بمع پہلوانوں کے باندھ لینا یہ مشورہ
کر کے عزیز مصر نے ہدیہ اور پیش کش لے کر مصر سے باہر آیا اور امیر سے ملا امیر نے اس کی بہت خاطر کی اور
سرفراز کیا تو عزیز نے کہا کہ اے امیر جیسا کہ اپنی مہربانی سے قیصر روم کو سرفراز کیا ہے اسی طرح مجھے بھی سرفراز
کر کے میرے غریب خانہ پر تشریف لے چلیئے۔ غرض امیر نے بعد سماجت بسیار اقبول کیا۔ اور
دونوں یونانی پہلوانوں کو لشکر میں چھوڑ کر آپ سب پہلوانوں سمیت شہر میں داخل ہوا اور عزیز کے دربار میں
اترے۔ عزیز مصر نے دسترخوان بچھوایا اور کھانا منگوایا کھانے سے فارغ ہونے کے بعد شراب کا دور
چلا چونکہ عزیز کے حکم سے شراب میں بے ہوشی کی دوا ملا رکھی تھی۔ پس اس کے پیتے ہی سب یاروں کو
بے ہوشی نے اثر کیا اسی اثنا میں معدی کرب نے کہا کہ اے لندھور دیکھ کہ تمام ڈیرے بانس کیوں تھراتے
ہیں لندھور نے کہا کہ خبردار ہو کہ وہ تیرے اوپر گرے گا۔ یہ کہتے کہتے معدی کرب ہنسا اور لندھور گر
پڑا۔ اور لڑھکنے لگا امیر نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا اے عمر بن عمیہ جان لے کہ یہ حرکت
عزیز کی ہے تب عزیز مصر آگے سے اٹھ کر بھاگا اور وہ اس کے پیچھے بھاگا کہ اس کو پکڑ لے مگر عمر کے
پاؤں لڑکھڑائے اور وہ گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا اور امیر دم بخود بیٹھے تماشہ دیکھ رہے تھے جب امیر

نے حکیموں سے کہا کہ عرب کے سارے پہلوان تو بیہوش ہو گئے۔ مگر حمزہ ابھی تک بیٹھا ہے تو حکیموں نے کہا کہ حمزہ کو کچھ حرکت دینی چاہیئے۔ اسوقت بیہوش ہو گا تو عزیز نے اپنے چند پہلوانوں کو حکم دیا کہ تم حمزہ پر حملہ کرو۔ جب پہلوانوں نے امیر پر حملہ کیا تو امیر نے چاہا کہ ایک ایک کو پکڑ کر مار دوں۔ تو آپ بھی لوٹنے لگے اور بے ہوش ہو گئے عزیز مصر نے حکم دیا کہ امیر کو معہ پہلوانوں کے باندھ لو پس اسی وقت امیر کے پہلوانوں کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق اور بغل میں خار دار لٹو تپچے گئے اور راتوں رات جزیرہ حلب پہنچا دیا گیا یہ مصر سے تقریباً تین کوس پر ہے تو عزیز نے نوشیرواں کو خط لکھا کہ اے بادشاہ ہفت کشور تیرے حکم سے حمزہ کو معہ اس کے یاروں کے باندھ لیا ہے اب ان کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے جب یہ خط نوشیرواں کو پہنچا تو اس نے بختک سے کہا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ بختک نے کہا کہ عزیز مصر کو لکھو کہ حمزہ کو معہ یاروں کے یہاں بھیج دے یہ بات یہ سن کر نوشیرواں بہت فکر مند ہوا اور بزرجمہر کی طرف دیکھ کر کہا کہ عزیز نے امیر کو دغا دے کر باندھا ہے۔ اور مجھے لکھا ہے۔ کہ اگر حکم ہو گا تو مار ڈالیں گے بزرجمہر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حمزہ کو ایک سو بچانوے برس عمر لکھی ہے۔ اس لیے اس کو کوئی نہیں مار سکتا لیکن آپ اپنی طرف سے لکھ بھیجیں کہ وہ حمزہ کو آپ کے پاس بھیجدیں گو بادشاہ کا خط پہنچنے سے پہلے خدا تعالیٰ امیر کو رہائی ہی کیوں نہ دے دے پس نوشیرواں نے کافی دن تک صبر کیا کہ خدانخواستہ جیسا بزرجمہر کہتا ہے تو ویسا ہی ہوا تو حمزہ کو آخر معلوم ہو جائے گا کہ میں نے اس کے مارنے کو کیا کہا تھا۔ تب تو کام بہت سخت ہو گا الغرض نوشیرواں نے عزیز کو لکھا کہ امیر کو بہت حفاظت سے وہیں رکھو کہ میں بھی وہیں آتا ہوں۔ اور عربوں کو اپنے حضور میں جان سے مرواؤں گا جب عزیز کو یہ نامہ پہنچا، تو وہ مضمون سے واقف ہو کر بادشاہ کے انتظار بند ہوا۔ مقبل حلبی جب مدائن سے چلا تو اس نے راہ میں امیر کے قید ہونے کی خبر سنی تو وہ کوچ بہ کوچ کرتا ہوا مصر پہنچا اور دیکھا کہ استفنا نوش صدف نوش مصر کے قلعہ سے مورچہ لگائے لڑ رہے مقبل نے کہا اے پہلوانان میں نے سنا ہے کہ امیر کو حلب کے قید خانہ میں مقید کیا ہوا ہے جو دریائے نیل کی ندی کے درمیان واقع ہے۔ چونکہ وہ لڑنے کی جگہ نہیں ہے۔ تم جیسا کہ یہاں لڑ رہے ہو تو ویسے ہی لڑتے رہو۔ اور میں یہاں سے جزیرہ حلب کی طرف جاتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں۔ خدا کیا کرتا ہے مقبل سوداگر کا لباس پہن کر اور بہت سامان سوداگری میں مشغول ہوا اور بندی خانہ کے عہدیداروں سے خوب آشنائی پیدا کر لی لیکن جس بندی خانہ میں یہ اسیر تھے۔ اس جزیرہ کا حکم عزیز مصر کے داماد

تھا اور عز بز مصر کی بیٹی کا نام زہرا د بانو تھا زہرا بانو نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور اوپر سے ایک تخت اتر تا ہے جس پر ایک ضعیف العمر شخص بیٹھا ہوا ہے۔ زہرا بانو نے پوچھا کہ تو کون ہے اس نے کہا کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں۔ اور تجھے مسلمان کرنے آیا ہوں۔ اور تجھے مقبل حلبی کی عورت بناتا ہوں زہرا بانو نے پوچھا کہ مقبل حلبی کون ہے اور کہاں ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے فرمایا کہ مقبل حلبی میرا فرزند ہے اور امیر حمزہ بن عبد المطلب کا یار ہے اور اس شہر میں فلاں جگہ اپنی سوداگری کی دوکان کر رکھی ہے بوقت فجر زہرا بانو بیدار ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ کے نشان کے مطابق کپڑا خریدنے اس دوکان پر گئی اور مقبل سے کہا کہ تو اطمینان کر کہ آج رات میں امیر کو رہا کرادوں گی تو زہرہ بانو اپنے مکان سے باہر نکلی اور مقبل کو ہمراہ لے کر بندی خانہ کی طرف گئی جب دروازہ پر پہنچی تو وہاں کے چوکیدار کو بلا کر فرمایا کہ میں نے آج رات ایک خواب دیکھا ہے اگر تم میری اس بات میں شریک ہو گے تو تمہیں امیر سے حکومت دلاؤں گی۔ اور اسی وقت ایک مٹھی دینار و درم بھی اس کو دیئے۔ اور چوکیداروں سے مقبل نے پہلے ہی آشنا ہو چکا تھا۔ اور خصوصاً اس بشارت سے وہ بہت خوش ہوئے۔ بعدازاں زہرا بانو نے ایک کمند اور ایک پیڑھلا کر باندھی اور اس پر مقبل کو بٹھایا اور مقبل کے ہاتھ میں سوہن دیا اور بندی خانہ میں گیا تب امیر اور اس کے یاروں نے روشنی دیکھی تو انہیں یقین ہوا کہ کوئی ہمارے قتل کے لیے آ رہا ہے۔ جب انہوں نے مقبل کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے لہٰذا امیر کے پاس مقبل آیا اور وہ امیر حمزہ کے پیروں پر گر کر خوب رویا پھر چاہا کہ سب سے پہلے امیر کے پیروں کے بند کاٹے۔ امیر نے فرمایا پہلے یاروں کے بند کاٹو۔ تب مقبل نے امیر کے کہنے سے سب یاروں کے بند کاٹے اور امیر کے پاس پہنچے۔ امیر نے باطنی خوش دلی سے تھوڑا زور کر کے اپنے سب بند توڑ ڈالے۔ مقبل نے کہا یا امیر آج تک یہ بند آپ نے کیوں نہیں توڑے۔ تو امیر نے فرمایا کہ میں ان کے توڑنے کے لیے بہت زور لگاتا تھا پر ان کو میں نہیں توڑ سکا۔ اب تھوڑی قوت صرف کرنے سے یہ بند ٹوٹ گئے۔ بیت:

تا نہ رسد وعدہ ہر کار کہ ہست سود ے نہ دہد یاری ہر یار کہ ہست

بعدازاں پہلے مقبل باہر نکلا اور پھر ایک ایک کر کے تمام پہلوانان باہر آئے اور بعد میں امیر آئے۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ تو زہرا بانو نے کہا کہ سب سے پہلے یہاں کے حاکم کو مارنا ضروری ہے عمر معدی

کریب نے کہا کہ اے زہرا بانو ہم کو کھانا کھلا کہ ہم بھوکے ہیں۔ زہرا بانو نے یہ بات سنائی کہ یہاں اس بات کا بہت چرچا ہے کہ بادشاہ کل صبح تم کو قتل کرنے آئے گا۔ میں نے تمہارے لئے بالکل تیار کر رکھا ہے آؤ اس مطبخ میں جا کر کھانا کھائیں کے امیر حمزہ اور تمام پہلوانان زہرا بانو کے ہمراہ مطبخ میں آئے باورچیوں نے جب یہ حال دیکھا تو اپنے آپ کو سوتا ڈالا امیر نے کہا کہ کوئی جائے اور بادشاہ کے داماد کو بلا لائے۔ تب کھانا کھانے لگے زہرا بانو نے کہا یہ کام میرا ہے امیر نے مسکرا کر اجازت دے دی زہرا بانو اپنے خاوند کے پاس گئی اور نیند سے اٹھایا جب اس کے مرد نے اس کو مردانہ لباس اور ہتھیار لگائے ہوئے دیکھا تو کہا کہ اے معشوق کیا حال ہے زہرا بانو نے کہا کہ اے کافر اٹھ تیرے دروازہ پر امیر حمزہ کھڑا ہے اگر تو آتا ہے تو میں تیری جان بخشی کرا دیتی ہوں اس کے خاوند نے چوکیدار کو پکارا کہ اس گیسو بریدہ کو پکڑ لو۔ زہرا بانو نے تلوار سے اپنے خاوند کا سر کاٹ لیا اور امیر کے پاس لے گئی امیر نے اسے بہت آفرین کی اور فرمایا کہ فجر ہونے تک ہم مصر پہنچیں گے اور میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے زہرا بانو نے کہا کہ اب ہتھیار لاؤ کہا یہ کمرہ ہتھیاروں کا ہے۔ جس میں سام بن نریمان کا ایک گرز بھی ہے وزن جس کا ایک ہزار من ہے امیر نے کہا تو میرے قابل ہے کہا اسے کون اٹھا سکتا ہے آپ خود اس کو اٹھائیں غرض امیر گئے اور بہت سے ہتھیار دیکھے اور ایک صندوق بھی دیکھا کہ جس میں وہ گرز پڑا ہوا تھا امیر نے اس گرز کو بوسہ دیا اور کاندھے پر اٹھایا اور کہا کہ اس گرز سے قلعہ کی دیوار گرے گی اور امیر مع اپنے سب یاروں کے اندر گئے اور عزیز مصر کے دربار میں آ گئے اور زہرا بانو جو بادشاہ امیر مصر کی صاحبزادی تھی اپنے باپ سے جا کر پورا ماجرا سنایا۔ اور وہ اس وقت سویا ہوا تھا اٹھا اور ماجرا سنا اور عزیز مصر نے یہ سن کر کہا کہ یہ بہت ہی برا ہوا۔ اور پھر کہنے لگا کہ اس برے کام کرنے والے کا سر قلم کیا جائے۔ یہ سنتے ہی زہرا بانو

نے تلوار سے اپنے باپ کا سر کاٹ کر امیر کے پاس لائی اور امیر نے زہرا بانو کے سر کو بوسہ دیا اور فرمایا کہ خدا راہ راست پر لائے وہ ایسے کام ہی کرتا ہے جب فجر ہوئی امیر کی شہرت تمام شہر میں بلند ہوئی تب دونوں یونانی پہلوانان شہر کو فتح کر کے اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر امیر کے پاس

یونانی پہلوان شہر کو فتح کر کے امیر کے پاس آئے اور امیر کے پیروں پر گر پڑے امیر نے فرمایا کہ مصر کے لوگوں کو
جو ایمان لائیں انہیں چھوڑ دو اور باقی سب کو مار دو عرب کے پہلوانوں نے ایسا ہی کیا عزیز کا ایک بھائی ناصر شاہ
نامی کہ جس نے اپنے جسم پر کپڑے کا نشان باقی نہ چھوڑا زہرا بانو کو ساتھ لے کر امیر کی خدمت میں آیا امیر نے فرمایا کہو خدا ایک
ہے۔ اور مذہب حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا سچا ہے ناصر شاہ نے اقرار کیا اور اقرار صدیق کر کے مسلمان ہو گیا امیر
نے اس کو سرفراز کیا اور سونے کی کرسی پر بیٹھایا دوسرے روز امیر کو یاروں سمیت اپنے گھر لے گئے اور شرائط مہمانداری
بجالایا اور چالیس روز وہاں رکھ کر جشن منایا اور ناصر شاہ کی بیٹی کا جمال تمام بادشاہوں میں تھا ہر جگہ اس کے حسن کا چرچا
تھا۔ کہ جس کو بہت سے بادشاہ چاہتے تھے۔ لیکن ناصر نے کسی کو نہ دی ناصر نے زہرا بانو سے یہ کہا کہ اگر امیر حمزہ
میری بیٹی کو قبول کریں تو میں بیاہ دوں گا زہرا بانو نے ساری حقیقت امیر کو سنائی امیر نے فرمایا کہ میں نے
مہر نگار سے یہ کہہ رکھا ہے کہ میں کسی غیر عورت سے نکاح نہیں کروں گا اور مہر نگار میرے سوا اور کسی مرد سے
نکاح نہیں کرے گی زہرا بانو نے کہا کہ درست ہے لیکن آپ اس کو قبول کر لیں کہ جب مہر نگار سے نکاح
ہو جائے تو اس کو بھی تصرف کرنا غرض امیر نے یہ قبول کیا اور وقت مبارک ساعت دیکھ کر عقد کر لیا
اور اسے اپنے محل لائے کئی دن تک عیش و عشرت کی۔ ایک رات امیر اپنے مکان میں آرام فرما تھے
کہ یکایک احتلام ہوا ایک رومال سے اپنے بدن سے صاف کیا اور اس کو اپنے بچھونے میں رکھ لیا
اور آپ غسل کرنے باہر گئے قضارا۔ اس وقت آدھی رات ناصر شاہ کی بیٹی جاگ گئی اور سوچا کہ دیکھوں
کہ امیر اس وقت کہاں گئے ہیں غرض ایک دائی جوان کی راز داں تھی ہمراہ لے کر مکان پر آئی۔ اور دروازہ کو کھول
کر اندر گئی اور دیکھا کہ امیر پلنگ پر موجود نہیں تو انتظار کرنے لگیں کہ اتفاقیہ نیند آئی کہ اس کو بھی احتلام ہو گیا جب
وہ نیند سے بیدار ہوئی تو اس نے بھی اپنا بدن رومال سے صاف کیا کہ جس سے امیر نے پوچھا کہ اور وہ
رومال لے کر اپنے مکان پر چلی گئی۔ جب امیر غسل کر کے آئے کہ وہ رومال جس سے میں نے اپنا بدن
صاف کیا وہ لا دیئے مقبل نے اس کو بہت تلاش کیا مگر نہ ملا آخر امیر مصر سے کوچ کر کے مدائن کی طرف روانہ
ہوا اور مصر کی بادشاہت ناصر شاہ کے حوالہ کی اور جزیرہ حلب کی بادشاہی اس چوکیدار کے حوالہ کی اور پھر
منزل بہ منزل سفر کرنے لگے (باقی دارد)

چونتیسویں داستان

اب قصہ گستہم کا سنیئے کہ جاسوسان نے یہ خبر ترکستان میں پہنچائی کہ حمزہ مدائن کی طرف سلامت آیا ہے تو گستہم اور مغلوں کو بادشاہ پوہین گاؤ بیش آپس میں ملے اور گستہم زریں کفش نے ژوپین سے کہا کہ تو مدائن جا کر حمزہ کو مار۔ ژوپین نے گستہم سے پوچھا کہ اگر میں حمزہ کو قتل کروں تو کیا بادشاہ اپنی دامادی کو میری طرف رجوع کریں گے تو گستہم نے اس کا ذمہ لیا اور تو چل کر نوشیرواں سے مل اور حمزہ کو مار میں تجھ کو مدد دوں گا الغرض ژوپین نے اپنا لشکر مدائن کی طرف روانہ کیا راوی لکھتا ہے کہ ژوپین گاؤ بیش کا لشکر جہاں اترتا تھا تو بیس بیس کوس تک گرداوری میں پالی نہ رہتا تھا اور یہ حکم دیتا کہ جہاں بھی سبزہ زار ہو فوراً لوٹ لو قریب کہ گستہم نے نوشیرواں کو لکھا کہ ژوپین بمعہ لشکر کے لایا ہوں یہ سن کر نوشیرواں بہت حیران ہوا اور بزرجمہر سے کہا کہ یہ بدبخت ہماری نظر میں بری بلا ہے۔ بختک نے کہا کہ اے بادشاہ اب اگر ہزار جان حمزہ رکھتا ہو تو اس کا لشکر میں لے جانا بھی مشکل ہے بزرجمہر نے کہا کہ خدا تعالےٰ کے حکم سے حمزہ اس لشکر کے اتنے آدمی مارے گا کہ ان کی گنتی نہ کی جائے گی القصہ بادشاہ نے فرمایا کہ لشکر کو عراق کے بڑے جنگل میں اتارو بعدازاں نوشیرواں بمعہ لشکر کے رخصت ہو کر زوپین کے استقبال کو گیا اور یہ خبر ہوئی کہ بادشاہ زوبین کے استقبال کو آتا ہے تو زوپین گاؤ بیش اور سارے مغل سوار ہو کر نوشیرواں کی سواری کا پتہ کرنے گئے کہ یکایک از بیابان گرد برخاست گردے بادا باد کو اور بادتے مارا گرد کو چیرہ و تیری گرد کا دامن چاک ہوا دیکھا تو نوشیرواں کا ہر اول غلام باجاہ جلال نمودار ہوا زوبین نے کہا کہ یہ کون ہے کہا دارا ہے پھر خاقان آیا کہا یہ کون ہے گستہم نے کہا کہ یہ نعفور ہے بعدہٗ امیر العراق آئے پوچھا یہ کون ہے کہا یہ امیر زادہ ہے مگر زور بادشاہی رکھتے ہیں پھر یکایک ایک غل ہوا زوبین نے گستہم سے پوچھا کہ یہ آواز کیسی ہے گستہم نے کہا کہ اب یہ نوشیرواں کی سواری آرہی ہے یہ ان کے ہمراہیوں کی آواز ہے سات سو ہاتھی سونے کی عماری کی داہنے ہاتھ اور سات سو ہاتھی سونے کی عماری کے بائیں طرف اور سات سو ہاتھی سونے کی عماری کے پیچھے اور ایک سو بیس چھتر کے سایہ میں نوشیروان بن قباد شہر یار آتا ہے۔ اور بزرجمہر وزیر داہنی طرف اور بختک وزیر بائیں طرف اور ستر ہزار غلام زریں چپ و راست ہیں جب زوبین نے بادشاہ کو دیکھا تو اپنے گھوڑے سے نیچے اترا۔ نوشیرواں نے اترتے ہی ارادہ کیا مگر بزرجمہر کے کہنے سے یہ نامعلوم ہوا کہ جب تک زوبین دوڑ کر بادشاہ کی رکاب کو بوسہ

نہ دلوے اسوقت تک اترنا مصلحت نہیں ہے اور بختک نے کہا کہ یہ مصلحت ہے کہ نشتابی اترو۔ آخر کار نوشیروان نے بزرجمہر کا کہنا مانا اور گھوڑے سے نہ اترا اور سواران مغلیہ بادشاہ کو دوڑتے دیکھ کر۔ القصہ جب زوبین نزدیک آیا تو اپنا ہاتھ بادشاہ کے پیروں کی طرف بڑھایا تب بادشاہ اترا۔ اور اس کے برادروں کو اپنے گلے سے لگایا۔ اور سب کو خلعت دی جب ان کی نظریں خلعت پر پڑیں تو سب اپنا اپنا سر ہلانے لگے۔ کہ یہ بادشاہ ہے اور سب مسخرے ہیں اس کے بعد ہزار کھنبہ کا خیمہ اور چالیس ستون کی بارگاہ آگے کھڑی ہوئی تھی بادشاہ اس میں آکر تخت جمشیدی پر بیٹھا تمام اطلسی اور سونے کی میخیں اور ریشم کے ریسمان دیکھ کر زوبین نہایت متحیر ہوا پھر زوبین نے پوچھا کہ یہ کیسا غل ہے کہا کہ کھانا لانے ہیں۔ اتنے میں زربفت کا سفرہ پھیلا کر اس پر دسترخوان زردوزی بچھایا اور سونے ورو پہلی کے طباق اور پیالے رکابیاں رکھیں۔ اور کھانا چنا گیا اور قسم نان نرین اور نان ورقی و نان نعمت و نان گلزار و نان تنکی و نان پنیر و نان اعلیٰ و نان آبی و نان روغنی و نان خطائی و نان جپاتی و نان پھلکہ و نان باقرخانی و نان گاؤ و نان گاؤ زبان اور پلاؤ۔ و بیگمی و پلاؤ لادپود پلاؤ کوکو و پلاؤ موتی و پلاؤ مزعفر و پلاؤ متنجن و پلاؤ شولاؤ پلاؤ بیری پلاؤ گیلی پلاؤ کاشانی اور کباب مرغ۔ کباب سیخ و کباب شامی و کباب تکنہ و ہریسہ و سموسہ و پچلاو حلیم اور سیب و بہی ناشپاتی نمرت۔ قندی۔ ساق عروسی۔ بادام۔ چھوہارا۔ پستہ کشمش۔ انگور۔ انجیر غرض ہر قسم کا میوہ لا کر حاضر کیا جب مغلوں نے اس خوان و شوکت کے سفرہ کا منہ دیکھا تو سب دیوانے ہو گئے۔ اور گوناگون کھانے و میوے ہائے پوقلموں اور انواع اقسام کی نعمتیں نوش فرمائیں اور سفرہ اٹھایا اس کے بعد شراب کی سنہری دور پہری دیلوری پیالے ساقیان مہر نوش و معشوقان دلکش گردش میں لائے اور مطربان خوش آواز نے چنگ و نائے و ڈھول اور طبلے اٹھائے۔

صد حجاب از چشم مرداں بر گرفت
چشم ساقی بادۂ احمر گرفت

ساری مجلس شراب سے بدمست ہوئی اور حکایت امیر حمزہ کی کرہ کہاں ہے بختک نے کہا۔ کہ حمزہ مصر میں ہے۔ شاید کہ اب تک اسے مارا ہوگا یا نہیں تو تیرے ہاتھ سے جان بچا کر کہاں جائے گا تب گستہم اٹھا اور بادشاہ کے آگے اپنا سر رکھا اور اس نے عرض بارگاہ میں کی کہ زوبین کو شرف دامادی دیں۔ کیونکہ بیٹی کا گھر رکھنا خطا ہے۔ اور زوبین سے بہتر داماد کوئی نہیں۔ بختک نے گستہم

کی امداد کی بادشاہ اس بات سے غصہ میں آگیا اور چپ ہو گیا آہستہ بزرجمہر سے کہا اے بزرجمہر اگر اس وقت میں گستہم کو
اپنی دامادی کے لیے قبول نہ کروں تو بڑے مصلحت بہتر نہیں کیونکہ کام خراب ہونے سے خوف کرتا ہوں اگر قبول
کروں یعنی مہر نگار جس کے بازو سے لگ کر بیٹھے گی وہ خود سمجھ لے گا غرض بادشاہ نے گستہم کی بات قبول
کی تو گستہم نے زوبین کو نوشیرواں کے پیروں کو ڈالا اور نوشیرواں نے گلے سے لگایا تو زوبین نے کہا کہ کسی
کو مدائن کرنا ضروری ہے کہ مہر نگار کو یہاں لے آئے کیونکہ اگر بادشاہ زادی آئے تو بہتر ہے آخر قباد بن
گستہم کو روانہ کیا جب مدائن گیا اور مہر نگار نے یہ خبر سنی تو بہت رنجیدہ ہوئی اور وہ ابھی اس فکر میں تھی
کہ امیر کے آنے کی خبر سنی اور مدائن سے تقریباً چار کوس کے فاصلہ پر اترے ہیں پس یہ خبر سنتے ہی قباد بن
گستہم مدائن سے بھاگا اور دوسرے روز امیر مدائن میں داخل ہوئے اور ان کو ساری حقیقت
کا حال معلوم ہو گیا اور آپ نے بخیریت آنے سے خدا کا شکرانہ بجالایا۔ اور مہر نگار کے محل میں
تشریف لے گئے اور دونوں آپس میں خوب ملے اور عیش میں بیٹھے۔ فرد

دادار یار غیب دانی خیر زوق دارد ابرے کہ در بیابان بر تشنگاں بیارد

مدائن کی ساری حقیقت سن کر امیر کو از حد غصہ آیا اور اپنے لشکر کا حکم دیا کہ مدائن کے سب گھر
لوٹ لو۔ آدمیوں کو نہ ستانا جب پہلوانوں نے امیر کا یہ حکم سنا تو لوٹ مچا دی قضا کار عمر معدی گستہم
کے گھر گیا اور اس کی بیٹی پر عاشق ہو گیا۔ اور اس کو اپنی بغل میں پکڑ کر اپنے مرکان میں لے آیا اور کہا کہ
میں تجھ کو اپنے نکاح میں لاؤں گا تو مجھے قبول کر اس نے کہا کہ اگر آدمی ہوتا تو میں تجھ کو قبول کرتی لیکن تو دیو
ہے میں کیونکر قبول کروں غرض اس نے قبول نہ کیا دوسرے روز یہ کہ عمر بن عمیہ بختک کے گھر آیا اور اس کی
بیٹی کو بھی ہمراہ لے لیا اور کہا کہ میں تجھ کو اپنے نکاح میں لاؤں گا تو مجھے قبول کر اس نے انکار کیا غرض بعد از گفت
گوئے بسیار عمر عمیہ نے اس کے ساتھ اپنا نکاح کیا شدہ شدہ یہ خبر امیر کو پہنچی کہ ہر ایک بموجب حکم امیر کے
لوگوں کے گھروں کو لوٹا اور عمر معدی کرب اور عمر عمیہ ضمیری نے ایسا کام کیا۔ امیر نے ان دونوں کو بلایا اور کہا کہ
میں نے تو لوگوں کے گھروں کو لوٹنے کا حکم دیا اور کہا تھا کہ لوگوں کو مت ستانا پر تم نے لوگوں کی بیٹیوں کو
زبردستی پکڑا کیوں ہے عمر بن عمیہ نے کہا کہ بختک کی دختر نے مجھے رضا و رغبت سے قبول ہے
لیکن گستہم کی بیٹی عمر معدی کو قبول نہیں کرتی۔ امیر نے فرمایا کہ اس لڑکی کو یہاں لے
آؤ عمر معدی نے کہا کہ وہ مجھ کو قبول نہ کرے گی تو میں اپنے پیٹ میں چھرا مار لونگا امیر نے کہا کہ بہتر ہے مار لو

اور فرمایا کہ اگر وہ لڑکی عاقلہ بالغہ ہے وہ تجھ کو قبول نہیں کرتی ہیں کیا کروں اس کے لڑکی کو بلایا کہا کہ تو اس کو قبول نہیں کرتی کہ وہ میرا اطہائی ہے۔ اور دائیں بازو کا رہنے والا ہے۔ اور گستہم کو اس کی دامادی سے شرم نہ ہوگی مہر نگار نے بھی عمر معدی کرب کی بہت سفارش کی عرض گستہم کی بیٹی نے قبول کیا اور امیر نے اچھی ساعت دیکھ کر نکاح کر دیا تمام لشکر عیش میں مشغول ہوا یہ خبر جب نوشیرواں کو پہنچی بختک گستہم کو کہنے لگا اے حرام زادہ تیری دامادی کے لیے عمر معدی لائق ہے۔ کہا کہ تو اپنی تو کہہ کہ جس کا داماد عمر بن امیہ ہے۔ تمام لوگ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہنسے اور یہ دونوں بہت شرمندہ ہوئے زوبین نے کہا کہ اے بختک تو خاطر جمع رکھ کہ میں امیر سے اس کا بدلہ لے لوں گا۔

پینتیسویں داستان

روایت ہے کہ جب امیر جشن سے فارغ ہوئے اور عمر معدی اعمر عمیہ کے نکاح سے بھی فارغ ہوئے تو مدائن سے روانہ ہوئے اور مہر نگار کو ہمراہ لیا تو یاد راخضر کی طرف روانہ ہوئے جب دو تین منزل گئے تو امیر نے یاروں سے مشورہ کیا کہ ہم نے سرائے کو جانا ہے۔ اور مہر نگار کو ہمراہ لے جانے میں خطرہ ہے۔ بہتر ہوگا۔ کہ مہر نگار کو عمر معدی کرب اور عمر عمیہ کی عورتوں کو اور مقبل حلبی کو ہمراہ روانہ کریں۔ سب نے اس کو پسند کیا تب مقبل اور مہر نگار کو چالیس ہزار غلام اور خوجے اور باندیاں دے کر مکہ کو روانہ کیا۔ اور مقبل کو چالیس ہزار سوار دے کر روانہ کیا اور آپ نے وہاں سے کوچ کیا جب کافروں کے لشکر کے قریب پہنچے تو عباس کو فرمایا کہ نوشیرواں کو ایک خط تحریر کرو تب عباس نے پہلے حمدِ خدا کی لکھی۔ اور بعد تعریف خاندان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یوں تحریر کیا کہ حمزہ بن عبد المطلب کی تجھ کو معلوم ہو کہ تو بادشاہ ظالم ہو کے عادل کہلاتا ہے۔ اور اپنا خطاب عادل متعین کیا ہے۔ کہ نبلا کہ میں نے تیری کیا تقصیر کی ہے جو تو نے اول کہا تھا۔ کہ لندھور کا سر لانے پر تجھے مہر نگار دوں گا اس لیے میں لندھور کو زندہ لے آیا۔ اور تیرے حوالے کیا اور تو نے اپنی بیٹی مرزبان کو دی اور گستہم کے ہاتھ سے مجھے زہر دلایا اور اس کے بعد مصری دیو نان روم کو بھیجا اور وہاں بھی خط لکھ کر حیلہ اور مکر کیا۔ پھر خدا تعالیٰ نے مجھے وہاں سے خلاصی دی۔ پھر بھی تو اپنی بیٹی مغلوں کو دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ باری تعالیٰ نے مجھے غیب سے پہنچا یا اور مہر نگار کو مغلوں کے جنگ سے بچا لیا تو میں نے ناچار

ہو کر مکہ میں بھیج دیا اور دشمنوں کی آنکھوں میں دھول ڈال دی ہے اور اب میں تیرے پاس اس لیے آیا ہوں کہ اپنے
کیے سے پشیمانی اٹھا کر تو بہ کرکے میرے ساتھ صلح کرے گا اور اپنی بیٹی مجھ پر حلال کر دے گا تو بہتر ہے ورنہ
مکہ خدا کی سوگند ہے کہ تمہارے خلاف وعدے کے سبب سے اتنے کافروں کو قتل کروں گا کہ جس کا حساب
خدا کو معلوم ہو گا جب یہ نامہ تمام ہوا تو عمر بن عمیہ کو دے کر روانہ کیا نوشیرواں کی ... جب یہ نزدیک پہنچا تو
ایک بلند ٹیلہ پر کھڑے ہو کر لشکر کی طرف دیکھا تو وہ اپنے دل میں سوچنے لگا۔ کہ جب میں نوشیرواں کے پاس
جاؤں گا تو وہ مجھے دیکھ کر کہے گا کہ پکڑو اس عیار کو تب میں کدھر جاؤں گا سوائے بھاگنے کے اور کوئی چارہ
کار نہ ہو گا مگر اس لشکر میں بھاگ کر کدھر جاؤں گا دل میں یہ اندیشہ کرکے پھرا اور امیر کے پاس آیا اور تمام حقیقت
بیان کی امیر نے وہ نامہ لیا اور فرمایا کہ میں یہ نوشیرواں کو میدان میں دوں گا حمزہ انہیں باتوں میں تھا کہ استفتانوش
آیا امیر نے یہ حال اس کو سنایا اس نے کہا کہ خدا کے کرم اور حضور کے اقبال سے میں جاؤں گا۔ اور یہ نامہ دوں گا
امیر نے ہر چند منع کیا لیکن اس نے سنا۔ غرض امیر نے ناچار ہو کر کہا اچھا اگر تو جاتا ہے اور اپنے ہتھیار میرے
پاس لاؤ اپنے ہتھیار امیر کے پاس لایا امیر نے استفتانوش کے ہتھیاروں پر جو صحیفہ حضرت ابراہیم پر اترتا تھا
سو پڑھ کر پھونکا اور وہ تمام ہتھیار دیئے اور روانہ کیا اور کہا کہ جا تجھے خدا کو سونپا۔ القصہ تب استفتانوش سوار ہوا
اور ابھی نوشیرواں کے دربار میں نہیں پہنچا ہے کہ استفتانوش نے دل میں سوچا کہ ابھی میں نوشیرواں کے دربار میں نہیں
پہنچا کہ رات ہو گئی اور رات کو لشکر میں جانا خوب نہیں پس رات بھر یہیں گذران کرنی چاہیئے۔ اور جب فجر ہو
تب دربار میں نوشیرواں کے جانا چاہیئے تب ایک جگہ کھڑے ہو کر دائیں اور بائیں طرف تو ایک بڑا ذخیرہ دیکھا
تب لوگوں سے پوچھا کہ یہ ڈیرہ کس کا ہے انہوں نے کہا لہرستانی کا ہے۔ اور اسے لہراسپ بن لوس کہتے ہیں تو لوگوں
سے پوچھا کہ اسے خبر دو۔ کہ ایک پہلوان امیر حمزہ کے پاس سے نوشیرواں کے پاس پیغام لے کر آیا ہے۔ سو
رات ہونے کے سبب تمہارے ڈیرے میں آتا ہے اگر رضا دو گے تو تمہارے دروازے میں رات کی رات رہ کر
گذران کرے گا یہ خبر سن کر لہراسپ شتابی باہر آیا اور استفتانوش کا ہاتھ پکڑ کر ڈیرے میں لے گیا اور اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ سچ جان
کہ میں جس روز سے حمزہ کی تعریف سنتا ہوں اسی روز سے حمزہ کی مردانگی اور بہادری کا عاشق زار ہوا اور پچاس ہزار اسوار غرق
آہن میرے پاس ہیں اگر نوشیرواں نے صبح کو دربار میں تم پر کچھ زیادتی کی تو اسے میں سمجھوں گا استفتانوش یہ بات سن کر بہت
خوش ہوا اور خدا کا شکر بجا لایا اور تمام رات لہراسپ کے ساتھ عیش میں گذاری جب فجر ہوئی تو استفتانوش لہراسپ سے
وداع ہوا اور چلا جب راہ طے ہوئی۔ تو دوپہر کو نوشیرواں کے دربار میں پہنچا اور نیزہ گاڑ کر گھوڑا باندھ کر دربانوں

سے کہاکہ نوشیرواں کو خبر دو کہ ایک شخص امیر کے پاس سے آیا ہے دربان دوڑے اور بادشاہ کو خبر دی بادشاہ نے کہاکہ آنے دو تب استفتانوش دربار کے اندر گیا اور کہاکہ سلام بزرجمہر کو ہے بزرجمہر نے کہا وعلیکم السلام اے فرزند خوش رہو خوش آمدی بختک نے کہا خوش تو آیا لیکن ہے کہ خوش جائے بزرجمہر نے کہاکہ اے حرام زادے کیوں خوش نہ جائے گا تب نوشیرواں نے کہاکہ اے یونانی جو پیغام تو حمزہ کا لایا ہے دے۔ استفتانوش نے امیر کا خط دیا اور اپنا ہاتھ شمشیر کے بیچ رکھ کر جواب کا منتظر کھڑا رہا اور بادشاہ خط پڑھنے میں مشغول تھا کہ بختک نے زوبین سے کہاکہ ایک کو اشارہ کیا کہ پیچھے سے آکر اس یونانی کو اچانک ایسی تلوار مارے کہ اس کا کام تمام ہو تب زوبین نے ایک سخت مغل سے اشارہ کیا سو استفتانوش وہیں معلوم کر گیا کہ میرے پیچھے حریف آتا ہے پہلوان پھرا اور اس مغل کو ایسی تلوار ماری کہ دو ٹکڑے ہوا زوبین نے اپنے تمام مغلوں کو حکم دیا کہ مارو اس عرب کو یہ حکم سنتے ہی ہزار مغل نامدار تلوار کھینچ کر استفتانوش پر گرے اور استفتانوش نے بھی اپنے آپ کو مغلوں میں ڈالا ہر چند کہ نوشیرواں منع کرتا تھا کہ پیغام لانے والے سے کیوں لڑتے ہو یہ کسی نے نہ سنا پر لہراسپ کو یہ خبر پہنچی کہ استفتانوش مغلوں سے لڑتا ہے تو پچاس ہزار سوار سے لہراسپ زوبین اور نوشیرواں کے دربار میں استفتانوش کی مدد میں ہو کر لڑنے لگا اور لڑ بھڑ کر استفتانوش کو اپنے لشکر میں پہنچایا اور مغلوں سے باہر اسے سلامت لے گیا تب سارے مغلوں نے شرمندہ ہو کر کہاکہ اے لہراسپ استفتانوش کی حمایت کرتا ہے جب یہ خبر امیر کو ہوئی کہ لہراسپ اور استفتانوش بمعہ پچاس ہزار سوار کے آتے ہیں تو امیر بھی پہلوانوں سمیت سوار ہوئے۔ اور استفتانوش کو گلے سے لگایا اور خلعت دیا اور بہت مہربانی فرمائی اور مسلمان کیا پھر دونوں اپنے اپنے ڈیرے میں اترے اور عیش میں رہے جب دوسرا روز ہوا تو نوشیرواں نے نقارہ جنگ بجانے کا حکم دیا اور بموجب حکم کے نقارہ بجنا شروع ہوا اور جاسوس لشکر اسلام نے یہ خبر امیر کو پہنچائی کہ نقارہ جنگ کرا کر نوشیرواں اور زوبین میدان میں آکر امیر کے آنے کے منتظر ہیں امیر نے کہاکہ ہمارے نقارہ خانہ میں بھی نقارہ بجوانے کے لیے کہدو اور آپ بھی بمعہ پہلوانان عرب سوار ہوئے اور جب نزدیک پہنچے اور ان کو خبر ہوئی کہ حمزہ آتے ہیں کہ زوبین نے کہاکہ مجھے حمزہ کو دکھا دو۔ اتنے میں لشکر کی گرد پیدا ہوئی جب گرد پھٹی تو اس میں سے عمر معدی کرب کو نشان لیے ہوئے پیدا ہوا اور پچاس اور چار گز قد کا آدمی نظر آیا کہ جس کا پیٹ گھوڑے کی عیال سے آگے بڑھا ہوا تھا اپنے ہمالیس و چار ہاتھیوں اور چار سو سوار کے ساتھ میدان میں آیا تب زوبین نے پوچھا کہ حمزہ یہ ہے بختک نے کہاکہ یہ نہیں یہ تو عمر معدی کرب حمزہ کے لشکر کا بڑا سردار اور عادیوں کا بادشاہ ہے۔ اسے دیکھ کر سب مغل

حیران ہوئے ژدہین نے دریافت کیا کہ حمزہ نے اس قد کے آدمی کو کیونکر پکڑا۔ بختک نے کہا کہ ایک گرز مارنے سے انہیں باتوں میں تھے۔ کہ لندھور کی سواری آئی۔ کہ سات سو ہاتھی داہنے اور سات سو ہاتھی بائیں طرف اور ایک سو بیس چھتر کے سایہ میں ایک سو دس قد کا آدمی لے کر آیا اور فیل منگوسی پر سوار ہو کر پیدا ہوا۔ ژدہین نے دریافت کیا کہ شاید یہ حمزہ ہے بختک نے کہا کہ یہ حمزہ نہیں ہے یہ لندھور بن سعدان سراندیپ کے ہزار جزیرے کا شہزادہ ہے ژدہین نے کہا کہ ایسے پہلوانوں کو حمزہ نے کیونکر مسخر کیا ہے بختک نے کہا کہ اس کی کمر کی دوال پکڑ کے اٹھا لیا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر دے مارا اور باندھا ژدہین نے کہا کہ اے گستہم حمزہ کشکینہ پشمینہ پوش ہے۔ جس کے ہاتھ سے ایسے کام ہوتے ہیں۔ اور اس کے یار و غلام اتنا تحمل رکھتے ہیں بختک نے کہا کہ پھر اسے کشکینہ خوار کیوں کہتے ہیں گستہم نے کہا کہ حمزہ نے خیادو سے بلند ھا ہے اور یہ تحمل میرا ہے ژدہین ہنسا اور کہا کہ آخر مرد می سے کیا ہے پھر تو کیوں ایسا بولتا ہے لندھور کے بعد دوسری سواری آئی کہ سات سو چھتر کا سایہ اور مراتب کے ساتھ ژدہین نے کہا یہ کون ہے بختک نے کہا یہ جیپو بن شہپال شاہ چچرا بھائی لندھور کا ہے بعد اس کے اور لشکر پیدا ہوا اور اس کے ساتھ بھی چھتر ہیں ژدہین نے کہا کہ یہ کون ہے بختک نے کہا کہ یہ شہزادے بنگالے کے ہیں: ایک کا نام اور رنگ اور دوسرے کا نام گورنگ ہے۔ اور یہ لندھور کے سالے ہیں۔ اسکے بعد بیست ہزار سوار اور چھتر کے نرگسنان باندھے ہوئے پیدا ہوا۔ ژدہین نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا۔ کہ یہ شہزادہ ہند ہے۔ اور اس کے بھائی بھی ہیں۔ اس کے بعد ہزار سوار اور چھتر مرصع بہ جواہر پیدا ہوئے۔ ژدہین نے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا کہ روم کے شہزادہ ہیں۔ کہ ایک کا نام اسقلان اور دوسرے کا نام بھی اسقلان ہے۔ ایک کے بعد زری پوشش کی آئی۔ ژدہین نے کہا۔ یہ کون ہے۔ بختک نے کہا۔ کہ یہ آواز عمر کے عیاروں کی ہے۔ وہیں عمر پیدا ہوا۔ اور اس کے بعد بارہ ہزار غلام زریں کلاہ و زریں قبا اور زریں کمر بند اور گھوڑے تازی ہاتھ میں لئے ہوئے پیدا ہوئے۔ ژدہین نے کہا۔ کہ یہ کون ہیں۔ اور یہ لشکر پیادہ کیوں ہے۔ بختک نے کہا۔ کہ صاحب ان کا پیادہ ہے۔ البتہ وہ بھی پیادہ ہوں گے۔ پس عمر بن عمیہ اور اس کی فوج دیکھ کر مغل ہنسے۔ اور حیران ہوئے۔ گستہم نے

کہا کہ اے ژوبین اگر دس ہزار حمزہ ہوتے تو ڈر نہ تھا مگر ایک بہ درد لک لک پانہ ہوتا تو کیا ہنسلے ہے اب معلوم ہو گا اس کے بعد آواز اژدہا پیکر نشان کی آئی ژوبین نے پوچھا یہ کیا ہے بختک بولا یہ آواز نشان کی ہے تو ژوبین نے کہا کہ یہ نشان کس نے بنایا ہے بختک نے کہا کہ یہ نشان بزرجمہر نے جادو سے بنایا ہے بزرجمہر نے ژوبین سے کہا اے حرام زادے جادوگروں پر خدا کی لعنت ہے اتنے میں مشرق و مغرب کا آفتاب امیر حمزہ بن عبدالمطلب پیدا ہوا اور اس کے پیچھے تین ہزار ترکی و رومی و ہندی و زنگی و چینی و ختنی ہندی غلام دکھائی دیئے تب ژوبین نے حمزہ کو دیکھ کر کہا کہ اے بختک اس مرد کو تاہ قد نے اتنے بڑے پہلوانوں کو کیوں کر حلقہ بگوش کیا ہو گا بختک نے جواب دیا کہ یہ مزار ہے غرض امیر حمزہ آئے اور عرب کے سارے پہلوان تیار ہوئے تب نقیب پکارے کہ کون مرد اب میدان کا قصد کرتا ہے امیر حمزہ خنک پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور گھوڑے تاز سے پر لگایا اور گھوڑے کے قدموں کی خاک آسمان پر پہنچی۔ تب امیر پکارے کہ جانتا ہوں کہ تم جانتے نہیں کہ اب پہچانئے کہ میں حمزہ ہوں اور جس شخص کو موت کی آرزو ہے۔ تو میدان میں آئے اور جو شخص مسلمان ہو گا) سے چھوڑ دوں گا تب ژوبین نے بختک سے کہا کہ میں نے اب تک حمزہ کی لڑائی کبھی نہیں دیکھی اگر تمہارے پہلوانوں میں سے کوئی جا کر امیر سے لڑے تو میں دیکھوں کہ لڑائی میں حمزہ کا کیا وزن ہے پھر دوسرے روز حمزہ سے میں لڑوں گا بختک نے کہا کہ گستہم سے زیادہ کوئی پہلوان نہیں جو حملہ کا مقابلہ کر سکے پھر بختک نے ایران اور توران کے سمدرد پہلوانوں سے کہا کہ اس کا مقابلہ کرنے والا نہیں ہے تب گستہم کو فرض ہوا کہ میدان میں جائے سو گستہم نے دل میں کہا اے دل بہتر ہے اس ننگ سے مرنا الغرض ضروری جان کر دل میں کہا اس لڑائی میں جیتا پھروں گا۔ تو بختک کو جان سے ماروں گا وہیں گستہم میدان میں آیا جب امیر کی نظر گستہم پر پڑی ہتھیار کھولنے لگے تب ژوبین نے نوشیرواں سے پوچھا کہ حمزہ ہتھیار کیوں کھولتا ہے نوشیرواں نے کہا کہ امیر نے سوگند کھائی تھی کہ جس وقت گستہم کو دیکھے گا تو بغیر ہتھیاروں کے ماروں گا۔ ژوبین نے کہا کہ بغیر ہتھیار کے کیونکر مارے گا بادشاہ نے کہا کہ میں تعجب میں ہوں کہ دیکھوں کیونکر لڑائی کرتے ہیں۔ القصہ جب امیر کو گستہم نے دیکھا وہیں تلوار کھینچ کر دوڑا اور امیر پر ماری امیر نے ہاتھ بڑھا کر اس کی تلوار کا قبضہ پکڑ لیا ہر چند گستہم نے زور کیا کہ ہاتھ گستہم کا کانپا اور تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی پس امیر نے تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی اور گھوڑا دوڑایا تب گستہم بھی سر پر سوار لے گیا امیر نے تلوار ایسی ماری کہ ڈھال کے دو ٹکڑے ہو گئے اور خود پر پہنچی اور سر سے اتری اتری۔ تو کاٹ کر سینہ صاف کرتی ہوئی

ناف پر سے گردگاہ سے نیچے جاکر فاش زین ٹھہرائی ہوئی تنگ کے نیچے کو نکل کر زمین کو بوسہ دیا اور گستہم مع گھوڑے کے چار ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا جب گستہم کے بیٹے نے یہ حال باپ کا دیکھا وہیں اپنے لشکر سے دوڑا۔ امیر نے بھی جلدی سے زرہ پہنی اور عمر سے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ لشکر اپنی جگہ سے ہلے میں اکیلا ہی اس سے لڑوں گا تم سب کھڑے رہ کر تماشہ دیکھو یہ کہہ کر گستہم کے لشکر میں دھنسے اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنے لگے غرض دو دستی تلواریں ایسی مارتے تھے کہ لشکر کو زیر و زبر کیے جاتے تھے یہاں تک کہ جہاں گستہم کا بیٹا کھڑا تھا۔ اپنے آپ کو وہاں پہنچایا گھوڑا بڑھایا اور ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر گیند کی طرح سو قدم کے فاصلہ پر جا گرا اس کے بعد گستہم کا دوسرا بیٹا قارون نامی جہاں تھا وہیں پہنچے اور تلوار مار کر اس کو بھی مع گھوڑے کے چار ٹکڑے کیا جب اس کے لشکر نے یہ حال دیکھا تب زوبین نے نوشیرواں سے کہا کہ آج کے دن طبل بازگشت بجوانا اور کل صبح کو پھر آکر لڑنا بہتر ہے کیونکہ اب حمزہ بہت لڑ چکا ہے اگر اب میں اس سے لڑوں تو امیر اور تمام عالم یہ کہے گا کہ امیر کے لڑتے لڑتے سست ہو گیا تھا۔ تھکے ہوئے سے لڑنا کوئی بہادری نہیں ہے الغرض طبل بازگشت بجوا کر دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اترے جب بادشاہ روز و شب نے خواب سے سر اٹھایا یعنی آفتاب خوش رنگ نے رات کو سیاہ نہنگ سے آسمان کے دریائے سبز رنگ میں سر نکال کر عالم ظلمت کو منور کیا تو پہلوانوں نے بریں تبائیں درست کیں اور چالیس پر چار لیں یا چار سال کے آراستہ کیا اور دوالوں سے کمر کو مضبوط باندھا اور لڑائی کا نقارہ بجوایا اور دونوں لشکر میدان میں آئے اور مست ہاتھی کی طرح پکارنے لگے تب جاسوسان اسلام نے جاکر دعائے جان درازی عمر کی دی۔

رُباعی

بادشاہ بارگاہ ست از فلک پر نور باد　　داد عدالت در سرائے آخرت معمور باد
اے فریدوں ہمت و رستم دل جمشید فر　　تیغ تو بر فرق دشمن ناصر و منصور باد

شہریار عالم کی عمر دراز ہو فوجوں نے آراستہ ہو کر صفیں باندھیں اور نقیب پکار رہے ہیں کہ کون ہے جو میدان میں آئے اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کر کے امیر کے نمک کا حق ادا کرے اتنے میں شاہ مردان و مرد میدان و تاج بخش سلطان و حلقہ نگن گوش گردن کشان عم جناب رسول آلزمان یعنی امیر کشور گیر جہان ستان نے اپنے بدن اسلاح آراستہ کیے اور خنگ مہتر اسحاق پر سوار ہوئے اور تمام راست و چپ کا مجرا لیتے ہوئے چالیس قدم سرداری کے بڑھ کر کھڑے ہوئے تھے۔ کہ زوبین کے لشکر

سے بیس گز قد کا ایک سوار نو سو من کا گرز اٹھائے ہوئے آیا اور امیر کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ امیر نے پوچھا کہ اے پہلوان تیرا نام کیا ہے بتا بے نشان و نام نہ مارا جائے گا اس نے کہا کہ مجھے مردافگن زابلی بولتے ہیں اے امیر اگر تو ہزار جان رکھتا ہے تو ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا امیر نے کہا کہ مردانہ ہوا اور جو رکھتا ہے لا۔

بیت

بیا تا چہ داری ز مردی نشان!
کمانِ کیان و گرزِ گران

غرض مردزابلی ہاتھ گرز پر لے گیا اور اسے اٹھا کر سر سے بلند کیا اور امیر نے سپر اوپر کر کے جناب کبریا میں دعا کی تیرے سوا اس گرز سے پناہ نہیں اور یہ صرف سپر صاف ظاہری کے لیے اٹھائی ہے غرض مردافگن نے امیر کے سر پر ایسا گرز مارا کہ اس کی آواز تمام بیابان میں پہنچی اور آتش فشاں کی طرح آسمان تک بلند ہوا غرض اس کا یہ حملہ رد کیا جب مردافگن زابلی پھرا اور امیر کو اژدہا کی طرح خشمناک رکھا تو کہا اے امیر آفرین ہے تیری ماں پر جس نے تجھے دودھ پلایا کہ میرا ایسا حملہ رد کیا تب امیر نے کہا۔

بیت

تو ضرب زدی ضرب مالوش کن　　غم دین و دنیا فراموش کن

جب امیر کی نوبت آئی تو ایک ہزار ایک سو من گرز ایسا مارا کہ اس کے گھوڑے کی پشت پیچھے سے ٹوٹی، اور مردافگن زمین پر گرا اور خنگ کو مارنا چاہا امیر نے جلد اتر کر گھوڑے کو پشت پیچھے کر کے اپنا گرز مردافگن کے سر پر مارا ایسا کہ ان کے ہر بن مو سے پسینہ ٹپکنے لگا۔ غرض امیر نے اس سے دو پہر لڑائی کی آخر امیر نے فرمایا کہ اب میں نعرہ کرتا ہوں تب مردافگن نے کہا کہ میں شیرخوار بچہ نہیں ہوں جو تیرے نعرہ سے ڈروں گا عمر بن امیہ نے نعرہ کا اشارا ادا کیا اس وقت امیر کے سواروں نے موزن سے لڑائی نکال کر گھوڑے کے کانوں میں رکھی غرض امیر نے نعرہ کیا اور مردافگن کو زمین سے اٹھایا اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر مارا تب عمر نے اس کو حکم باندھا اور لشکر میں لے گیا اور کئی ہزار گھوڑے جنہوں نے سواروں کو گرا کر جنگل کی راہ لی تھی عمر کے ہمراہی عیاروں نے ان سب کو پکڑ کر اپنے لشکر میں پہنچایا امیر کے نعرے نے کئی آدمیوں کو بے ہوش کر دیا بعدہٗ طبل بازگشت بجا دونوں لشکر اپنے مقاموں پر اترے تو امیر نے مجلس آرائی کا حکم دیا اور بموجب حکم کے ساقیان سیمیں ساق و مطربان خوش آواز حاضر ہوئے اور مجلس

میں دور چلا اس وقت مرد افگن کو امیر نے طلب فرمایا جب وہ حاضر ہوا۔ تو امیر نے فرمایا میں نے تجھے کس طرح
زیر کیا کہا جس طرح مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو زیر کرتے ہیں۔ ویسا ہی تم نے مجھے زیر کیا تو امیر نے فرمایا کہ
عقلمندوں نے کہا ہے کہ اگر مردے ہمراہ شو۔ اب تو مسلمان ہو کہا ہم سات بھائی ہیں۔ ہم کوئی کام سوائے اتفاق
کے نہیں کرتے پس وہ بھی جب تک تجھ سے نہ ملیں تب تک موقوف و معذور رکھو۔ امیر نے فرمایا کہ اسے
قید رکھو القصہ جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر تیار ہوئے اور نقارہ بجا کر میدان میں آئے اور مردان
عالم تیار ہوئے اور نام دھاگنے لگے پس ایک لشکر تو خداپرستوں کا تھا دوسرا لات و منات کا غرض
دونوں لشکر مقابل کھڑے رہے تب امیر میدان میں آکر پکارے کہ جسکو آرزوئے مرگ ہو وہ میدان میں آئے تو مرد
افگن کا بھائی نام مرد انداز تھا میدان میں آیا اور امیر پر حملہ کیا امیر نے حملہ روکا اور ہاتھ دراز کر کے اس کا کمربند پکڑ کر
گھوڑے سے اٹھایا اور سر سے بلند کر کے پھرایا اور زمین پر دے مارا اور عمر نے اسے باندھا اور لشکر میں لائے
راوی لکھتا ہے کہ امیر حمزہ نے اس روز چھ بھائی مرد افگن زابلی کے باندھے اور ہر دو لشکر آسائش کے لیے اترے
تو امیر نے پہلوانوں کی کرسی پر بیٹھ کر ساتوں بھائیوں کو بلایا اور فرمایا بولو خدا ایک ہے اور دین ابراہیم خلیل اللہ
کا برحق ہے تب ساتوں بھائیوں نے صدق دل سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے ہیں۔ امیر نے ان کے بند کھلوائے
اور خلعت سے سرفراز کیا اور کرسیاں عنایت فرمائیں۔ اور عمر نے حلقہ غلامی کا نشان ڈال دیا اس کے بعد مرد افگن
زابلی کے ہمراہ جو سات سوار تھے بموجب حکم اپنے خاوند کے ژدہین کے لشکر سے نکل کر امیر کے لشکر ظفر پیکر میں
آئے جب صبح ہوئی تو دونوں لشکروں میں لڑائی کے نقارے بجے دونوں تیار ہو کر میدان میں آئے تب امیر نے
اپنے گھوڑے کو جولان کیا اور پکارا کہ اگر کسی کو جہنم کی سیر کرنی ہے۔ تو میدان میں سامنے آئے تب ژدہین نے کہا کہ
امیر کے مقابلہ میں میں جاتا ہوں۔ اگر وہ غالب ہوا تو میں اشارہ کروں گا تو تم سب نے امیر پر یکبارگی حملہ کر دینا ہے یہ کہہ کر
ژدہین میدان میں آیا اور حمزہ کے مقابل آکر کھڑا ہو گیا امیر نے فرمایا کہ اے پہلوان تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں
ژدہین مغلستان کا بادشاہ ہوں امیر نے فرمایا کہ خوش آمدید تب ژدہین نے گھوڑا دوڑا کر اپنے گرز کی ضرب امیر پر ماری
امیر نے اس کا حملہ رد کیا فرمایا دو حملے اور بھی تجھے دیئے۔ تو ژدہین نے اور دو گرز بھی بقوت مارے سنگ
سنگ اسحاق چلایا امیر کی ڈھال میں سے آگ کے شعلے نکلے اور آسمان پر گئے جب امیر کی نوبت پہنچی تب
امیر نے وہ گیارہ سو من کا گرز ژدہین کے سر پر مارا کہ ژدہین کی کمر لوٹی اور زمین پر گرا جب جلوداروں نے
دوڑ کر اسے زمین سے اٹھایا تب دیکھا کہ اس کے ہر بن موئے پسینہ جاری ہے تب جلوداروں نے دوڑ

کہ اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا دیا اور دوسرا گھوڑا لاکر اسے سوار کیا زد بین نے سوار ہو کر اپنے لشکر کو اشارہ کیا تو
سب کافروں نے امیر پر یکبارگی گھوڑے دوڑائے اور امیر نے بھی اپنا گھوڑا اس لشکر میں ڈالا - اور وہ کافروں
کے سر اڑانے شروع کیے پس ان کے سر مانند گوئے غلطاں اور تن مثل شگر یزوں کے تھے۔ امیر اسوقت دودستی تلواریں
ایسی مارتے تھے کہ مریخ فلک ڈر کر آسمان میں چھپ رہا اور لہو کی ندیاں جاری تھیں اور سر حباب کی مانند اس
میں تیرتے تھے امیر نے اسوقت عمر سے فرمایا کہ تم میری پشت پر نگہبان رہو اور ہمارے لشکر میں بولو کہ تم اس
بے حد لشکر میں آکر مارے نہ جاؤ اور ایک بلندی پر کھڑے ہو کر تماشا دیکھتے رہو اور پہلوانوں کو کہو کہ مردوں کی مانند
لڑو اور جو زخمی ہوں زیر نشان جائیں تب عمر نے کہا کہ یہ لشکر بڑا ہے اور تمام پہلوان جدا جدا ہو گئے آپ کی زندگی
کی خیر کیونکر ہوگی امیر نے فرمایا کہ میں صبح وشام نعرہ کروں گا غرض کہ عمر بن عمیہ نے تمام لشکر کو بڑی دانائی سے
جمع کیا اور سب لشکر ایک جگہ ٹھکانے لگا کر کھڑا کیا اور آپ امیر کے پیچھے رہ کر زفنت کے شیشہ سے کافروں
کو جلا کر جہنم میں پہنچاتے جاتے تھے امیر بارہ روز تک شب و روز بدستور جنگ کرتے رہے لیکن بے خورد وخواب
تھے اور کافر اپنے لشکر میں جاکر کھا کر تازہ ہو آتے۔ اور باری باری فوج لاتے تھے اور زد بین و بختک بھی معہ
لشکر میں جاگتے تھے اور پھر تازہ ہو کر لشکر تازہ ہو آتے تھے مگر امیر نے اس قدر آدمی قتل کیے تھے کہ اس کا حساب
سوائے خدا کے اور کوئی نہیں معلوم تھا جب امیر ان کے نشان تک پہنچا تو زد بین بے دین کی نظر
امیر پر پڑی اور دیکھا کہ امیر کی پگڑی گلے میں پڑی ہے اور منہ سے کف جاری تھے۔ اور سر برہنہ ہو
اور مانند دیوانوں کے تلواریں مارتے- زد بین نے بختک سے کہا کہ حمزہ کو پیچھے سے مارنا چاہیئے
بختک نے کہا کہ اس کی پہلو سے عمر کو جدا کرو تب بہت سے کافر عمر پر گرے اور عمر کو امیر سے جدا کیا تب
زد بین نے دغا سے نامردوں کی طرح پیچھے سے آکر امیر کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ چار انگشت
کے مقدار زخم ہوا۔ تب امیر ہوش میں آئے دشمن کو مارنا چاہتے تھے کہ وہ نامرد بھاگ گیا اور اپنے
لشکر میں جاکر رکا اور سب چھوٹے بڑے سے کہا کہ میں نے امیر کو ایسی تلوار ماری ہے۔ کہ اس
کے حلق تک اتر گئی یہ جھوٹا آوازہ تمام لشکر میں ہوا - اور اعرابوں نے یہ سن کر دلاوری
جنگ کی۔ اور بہت متفکر ہوئے۔ اور ادھر امیر کے زخم سے خون بہہ رہا ہے اور ان
کی آنکھوں میں اندھیرا آیا۔ اس وقت امیر نے اپنے دونوں بازو گلے میں ڈالے اور
گھوڑے پر لیٹ کر فرمایا کہ مجھ کو اے خنگ میرے گھر لے جا بس یہ فرما کر بے ہوش

ہو گئے اور اس خنگ میں جانا کہ امیر اب جنگ کرنے سے بیکار ہو گئے ہیں۔ تب اس نے مکہ کی راہ
لی۔ اور ان سب کافروں نے جو پیچھے لگے تھے خنگ نے جانا کہ وہ مجھ کو پکڑنے آتے
ہیں۔ تب کسی کو لاتوں سے اور کسی کو ٹاپوں سے مارنا اور کسی کو منہ سے مارتا الغرض وہ
اسی طرح اس از حد لشکر سے باہر نکل کر مکہ کی راہ لی۔ اور صبح ہوتے ہی مکہ میں پہنچا اور تمام
شہر مکہ میں شور پڑا پس امیر کو اتار کر چار پائی پر لٹایا ادھر جب لشکر کو امیر کی آواز نعرہ نہ آئی تو عمر
اور سب ہمراہیان بہت متفکر ہوئے اور ڈھونڈنے لگے تب عمر خنگ کے پاؤں پہچانتا ہوا مکہ کی
طرف روانہ ہوا ہنوز امیر کو پلنگ پر سولایا نہیں گیا تھا۔ کہ عمر نے پہنچ کر اور استرا نکال کر
زخم کے گرد کے بال مونڈے۔ اور مرہم کی پٹی چڑھا دی اور مقبل حلبی کو کہا کہ شتابی

مغلوں کا حمزہ سے لڑ کر بازی میں مغلوب ہونا پھر سارے مغلوں کا امیر پر چڑھائی کرنا اور حمزہ کا زخمی ہو کر مکہ کو جانا اور عمر کا مقبل کو امیر کا لباس پہنانا۔

امیر کے ہاتھ لگا کر خنگ پر سوار ہو کر میرے ہمراہ چل مقبل کا حکم عمل میں لایا۔ اور دونوں کے لشکر کی
طرف چلے اور پہنچ کر عمر نے فرمایا۔ کہ ہاروان کافروں کو تب کافر مقبل کو بجائے امیر کے تازہ دم دیکھ کر حمزہ تصور
کر کے بولے۔ کہ امیر تو موا جانتے تھے۔ بارے تو پھر تازہ ہو کر آیا ہے یہ کہہ کر سب نے بھاگنا شروع کیا۔ اور پیٹھ
پھیری۔ اس وقت بختک سگ ناپاک نے کہا۔ امیر تو موا ہے یہ تو مقبل جلی ہے۔ مت بھاگو۔ سب کافر ایک
جگہ جمع ہوئے۔ اور امیر کے لشکر کا دنبالہ کیا۔ آخر امیر کا تمام لشکر مکہ کو روانہ ہوا۔ عرب کے پہلوان امیر کیلئے
سینہ سے آہ سرد پر درد نکالتے تھے۔ تب عمر بن عمبہ نے کہا۔ کہ تم سب خاطر جمع رکھو۔ کہ
امیر اس وقت صحت و تندرستی سے ہے۔ مگر تم سب اتفاق سے جنگ کو دیکھو کہ خدائے تعالیٰ
کیا کرتا ہے۔ غرض سب لشکر دلاوری سے جنگ کرنے لگا۔ اور مقبل بطور امیر کے سب سے
آگے تھا۔ جب ایک گھڑی رات گذری اور بہت کافر مارے گئے۔ تب وہ آپس میں کہنے لگے
کہ بختک ہمارا دشمن ہے۔ وہ ہم سب کو مروانا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر سب بھاگنے لگے۔ تب تو تزدبین
بیدین ہر چند مانع ہوا۔ لیکن وہ نہ ٹھہرے بلکہ تلواریں لے کر تزدبین پر بھی دوڑے۔ مگر تزدبین نے نہ دم
مارا۔ اور نقارہ آشتائش کا بجوا کر اترے۔ اس کے بعد چودھویں رات کو امیر کا لشکر مکہ کے قلعہ میں آیا۔ اور دور
دراز محکم بند کر کے خندقیں پانی سے بھر دیں۔ اور بہادر قلعہ پر سوار ہوئے دوسرے دن کافروں کے لشکر نے
بھی آکر قلعہ کو گھیر لیا۔ اور قلعہ کے مورچوں پر تیر چلانے شروع کئے۔ مگر کافر قلعہ کی دیواریں نہ توڑ سکے اور
امیر سات روز تک بیہوش رہے۔ اور آٹھویں روز آنکھیں کھلیں۔ اور مہر نگار کی طرف دیکھ کر فرمایا
کہ مجھے کیا ہوا تھا۔ مہر نگار سب حقیقت بیان کی۔ امیر نے فرمایا۔ کہ شتابی کھانا لاؤ۔ کیونکہ اسی وقت مجھے
نہایت اشتہا ہے۔ اور جبکہ لشکر داخل ہوا تھا۔ تب مہر نگار نے سب غلہ لشکروں کو بانٹ دیا۔ اور دیوی خانہ
میں ایک دانہ نہ تھا۔ ہر چند شہر میں تلاش کیا۔ مگر نہ ملا۔ اور تمام کافر قلعہ کو گھیرے ہوئے تھے اسی سبب سے رسد نہ آسکا
پس مہر نگار امیر کے مانگنے اور کھانا نہ پانے اور غلہ نہ ملنے سے نہایت شرمندہ ہوئی۔ اور امیر سے عرض کی کہ
صبر کرو۔ جب رات ہوئی۔ مہر نگار نے اپنے دل میں سوچا کہ امیر کھانا مانگیں اور حیف ہے کہ حاضر نہ ہو تب ایک
مردانہ جوڑا پہن کر اور تیر و کمان تیغ و سپر لگا کر دروازہ پر عمر معدی کرب تھا۔ وہاں جا کر کہا میں فتح عیار ہوں
دروازہ کھول دو کہ میں کافروں کے لشکر میں جا کر کھانا لاؤں گی۔ جب عمر معدی کرب نے کھانے کا نام سنا
تو خوش ہو کر دروازہ کھول دیا۔ تب مہر نگار تزدبین کے باورچی خانہ میں گئی۔ اور گنتی دیگیں اچھے

اچھے کھانوں کی آپ اٹھائیں اور سب باندھ کر اور اپنی پیٹھ پر رکھ کر مکہ کی راہ لی چلتے چلتے اس کے پاؤں
میں ایک مینخ لگی۔ اور لگتے ہی پشتارہ سمیت وہ زمین پر گری اور شور ہؤا کہ چور آیا۔ زوبین نے
حکم دیا ہؤا تھا کہ جس وقت غلغلہ چور کا ہو۔ تب تمام لشکر مستعد ہو کر مشعلیں لگا دیں۔ پس بدستور کافر
جمع ہوئے اور یہ عمر بن عمیہ ہے اگر ہم نزدیک جائیں گے۔ تو قباحت ہوگی۔ اس ڈر کے مارے کوئی نزدیک
نہ جا سکا۔ اور مہرنگار بھی تیر چلے میں لگائے ہوئے اور ڈھال سامنے رکھے ہوئے کھڑی تھی زوبین نے کہا
کہ جو کوئی عمر کو پکڑے اپنی بہن سے نکاح کر دوں گا باوجود اس بات کے کوئی عمر کے نزدیک نہ آیا قضارا اس
رات عمر بھی باہر آیا ہؤا تھا جب یہ شور سنا تو کہا کہ یا اللہ یہ کون ہے جو میرے نام پر چوری کو آیا عمر نزدیک گیا اور
خوب طرح سے نظر کی اور پہچان لیا کہ یہ مہرنگار ہے تب حیرت کی انگلی مکر کے دانتوں میں پکڑی اور اپنی صورت
بنا کر ایک زابلی شکل بنا کر زوبین کے پاس آیا اور کہا کہ اگر میں عمر کو پکڑوں تو تجھے کیا دے گا۔ زوبین نے
کہا اپنی بہن تیرے نکاح میں دوں گا۔ عمر نے خوش ہو کر تسلیم کیا اور مہرنگار کی طرف آیا مہرنگار نے
تیر مارا عمر نے اسے خطاب کیا جب مہرنگار نے بغور دیکھا کہ تو کہا کہ یہ عمر ہے اور چور کون ہے
جو آیا ہے خدا جانے کیا ماجرا ہے یہ ان باتوں میں تھی کہ عمر نزدیک آیا اور عربی میں کہا کہ میں عمر
ہوں تم یہاں کھڑی ہو تو میں تمہیں اپنی گردن پر سوار کروں گا اور سمجھا کر ان میں سے تم کو لے جاؤں گا۔
جب مہرنگار نے یہ معلوم کیا کہ یہ عمر ہے تب وہاں کھڑی رہی اور عمر بن عمیہ اسی وقت آیا اور اپنے
پر مہرنگار کو بٹھایا اور پکارا کہ جو کوئی جانتا ہو تو جانے نہیں۔ تو خبردار ہو کہ امیر المومنین حمزہ نے
آنکھیں کھولیں اور کھانا مانگا بلکہ مہرنگار سے طلب کیا تھا جب مہرنگار نے کھانا تلاش کیا تو وہاں نہ
پایا تب کھانے کی تلاش میں وہ یہاں آئی سو خدائے تعالےٰ نے سب کو اندھا کیا اور مجھے جلدی یہاں
پہنچایا اب میں اسے لیا جاتا ہوں اگر تم میں کوئی مرد ہو۔ تو میرے ساتھ سے لیوے۔ پس یہ بات
بول کر عمر تارے کی مانند اڑا۔ جب زوبین نے یہ سنا تو اپنا تاج زمین پر دے مارا اور کہا کہ افسوس
ہزار افسوس جس کے لیے اتنی خونریزی ہوئی سو وہ آپ ہی آپ آئی۔ لیکن بخت نے یاری
نہ دی تو نوشیرواں نے جب یہ سنا تو شکرانہ خدائے تعالےٰ کا بجا لایا۔ اور عمر بن عمیہ بہت آفرین
کی جب عمر دروازے پر پہنچا تو مہرنگار سے پوچھا کہ تم کس دروازہ سے باہر آئی ہو۔ مہرنگار نے
کہا کہ عمر معدی کے دروازہ سے تو وہ بھی آ گیا۔ اور پکارا کہ عمر معدی کرب کے لیے کھانا لایا ہوں دروازے

کھول جب عمر معدی کرب نے نام کھانے کا سنا تب جلدی سے دروازہ کھول دیا تب عمر بن عمیہ مہر نگار کو لے کر قلعہ میں لے گیا اور عمر معدی کرب سے پوچھا کہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں۔ اس نے کہا کہ پہچانتا ہوں کہ یہ فتح عیار ہے تب عمر نے ایک مکہ معدی کرب کی گردن پر مارا اور کہا کہ اے پیٹ کے کتے یہ فتح عیار نہیں ہے یہ مہر نگار ہے یہ امیر کے لیے کھانا لینے گئی تھی۔ اور اپنی جان فدا کرنے کا قصد کیا تھا۔ اور اپنے آپ کو مثل پروانہ عاشق شمع پر فدا ہونے گئی تھی۔ اس دامن اوڑھنے والی کی ہمت کو دیکھو کہ اپنے آپ کو دشمنوں کے بیچ میں لے گئی۔ اور جان کی کچھ پروا نہ کی۔ قادر کریم نے اس کی وفا کے سبب اسے دشمنوں سے بچا رکھا۔ جب معدی کرب نے مہر نگار کا نام سنا تب افسوس کا ہاتھ حیرت کے ہاتھ پر مارا۔ اور عمر کے قدموں پر گرا اور کہا کہ امیر سے یہ ظاہر نہ کرنا کہ مہر نگار عمر معدی کرب کے دروازے سے باہر گئی تھی۔ القصہ عمر بن عمیہ نے مہر نگار کو تھوڑا کھانا دے کر اندر روانہ کیا اور آپ پھر ژدہین کے مطبخ میں گیا۔ اور اچھی اچھی نعمتیں اور خوب طرح طرح کا کھانا لا کر معدی کرب کے حوالہ کیا اور کہا کہ حفاظت سے رکھنا پھر آ کر تقسیم کرتا ہے اس نے اس کو قبول کیا اور سب دیگیں رکھیں اور عمر کا منتظر بیٹھا کہ عمر بن عمیہ اور کئی دیگیں اٹھا لایا اور دیکھتا کیا ہے کہ اول کی لائی ہوئی دیگیں عمر معدی کرب کے پیٹ کے گڑھے میں جا پڑیں عمر نے اپنی محنت پر افسوس کیا اور عمر معدی کرب کو لعنت کر کے کہا کہ اے بڑے پیٹ کے اتنی دیگیں کہاں گئیں وہ بولا کہ اس میں سے تھوڑا گوشت میں نے کھا کر دیکھا تھا کہ نمک کیسا ہے عمر بن عمیہ نے کہا پھر لاتا ہوں مگر یہ جو لایا ہوں۔ کھانا نہ جانا۔ تو یہ کہہ کر عمر پھر لشکر ژدہین میں گیا اور عمر معدی کرب نے اپنے دل میں سوچا کہ ژدہین کے باورچی خانہ میں بہت سا کھانا ہوگا اس کا چھوڑنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے یہ کہہ کر وہ دیگیں بھی اپنے پیٹ میں رکھیں پھر جب عمر نے آ کر یہ دیکھا کہ پہلی لائی ہوئی دیگیں بھی خالی ہیں اور ان میں ایک گری کا نشان بھی نہیں۔ تب عمر بن عمیہ نے عمر معدی کرب پر غصہ ہو کر کہا تو نے یہ بھی ختم کر دیں تب کہا کہ اسے کھانا کھانے سے پیٹ بھروں کیونکہ ابھی تو میں نے ناشتہ کیا ہے اب جا کر غلہ لا تا کہ اسے پکا کر شکم پورا کروں تو عمر بن عمیہ ژدہین کے جائے دربار میں آیا اور اس کے خیمہ میں جا کر ایک مٹھی دارو ئے بیہوشی کی اس کی ناک پر رکھی جب اس نے دم لیا تو وہ بے ہوش ہو گئی عمر نے اسے بچھونے میں باندھا اور اٹھا لایا۔ اور عمر معدی کرب کے حوالے کیا اور دوسرے مرتبہ بدستور لونبیرداں کو باندھ لایا اور تیسری مرتبہ جا کر بختک کو باندھا اور معدی کرب کے

حوالے کیا جب صبح ہوئی تینوں کو امیر عرب کے حضور میں لے گیا امیر نے فرمایا اے چور مکار ان کو کس لیے لایا ہے عمر نے کہا کہ ان کو جان سے مارتا ہوں تاکہ شر مٹ جائے حمزہ نے فرمایا کہ مارنا مناسب نہیں ہے کیونکہ جوان مرد بولیں گے کہ حمزہ بڑا نامرد ہے کہ عیار کو کہہ کر دغا سے بادشاہوں اور پہلوانوں کو مارتا تھا۔ اس طرح نام بدنام ہو جائے گا عمر بن عمیہ بولے کہ جان سے ماروں گا مگر لات ٹکے قرار واقعی کروں گا۔ اور خوب لاٹھیاں ماروں گا پس مہرنگار نے کہلا بھیجا کہ نوشیرواں کو مت تصدیع دو۔ امیر نے بھی منع کیا کہ تم نوشیرواں کو رنج نہ دو۔ صد تحسین و ہزار آفرین حمزہ کے رحم و اخلاق پر کہ وہ سنگدل بادشاہ دشمنی کرتا رہا تو بھی امیر نے اس پر رحم کیا۔ عمر بن عمیہ نے ان تینوں کافروں کو حمزہ کے حضور میں ہوشیار کیا۔ یہ مجبور بلا خطر قید کے کافروں کا مرغ روح قید قفس سے اڑا چاہتا تھا۔ اس وقت مہربانی حمزہ دیکھ کر اور اپنے آپ کو مقید و پا کر متحیر و متعجب ہوئے۔ پھر عمر بن عمیہ بولے کہ ان تینوں کو قلعہ کے دروازے پر لے جاتا ہوں حمزہ نے پوچھا کہ

نوشیرواں و ثروبین اور بختک کو عمر عیار نے زندہ گرفتار کر کے امیر حمزہ کے روبرو لانا

کیا کرے گا عمر نے کہا کہ ان کو سولی پر چڑھاتا ہوں ادھر ان کے لشکروں میں شور مچا کہ شاہ بمعہ وزیر زرد ہین کے گم ہوئے۔ سب کافر پریشان تھے۔ کہ یہ کیا ہوا یہاں زرد ہین نے کہا کہ اے عمر تو آج مجھے چھوڑ دے۔ قسم ہے لات و منات کی کہ پھر یہاں صبح کو پانی نہ پیوں گا۔ بختک اور نوشیرواں نے بھی یہی اقرار کیا عمر نے کہا اگر تم کو میں چھوڑ دوں تو تم مجھے کیا دو گے انہوں نے کہا کہ تم جو چاہو سو لو۔ عمر نے کہا کہ ہر ایک آدمی ہزار اونٹ غلہ کے اور ہزار نعمتوں کے اور چار چار ہزار دینار دے تو چھوڑ دوں گا۔ غرض تینوں نے اپنے لشکر میں کہلا بھیجا اور تمام اسباب جلد منگوا دیا اس کے بعد زرد ہین کو کھڑا کر کے دو سو لکڑیاں اور بختک کو تین سو لکڑیاں ماریں۔ اور ان کی داڑھی آدھی اور ایک ایک مونچھ مونڈ کر اور سروں کے پٹے کاٹ کر چھوڑ دیا۔ جب یہ کافر اپنے لشکر میں آئے تو جو بھی انہیں دیکھتا تو ہنستے ہنستے بیہوش ہو جاتا زرد ہین نے بختک سے کہا کہ اب میں جاتا ہوں کیونکہ اس مرتبہ تو عمر نے زندہ چھوڑ دیا اگر دوسری مرتبہ لے جائے گا تو زندہ چھوٹنا محال ہے۔ بختک نے کہا تو بے فکر رہ حمزہ ہم کو جان سے ہرگز نہ مارے گا تب زرد ہین نے کہا اگر ایسا ہے تو مہر نگار کو لائے بغیر نہ جاؤں گا۔ القصہ جب غلہ مکہ معظمہ کے قلعہ میں آیا تب امیر کے لشکر میں بے فکری ہوئی۔ اور امیر کا زخم بھی دن بدن اچھا ہوتا چلا گیا پس امیر حمزہ ہر روز رہبانیت میں جا کر عبادت میں مشغول ہو کر رہتے تھے۔ (باقی داستان شب فردا)

چھبیسویں داستان

راویان اخبار و ناقلان آثار اس بیان کو یوں روایت کرتے ہیں کہ کوہ قاف میں ایک شہر سونے کا شہر ستان زریں کے نام سے ہے اور وہاں کی بادشاہی اسما نام کی ایک پری کرتی تھی۔ جس کے ہاتھ میں نوے ہزار پریاں تھیں اور کوہ قاف کے اطراف میں عفریت نام ایک دیو بادشاہ تھا ایک دفعہ اسے خیال ہوا کہ یہ شہر ستان زریں میں پریوں کو کس واسطے چھوڑ دوں۔ یہ مجرد اس خیال سے بمعہ نوے ہزار دیوؤں کے چڑھ آیا اور پریوں سے جنگ کرنے لگا۔ اور وہ پریاں دیوؤں کی بدبو سے لڑنے کی طاقت نہ لا سکیں اور شہر کو اس پر چھوڑ دیا اور نہایت حیران و پریشان حالت میں تھے اس پری اسماء کا سلاسل نام وزیر علم رمل و نجوم میں بے مثل تھا۔ اسما پری نے دیکھا کہ ہماری دولت اور ملک ہم کو ملے گا یا نہیں اور وزیر نے اس بات میں قرعہ ڈالا۔ اور خوب غور و خوض کر کے دیکھا اور کہا

البتہ ملے گا۔ اسما پری نے کہا کہ کس طرح وزیر بولا کہ آدمی کی طرف سے ہماری دولت ہم کو ملے گی۔ اسما پری نے پوچھا کہ کس طرح وزیر بولا کہ آدمی کے۔ تب اس نے حقیقت بیان کی کہ شاہ پریوں کے یہاں پر ایک فرزند پیدا ہوا ہے کہ جس کا نام رعد شاطر رکھا ہے اس وقت۔ شاہ پریوں نے کہا کہ میرے فرزند کے مقابل دنیا میں کوئی نہ ہوگا۔ تب میں نے کہا کہ جس وقت آپ کے مکان فرزند پیدا ہوا۔ اسی روز ایک عرب کے گھر میں بھی ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جو ایسا خوبصورت ہے کہ کہنے میں نہیں تھا۔ شاہ پریوں نے فرزند کے دیکھنے کی خواہش کی تب میں نے رعد شاطر کو ہمراہ لیا اور عرب کی طرف گیا اور گھر میں میں نے اس بچہ کو سوتا پایا تب شاہ پریوں نے اپنے فرزند کو گہوارے سلا کر اس بچہ کو اپنی گود میں لے کر دیکھا۔ اور فرمایا کہ سچ ہے کہ یہ بچہ میرے بھی فرزند سے خوبصورت ہے۔ تب وہ بچہ رونے لگا۔ اور شاہ پریوں نے اسے خود دودھ پلایا پھر شاہ پریوں کا فرزند رونے لگا تب امیر کی والدہ نے اسے دودھ پلایا پھر میں بمعہ شاہ پریوں اور شاطر رعد کے چلے اب وہ بچہ آدمیوں میں بڑا پہلوان ہوا ہے جسے کہ دنیا میں کوئی اس کا ثانی نہیں ہے اگر وہ یہاں آئے تو ہمارا ملک ہم کو دلائے گا اور عفریت کی موت خدا تعالےٰ نے اس کے ہاتھ میں لکھی ہے۔ کہا کہ وہ یہاں تک کیسے آسکتا ہے سلاسل نے کہا اس کا لانا میرے ذمہ ہے۔ اس کے بعد رعد شاطر چند پریوں کو ہمراہ لے کر اور نذر و تحفہ کے مکہ کو گیا اسوقت امیر بیت اللہ میں خدا عبادت کر رہے تھے سب پریاں آداب بجا کر وہ تحفہ روبرو امیر کے رکھ کر غائب ہو گئیں امیر یہ تماشہ دیکھ متعجب ہوئے اور عمر کو بلا کر فرمایا کہ یہ میوہ تقسیم کرو۔ حمزہ نے جب پریوں کو دیکھا کہ آئیں تو ان کو سوگند سلیمان کی دی تب پریوں نے ظاہر ہو کر اپنا حال بیان کیا۔ دوسرے روز امیر حسب معمول عبادت میں مشغول تھے کہ اوپر سے پریاں آئیں اور آداب بجا کر پھر جانا چاہا امیر نے ان کو حضرت سلیمان کی قسم دی اور پریاں کھڑی رہیں اور سلاسل نے رعد شاطر کا ہاتھ پکڑ کر امیر کے قدموں پر ڈال دیا کہ یہ آپ کا برادر ہے فرمایا میں آدمی ہوں اور تم پریاں۔ پھر وہ میرا برادر کیونکر ہوا تب سلاسل نے سارا قصہ امیر کے روبرو عرض کیا امیر نے فرمایا کہ تمہارا مطلب کیا ہے تب پریاں بولیں کہ آپ کے فرزند کو دیکھنے آئی تھیں۔ اور یہ کہہ کر چلی گئیں۔ امیر نے یہ حقیقت اپنی والدہ کے حضور میں عرض کی بولی کہ سچ ہے۔ ایک رات تم سو رہے تھے۔ اور میں نے دودھ پلایا مگر صورت جو دیکھی تو تمہاری نہ تھی اس وقت متعجب ہو کر چپ رہی۔ اور یہ حال میں نے کسی سے ظاہر نہ کیا امیر نے یہ بیان سن کر پریوں کی عرض کی تحقیق جانا پھر دوسرے روز امیر موافق معمول کے بیت اللہ میں تھے۔ کہ پریاں آئیں۔ اور

آداب بجا کر دست بستہ کھڑی رہیں۔ اور انہوں نے طواف کیا تب سلاسل نے اس پری کی پریشانی حال اور عفریت کے ظلم کی کیفیت مفصل بیان کی امیر نے فرمایا کہ خدا کے فضل سے میں اسے مار سکتا ہوں۔ سلاسل نے کہا البتہ خدا کے فضل سے تم مارو گے فرمایا کہ اگر تم کو میرے سبب تخت ملتا ہے تو میں آؤں گا لیکن کوہ قاف کے جانے میں مدت ضروری ہے اور میرا لشکر سب پراگندہ ہو جاتا ہے۔ کہا کہ ہم اٹھارہ روز میں تمہیں یاروں کو ملا دیں گے امیر نے کہا یہ بات صبح میرے یاروں سے ظاہر کرنا تو میں ان سے اجازت لوں گا۔ جب روز ہوا تو امیر نے اپنے دربار میں مع یاروں کے رونق افروز تھے تو پریوں نے آکر اپنا حجاب ظاہری دور کیا۔ امیر نے ان کی ساری حقیقت بیان کی تب یاروں نے بعد سماجت بسیار و منت بیشمار نہایت عذر معذرت سے امیر کو پریوں کے ملک جانے کی رضا دی اور پریوں کو تاکید فرمائی کہ جلد امیر کو لاؤ۔ فرمایا غم نہ کرو اٹھارہ روز میں آتا ہوں مگر انشاء اللہ زبان پر نہ لائے اسی سبب سے خدا نے اٹھارہ روز کو اٹھارہ سال میں تبدیل کر دیا۔ پس امیر نے جب یاروں کو فرمایا کہ میری جگہ عمر بن عمیہ اور مہر نگار ہیں میری تعظیم و تکریم ان سے ادا کرو۔ اور میں اپنی امانت تمہارے سپرد کرتا ہوں سب نے قبول کیا مہر نگار نے بصد غم و الم حمزہ کو الوداع کیا۔ امیر نے فرمایا کہ ذرا توقف کرکہ میں کافروں کو مار کر اس سرحد سے باہر نکال دوں۔ تب پریوں نے کہا کہ یہ کام ہمارا ہے آپ دیکھتے رہیں تب حکم پاکر پریوں نے کافروں کو مارنا شروع کر دیا اور یہاں تک مارا کہ کافروں کے سرتن سے اڑتے تھے۔ اور مارنے والے نظر نہ آتے تھے۔ تب کافر بولے کہ عربوں کا خدا مارتا ہے یہ کہہ کر سب کے سب بھاگ گئے۔ پھر پریاں امیر کی خدمت میں آئیں آداب بجا لائیں امیر نے فرمایا کچھ سواری لاؤ۔ پریاں ایک جھاڑا کھیڑ لائیں امیر اس پر سوار ہوئے اور پریاں اسے لے کر اڑیں حمزہ کے سب یار دیکھتے تھے جب امیر نظر سے غائب ہوئے تو سب یاروں کو اداسی ہوئی وہیں بزرجمہر کا کاغذ آیا کہ اے فرزندا جمند جان لے کہ خدا تعالیٰ امیر حمزہ کو کوہ قاف میں اٹھارہ سال رکھے گا کیونکہ حمزہ نے اپنی زبان سے لفظ انشاء اللہ تعالیٰ نہیں نکالا تھا۔ اس لیے اٹھارہ سال ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دیو ڈراؤنی بلائیں جو کوہ قاف میں پیدا کیں ہیں ان کو امیر حمزہ بالکل نابود کر کے شہر تنجہ میں تم سے آ ملے گا۔ اور تم یہاں سے کوچ کر کے شہر تنجہ میں جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر حمزہ کو تم سے وہاں پر ملانا ہے۔ یہ سن کر سب یار رونے لگے اور عمر نے سب کو دلاسا دیا کہ اس طرح کے رونے میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ پس بہتر یہی ہے کہ تم صبر کرو ؎

بود نے بود ہر چہ خواہد بود غم بہ دل داشتن نہ دارد سود

اب بہتر یہ ہے کہ کافر اس بات کو نہ نہیں۔ تب تک یہاں سے باہر جانا اور مغرب کی طرف چلنا ہے پھر آگے جو خدا چاہے گا۔ سو ہو گا۔ پس مہر نگار کو اپنے ہمراہ لے کر ساعت سعید میں مکہ سے مغرب کو روانہ ہوئے۔ اور کافروں نے یہ حقیقت حال سن کر مع لشکر ان کا پیچھا کیا۔ اور عرب بھی لڑنے اور اپنی منزلیں طے کرنے لگے اور مہر نگار کو مشتر اسحاق پر سوار کر کے چالیس ہزار غلام اور بہت سی لونڈیاں ساتھ دے کر اور مقبل حلبی کو چار ہزار اسوار مکہ کی پشت پناہ پر نگہبان رہنے کے لیے کہہ کر پہلوانان عرب کافروں سے جنگ کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اور عمر نے اپنے عیاروں کو حکم دیا کہ دریافت کرو۔ کہ کوئی شہر نزدیک ہے یا نہیں تب سارے عیار جا کر پتہ لائے۔ کہ یہاں سے تین کوس پر ایک شہر نیستان ہے تب عمر بختک کی شکل بنا کر اور تھوڑے سے سوار اپنے ہمراہ لے کر گھوڑے پر سوار ہو کر نوشیرواں کا وزیر بن کر نیستان کے قلعہ کے دروازے پر گئے اور دربانوں سے بولے کہ یہاں کے قلعہ دار کو خبردار کرو۔ کہ نوشیرواں کا وزیر آیا ہے اور مہر نگار کو عربوں سے چھین لایا ہے سو عرب پیچھا کیے چلے آتے ہیں۔ اگر تم دروازہ کھولو تو مہر نگار کو اندر لادیں۔ اس قلعہ دار نے اس قلعہ کے دروازے پر آکر دیکھا کہ بختک کھڑا ہے تب یہ بولا کہ میں نوشیرواں کا غلام ہوں مہر نگار کو اندر لے آؤ عمر نے عیاروں کو روانہ کیا غلام گئے اور مہر نگار کو مع غلام اور لونڈیوں کو لے آئے۔ اور عمر بن عبیہ کے حکم سے قلعہ دار کو مار دیا اور سب لشکر اندر آگیا اور قلعہ کے دروازے بند کیے اور عربوں نے فصیلوں پر سے کافروں کو مارا اس قلعہ کے اندر تین برس کے لیے غلہ کافی تھا۔ سو شکر خدا تعالیٰ کا بجالائے اب آپ ذرا دو کلمے داستان امیر حمزہ کے سنیئے۔ کہ جب پریاں امیر کو اوپر اڑا کے لے گئیں تو دوپہر کو کوہ قاف کے ایک دامن میں اتار کر میوہ اور شراب کھلایا پلایا۔ امیر نے ایک گھڑی آرام کیا۔ اس کے بعد پریاں امیر کو لے کر پھر اڑیں اور دوسرے روز کوہ قاف میں جا پہنچیں۔ پریوں نے امیر کو اتار عرض کی کہ اے امیر شہرستان زریں یہی ہے۔ اور امیر نے فرمایا کہ سب دیو کہاں رہتے ہیں وہ بولیں کہ دیوؤں کی بو سے ہم کو آگے جانے کی طاقت نہیں ہے

تمہیں دور سے دکھائی دیتی ہیں۔ پس امیر نے وضو کر کے نماز دوگانہ شکرانہ ادا کیا۔ اور شہرستان زریں کو گئے اور دیکھا کہ شہر سب دیوؤں سے خالی ہے۔ تب ہر کوچہ و بازار میں گئے اور دیوؤں کا نام و نشان نہ پایا۔ کیونکہ بمعہ لشکر عفریت شکار کو گیا تھا۔ امیر وہاں سے باغ میں گئے اور ایک دیو کو دیکھا کہ باغ کو پانی دینے آتا ہے تب اس دیو نے امیر کو دیکھ کر نعرہ مارا اور پہاڑ سا پتھر اٹھا کر امیر کے اوپر حملہ کیا امیر نے جلدی سے جست لگا کر وہ پہاڑ رد کیا اور دیو کو تلوار ماری اور وہ زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور کہا اے آدم زاد ایک وار اور کر کہ جان جلدی نکلے۔ تب امیر نے دوسرا وار مارا۔ تو دیو تازہ ہو کر کھڑا ہو گیا اور یہاں تک لڑائی ہوئی کہ دوپہر ہو گیا۔ اور دونوں تھک گئے۔ اور اس دیو نے ایک درخت کے تلے آرام کیا۔ اور امیر بھی ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے۔ پس وہیں ایک بزرگ نمودار ہوئے۔ امیر نے ان کی خدمت ادا کی۔ پھر پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ کہا میں خضر ہوں اور میں تمہیں پند سکھانے آیا ہوں۔ کہ دیوؤں کو ایک مرتبہ مارنا ہے۔ کیونکہ دوسری بار کے مارنے سے وہ درست ہو جاتے ہیں۔ پھر خضر اور امیر نے کھانا تناول فرمایا۔ اور امیر نے اس کو ہوشیار کیا۔ اور کہا اے موذی اٹھ۔ تب دیو نے اٹھ کر امیر پہ پہاڑ ۃا چلایا۔ امیر نے اس کا وار رد کیا۔ اور ایک پتھر مارا کہ اس کی پیٹھ سے جا نکلا۔ اور زمین پہ گرا۔ اور پکارا کہ اے آدم زاد ایک وار اور مار تب امیر نے فرمایا۔ اول میں جانتا نہ تھا۔ اب تو استاد سے سیکھ آیا ہوں۔ اب تجھے ہرگز نہ ماروں گا۔ تب وہ زمین پہ پڑا رہا۔ اور یہ بول بول کر ایک وار اور مار۔ اور سر ٹپک کر مر گیا۔ اور امیر نے خدا کا شکرانہ ادا کیا۔ کہ اتنے میں ایک دیو کی آواز آئی۔ پس جو دیو آتا امیر کو پکارتا دیکھ کر کہ آدمی آیا ہے اتنے میں دیوؤں کا عفریت آیا اور کہا کہ تم میں سے کوئی جا کر اس آدمی کو پکڑ لائے۔ تب ایک دیو چکی کا پاٹ پہاڑ سا نے کر امیر کی طرف پھینکا۔ امیر جست کر کے دوسری طرف کھڑے ہو گئے۔ اور وہ پتھر زمین پر گرا۔ تو اس دیو نے چاہا۔ کہ پتھر پھر اٹھائے امیر نے اس کی کمر میں تلوار ماری۔ کہ اس کی آدھی کمر کٹ گئی۔ تب وہ زمین پر گرا۔ اور پکارا کہ اے آدم زاد۔ ایک وار اور بھی مارنا۔ کہ جان جلد نکل جائے۔ امیر نے ہرگز تلوار نہ ماری۔ اور وہ دیو زمین پر سر ٹپک کر مر گیا۔ پھر دوسرا دیو آیا۔ اور امیر نہایت زور سے ایک پتھر پھینکا۔ امیر نے اس کا وار بھی رد کیا اور اس کے سینہ پر ایسی تلوار ماری کہ بدستور وہ بھی مردار ہوا ایک اور دیو امیر کے مقابل میں آیا۔ اور وہ بھی جہنم میں پہنچا۔ پھر تو کسی دیو کو میدان میں

آنے کا حوصلہ نہ رہا۔ الغرض عفریت نے کہا کہ کوئی جاکر اس آدمی کو مارے ایک بڑا بوڑھا دیو اس مجلس میں تھا۔ وہ بولا کہ اے عفریت میں نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے سنا ہے۔ کہ اخیر زمانہ میں اللہ تعالےٰ ایک آدمی کو کوہ قاف میں لائیگے۔ اور اس شجاع کا نام حمزہ ہوگا۔ اور یہاں کے تمام دیوؤں کو تلوار چلا چلا کر فناہ کردے گا معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ شاید وہی ہے۔ عفریت نے جب بات سنی تو جوش میں آکر اس بوڑھے اجل رسیدہ دیو کو پتھر سے مار ڈالا اور آپ امیر کے مقابلہ میں آکھڑا ہوا۔ اور ایک پتھر پہاڑ سا اٹھاکر امیر پر چلایا امیر نے ڈھال سر پر لی اور پناہ خدا سے مانگی عفریت نے وہ پتھر اتنی زور سے مارا کہ اس کی آواز کوہ قاف میں پہنچی۔ اور امیر زانو تک زمین میں غرق ہوئے۔ تب عفریت نے امیر کو افتادہ پاکر دوسرا پتھر مارنا چاہا۔ امیر نے ایک تلوار ایسی نعرہ سے ماری۔ کہ وہ کافر دو ٹکڑے ہوکر زمین پر گرا۔ پھر توتوے ہزار دیوؤں نے اپنے بادشاہ کو مردہ اور بے جان دیکھ کر امیر پر یکبارگی حملہ کیا اور امیر نے بھی دو دستی تلواروں سے دیوؤں کو ایسا مارا کہ ان کا حساب نہ رہا جو خدا جانتا ہے۔ سہ

انسان دیوؤں سے ایسا لڑا — کہ مریخ احسنت کہنے لگا

جب دیوؤں نے دیکھا کہ اپنے ہم جنس ہزاروں مردار ہوئے۔ اور حمزہ بدستوار ہنوز اچھا بھلا ہے تب تو سب کے سب یکبارگی غائب ہوئے۔ امیر حق اللہ تعالےٰ کا شکرانہ بجا لائے اور حوض میں ہتھیار اور بدن وغیرہ صاف کیا اور دوگانہ ادا کیا۔ اس کے بعد قسم قسم کی نعمتیں اور میوہ جات گوناگوں حاضر لائیں۔ غرض بعد تناول طعام کے طرح طرح کی شراب جواہرات کے پیالوں میں بھر بھر کر دینے لگیں اور خوبصورت پریاں اپنا ناچ راگ سناتی اور گاتی تھیں امیر بدستور شبانہ روز عیش و عشرت میں مشغول رہ کر پریوں کا ناچ دیکھتے رہے۔ اس کے تین روز بعد حضرت امیر المومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سلاسل وزیر سے فرمایا کہ بفضل کریم العظام تمہاری فتح ہوئی۔ اب مجھے میرے یاروں میں پہنچاؤ وزیر سلاسل نے قبول کیا اور اپنے دیوؤں کو اپنے پاس بلایا۔ کہ حمزہ کو کتنے دنوں میں ملک آدم زاد میں پہنچاؤ گے۔ کسی نے کہا تین شبانہ روز میں۔ کسی نے دو شبانہ روز میں۔ ایک نے کہا کہ ایک شبانہ روز میں امیر کو اس ملک آدم میں پہنچا دوں گا۔ تو وہ وزیر سلاسل نے اسی دیو کو اس مبارک کام کے لیے مقرر کیا۔ اور پھر اس کے بعد ارضی پری نے امیر سے عرض

کی آپ کو ہمارے خزانہ میں جاکر کوئی چیز قبول کرنی چاہیئے۔ تو ہماری عین سعادت ہے۔ تب امیر
نے خزانہ ملاحظہ فرمایا تو قبول نظر کوئی چیز نظر نہ آئی تب امیر نے پریوں سے فرمایا کہ میرے خزانے میں یہ سب
اشیاء موجود ہیں (باقی داستان شب فردا)

پریوں کا امیر حمزہ کو کوہ قاف میں لے جانا اور امیر کا عفریت شاہ دیوؤں سے لڑنا اور عفریت پر فتح پانا

سینتیسویں داستان!

جب پریوں نے کہا کہ ہماری خاطر کچھ قبول فرمائیں۔ تو پوچھا کہ یہ ٹوپی اور کوڑا کس کا ہے۔ زنز بر نے
کہا کہ یہ ٹوپی و کوڑا سلیمان علیہ السلام کا ہے جب وہ دیو پر خفا ہوتے تھے تو اس کوڑے سے مارتے تھے اور
جب کسی دیو کو اپنے پر ملال و رنجیدہ پاتے تو یہ ٹوپی پہن لیتے تو دیوؤں کی نظروں سے غائب ہو جاتے امیر نے
یہ سن کر پریوں سے فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں مجھے دیدو کہا کہ ہماری یہ سعادت ہے آپ بے گمان۔ اور دونوں
چیزوں پر کیا موقوف ہے جو چاہو سو لے لو امیر نے اس وقت یہ خیال دل میں کیا کہ یہ ٹوپی عمر بن
عمیہ کے لائق ہے اور یہ کوڑا میرے ہاتھ کے لیے ہے الغرض پریاں ایک کھٹولنا لے آئیں۔ اور
امیر اس پر سوار ہوئے اور دیو جلد ہی اس کو مانند تارے لیکر اڑے امیر کو نیند آئی تو کہا کہ اب دوپہر ہوگئی ہے

مجھے کہیں اتار دو میں سو جاتا ہوں دیوؤں نے عرض کی کہ یہ ملک دیوؤں کا ہے یہاں اترنا خلل ہوتا ہے۔ امیر
نے فرمایا کہ نہیں مجھے یہیں اتار دو دیو کا مجبور ہونے پر امیر کو وہیں اتار دیا امیر سر پر ٹوپی رکھ کر سو گئے اور وہ
دیوؤں کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور دیو امیر کو نہ دیکھ کر متحیر ہوا ناگاہ اس جگہ دیوؤں کی فوج پیدا ہوئی۔
تو انہوں نے دیکھا کہ ایک دیو اور ایک چار پایہ ہے۔ اس لشکر کے سردار کا نام ہرنانا دیو عفریت کا بیٹا ہے۔ جو
شہرستان زریں کو جا رہا تھا۔ کہ اپنے باپ کا بدلہ لے اس لشکر کے دیو اس دیو اور چار پایہ دیو ہرنانا کے پاس
لے گئے دیو نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور کہاں جاتا ہے۔ اور اس چار پایہ پر کس کو لیکر جاتا ہے۔ تب اس
نے مفصل حقیقت کہہ سنائی یہ سن کر ان موذیوں نے اس دیو کو مار کر اور چار پایہ توڑ کر پھینکا اور دیوؤں کو
وہیں بٹھایا کہ اگر حمزہ یہاں آئے تو اسے بھی مارنا تب دونوں دیو حمزہ کے منتظر رہے کہ ہرنانا دیو نے مع
فوج کے پریوں سے جا کر شہرستان زریں چھین لیا۔ اور آپ تخت پر بیٹھا۔ ادھر وہ پریاں اپنے دیو کی
منتظر تھیں۔ کہ کب امیر کو چھوڑ کر واپس آئے گا۔ اتنے میں امیر اپنی نیند سے ہوشیار ہوئے اور ٹوپی اتار کر
دیکھا کہ اپنا دیو مرا پڑا ہے اور چار پایہ ٹوٹا پڑا ہے۔ اس وقت امیر بہت مغموم ہوئے اتنے میں وہ دونوں
دیو آکر امیر اولیاء کے پیچھے سے لپٹ گئے۔ امیر نے ان دونوں کو زمین پر پچھاڑا اور خنجر مارنا چاہا تب دیوؤں
نے امان مانگی تو امیر نے فرمایا کہ میرے دیو کو کس نے مارا ہے جب ان دونوں نے گزشتہ حقیقت مفصل
بیان کی۔ امیر نے فرمایا کہ مجھے تم شہرستان زریں میں پہنچاؤ تو تمہیں امان دوں گا۔ ورنہ مار ڈالوں گا پس وہ رہبر ہوا
اور آگے چل کر جب جنگل و پہاڑ نمودار ہوئے۔ تب امیر نے عقل سے دریافت کیا کہ یہ موذی اب دغا بازی پر آئے
ہیں۔ یہ سمجھ کر امیر نے انہیں تلوار سے مارا اور چل دیئے۔ ناگاہ ایک دریا کے کنارے پر پہنچے۔ اور دیکھا کہ سوائے کشتی
کے پار ہونا مشکل ہے تو امیر نے ایک سوکھا ہوا درخت اپنی تلوار سے کاٹا اور کشتی بنائی اس میں میٹھا پانی
اور میوہ بھر لیا اور سوار ہو دریا میں توکل خدا جدھر کو ہوا لے جاتی تھی روانہ ہوئے۔ چند روز میں میٹھا پانی اور
میوہ ختم ہو گئے تب امیر نے ایک گھونٹ کھارے پانی کا پیا اور بے ہوش ہو گئے اور موجوں نے کشتی دریا
کے کنارے ڈال دی۔ تب امیر ہوشیار ہوئے۔ اور اس کنارے پر اتر گئے اور کیچڑ میں دھنس کر غرق ہوئے
وہ جتنا زور اوپر کو کرتے تھے اتنا ہی نیچے اترتے آخر آفت آسمانی سے مجبور ہو کر چپ رہے۔ اور
دعا کرنے لگے یا مجیب الدعوات یا دافع البلیات مجھے اس بلا سے رہائی دے تب امیر کا تیر دعا نشانہ اجابت
پر پیوست ہوا یعنی ادضع پری نے وزیر سے پوچھا کہ امیر کو جو دیو لے گیا تھا۔ رمل میں دیکھو کہ وہ اب تک کیوں نہیں

واپس آیا سلاسل نے رمل دیکھ کر کہا کہ افسوس اس وقت ایک سخت مشکل میں گرفتار ہے تو نوے ہزار پریاں تلاش کرتے اڑیں امیر کے پاس آئی۔ اور انہیں کیچڑ سے نکالکر تمام بدن پانی سے دھوایا۔ تب امیر نے فرمایا کہ پھر مجھے دوبارہ قبرستان زریں میں پہنچاؤ۔ پریوں نے امیر کو اٹھاکر اول جگہ پر آتارا۔ اور پریاں غائب ہوئیں پھر امیر نے سب ہتھیار درست کیئے اور گبارہ مومن کا ایک گرز کاندھے پر رکھا۔ اور قلعہ پر حملہ کیا تو سولہ کوس تک آواز گونجی۔ اور زمین و آسمان و کوہ بیابان جنبش میں آئے اور امیر کے نعرہ سے دیو کانپ کر بمعہ فوج باہر نکلے تو ہرنام دیو نے فرمایا کہ کون ہے۔ جو اس آدمی کو پکڑ لائے۔ تاکہ میں اپنے باپ کا بدلہ لوں تب ایک پہاڑی دیو نے مقابلہ پر آکر امیر پر پتھر چلایا امیر نے جست کی اور وہ پتھر زمین پر ایسا گرا کہ زمین ہلی۔ دیو نے پتھر پھر اٹھایا تو امیر نے ایسی تیغ بیدریغ ماری کہ حمائل آتار ڈالی۔ اور دیو زمین پر گرا کہا اے آدمی ایک مرتبہ پھر مار تاکہ میں مرجاؤں امیر نے فرمایا کہ دوسری بار مارنا کچھ ضروری نہیں مجھے میرے استاد نے ایسا ہی فرمایا اتنے میں وہ موذی اپنا سر پتھر پر مارکر مر گیا۔ دوسرے روز سب دیوؤں نے مل کر امیر پر حملہ کیا۔ امیر بھی دو دستی تلواریں چلانے لگے امیر نے جس کے سر پر تلوار ماری تا بہ کمر آتاری اور جس کی گردن پر ماری تو سر مانند گیند کے اڑا اور لہو کی ندیاں بہ گئیں، غرضیکہ اسی طرح تین شبانہ روز برابر جنگ ہوتی رہی۔ آخر دیو تاب نہ لاکر غائب ہوئے۔ پھر امیر نے تمام جسم دھوکر دوگانہ شکر ادا کیا تب وہاں نوے ہزار پریاں حاضر ہوئیں اور امیر نے خوب کھانا کھایا اور دور شراب شروع ہوا۔ اور امیر مست ہوکر پریوں کا ناچ دیکھنے لگے۔ ان پریوں میں شاہ پری کی باجی اسماپری بھی، موجود تھی۔ جو سب پریوں سے خوبصورت اور صاحب حسن و جمال تھی امیر کی نگاہ اس پر جا پڑی۔ تو اس کے عشق کا تیر امیر کے جگر میں لگا۔ اس حالت میں سب پریاں آپس میں مشورہ کرنے لگیں کہ اگر امیر اسماء، پری کو اپنے نکاح میں لائے گا۔ تو اس کے سبب سے امیر کا یہاں رہنا ہوگا یہ سب سے افضل اور اولیٰ ہے۔ غرضیکہ سلاسل وزیر نے امیر سے عرض کی کہ پہلوان جہانگیر اگر اسماپری کو اپنے نکاح میں لائیں اور کنیزگی میں قبول کریں۔ تو بہتر ہے اور ہم سب کو سعادت دارین ہے امیر نے وزیر کا کہنا قبول کیا تب انہوں نے اپنی عادت اور رسم کے مطابق اسماپری کا نکاح کیا۔ اس کے بعد کئی شبانہ روز تک اسی طرح عیش و عشرت میں رہے اب یہاں سے امیر کے لشکر کا حال بغور و تامل سنو! کہ قلعہ میں لشکر خوش حال رہا اور جب علوفہ ختم ہوا۔ تب وہاں سے باہر نکلے اور کافروں سے لڑتے ہوئے مغرب کی طرف چلے اور کئی روز بعد حلب میں پہنچے۔ تب مقبل حلبی نے اپنے بھائیوں کو

لشکر کی حقیقت لکھی مقبل حلبی کے تین بھائی ناظر حلبی، عادل حلبی وزریں تین ہزار سوار سمیت باہر آئے اور کافر کی فوج مار ہٹایا۔ اور عمر بن عمیہ مع مہر نگار کے قلعہ کے اندر داخل ہوئے۔ اور دروازے محکم باندھے۔ اور خندقیں بر آب کیں اور فصیلوں پر سے لڑتے رہے اور تین سال کے لیے غلہ جمع کر کے دل جمعی سے لڑتے رہے جب غلہ تمام ہوا تب عرب کا لشکر کافروں کے لشکر پر پڑا اور کافی کافروں کو مار مردار کیا۔ اور مغرب کی طرف روانہ ہوئے۔ تیسرے روز وہ شہر سفری کے پاس جا پہنچے اس میں دو بادشاہ تھے۔ ایک کا نام محراب سفری اور دوسرے کا نام روشہر سفری تھا۔ تب وہ بادشاہ امیر کے لشکر کی خبر سن کر بولے۔ کہ ایک نوشیرواں نے بوڑھا ہو کر اپنی عقل گم کی ہے کہ پہلے اپنی دختر رضامندی سے حمزہ کو دی اب حمزہ کی غیبت میں کافروں کے کہنے پر اپنی دختر کو فضیحت کرنا ہے اگر حمزہ کی کمک فوج لے کر مہمانداری کی شرط بجا لائیں۔ اور مہر نگار کو فضیحت سے امن دیں۔ تو بہتر ہے نیز جب حمزہ آئے گا تو ہمارے پر نہایت لطف کرے گا یہ کہہ کر اپنے سروں پر پگڑیاں باندھ کر کافروں پر جا گرے اور امیر کے لشکر کو قلعہ میں لے جا کر دروازے محکم باندھے اور کافروں نے قلعہ کو مورچے لگائے۔

اٹھتیسویں داستان

جب حضرت امیر حمزہ ہرنا نادیو کو مار کر اسما پری کے ساتھ عیش میں تھے۔ تو چھ مہینے بعد خدا کی رحمت کاملہ سے حمل رہا بعد ایام معہود کے ایک لڑکی آفتاب کی سی صورت ملک بہشت پیدا ہوئی امیر نے اس کا نام قریشیہ رکھا۔ ایک روز امیر مع اسما پری خلوت میں تھے۔ اس وقت امیر مہر نگار کو یاد کر کے سینہ پر درد سے آہ سرد نکالی۔ اور جوش و غم سے آنکھوں میں سے لہو بہہ نکلا۔ تو اسما پری نے امیر کی حیرت کا یہ حال دیکھ کر پوچھا۔ کہ کیا سبب ہے کہ آپ روتے ہیں امیر نے فرمایا کہ میرا دلِ مرغ مہر نگار کے دام زلف میں قید ہے۔ اس کے فراق کی آتش میرے جسم و جان کو جلاتی ہے۔ اور اس کے ناز و غمزہ مجھے رلاتی ہیں۔ اور وہ دختر بادشاہ ہفت کشور کی ہے اسما پری کے دل میں اور کسی کے نام سے آتش عداوت بھڑکی۔ اور بولی کہ تا حال امیر کے دل تک آرزو ہے۔ کہ آدمیوں میں جاؤں امیر نے فرمایا نہ جاؤں۔ تو یہاں کیا کروں۔ پری بولی

کہ آپ کی ہڈیاں اس زمین میں دفن ہوں گی اب باہر جانے کی امید چھوڑدو۔ پس بمجرد اس بات کے سننے
پر امیر کو غصہ آیا تب تلوار لے کر چاہا کہ پری کو ماریں۔ تو وہ جاگ گئی۔ اور شہرستان زریں سے نکل کر آبادی مردماں
کی طرف بمعہ ہتھیاروں کے روانہ ہوئے۔ تب ارضی پری بمعہ لشکر اور وزیر سلاسل آکر امیر کے پیروں میں
گر پڑے اور آنجناب سے بہت منت ومعذرت کرکے عرض کی۔ اور کہا کہ یا امیر واپس ہونا ان پریوں
کا کہنا نہ ماننا اور جانے پر تیار نہ ہوئے۔ اور پریاں ناامید ہو کر عاجز ہو رہیں۔ اور امیر نے اب
انسانی دنیا کی راہ لی۔ اور دوپہر تک چلے اس وقت زمین گرمی سے مانند آتشکدہ ہو رہی تھی۔ کہ امیر ایک
جھاڑ کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ تو امیر آداب بجا لائے اور حضرت
خضر علیہ السلام نے حضرت امیر حمزہ کو اپنے گلے سے لگایا اور سینہ بے کینہ ہو سینے ملایا تب امیر نے
حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا۔ کہ خضر میں آبادی میں کیونکر جاؤں گا۔ اور اپنے دوستوں سے کیونکر
ملوں گا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ خاطر جمع شجاعت اثر رکھ اللہ تعالےٰ تم پر آسان کرے گا اور
وہ منزل مقصود کو پہنچائے گا۔ اور تم اسی طرح چلے جاؤ۔ گر جہاں کہیں دھواں نکلے گا۔ تو وہاں دیو ضرور ہوں
گے۔ پس تم وہاں جاؤ اور کنوئیں کے اندر اتر کر دیوں کو فناہ کر واپس کرو۔ امیر حمزہ نے عرض کی کہ اندر کس طرح
میں اتروں۔ تب حضرت خضر علیہ السلام نے ایک کمند دیو بند عنایت کی امیر نے اسے بوسہ دے کر کمند ترکش
میں رکھی حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ اسے جتنا لمبا کرو گے یہ اتنی ہی بڑھے گی۔ تب حضرت خضر
علیہ السلام نے سفرہ بچھایا اور اچھی اچھی نعمتیں ان کے سامنے رکھیں اور دونوں بزرگوں نے کھانا کھایا امیر نے
پوچھا کہ ان دیوں کے نشان کیا ہیں۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر باغ یا چمن یا جامے سبز دکھائی
دے تو جانو کہ وہ جگہ دیوں کی ہے۔ یہ فرما کر حضرت خضر علیہ السلام غائب ہوئے اور پھر
وہاں سے راہی ہوئے سو ایک جگہ آکر دیکھا کہ پتھر کے تخت پر رعد جینی دیو بیٹھا ہے۔ اتنے میں ایک
دیو نے رعد جینی کو امیر کے آنے کی خبر دی۔ کہ ہم اسی بلا سے زمین میں چھپے ہیں۔ تو بھی ہمارے
درپے ہوا ہے۔ رعد بمعہ تمام دیوؤں کے اسی میں تھا۔ کہ امیر نے اندر اتر کر اوپر کا پتھر اٹھایا۔ اور تلوار
نکال کر دیوؤں کے اوپر جا گرے۔ رعد جینی نے ایک پتھر اٹھا کر امیر پر چلانا چاہا۔ امیر نے تلواریں ایسی ماریں
کہ اس کافر کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ امیر نے اور دوسرے دیوؤں کو بھی فناہ کیا اللہ
تعالےٰ کا شکر بجا ادا کیا۔ باہر نکلے۔ اور کسی حوض میں ہتھیار خونخوار اور بدن مبارک کو بھی دھویا

پھر دوگانہ شکرانہ ادا کر کے کوئی حلال جانور کباب بنا کر کھایا۔ اور وہاں سے کتنی ایک منزل کاٹیں تو ایک کنواں دیکھ کر اس کا قصد کیا اور کمند نکال کر اور کمر کو باندھ کر اندر اترے۔ اور دیکھا کہ ارزاق چینی تخت پر بیٹھا ہے۔ امیر نے ایک نعرہ مارا اور اس موذی نے ایک پتھر اٹھا کر امیر پر چلایا امیر نے اس کی ضرب روکی اور ایک تیر ایسا مارا کہ پیٹھ سے پار ہو گیا۔ اور موذی جہنم رسید ہوا۔ پھر اس کے ملازموں کو بھی اس کو مردار کر کے اس کی خدمت کے لیے جہنم کو روانہ کیا۔ پھر کنوئیں سے نکل کر ایک روز وہاں آسودہ ہوئے اب امیر حمزہ کے لشکر کی پھر حقیقت سنیئے۔ جب یہ لشکر شہر سغری سے باہر نکلا۔ اس نے کافروں کو جہنم رسید کیا۔ تو اتنے میں یکایک گرد پیدا ہوئی عیاں عمر خبر لائے کہ اردشیر بابا کا لشکر نوشیرواں کی مدد کو آیا ہے۔ یاران حمزہ نے اس حقیقت کے سنتے ہی آہ کھینچیں تب عمر بن عمیہ نے کہا کہ آنے دو پروردگار ہمارا ابھی پروردگار ہے۔ ہم کو کوئی غم نہیں ہے۔ اتنے میں وہ کافر نزدیک آیا تو دیکھا کہ اس کافر کا قد و قامت تیس گز ہے مگر عمر بن عمیہ کافروں کا سر اڑاتا ہوا مغرب کی طرف چلا جاتا تھا۔ اور شیر بابا کے فرزند کا نام شیر بابک شروانی تھا جب کاؤش شروانی نے حمزہ کے لشکر کی بے سروسامانی کی کیفیت سنی تو تجویز کی کہ اگر ہم امیر کے لشکر کی مدد کریں گے تو جب حمزہ کو اللہ تعالےٰ لائے گا البتہ ہم پر اپنا لطف کرم کرے گا۔ یہ سوچ کر چالیس ہزار اسوار سے باہر نکلا۔ اور کافروں کو مارتا ہوا امیر کے لشکر کو شہر میں لے گیا اور عمر بن عمیہ اور حمزہ کے یاروں کے سامنے کئی سال کا غلہ لا کر رکھ دیا تب پہلوانان عرب کھانے میں بے فکر ہو کر جنگ کرنے لگے۔ جب وہاں کا غلہ تمام ہوا تو پھر وہاں سے باہر نکلے۔ اور کافروں کو مردار کرتے ہوئے مغرب کی طرف چلے جانے تھے بعد او قطع منازل و طے مراحل ایک شہر میں پہنچے۔ کہ وہاں کا بادشاہ مثقال مغربی تھا۔ جب مثقال مغربی نے امیر کے لشکر کا حال سنا تب خود آ کر باہر اور کافروں کو مار کر امیر کے لشکر شہر میں لایا اور شرط مہمانداری کی بجا لایا۔ تب قرار دیا کہ مجھے لازم ہے۔ کہ وہاں سے تنجہ میں پہنچے۔ یہاں کے بادشاہ کا ریحان تنجہ نے جب یہ سنا کہ یہاں امیر حمزہ کا لشکر آیا۔ ان سب بادشاہوں نے پشت پناہی کر کے لشکر کی مہمانداری کی تب قرار دیا کہ مجھے بھی لازم آیا کہ یاران امیر حمزہ اور لشکر عرب کو امان دوں کیونکہ اگر حمزہ اللہ تعالےٰ واپس لائے گا۔ تو وہ بھی مجھے پناہ دے گا۔ یہ خیال اپنے دل میں ٹھہرا کر مع اپنے لشکر کے باہر آیا اور کافروں کو مارا امیر کے لشکر کو اندر قلعہ میں لے آیا جو اس کے پاس ذخیرہ

کہ حاضر تھا نذر کیا۔ پس اسی وقت کاغذ بزرجمہر آیا عمر نے وہ خط فیض نمط کھول کر دیکھا کہ بعد حمد خدائے تعالیٰ
اور لعنت حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا مضمون یہ ہے کہ اے فرزند ارجمند سعادت مند عمر بن عمیہ تم کو حکیم بزرجمہر
کی طرف سے بعد دعا سلام کے معلوم ہو کہ تم ہرگز یہاں سے باہر نہ جانا خداوند کریم اپنے فضل و کرم سے
یہیں ملادے گا تمہیں۔ بعد مطالعہ اس مضمون کے یاران حمزہ بہت مغموم تھے سب مسرور ہوئے
اور مہر نگار کا یہ عالم تھا۔ کہ ساعت بہ ساعت انگلیوں پر حساب کرتی تھی اب یہاں دو کلمہ داستان
امیر سنو۔ جب حمزہ نے ارزق چینی کو مارنے سے فراغت اور فرصت حاصل کی اور دوسرے موذیوں
کو بھی پردۂ فنا میں چھپایا اور آگے بڑھے۔ تو ایک ساعت میں ایک باغ دیکھا۔ جس کا نام
ارم تھا پس حمزہ وہاں گئے اور ہتھیاروں کو بدن سے جدا کیا۔ اور پھر جسم صاف کیا۔ اور گرد و غبار
دور کیا۔ تو امیر کی صورت ایسی ہو گئی جیسے بدلی سے چاند نکل آتا ہے تب ایک گورخر کو مار کر
کباب بنایا اور کھا کر رازق مطلق کا شکرانہ ادا کیا اور وہاں سے ایک محل بلند دیکھ کر تصور کیا کہ البتہ
یہاں کوئی آدمی رہتا ہو گا۔ اس خیال میں تھے۔ کہ وہاں سے دو سر کا دیو باہر آیا اور امیر کے آگے
اپنا سر زمین پر رکھا اور کہا کہ ارمنی پری کا دیو ہوں جب سے آپ نے قدم رنجہ فرمایا تو مجھے آپ خدمت
گذاری ماحیب ہے۔ غرض ایسی باتیں بنا کر محل کے اندر لے گیا۔ اور کھانے میں داروئے بیہوشی کھانے
میں ملادی۔ اور امیر کھانا کھانے کے بعد بیہوش ہو گئے۔ تب اس دیو نے امیر کو ایک جھاڑ سے باندھ کر
بید اور لکڑی سے مارنے لگا۔ اور اتنا مارا کہ امیر کا سارا بدن زخمی ہو گیا پھر ایک ذبح کر کے اور اس
کی کھال اتار کر اس میں امیر کو باندھ کر ایک جھاڑ میں رکھا القصہ وہاں ایک سیمرغ آیا اور چمڑے کو اپنی غذا
تصور کر کے اٹھا کر جنگل میں لے گیا اور اپنے بچوں کے روبرو رکھا اور آپ پھر اپنی روزی تلاش کرنے گیا
تب ان بچوں نے چمڑے کو پھاڑ ڈالا کہ اس میں ایک آدمی ہے۔ تب ان بچوں نے طوطے کی مانند شکر گفتاری
کی امیر نے بھی ان سے حال بیان کیا تب سیمرغ نے کہا کہ یا امیر آپ کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا کہ مجھے
پھر بذکورہ باغ میں لے جاؤ عین کرم ہو گا۔ تب امیر اس کی کمر پر بیٹھ کر باغ میں گیا امیر نے آہستہ جا کر اپنے ہتھیار جھاڑ
سے کھولکر زیب تن کیے۔ اور اس محل کے پاس جا کر ایک نعرہ مارا تب وہ دیو بد اطوار کمرور ابو حمزہ کی آواز سن کر
سوتے سے دیگر ہو کر باہر آیا اور امیر پر پتھر سے حملہ کیا تب امیر نے جست کر کے اس پتھر کو روک لیا۔ اور
تلوار سے اس کافر کو مار کر کے کتنے روز آرام کیا پھر وہاں سے روانہ ہوئے اور راہ میں ایک بہت بڑا

کنواں امیر نے دیکھا کہ کنواں ایسا امیر نے عمر بھر نہ دیکھا تھا۔ تب امیر پتھر پر اٹھا کر اور اس میں کمند باندھ کر اندر
اترے پھر پتھر رکھ کر سوراخ میں اپنی نظر کی تو دیکھا کہ سموم نامی دیو پتھر کے تخت پر بیٹھا ہے اور یہ موذی
دیوؤں میں صفت عیاری رکھتا تھا امیر نے وہ سوراخ دار پتھر بھی اٹھایا اور اندر اترے۔ امیر کو دیکھتے
ہی وہ دیو دوڑا اور پاؤں پر گرا اور دعا دی اور امان امان کہنے لگا۔ تب امیر نے فرمایا کہ کس شرط
سے تو امان چاہتا ہے اس نے کہا کہ آپ جو فرمائیں گے غلام بسر و چشم بجا لائے گا فرمایا کہ کوہ قاف
میں چل اور سب دیوں کو تابعدار کر کے قریشیہ کی خدمت میں حاضر رہ۔ وہ اگر تمہیں قبول ہے تو امان دوں گا
ورنہ دوزخ میں بھیجوں گا۔ سموم نے کہا کہ اے امیر یہاں سے زمین بدن کے رستہ پر کوہ قاف ہے اور
وہ سب دیو جمع رہتے ہیں اور وہ رستہ شہرستان زریں کو جاتا ہے۔ آپ ان کو زیر کریں۔ میں نہیں جا
سکتا تب امیر نے فرمایا کہ بجز اس کے امان نہ ملے گی۔ غرض دیو باہر نکلا اور امیر نے اس کے گلے میں
کمند دیو بند ڈالی۔ اور لے چلے جب رات ہوتی تو دیو کو جھاڑ سے باندھ دیتے۔ اور صبح کو لے کر
چلے غرض جب مقام مقصود پر پہنچے۔ کہ میں قریشیہ کے حضور میں جاؤں۔ پس امیر نے اس کے دونوں کان
کاٹ لیے اور چھوڑ دیا۔ پھر آگے بڑھے اور پہاڑ پر چڑھ کر نظر کی۔ تو دیکھا کہ ہزاروں دیو جمع ہیں تب امیر نے
نعرہ مارا تو دیو امیر کو دیکھ کر آپس میں کہنے لگے۔ کہ پہلے اس کو مار کر پھر شہرستان زریں جانا ہے امیر نے بھی
قصد کیا جب دیو امیر پر آگرے تو امیر نے دونوں ہاتھوں میں تلواریں پکڑ کر دیوؤں کو مارنا شروع کر دیا اور
بہت سے دیوؤں کو مارا غرض تین دن لڑائی کی۔ تب سب دیو ایک جگہ پر اترے اور امیر بھی ایک درخت
کے نیچے اتر کر آسودہ ہوئے اتنے میں جنگل کی طرف سے گرد پیدا کی۔ اور اس میں ایک سوار قاتل کفار
نمودار ہوا امیر نے دل میں کہا یا اللہ یہ کون ہے اتنے میں وہ سوار آیا اور امیر کے قدموں پر سر رکھا کہا آپ
کی کنیز ہوں۔ فرمایا کہ تو میری بیٹی ملکہ قریشیہ ہے۔ کہا کہ قبلہ گاہ ہمارے قاصد ہمیشہ آپ کی خدمت میں خبر کیلئے
جاتے رہے۔ چنانچہ آج سننے میں یوں آیا کہ آپ پر بڑی مشکل ہے اس لیے یہ بندی حاضر ہوئی۔ امیر نے
نے کہا کہ تم کیا کرو گی۔ قریشیہ بولی کہ آپ نے اتنے دیوں کو مارا اب اس کنیز کی تیز دستی دیکھئے
یہ بات دیکھ کر قریشیہ سلطان تلوار کھینچ کر سب دیوں پر جا گری۔ اور انہوں کو مار کر جہنم رسید
کیا۔ کہ آپ کو حضرت امیر حمزہ نے دادِ شجاعت پیش کی۔ تب سب دیوؤں نے
قریشیہ کا یہ حال دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ جب امیر حمزہ تنہا تھا۔ کہ کوئی قصور نہیں رکھا

اور اب تو اس کے ساتھ دوسرا مددگار پیدا ہوا ہے۔ اب کہاں جان چھپاویں کہ چھپنے کی جگہ کوئی نہیں ہے غرض سب دیو شور و غل کر کے وہاں سے یکبارگی غائب ہو گئے تب امیر نے فرمایا کہ اے نور چشم دیوؤں کے مارنے میں تو کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ اس واسطے اب میں شہرستان زریں سے بیفکر ہوا ہوں۔ یہ بات فرما کر امیر نے دعا کی کہ یا اللہ میری دختر کی عمر دراز کر کہ اتنے میں ہاتف نے آواز دی کہ جب تک امام حسین رضی اللہ عنہ ابن علی علیہ السلام خلافت پر نہ بیٹھیں تب تک قریشیہ بھی نہ مرے گی یہ آواز سن کر قریشیہ سلطانہ کو وداع کیا (باقی داستان شب فردا)

اننالیسویں داستان

جب قریشیہ سلطان کو امیر نے وداع کیا اور آپ آگے بڑھے۔ تو دیکھتے ہیں کہ ایک دیو کی عورت ایک صندوق آگے رکھ کر روتی ہے۔ یا اللہ حمزہ کو پیدا کر تب حمزہ نے اس سے پوچھا کہ اے عورت تو حمزہ کو کیا کرے گی وہ بولی کہ اگر حمزہ آئے۔ تو میرے فرزند کو اس صندوق سے رہائی دے فرمایا کہ تیرے فرزند کو کس نے قید کیا ہے۔ کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے قید فرمایا تھا کہ میرے فرزند کو حمزہ چھڑا کر اس سے نشانی لے گا۔ امیر نے فرمایا کہ کوہ قاف میں دیوؤں نے تین مرتبہ زور لگایا پر نہیں کھول سکے۔ تب امیر نے بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ اس صندوق پر لے جاتے ہی کھول دیا۔ اس میں سے ایک دیو باہر نکلا اور نکلتے ہی امیر کے قدموں پر گرا اور عرض کی کہ یا امیر جو آپ فرمائیں بجا لاؤں گا فرمایا کہ مجھے آبادی مردمان میں لے چل اس دیو نے کہا کہ میری گردن پر بیٹھو تب امیر اس کی گردن پر بیٹھے۔ اور وہ دیو ہوا میں اڑا جب بہت اوپر گیا کہا کہ یا امیر دنیا کیسی دکھائی دیتی ہے۔ فرمایا کہ ایک تھال جیسی دیکھتا ہوں۔ تب وہ موذی اور اوپر لے گیا۔ اور لے جاتے ہوئے پھر پوچھا کہ اب کہو دنیا کیسی دکھائی دیتی ہے فرمایا کہ ایک پیالہ سا دیکھتا ہوں۔ تب دیو دغا باز نے کہا کہ اے امیر بتاؤ کہ آپ کو پہاڑ پر گراؤں یا دریا میں۔ امیر نے دل میں تصور کیا کہ دیو الٹی سمجھ کے ہوتے ہیں اور اس قوم کا مزاج اوندھا ہوتا ہے اگر پہاڑ کہوں گا تو دریا میں ڈالے گا اور اگر میں پہاڑ پر گرا تو امید زیست نہ رہی اور اگر میں پانی میں پڑوں۔ تو اللہ تعالے اس سے نکالے گا۔ امیر نے فرمایا کہ

میں نے تجھے بند سے رہا کر کے نیکی کی ہے۔ اور تو بدی کیا چاہتا ہے کہا کہ دیو الٹی مت کے ہوتے ہیں نیکی کا بدلہ بدی سے ادا کرتے ہیں فرمایا کہ مجھے اے موذی پہاڑ پر ڈال تاکہ جان جلد جائے دیو بولا کہ میں تمہیں دریا میں ڈالوں گا۔ کہ تیرا گوشت مچھلیاں کھا کر جان لیں یہ کہہ کر اس نے امیر کو دریا میں ڈال دیا امیر نے اللہ کا نام لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ تب اللہ تعالےٰ جل شانہ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میرے دوست کو امن سے زمین پر اتارو تب فرشتوں نے بلا حرکت و تھکان امیر کو زمین پر اتار دیا امیر نے شکرانہ ادا ادا کیا۔ پھر وہاں سے آگے ہوئے تو دیکھا کہ وہی دیو حوض سے پانی پینے لگا اور وہاں کتنی ایک پریاں نہا رہی تھیں سمان میں سے اس نے ایک پری کو پکڑ لیا اور کسی طرح سے نہیں چھوڑتا ہے تب امیر نے اس کو جلدی مردار کرنا چاہا تو دیو نے عرض کی کہ یا امیر آپ چپ رہئیے۔ کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تیری نسل سے دیو زاد گھوڑا پیدا ہو گا۔ اور حمزہ اس پر سواری کرے گا۔ اگر آپ اس پری کو مجھ سے نہ چھڑاؤ گے۔ تو میں آپ کو گھوڑا دوں گا۔ تب امیر نے کہا اچھا اور چپ ہو رہے۔ اور دیو پری سے دنیاداری میں مشغول ہوا۔ اور چندروز امیر اور دیو پری ایک جگہ گذارنے رہے۔ جب وہ پری حاملہ ہوئی تو ایام معہودہ کے بعد پری سے بچہ پیدا ہوا اور یہ گھوڑا پیدا ہوتے ہی دوڑ کر امیر کے پاس آیا اور امیر کے قدموں پر سر رکھا امیر نے اس کے سر کو بوسہ دیا اور پری کو اس کی پرورش کیلئے تاکید فرمائی اور اسکا نام اشقر دیوزادہ رکھا کانی روز کے بعد ایک روز امیر نیند میں تھے۔ کہ دیو نے پری سے کہا کہ تو اگر گھوڑا نہ جنتی تو امیر کیونکر سوار ہوتا پری بولی کہ تو تو دیو زادہ اور میں پری پھر گھوڑا نہ ہوتا اور کیا ہو سکتا تھا اب یہ گھوڑا پیدا ہو تو ایسے مرد جہانگیر کی سواری میں آیا۔ کہ تیری اور میری عزت اور سعادت ہوئی دیو نے کہا کہ میں ایسے فرزند ارجمند کو حمزہ کی سواری میں نہ دوں گا۔ بلکہ میں حمزہ کو مار ڈالوں گا۔ بچہ نے یہ باتیں سنیں اور ٹاپیں مارنے لگا یہاں تک کہ دیو کو مردار کر دیا اور پری ڈر کر بھاگ گئی جب امیر نیند سے بیدار ہوئے اور دیکھا کہ دیو مرا پڑا ہے۔ اور پری غائب ہے تب امیر نے دل میں یہ تصور کیا کہ دیو بداندیش نے کچھ کہا ہو گا۔ اس کو اشقر نے مار ڈالا ہے۔ اشقر پر بہت آفرین و تحسین کی۔ تب امیر آگے بڑھے اور اشقر بھی ہمراہ گیا۔ جب رات ہوئی تو امیر آکر آرام فرماتے اور پری آکر اشقر کو دودھ پلاتی جب اشقر بڑا ہو کر گھاس چرنے لگا۔ تو پہاڑوں کی زمین میں چلتے چلتے اشقر کے سم کہیں پھٹ کر زخمی ہو گئے امیر اس کے زخموں کو دیکھ کر غم و الم میں مبتلا ہوئے۔ اتنے میں خضر علیہ السلام پیدا ہوئے۔ اور امیر خضر کے

پیروں میں گر پڑے انہوں نے امیر حمزہ کو گلے سے لگایا حمزہ نے کہا کہ گھوڑا بغیر نعل اپنے ہاتھ سے باندھے امیر نے عرض کی کہ چار نعل اور بھی عنایت فرمائیے کیونکہ اگر یہ نعل نکل جائیں گے تو میں ان کو پھر باندھوں گا اس پر حضرت خضر نے فرمایا کہ دوسرے نعل کی حاجت نہیں جبکہ تمہاری قضا آئیگی یہ نعل تب نکلیں گے۔ پھر

کہ خضر علیہ السلام رخصت ہوئے تب امیر نے آگے کی راہ لی اور دور سے ایک قلعہ نمودار ہوا یہ قلعہ سبز پوش پریوں کا تھا۔ جب انہوں نے امیر کے آنے کی خبر سنی تو بہت عزت و توقیر سے استقبال کیا اور ایک اچھے مکان میں اتارا اور شرائط مہمانداری کی بجا لائیں امیر نے بھی آرام استراحت کی جب رات دو پہر گذری امیر ہمہ تن ہوشیار ہو گئے۔ اور ایک آواز سرد آہ کی امیر کے کان میں آئی۔ پس امیر نے اس کا قفل توڑا اور اندر جا کر دیکھا کہ دو مرد آہ آہ کر رہے ہیں۔ امیر نے ان دونوں کو باہر نکالا اور پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے اور کون قوم ہو اور یہاں کیوں آئے ہو وہ بولے کہ ایک کا نام ملاح آشوب دوسرے کا نام بہلول نقاش ہے ہم سوداگری کے لیے جہاز پر سوار ہو کر دریا میں جاتے تھے۔ کہ طوفان قہر نے ناگاہ ہمارے جہاز کو غارت کیا۔ اور ہم بھی قریب نزع کے تھے۔ کہ اتنے میں پریاں آپہنچیں اور ہم کو یہاں لا کر تین روز سے مقید کر رکھا ہے غرض جب صبح ہوئی تو سبز پوش پریوں کا بادشاہ امیر کے پاس آیا اور آداب بجا لایا امیر نے فرمایا کہ دونوں آدم زاد ہمارے ہم جنس ہیں انہیں میرے تابع کرو۔ اس نے عرض کی۔ کہ آپ انہیں بے فکر لے لیں۔ ہماری زہے سعادت ہے۔ پھر امیر نے آگے چلنے کا ارادہ فرمایا تب آشوب ملاح نے کہا کہ یا امیر ان پریوں سے ایک کشتی طلب فرمائیے۔ امیر نے ویسا ہی فرمایا اور دریا پار ہونے کے لیے کشتی مل گئی۔ اور امیر مع اشقر اور ان دونوں یاروں کے سوار ہو کر دریا میں چلے۔ اتنے میں ایک جانور آیا امیر نے فرمایا کہ یہ سیمرغ ہے۔ تب یہ سیمرغ کشتی کو اپنی چنگل میں لے کر پرواز کی امیر نے تیر کمان سے لگا کر سیمرغ اجل رسیدہ کے سینہ میں ایسا مارا۔ کہ وہ طائر زخمی ہو کر زمین پر گرا اور کشتی ریزہ ریزہ ہو گئی۔ اور امیر مع یاران کے سلامتی کھڑے ہوئے تھے۔ پھر امیر نے بہلول نقاش کو فرمایا کہ اس سیمرغ کے پر نکال کر اس کی تصویر لکھو۔ اور ایک پر سیمرغ کا ہمراہ لو نقاش مذکور نے بموجب حکم کے ایسا ہی کیا پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو ایک باغ نظر آیا تب امیر نے ان دونوں دوستوں سے فرمایا۔ کہ یہ علامت دیو کی ہے۔ تم مع اشقر یہاں کھڑے رہو تو وہ دونوں ایک جھاڑ پر بیٹھ گئے اور اشقر نیچے کھڑا رہا امیر باغ میں جا کر کیا

دیکھتے ہیں کہ ہر جھاڑ کے نیچے گائے کے سر کا ایک ایک دیو بڑے بڑے سینگوں والے بیٹھے ہیں جب انہوں نے امیر کو دیکھا تو وہ اپنے سینگ جھاڑ کے مانند گائے کے ہلہ کر کے امیر پر دوڑے اور حملہ کیا اور امیر بھی ان پر حملہ آور ہوئے۔ اور مارنے لگے غرض کہ بہت سے دیوؤں کو مردار کیا اور باقی فرار ہو گئے۔ اور بھاگتے ہوئے دیکھ کر بہلول اور آشوب کے مرغ روح نے قفس تن سے پرواز کرنا چاہا اور اشقر جو پیچھے کھڑا تھا جس دیو کو بھاگتا دیکھتا ٹاپوں سے مارتا غرضیکہ جو دیو امیر سے بچ کر بھاگتا۔ وہ اشقر کے ٹاپوں سے مارا جاتا۔ جب امیر باغ سے باہر آئے تو دیکھا کہ بہت دیو مردار ہو کر پڑے ہیں۔ امیر نے متحیر ہو کر دریافت کیا کہ ان موذی دیوؤں کو کس نے مارا تب بہلول اور آشوب نے کہا کہ جب دیو باغ سے آتے تھے۔ تو ہماری جان ان سے ڈر جاتی تھی مگر تمہارے اشقر نے سب کو اپنی ٹاپوں سے مار ڈالا ہے۔ امیر نے اشقر کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور وہاں سے آگے چلے اور پھر ایک باغ نظر آیا تب امیر نے یاروں سے کہا کہ تم لوگ ایک پہاڑ پر چڑھو۔ اور اشقر کو زیر شجر چھوڑ کر آپ آگے بڑھے اور دیکھا کہ گھوڑے کے سر والے دیو بیٹھے ہیں۔ انہوں نے امیر پر حملہ کیا۔ امیر نے تلوار خونخوار سے بہت سے دیوؤں کو مارا اور باقی بھاگ گئے۔ اور اشقر نے ٹاپوں سے مار ڈالے۔ جب امیر موذیوں کی جنگ سے فارغ ہو کر باہر آئے تو دیکھا کہ کتے کے سر کے دیو دیکھے ان کو بھی مردار کیا اور پھر آگے بڑھے۔ تو جنگل میں ایک شیطان سا آدمی پال ستیا ہے۔ اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس موذی نے امیر کے دونوں بازو زور سے پکڑے۔ لیکن خود عاجز ہو گیا۔ امیر نے اس کو زمین پر گرا کر اس کا گلہ خنجر سے کاٹا۔ پر ہرگز اس کا گلا نہ کاٹا تب ہاتف سے آواز آئی کہ اے امیر یہ دجال کا خرد بان ہے۔ بجز زمانہ آخر کے اس کی موت نہیں تب امیر نے اس کی آنکھ میں خنجر مارا اور داہنی آنکھ کانی کر دی۔ اور وہ چلاتا ہوا دوڑا تب خربان نے گدھے کو پکارا تب ایک کالا پہاڑ سا گدھا کہ جس کے دیکھنے سے شیروں کو لرزہ پیدا ہو۔ وہ گدھا اپنا منہ کھول کر امیر پر پہنچا اور وہ گدھا توانا قوت در موٹا چار کوس میں سماتا ہے تب امیر نے اس کی آنکھ میں بھی خنجر مارا اور اس کی داہنی آنکھ کانی کی اور دونوں کان اس کے کاٹ کر چھوڑ دیا جب خر اور خربان غائب ہوئے تب دجال بد افعال پیدا ہوا اور ایک قدم آگے بڑھا کر امیر کے روبرو للکارا امیر نے اس کے

بازو پکڑے اور زمین پر گرایا اور ساسن کی آنکھ میں خنجر مارا اور کانا کیا تب اس سے اس بد انجام کا نام دجال
دجال مشہور ہے اور روایتوں میں لکھا ہے کہ اس شیطان اور خرباں و خر کی داہنی آنکھ کانی ہے۔
(باقی داستان شب فردا)

چالیسویں داستان

جب امیر المومنین حمزہ رضی اللہ عنہ دجال سے فارغ ہو کر وہاں سے چلے تو ہاتھی کے کانوں والے آدمیوں کے شہر میں پہنچے۔ وہاں کے بادشاہ کے نام قریشی تاجدار تھا۔ اور اس قوم کی شکل آدمیوں کی تھی۔ مگر کان ہاتھی کے تھے۔ جب قریشی تاجدار نے امیر کے آنے کی خبر سنی تو استقبال کو آیا اور امیر کو عزت و تکریم سے اپنے محل میں لایا اور شرط مہمانداری بجالایا۔ امیر نے آدمیوں کی صحبت سے شکرانہ حق سبحانہ کا ادا کیا اور قریشی سے کہا کہ یہاں سے آدمیوں کی دنیا کتنی دور ہے اس نے کہا کہ اے پہلوان جہانگیر ابھی تو سات دریا پار ہونا ہے ایک دریا پانی کا۔ دوسرا آگ کا۔ تیسرا دھوئیں کا چوتھا لہو کا۔ پانچواں جوش کا۔ چھٹا تلزم اور ساتواں عمان کا ہے۔ جب ان سے دریا سے پار ہوئے تو سمجھئے کہ کوہ قاف سے وداع ہوئے۔ امیر نے فرمایا کہ میں ان دریاؤں سے کیوں کر پار ہوں گا۔ قریشی نے کہا کہ پہلے دریا کے کنارہ ایک عورت نیک سیرت اصفائے باصفا نے اپنی عبادت گاہ بنا رکھی ہے۔ جب وہاں جاؤ گے تو وہ عورت تم کو دریا سے بلکہ سب دریاؤں سے پار کریگی اور اس کو حضرت خضر علیہ السلام کی والدہ کہتے ہیں۔ بڑی بزرگ و صالح ہے امیر نے فرمایا کہ ہمارے ہمراہ ایک رہبر کرو۔ کہ وہ ہمیں اس صالحہ عورت سے ملادے کہا آپ کا گھوڑا ابھی زین ہے صبر کریں تو زین تیار ہونے تک۔ امیر نے قبول کیا اور چند روز وہاں رہے کہ ایک قاصد نے خبر کی کہ بادشاہ کی لڑکی کو سموم لے گیا ہے امیر نے پوچھا کہ سموم دیو یہاں کب سے ہے۔ قریشی نے کہا کہ یا امیر اس نے دنوں سے یہاں کے جنگل میں جگہ لی ہے اور اس حرام زادے کے یہاں بچہ ہوا اور ماں اس کی جہنم میں گئی تب سے وہ ہمارے شہر سے ایک عورت کو لے جاتا ہے۔ آج میری دختر کو لیگیا امیر اٹھے اور اشقر کو بھی ہمراہ لیا اور ایک کنواں سل سے بند نظر آیا امیر نے سل کو اتار کنویں کے منہ پر اشقر کو کھڑا کر کے

آپ کمند باندھ کر کنوئیں میں اترے اور ایک سوراخ سے دیکھا کہ سہ دم تخت پر بیٹھ کر حکم و احکام میں مشغول ہے
امیر نے وہ سوراخ غدار پتھر اٹھایا اور اس موذی نے امیر کو دیکھا تو مارے خوف سے ایک ہراسب میں جا بیٹھا تو امیر
نے اس کے نیزہ مارا۔ اور زمین پر گرتے ہی وہ مر گیا۔ امیر نے باقی دیووں کو گہوارۂ زمین کی گود میں سلا کر قریشی کی
کی دختر کو ہمراہ لے کر واپس آیا اور جو دیو کنوئیں میں تھے باہر بھاگے ان کو اشقر نے ٹاپوں سے داخل سقر کیا غرض
یہ حال دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اور شہر میں داخل ہوئے تو قریشی بہت خوش ہوا اور امیر کی منت اور معذرت
کی اور بہزار تعظیم و تکریم سے مہمانداری میں مشغول ہوا۔ پھر چند دنوں میں زین زریں تیار ہو گیا۔ امیر کے
حضور میں حاضر کیا اور امیر نے ایک رہبر ہمراہ لیا اور اصفائے باصفا کے پاس آئے اس کا باغ مانند بہشت
تھا۔ اس میں سے ایک درخت سرو کا کاٹا اور اس کی شاخیں چھانٹ کر ہاتھ کا عصا بنا کر اس نیک
سیرت کے پاس آئے۔ اور سلام کیا اس بی بی نے مصلے سے اٹھ کر امیر کو اپنے گلے سے لگایا اور
سینہ بے کینہ سے ملایا۔ اور شرط مہمانداری کی ادا کی۔ امیر سے فرمایا کہ اے فرزند ارجمند اس باغ میں مرغ
سمندر آتے ہیں۔ ان کو مار کر اور ان کا چمڑہ اتار کر تم اپنے اور اپنے یاروں اور اپنے گھوڑے کے لیے
لباس تیار کر وتا کہ آتش در باتم پر کارگر نہ ہو۔ پس امیر تیر کمان لے کر اس باغ میں گئے اور بہت جانور مار کر
سب آشوب اور بہادل کے ہاتھ سے پوستینیں تیار کرائیں۔ اور مع گھوڑے سب نے پوستینیں ایسی پہنیں کہ سوائے
آنکھ کے کوئی اعضا کھلا نہ رہا تب اصفائے باصفا ہاتھ میں عصا لے کر ان کے آگے امام ہوئی امیر مع یاران
کے مقتدی رہے۔ جب اول دریا کے پاس آئے۔ تب اس عورت پارسا نے ایک عصا پانی پر مارا اور پانی دو
ٹکڑے ہو گیا۔ تب اس بی بی نے امیر سے فرمایا کہ تم بیفکر میرے برابر چلے آؤ امیر بدستور مع یاراں کے
اس دریا سے پار ہوئے۔ غرض ساتوں دریا سے بدستور پار ہوئے تب اصفائے باصفا نے مصلا بچھا کر سجدہ
میں اپنی جان درگاہ الٰہی میں تسلیم کی تب امیر نے تجہیز و تکفین کی فکر کی تو ہاتف نے آواز دی اے حمزہ تو
یاروں سمیت اس لاشہ کی طرف سے منہ پھیر لے تب امیر نے بدستور منہ پھیر لیا خدا کی قدرت سے وہ مغفورہ
ناپید ہوئی۔ تب امیر نے شکرانہ حق ادا کیا۔ اور روانہ ہو کر منزل طے کرنے لگے اب حقیقت امیر کے لشکر کی
سنو۔ جب تنجہ میں غلہ ختم ہوا۔ اور لشکر نے گھوڑوں کو کھانا شروع کیا۔ تو عمر معدی کرب بھوک کی برداشت کی طاقت
نہ لا کر عمر بن عمیہ کے پاس آ کر کہا کہ میں تو آتش فاقہ سے جل کر کباب ہوا ہوں اگر حکم ہو تو اور ملک میں جا کر وہاں
کے حاکم کو مطیع کر کے غلہ وغیرہ روانہ کردوں میں بھی پیٹ بھر کر کھاؤں۔ عمر نے کہا اے عزیز صبر کر کہ

امیر کے آنے کے ایام قریب ہیں اگر ایسے وقت میں ہم سے جدا ہو جاؤ گے تو تم بیوفا کہلاؤ گے اب اٹھارہ
سال پورے ہونے کو آئے ہیں۔ اتنے دنوں کی مشقت و محنت تمہاری برباد ہو جائے گی۔ عمر معدی کرب
نے عمر بن عمیہ کا کہنا نہ مانا اور جنگل میں ایک کاروان اترا تھا۔ وہاں کے سالار قافلہ سے کہا کہ میں اس مرتبہ
بھوکا ہوں جلد کھانا کھلا بیٹے وہاں سالار قافلہ اس کے قد کو دیکھ کر ڈر گئے اور ہر ایک آدمی سے غلہ جمع سات
باسن کھانا پکا کر لایا۔ عمر معدی نے کھانا گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے نوش کیا اور کہا اے سالار قافلہ یہ تو ناشتہ
ہوا اور تازہ کھانا جلد لاؤ وہ بدستور کاروانیوں سے کھانا پکوا کر اور سات باسن لایا۔ عمر معدی کرب نے وہ سب
بھی کھایا اور کہا کہ اے نادان کاروان سالار تم نے میرے ساتھ مسخری مقرر کی ہے کہ ذرا سا لاؤ اور دیا۔ پس اتنی
خوراک سے میرا پیٹ نہیں بھرتا اب کچھ بکریاں لا کر کباب بنا تب ان کاروانیوں نے سات بکریاں لائیں تب
اس نے بکریوں کو ذبح کیا اور سوکھا درخت اکھاڑا اور جلایا اور ان بکریوں کو اس پر بھون کر کھایا اور
جا کر ایک حوض عظیم پر منہ لگایا اور سارا پانی پیا۔ تب ذرا پیٹ بھرا اور گھوڑے کا سامان اتار کر اس
کو چرنے چھوڑ دیا۔ اور ایک جھاڑ کے نیچے زین بچھا کر سویا۔ جب آدھی رات ہوئی تو کاروانیوں
میں ڈاکہ پڑا اور غل ہوا کہ کاروان لوٹا گیا عمر معدی یہ شور سن کر ہوشیار ہو کر اور سارے چوروں کو مار کر کاروال
کا جان و مال بچایا۔ تب کاروال والے لوگ بولے کہ اس شخص نے جو کھایا ہے وہ اس کی مدد کے آگے کیا
چیز ہے۔ صبح چلتے وقت اس کو ساتھ لیا اور شہر میں پہنچے۔ یہاں کا بادشاہ مرا ہوا تھا۔ اور ارکان دولت ہما
کھڑا نے تھے کہ جس کے سر پہ بیٹھے اسی کو دولت دین دے دینا اور بادشاہ بنا دیں اسی شور و غل میں عمر معدی
بھی کھڑا تھا وہ ہما عمر معدی کے سر پر آ بیٹھا پس عوام اور امرا اور وزرا نے عمر معدی کو بہزار تعظیم و تکریم لے جا
کر تخت پر بٹھایا اور ملک نے حکام سے اتنے میں عمر معدی نے وزیر سے کہا کہ خاصہ جلد لاؤ تب
باورچی خانہ کے داروغہ نے طعام بہتر ین لذیذ لا کر چن دیا عمر معدی مع کھانے کے شراب پی کر سرشار ہو کر وزیر سے
کہا کہ عورت لاؤ کہ نکاح کروں وزیر نے عرض کیا اے جہاں پناہ اس شہر کی رسم یہ ہے کہ اگر عورت مرے تو
مع خصم دفن کرتے ہیں اور مرد مرے تو مع عورت دفن کرتے ہیں اگر اس طریق کو حضور قبول کریں تو بندہ
نوازی ہے کہ بندے کی دختر کو کنیزی میں دے غرض عمر معدی کرب نوشہ دست کے نشہ میں بے فکر تھا وہ
طریق قبول کر لیا تب وزیر نے اپنی دختر اجل رسیدہ کو عمر معدی کے نکاح میں لایا اور عمر معدی نے اس
سے مجامعت کی تو وہ لے چاری اتفاقاً مر گئی تب وزیر نے صبح آ کر موافق رسم کے اس کی قبر تیار کروائی

اور نہلا کر کفن وغیرہ پہنا کر مع مجمع قبرستان کی طرف چلا۔ جب نزدیک پہنچے۔ تو اس وزیر نے کہا۔ کہ اے
جہاں پناہ اب آپ اس تابوت کو لے کر قبر میں جائیں۔ تب عمر معدی نے فرمایا۔ کہ تو وحشی ہے۔ کہ زندہ
آدمی کبھی زمین میں گڑتا ہے کہ میں گڑوں۔ تب وزیر نے کہا کہ آپ فدوی کی عرض اور بطریق بیتی قبول
فرما چکے ہیں۔ پس انکار بجز از وعدہ وفا اپنے اقرار سے مبدل ہونا مناسب نہیں ہے۔ عمر معدی
بولے کہ میں ایسی رسم اپنے ملک میں جاری نہیں کرتا۔ اور کہا کہ مجھے اس وقت بھوک لگی ہوئی
ہے۔ کھانا لاؤ۔ تب وزیر نے اس وقت کو غنیمت جان کر کھانے میں بے ہوشی کی دارو ملا کر عمر معدی
کے روبرو رکھا۔ کہ بمجرد کھانے سے بے ہوش ہوا۔ تب وزیر نے سر سے پاؤں تک زنجیروں میں باندھ
کر ہوشیار کیا۔ اور کہا کہ یہ تابوت اپنے دانتوں میں پکڑ کر قبر میں اترو۔ عمر معدی نے ہرگز قبول نہ کیا
اور وزیر نے مارنے کو کہا کہ استنے میں۔ بفضل خدا عزوجل امیر حمزہ بھی اس شورش میں وہاں آئے اور حقیقت
گذشتہ مفصل دریافت کی اور بطور تمسخر فرمایا۔ کہ اے شخص مرد خدا اقرار کرتے ہیں۔ وہ پورا کرتے ہیں تم کیوں
نہیں ادا کرتے۔ عمر معدی نے امیر کو نہ پہنچانا۔ اور بولا کہ انہے وحشی میں نے اقرار نہیں کیا ہے۔ کہ جو ادا
کروں۔ وزیر نے کہا اگر تم اقرار نہ کرتے تو میری بیٹی نہ مرتی۔ تب حمزہ نے کہا۔ کہ اے شخص تیرا کیا نام ہے تب
عمر معدی نے اپنے منہ سے آگاہ کیا۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ سرلشکر حمزہ کی فوج کا ہوں۔ امیر نے فرمایا۔ کہ لشکر سے
کس طرح جدا ہوئے۔ عمر نے کہا۔ کہ لشکر بمعہ مہر نگار تنجر میں ہے۔ اور میں بھوک سے عاجز ہو کر ان سے بیوفائی
کر کے آیا ہوں۔ اور اس نتیجہ کو پہنچا۔ جب امیر نے یہ کلام سعادت التیام عمر معدی سے سنا تو آپ اشک بار
بار ہوئے۔ اور گھوڑے سے اتر کر بند عمر کے دور کئے۔ تب معدی نے وزیر مع تمام عالم کے مارنے کا ارادہ
کیا۔ اور امیر نے منع فرمایا۔ مگر ان کی ایک نہ سنی تب سارے عالم کو پکارا کہ اے مرد اجنبی تم نے اس غول
بیابانی کو چھوڑا ہے۔ تم ہی بھر سے باندھو۔ ہم تم کو یہاں کا بادشاہ بنا دیں گے۔ تب امیر نے عمر معدی کے پیچھے
جا کر اس کے پاؤں کو ایسا دبایا کہ عمر معدی عاجز ہو گیا۔ اور کہا اے شخص تو کون ہے۔ امیر نے فرمایا۔ کہ
میں حمزہ کا قاصد ہوں۔ اور کوہ قاف سے آیا ہوں۔ عمر معدی نے کہا۔ کہ حمزہ کیا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اسماپری
سے مشغول ہیں۔ عمر معدی نے پوچھا کہ حمزہ کبھی مجھے یاد کرتا ہے۔ یا نہیں۔ اور فرما کر کہ مہر نگار عمر بن عمبہ اور
دوسرے یاروں کو یاد کرتے ہیں۔ اور تمہارا تو نام کبھی زبان پر نہیں۔ عمر معدی نے کہا۔ کہ افسوس کہ وہ
عرب مجھے یاد نہیں کرتا ہے۔ تب امیر نے فرمایا۔ اگر تو حمزہ کو دیکھے تو پہنچانے گا۔ عمر معدی نے کہا کہ اے

نادان میں اور حمزہ بچپن سے ساتھ ہی تھے۔ اور ایک جگہ پرورش ہوئے ہیں۔ میں کیوں نہ پہچانوں گا تب امیر نے فرمایا کہ جو میری شکل ہے وہی حمزہ کی شکل ہے۔ عمر معدی نے کہا تو خلاف کہتا ہے حمزہ کی داڑھی نہیں ہے۔ فرمایا اب آئی ہے داڑھی۔ یہ کہہ کر پوستین مرغانِ سمندر دور کی اور عمر معدی نے اس خال کو جو حمزہ کے گال پر تھی دیکھ کر پہچانا اور دوڑ کر امیر کے پیروں پر گرا۔ تب امیر نے معدی کو گلے سے لگایا اور دونوں مل کر اتنا روئے کہ مرغ و ماہی آہ و زاری سے بیقرار ہو کر روئے اور وہاں کے وزیر اور لوگوں نے عقل سے دریافت کیا کہ حمزہ یہی ہے پس بہزار تعظیم و تکریم سے امیر کو شہر میں لے جا کر شرط مہمانداری بجا لائے اور دوسرے روز وزیر نے عمر معدی سے حقیقت مہر نگار اور کیفیت عمر بن عمیہ و مقبل وفادار اور باقی یارانِ غم گسار کی دریافت کی۔ (باقی شب فردا)

اکتالیسویں داستان

دوسرے روز امیر نے عمر معدی و آشوب اور بہلول سمیت شہر تنجہ کی راہ لی۔ راہ میں ایک ندی نظر آئی جس میں ایک صندوق جاتا تھا امیر نے آشوب ملاح کو فرمایا۔ کہ وہ صندوق جلد لاؤ۔ آشوب بموجب ارشاد کے تیر کر گیا اور اس صندوق کو کنارہ پر لایا۔ مگر امیر تک نہیں لا سکا۔ کیونکہ وہ پر وزن تھا۔ امیر نے معدی کو فرمایا کہ تم اس صندوق کو لاؤ تب معدی نے آکر دیکھا کہ صندوق میں البتہ کوئی لقد شے ہے۔ یہ تصور کر صندوق کو وہیں کھولا تو اس میں سے ایک بدشکل دیو نے نکل کر معدی کا گلا ایسا پکڑا کہ معدی کی آواز بند ہوئی اور اتنا ناطاقت ہوا کہ امیر کو اطلاع نہ کر سکا۔ اتنے میں ایک بزرگ پیدا ہوا تو معدی نے ان سے سب کچھ حقیقت بیان کی۔ تب اس نے کہا۔ کہ اتنا بڑا دیو ایسے چھوٹے صندوق میں کیسے آسکتا ہے۔ یہ بات جھوٹ ہے۔ دیو نے کہا اگر جھوٹ سمجھتے ہو۔ تو میں پھر اب اس صندوق میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر دیو صندوق میں گیا۔ تب اس بزرگ نے اس صندوق کو محکم بند کیا۔ اور عمر معدی نے شکرانۂ ایزدی ادا کیا۔ اور صندوق کو امیر کے حضور میں لایا۔ اور حقیقت گذشتہ مفصل عرض کی۔ تب امیر نے فرمایا تب امیر نے فرمایا۔ کہ اے عمر معدی کرب کہ تم مع آشوب اور بہلول صندوق آہستہ آہستہ لائیں۔ اور میں آگے جاتا ہوں۔ یہ فرما کر امیر تو آگے بڑھے اس روز مہر نگار دل

بولی آج اٹھارہ سال پورے ہوئے اگر آج حمزہ آئے تو بہتر ورنہ بزرجمہر کا کہنا غلط جانوں گی ۔ یہ کہہ کر دل میں تصور کیا اور محل کے بالاخانہ پر سے کوہ قاف کی طرف دیکھتی اور کہتی ۔ فرد

ہمہ صبح شد و باد نسیمے نہ می رسد　　اے گل ز گرد پائے صبا را شکستہ

پس اسی وقت اجل رسیدہ پرندے ہوا پر اڑے جاتے تھے مہرنگار انہیں دیکھ کر بولی اگر میرا تیر ان دونوں کو نشانہ کرے تو سچ جانونگی کہ حمزہ آج آئیں گے اور اگر خطا ہوئی تو ملامت میسر نہیں پس یہ نیت کر کے تیر چلایا اس تیر نے دونوں جانوروں کو چھیدا اور مع جانوروں کے امیر کے روبرو زمین پر گرا ۔ اور حمزہ نے وہ تیر مہرنگار کا پہچان کر آنکھوں پر رکھا اور اشقر پر سے اتر کر ان جانوروں کے پروں کو صاف کرنے لگے اور عمر بن عمیہ ان جانوروں کو لینے کے لیے قلعہ سے باہر آئے اور دیکھا کہ ایک پوستین پہنے ہوئے جانوروں کو صاف کر رہا ہے ۔ عمر بولا کیا ہے مرد وحشی یہ جانور تو میری ملک ہے تو ان کے پر کس لیے نکالتا ہے بھلا چاہتا ہے تو مجھے دے غرض جب امیر نے عمر بن عمیہ کو دیکھا تو دل میں مسرور ہوئے اور شکرانہ ادا کیا ۔ مگر عمر کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تب عمر نے نزدیک آکر کہا یہ جانور میرے ہیں مجھے دے تو حمزہ نے فرمایا کہ اللہ نے میرے روبرو ڈالے ہیں تجھے ہرگز نہ دونگا عمر نے کہا کہ مہرنگار نے تیر سے مارے ہیں پس تیر سے مارنا ہی شکار ہے جلد دو امیر نے فرمایا کہ مہرنگار کون ہے عمر نے کہا کہ حمزہ کی بیوی اور نوشیرواں کی لڑکی ہے تو حمزہ نے کہا کہ میں بھی امیر سے چلکر مہرنگار کے پاس کوہ قاف سے آیا ہوں تو عمر نے پوچھا کہ حمزہ کس شغل میں ہیں فرمایا کہ شہرستان زریں میں اسما پری سے عیش میں مشغول ہیں اور مجھے مہرنگار کے پاس بھیجا ہے اور حمزہ کی حقیقت مہرنگار کے روبرو کرونگا ۔ عمر بولا کہ سوار ہو کر میں تجھے مہرنگار کے پاس لے چلتا ہوں امیر سوار ہو کر عمر کے ہمراہ چلے جب کافروں کی نظر امیر پر پڑی تو بزرجمہر سے کہا کہ یا خواجہ تو نے کہا تھا کہ امیر کوہ قاف سے اٹھارہ سال میں واپس آجائے گا پس آج اٹھارہ برس پورے ہوئے اب حمزہ کہاں ہے ۔ کہا کہ دیکھو وہ سوار آتا ہے بس وہ حمزہ ہے نوشیرواں نے کہا کہ یہ صورت حمزہ کی نہیں ہے یہ تو کوئی اور شخص ہے پس امیر حمزہ جب خندق کے پاس آئے تو اشقر پر سے اترے اور جست کی اور خندق سے پار ہوئے اور اشقر سے کہا کہ جب میں بلاؤں گا تب آنا پس زوبین نے کہا کہ یہ گھوڑا تھا امیر خندق پر چھوڑ گیا ہے اسکو پکڑ لاؤ تب مغل دوڑے اور اشقر کو ہر طرف سے گھیر لیا تو اشقر ان پر دوڑا اور کسی کو لاتوں سے اور کسی دانتوں سے مارنے لگا ۔ جب بہت سے مغل مارے گئے تب بھاگے پھر اشقر کودا اور قلعہ میں گیا ۔ تب نوشیرواں اور سب کافر بولے کہ اگر حمزہ کا گھوڑا ایسا نہ ہوتا تو اسے ایسی دلاوری کہاں سے ہوئی گھوڑا ہاتھ نہ آنے سے زوبین اور بختک شرمندہ

ہوئے اور امیر اشقر پر سوار ہو کر مہر نگار کے محل میں گئے اور عمر نے اندر جا کر مہر نگار سے کہا کہ حمزہ نے کوہ قاف سے قاصد کو روانہ کیا ہے اور کہتا ہے کہ حمزہ کا حکم ہے کہ پیغام مہر نگار کے کان میں کہوں غیر نہ سنے مہر نگار نے کہا وہ حقیقت کیا ہے سو وہ در باوت کر کے آؤ تب عمر نے کہا کہ اسے دیوانے آج تک مہر نگار نے کسی کا منہ نہیں دیکھا تیرا گذر وہاں کیونکر ہو گا امیر نے کہا کہ سوائے اس کے اور کسی کو نہیں بتاؤنگا تو ناچار ہو کر پردہ باندھ کر ادھر مہر نگار کو کھڑا کیا ادھر حمزہ کو۔ یکایک دوڑے اور مہر نگار کو سینۂ فراق دیدہ سے لگایا اور مہر نگار امیر کے پیروں میں گر پڑی اتنے میں عمر جلد سے پوستین و کلاہ نکال کر دیکھتے ہیں کہ حمزہ ہیں۔ محل میں عشرت اور فرحت کا آوازہ و شور پیدا ہوا اور سب کے دل میں دریائے خوشی ابلنے لگا۔ اور عاشق و معشوق خوب روئے اور صرف فراق دل کے دفتر سے دھوئے اور دیر تک عذر و معذرت میں مشغول رہے۔ غرضیکہ دلہائے حزاں دیدہ فراق چشیدہ نے نسیم وصل سے سیرابی تازہ و شادابی بے اندازہ حاصل کی۔ بعد اس کے امیر نے حقیقت کافروں کی دریافت کر کے مع فوج ظفر سوار ہو کر میدان کو عزت بخشی اور نقارے جنگ کے بجوائے اور امیر اشقر پر سوار ہو کر میدان میں دوڑ کر فرمایا کہ جو کوئی جانتا ہو تو جانے نہیں تو اب پہچانے کہ میں حمزہ بن عبد المطلب ہوں کہ خدا تعالےٰ نے مجھے یہ توفیق دی کہ کوہ قاف میں جا کر میں نے گھوڑوں اور کتوں و ہاتھیوں و اونٹوں کے سروں والے دیوں اور بلاؤں کو گرفتار کیا اور خدا نے مجھے سلامت پہنچایا ہے پھر عمر معدی کرب کے پاس جو صندوق تھا وہ منگوا کر عمر معدی سے کھلوالیا اور اس میں سے ایک دیو پہاڑ کی مانند نکل کر بھاگا۔ امیر نے اشقر کو دوڑا کر ایسی تلوار ماری کہ اس کا سر گیند کی طرح اڑا۔ تب امیر نے وہ سر کافروں کے لشکر میں پھینکا بہت سے کافروں کی کمر ٹوٹ گئی اور بہت سے کافر سوار ہو کر بھاگے۔ تب امیر نے پکارا کہ کون ہے جو میدان میں آئے گا۔ یہ سن کر زوبین بھا نجا میدان میں آیا۔ امیر پر تلوار چلائی امیر نے اس کی پنڈلی پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے دوسری پنڈلی پکڑ کر خدا کا نام لے کر اسے چیر کر دو ٹکڑے کر کے پھینکا اور دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنے لگے۔ اور ایسا مارا۔ اور خون کے دریا بہادیے۔ اور ان دریاؤں میں کافروں کے سر حباب کی مانند تیرتے تھے۔ مارتے ہوئے نوشیرواں تک پہنچے۔ تب نوشیراں اور زوبین آگے نکل کر بھاگے۔ یہ کہہ کر امیر نے اپنے لشکر کو کہا۔ کہ مارو ان بھاگنے والے کافروں کو یہ عرب بھی کود پڑے۔ اور اتنے کافر مارے کہ کشتوں کے پشتے باندھے۔ اور لوتھوں پر لوتھیں گرادیں۔ اور لہو کی ندیاں جاری ہوئیں۔ ان کا حساب خدا کو معلوم تھا۔ کہ مردوں کی کیا تعداد تھی۔ تب اسباب و

خزانے دہزار چوبی ڈیرے اور بارگاہ چہل ستون بمع مال و متاع لوٹ میں ملا اور چار کوس تک ان کا تعاقب کیا۔ اور بعد فتح کے نقارے بجاتے ہوئے پھرے اور پاکیزہ مقام دیکھ کر مذکورہ لگایا امیر اس میں اترے اور مجلس آرائی کا حکم دیا اور ساقیان سیمین ساق و مطربان خوش آوازہ حاضر ہوئے اور بعد تناول طعام کے پیالہ گردش میں آیا اور سب یاران حمزہ خوشی سے جشن میں مشغول ہوئے اور نوشیرواں بھاگ کر دمشق گیا وہاں کا بادشاہ ہوم دمشقی تھا کہ چالیس من کی سونے کی اینٹ میدان میں رکھ کر اس پر پاؤں سے کھڑا رہتا اور چار سو اسوار مل کر زور لگاتے تھے۔ لیکن ہوم کا پیر ذرا نہ ہلتا اور جب ہوم اپنا پیر جھٹکتا تو وہ سب پہلوان دور جا گرتے۔ جب ہوم دمشقی کے پاس نوشیرواں جا اترا۔ تو بختک نے کہا کہ تم جاکر ہوم دمشقی کو لا۔ تب بختک ہوم کے دربار میں گیا۔ اور سجدہ نیا ادا کیا اس حرکت سے ہوم نے کہا کہ جس کا وزیر یہ ہوا۔ البتہ وہ ضرور کیوں نہ سرگرداں رہے۔ بختک نے تمام حقیقت اور قصہ بیان کیا حمزہ کا۔ کہ حمزہ کے مارنے اور نوشیرواں کے بھاگنے کا ابتدا اور انتہا تک عرض کی۔ تو ہوم نے کہا کہ تو جا اور نوشیرواں کو یہاں میرے پاس لے آؤ۔ اگر حمزہ یہاں آئے گا۔ تو بہت ہی سخت سزا پائے۔ بختک وہاں سے واپس آیا اور ہوم دمشقی کو ساری حقیقت نوشیرواں کہی۔ نوشیرواں نے کہا کہ حرام زادے تو نے میرا مرتبہ یہاں تک پہنچایا۔ کہ میں یہاں آیا اور ہوم نے میرا استقبال نہ کیا تو یہ کہہ کر بختک کو کتنے درّے مارنے کا حکم دیا۔ تب ژدہین گاؤ بیش نے بزرجمہر کی خدمت میں عرض کی کہ اے وزیر نیک تدبیر آپ دستگیری کریں۔ تب بزرجمہر حسب ضرورت بڑے جاہ حشمت سے ہوم کے دربار میں تشریف لے گئے۔ تب ہوم نے ان کے رعب سے تعظیم دیکر اپنے پاس بٹھایا اور پوچھا کہ اے خواجہ آپ نے کدھر قدم رنجہ فرمایا ہے بزرجمہر نے کہا کہ ہفت کشور کا بادشاہ تمہاری طرف آئے اور تم استقبال نہ کرو۔ یہ کیا بات ہے بادشاہ کو جلد تخت پر بٹھاؤ تب ہوم دمشقی نے بدستور معہ بزرجمہر استقبال کر کے بادشاہ کو لاکر تخت پر بٹھایا اور کہا بادشاہ خاطر جمع رکھے اگر امیر حمزہ یہاں آئے گا تو اس کے کان جڑ سے جدا کردوں گا۔ تب بادشاہ بافراغت رہنے لگا۔ (باقی داستان شب فردا)

بیالیسویں داستان

جب سلطان نشان حلقہ فگن گوش گردن نشان یعنی امیر کشور گیر جہاں ستان امیر حمزہ نے نوشیرواں کو بھگا دیا اور سب مال اس کا لوٹا تو سب پہلوان اپنی اپنی کرسی پر بیٹھے اور چالیس روز خوشی سے جشن میں رہے تو ایک روز امیر نے عمر سے کہا کچھ خبر ہے کہ نوشیرواں اب کہاں ہے۔ عمر نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ہوم دمشقی کے یہاں ہے۔ تب امیر نے بھی کوچ کیا اور بعد قطع منازل و طے مراحل دمشق میں پہنچے۔ اور عباس کو فرمایا کہ ہوم کو نامہ قسم تحریر کرو تو عباس نے بعد از حمد خداوند و نعت ابراہیم خلیل اللہ یہ مضمون لکھا کہ ہوم دمشقی کو معلوم ہو کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں اللہ تعالیٰ مجھے کوہ قاف میں لے گیا اور اٹھارہ برس میں نے وہاں کے سب دیو اور بلائیں فنا کیں اور میرے لشکر کو ملک بہ ملک پھراتے رہے پھر خدا نے ان کافروں کے مقہور کرنے کے لیے مجھے یہاں پہنچایا تب میں نے سب کو مار بھگایا اب یہ کافر جمع ہو کر تیرے پاس آئے ہیں اگر تو بھلا چاہتا ہے تو اپنے مال کا خراج اپنی گردن پر لے کر حضور ہدایت معمور میں حاضر ہو کر دین ابراہیم خلیل اللہ کا قبول کریگا تو امن دوں گا نہیں تو تجھے جیتا مول نہ چھوڑوں گا اور تیرے قلعہ کی اینٹ اینٹ جدا کر کے گدھے کا ہل چلوا دوں گا اور تیرے لشکر کو ایسی خواری سے ماروں گا کہ ماہیانِ دریا اور مرغانِ ہوا گریہ و زاری کریں گے جب یہ خط پورا ہوا تو حمزہ نے عمر کو دیا۔ اور وہ ٹوپی جو دیوستان سے لائے تھے یاد کر کے عمر کو مرحمت فرمائی عمر نے کہا کہ یہ میرے کس کام آئے گی۔ امیر نے وہ ٹوپی اپنے سر پر رکھی۔ اور سب کی نظر سے غائب ہوئے تو سب متعجب ہوئے پھر نے ٹوپی اپنے سر سے اتاری اور عمر کو دی۔ عمر نے اس کو لے کر بوسہ دیا۔ اور کہا کہ اول نوشیرواں چیر بختگ اور زوبین کی بیٹیاں چرا لاتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ اگر تم ایسا کام کرو گے تو تمام عالم میں بدنام ہو گے۔ میں یہ ٹوپی ہرگز نہ دوں گا عمر نے کہا کہ ایسا کام نہیں کروں گا۔ اور قسم کھائی۔ تب امیر نے عمر کو ٹوپی دی پھر عمر خط لے کر ہوم کے دربار میں گیا اور درباریوں نے ہوم کو خبر کی۔ جب زوبین نے عمر کا نام سنا تو سنتے ہی کہا افسوس ہے کہ اگر یہاں حمزہ ہوتے تو عمر نہ ہوتا۔ اور اس سے خدا کا نام ڈرائے ہوم نے کہا کہ وہ کیا وہ ایسا جوانمرد ہے کہ بڑے بڑے جوانمردوں کی داڑھیاں مونڈتا ہے اور خراج داڑھی کا لیتا ہے۔ اور بڑے جوانمردوں کو لاتیں مار کر سر کے پٹھے نکالتا ہے تو ہوم کے حکم سے عمر کو اندر بلایا ہوم عمر کو دیکھ کر ہنستے ہنستے بیہوش ہو گیا عمر نے کہا کہ کیوں ہنستا ہے۔ ابھی رو

دیگا۔ ہوم بولا کہ ایسا کون ہے جو مجھے رلائے گا عمر نے کہا کہ تجھے میں رلاؤں گا ہوم بولا پکڑو اس عیار کو سپاہیوں
نے پکڑنے کا قصد کیا اور عمر نے ٹوپی پہن لی اور سب کی نظروں سے غائب ہو گیا سب کافر یہ دیکھ حیران ہوئے
عمر نے ہوم کے داہنی طرف ہو کر بازو پر ایسی لات ماری کہ اس کا بازو کہنی تک چرچرکنے لگا اور اس کی بائیں
طرف ہوم کا وزیر بیٹھا تھا ہوم نے اس کی گردن پر مکہ مارا وزیر نے کہا کہ غلام کا کیا مقدور ہے پھر عمر نے آکر بائیں
طرف آکر ایک لات ماری اس طرف ژدہین بیٹھا تھا ہوم نے کہا اے ژدہین تو نے کیوں مارا کہا یہ کام عمر کا
ہے پھر ہوم نے دونوں ہاتھ پیٹ پر رکھے تاکہ عمر پیٹ میں نہ مارے ژدہین بولا کہ عمر لات کی کریگا۔ مگر
کسی کو جان سے نہ مارے گا۔ القصہ عمر نے ایسی لاتیں ماریں کہ ہوم کا سر پھرنے لگا اور جا کر کھڑا ہوا۔ تو عمر نے ٹوپی
اتار کر کہا کہ اے ہوم میں نے کہا تھا کہ مت ہنس روئے گا۔ تو ہوم بولا کہ میں تجھ سے کام نہیں رکھتا ہوں حمزہ ہے
اور میں ہوں عمر نے کہا کہ میرے خط کا جواب دے ہوم نے خط کا جواب دیا کہ حمزہ سے کہنا کہ میری تیری جنگ
ہے اور عمر کو ہزار درہم دیکر رخصت کیا عمر نے آکر سب حال امیر سے عرض کیا امیر نے فرمایا کہ ہوم کو مجھے دکھا
دے عمر نے کہا کہ آؤ دکھا دوں گا تب رات کو حمزہ مع عمر چل کر خندق سے پار ہوئے اور کنگرہ کو کمند ڈال کر
دیوار سے آگے نکل کر ایک مکان میں سو گئے جب فجر ہوئی اور ہوم کی زور آزمائی کا شور ہوا تو عمر نے اپنی وضع
سوداگروں کی بنائی اور امیر کو کہا کہ جب میں کہوں گا اے فولاد آ تب آنا امیر نے قبول کیا اور دونوں یار اس
غلغلے میں گئے ہوم نے سونے کی اینٹ پر پاؤں رکھا اور چار سو جوان مل کر زور لگانے لگے مگر ہوم کا پیر
نہ ہلا سکے تو ہوم نے پاؤں جھٹکا تو سارے پہلوان دور جا گرے تب عمر ہوم کے سامنے گیا اور کہا اے
بادشاہ میرا ایک زبردست غلام ہے۔ اور ہمیشہ ایذا دیتا ہے تم کو اس وقت دیکھ کر کہتا ہوں کہ اسکو آداب
سکھائیں ہوم نے کہا بلاؤ اس غلام کو تب عمر نے پکارا کہ اے فولاد آ۔ حمزہ آئے تب بختک اور ژدہین بولے
کہ اس سوداگر کا ڈول اور چال عمر کی ہے اور جب عمر یہاں ہے تو امیر بھی ضرور ہوگا یہ تصور کر کے لشکر کو تاکید
کی کہ سب تیار رہو اور قلعہ کے دروازے بند کرو جب روبرو گئے تو ہوم نے کہا کہ اے سوداگر تیرا غلام غلامی
سے منکر ہوتا ہے عمر بولا کہ بے ادب ہے ذرا نصیحت کرو تو ہوم نے پیر اینٹ پر رکھ کر کہا اٹھا حمزہ نے کہا کہ
میں پیش دستی نہیں کرتا ہوں پہلے تو میرا پاؤں اٹھا پھر میں اٹھاؤں گا تب کافروں کو یقین ہوا کہ یہی حمزہ ہے کہ
پیش قدمی نہیں کرتا امیر نے پیر اینٹ پر رکھا ہوم نے زور کیا مگر امیر کا پیر نہ ہلا سکا بلکہ ہوم کی انگلیوں سے
دم تصفیر سے ہو کے گرے تب عاجز ہو کر پیر چھوڑا اور آپ اینٹ پر رکھا حمزہ نے کافر کا پیر بائیں ہاتھ سے پکڑ کر اور

خدا کا نام لے کر اٹھایا اور زمین پر پچھاڑا اور عمر نے اینٹ اٹھا کر توڑ سے میں رکھا نوژدبین نے لشکر کو پکارا امیر
تنہا تھا پیادہ سب یکبارگی حملہ کرو تو وہیں کافروں نے امیر اور عمر پر زغہ کیا تو حمزہ بھی تلوار میان سے نکال کر کافروں
پر پڑے۔ اور تلوار بیدریغ مارنے لگے اور عمر حمزہ کی پشت پر کافروں کو زفت کے شیشہ سے جلاتے تھے اور شہر میں ایسا
شور ہوا کہ گویا محشر برپا ہوا اور امیر کے پہلوان بھی قلعہ میں آ گھسے اور مقبل جی توڑ کر لڑے اور جب حمزہ بہت بے ہوش
ہوئے تو ننگے سر تلواریں دودستی مارتے تھے تو بختک نے کافروں کو اشارہ کیا تو سب کافروں نے عمر پر زغہ کر کے
حمزہ کی پشت سے الگ اور ہوم اولاد شوم نے پیچھے سے آ کر تلوار حمزہ کے سر پر ماری کہ چار انگل برابر زخم ہوا اور
امیر بیہوش ہیں آ کر پھرے تا کہ مدعی کو ماریں وہ نامرد دوڑ کر اپنے کافروں میں جا پہنچا۔ اور امیر لات سے دروازہ
توڑ کر باہر گئے اور خندق کے کنارے بیہوش ہو کر گر پڑے تب امیر کے پہلوان اٹھا کر اپنے لشکر میں لائے اور
کافر باہر نکل کر امیر کی فوج سے لڑنے لگے تب امیر لشکر حلب میں پہنچا تو حلب کے شہزادے باہر آئے اور کافروں
کو مار کر امیر کو مع فوج قلعہ میں لے جا کر دروازے بند کر کے خندق میں پانی بھر کر فصیلوں سے کافروں کو مارنے
لگے اور نوشیرواں بے ایمان نے ہوم شوم سے پوچھا کہ حمزہ کے کس قدر زخم لگا ہے تب ہوم بولا کہ حلق تک پہنچا یا
نوشیرواں نے کہا کہ اس قدر زخم لگتا تو حمزہ دروازہ نہ توڑ سکتا۔ امیر تو جیتا ہے مگر زخم کاری لگا ہے دیکھو کس صورت
سے قلعہ فتح ہو بختک نے کہا کہ ہماری مدد کو سب ملکوں سے لشکر آئیگا کیونکہ سب طرف نامہ لکھے گئے
ہیں اور اب روز بروز لشکر جمع ہوتے ہیں جب سب ہوئے تو پھر قلعہ کا لینا ادنےٰ کام ہے نوشیرواں سے
یہ کہہ کر سب ملکوں میں امیر کی وفات کی خبر تحریر کی چنانچہ جو بادشاہ اسلامی تھے یہ سن کر مکدر و متفکر ہوئے
اور ماتم غم و الم ادا کیا اب یہ احوال سنو کہ ناصر شاہ کی بیٹی نے رومال مذکور سے جو اپنا جسم صاف کیا تھا۔ سو
خدا کی قدرت کاملہ سے وہ حاملہ ہو کر اس سے فرزند پیدا ہوا تھا اور نام اس بچہ کا ناصر شاہ نے عمر بن
حمزہ یونانی رکھا تھا اور تمام عالم اس کو ناصر شاہ کا فرزند کہتا تھا غرض اسی ایام میں جو فرزند چوبیس برس کا
ہوا ہوگا نامہ بختک پہنچنے پر ناصر شاہ نے کہا کہ اے عمر بن حمزہ جا کر بادشاہ کی مدد کرو۔ اور بادشاہ نے یہ
بھی کہا کہ حمزہ تیرا والد ہے عمر بن حمزہ نے کہا کیا ہوا جو تھا غرضیکہ عمر بن حمزہ و ناصر شاہ حلب کی طرف روانہ ہوئے
اور کتنے دنوں میں کافروں کے لشکر میں پہنچے جاسوسوں نے خبر کی کہ عمر بن حمزہ آیا ہے بختک بولا کہ اس کو زندہ نہ
چھوڑنا اور ناصر شاہ کو آپ نے دو جب ناصر شاہ دربار میں گیا اور عمر بن حمزہ کو منع کیا تب عمر بن حمزہ نے
کئی مکے چو بدار اجل رسیدہ کو ایسے مارے کہ وہ موذی مردار ہو گرا اور تمام درباریوں میں شور مچا تب نوشیرواں

کہ خبر ہوئی تو بادشاہ نے ناصر شاہ کو کہا کہ تیرا لڑکا ہمارے چوبداروں کو کس لیے مارتا ہے کہا کہ میرا فرزند دیوانہ ہوا ہے
چوبداروں نے اس کو اندر آنے سے منع کیا ہوگا۔ نوشیرواں نے چوبداروں کو اندر بلایا اور پوچھا کہ ناصر شاہ کے فرزند کو
اندر کیوں نہ آنے دیا بولے کہ ہمیں بختک نے حکم دیا تھا سو ہم نے پورا کیا بادشاہ نے بختک کی طرف دیکھا تو اس
ملعون نے بادشاہ کے کان میں کہا کہ حمزہ نے اقرار مہر نگار سے کیا تھا کہ دوسری عورت سے کبھی نہ ملوں گا۔ پوچھ کہ
یہ فرزند کس طرح پیدا ہوا ہے تب بختک نے رومال کی حقیقت سنائی۔ تب بادشاہ نے عمر بن حمزہ کو بلا کر بٹھلایا۔ وہ
آداب بجا لایا اور بادشاہ کو سلام نہ کیا پھر سفرہ موجود ہوا اور انواع اقسام کی نعمتیں حاضر ہوئیں۔ اور سب بادشاہوں
اور وزیروں نے تناول کیا مگر عمر بن حمزہ نے نہ کھایا بادشاہ نے کہا کہ اے نوجوان تو کس لیے کھانا نہیں کھاتا
کہا کہ تو نے میرے باپ کو مارا ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرے باپ کو ہوم دمشقی نے مارا ہے۔ میں
نے نہیں مارا میرا تو صرف نام ہوا ہے ہوم دمشقی کا نہیں ہے۔ یہ کہہ کر تازہ نعمتیں منگوا کر اس کے آگے رکھیں تو عمر
بن حمزہ نے تناول کیا اور جام مئے یائے ارغوانی کا پینے لگا جب شراب پی کر خوش ہوا تو ہوم نے کہا کہ
اے بختک کہہ میں نے حمزہ کو کتنا زخمی کیا۔ بختک نے کہا تو ہی بیان کر ہوم نے ایسا زخم مارا کہ اس کے
حلق تک تلوار پہنچی تب عمر بن حمزہ یہ سن کر جوش میں آیا اور ہوم لاف زنی کرنے لگا تب عمر بن حمزہ نے کہا
اے کافر حرامزادے تو چپ نہیں رہ سکتا۔ نہیں تو ابھی تیرا کام تمام کر دوں گا۔ ہوم نے کہا یہ جوان کون ہے جو
ایسا کہتا ہے بختک نے مردک سے کہا کہ یہ حمزہ کا فرزند ہے۔ تب ہوم نے گرز نکال کر عمر بن حمزہ پر چلایا
اس نے وہ گرز پکڑ لیا۔ عمر بن حمزہ نے اس کے کان پکڑ کر نوشیرواں کے تخت پر دے مارا تو اس کو
نوشیرواں نے بچا لیا۔ پھر ہوم اجل رسیدہ ہو کر عمر بن حمزہ کے سامنے آیا۔ تو عمر بن حمزہ نے تلوار خونخوار
سے ہوم ناہنجار کو ایسا مارا کہ وہ کافر مردہ ہو کر دو ٹکڑے ہو [illegible] نے اشارہ کیا تب نوشیرواں [illegible] لشکر
وار ہو گئے اور عمر بن حمزہ نے ایک نعرہ مارا اور ان کافروں میں پڑ کر ایسی تلواریں ماریں کہ ان کے سر
گیند کی طرح اڑنے لگے۔ اور خون کے دریا بہتے تھے۔ اس عرصہ میں امیر کا زخم بھی اچھا ہو گیا اور وہ ایک
بزرجمہر کے پاس بیٹھے تھے کہ اتنے میں عمر بن حمزہ کے نعرے کی آواز آئی امیر نے عمر بن عمیہ سے کہا کہ جا کر
دیکھو کون نعرہ مارتا ہے جلد خبر لاؤ جب عمر بن عمیہ نے آ کر دیکھا کہ ایک شخص نوجوان اور دلاور۔ مثل شیر کے ہے
اور ناصر شاہ نے عمر کو دیکھا تو آ کے گلے سے لگایا عمر نے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہے۔ تو ناصر شاہ نے کہا کہ
یہ حمزہ کا فرزند ہے اور حقیقت رومال کی کہی تب عمر کو جوش و خرم ہوا اور خلائق عالم کا شکر ادا کرتا ہوا

امیر کے حضور میں آیا اور عرض کی امیر بھی اسی وقت بمعہ فوج ظفر تیار کر کے باہر آئے اور ہزار چوبی استادہ کر
کے ڈیرہ کرا کے بیٹھے اور عمر بن حمزہ بھی کافروں کو مار کر فتح و نصرت سے آکر جناب اقدس میں قدم بوسی سے مشرف
ہوئے امیر نے فرزند ارجمند کو گلے لگایا اور سر چشم بوسہ دیا اور اپنے ہاتھ سے ناصر شاہ کو خلعت فاخرہ عنایت
فرمایا اور خنک مہتر اسحاق کا فرزند کو مرحمت فرمایا اور شب و روز عیش میں رہنے لگے اور نوشیرواں مدائن کی راہ
لی امیر تو بمعہ فرزند جشن میں تھے اور مہر نگار غم میں مبتلا اور کہتی کہ حمزہ کی شرط مجھ سے یہ تھی۔ کہ سوائے
تیرے عورت نہ کروں گا اور یہ فرزند کہاں سے پیدا ہوا ہے امیر نے عمر بن عمیہ سے کہا کہ تم جاؤ اور مہر نگار
سے یہ حقیقت مفصل کہو عمر بن عمیہ نے ہر چند مہر نگار سے کہا لیکن اس نے ہرگز نہ مانا اور کہا کہ جب تک صحبت
نہ کرے کہیں اس طرح بھی فرزند پیدا ہوتے ہیں۔ عمر نے ہر چند قسم ہائے شدید کھا کر کہا۔ پر مہر نگار نے نہ مانا
تب عمر نے آکر حمزہ سے کہا کہ میرا کہنا ہرگز نہ مانا تب امیر نے کہا کہ ناصر شاہ اور عمر بن حمزہ جائیں تو وہ
گئے اور آداب و تسلیمات ادا کر کے حقیقت مذکور بیان کی مہر نگار بظاہر قبول کر کے اور باطن میں نا قبول
ہو کر ان کو خلعت سے رخصت کر کے عادت موجودہ پر مغموم ہو رہیں۔ تب امیر نے جا کر فہمائش کی تو مہر نگار
بولی کہ عرب میں تیرے لائق نہیں ہوں۔ اور تو مجھ سے کیا وفاداری کرے گا۔ میں نے جیسا کیا ویسا پایا۔ امیر
کو یہ بات سخت معلوم ہوئی تو امیر نے فرمایا کہ میں تیرے لائق نہیں ہوں۔ اولاد بن مرزبان تیرے لائق
ہے یہ فرما کر اولاد بن مرزبان کو بلا کر تبدذر کر کے فرمایا کہ میں نے تجھ پر بڑا ظلم کیا اور تیری عورت
چھین لی اب بے فکر ہے جائیں اب ظلم سے توبہ کرتا ہوں اور تو مہر نگار کو لے کر اپنے ملک کو چلا جا
تو سب یاروں نے کہا کہ یا امیر یہ کیا کرتا ہے اور   اخیال آیا ہے فرمایا کہ سوگند ہے اپنے پروردگار
کی اگر مہر نگار صبح یہاں رہی تو جان سے مار ڈالوں گا عمر بن عمیہ نے یہ خبر سن کر مہر نگار کو پہنچائی۔ تب مہر نگار
اپنے کیے پر پریشان ہوئی لیکن اب کچھ فائدہ نہ ہوا مہر نگار عمر بن عمیہ سے بولی کہ تم یا مقبل حلبی میرے ہمراہ چلو
عمر نے کہا کہ ابھی تو مقبل کو لے جاؤ پھر میں بھی حاضر ہوں گا۔ غرض مقبل حلبی نے آکر امیر سے عرض کی
کہ اگر حکم ہو تو میں مہر نگار کے ہمراہ جاؤں تو امیر نے فرمایا جاؤ تب مقبل حلبی قدم بوسی ہو کر اپنے
سواروں سمیت مہر نگار کے ہمراہ روانہ ہوا مہر نگار اور بمعہ اپنے غلامان اور کنیزک وہاں سے روانہ
ہوئیں اور اولاد بن مرزبان سے کہلا بھیجا کہ تو ایک کوس دور ہم سے اتر کر آ وہ بولا کہ حمزہ نے روانہ کیا اور
کہا ہے کہ مہر نگار سے کبھی جدا نہ ہو مگر یہ جو میری جان بخشی کی ہے سو وہی غنیمت ہے میں دو کوس پر جا

اتر جاؤں گا یہ کہلا بھیجا اور برابر بدستور اتر تا رہا جب اپنے شہر میں گیا تو پہلے اپنے چھوٹے بھائی کو مہر نگار کے استقبال کے لیے روانہ کیا مقبل نے اس کے کان میں آہستہ کہا کہ اولاد مرزبان بوڑھا ہے اور مہر نگار اس پر راضی نہیں اور تو جوان ہے البتہ تجھ کو قبول کرے گی تو جا اور مرزبان کو مار ڈال تو مہر نگار تیرے نکاح میں آئے گی تب وہ موذی گیا اور اپنے بھائی کو سر سے قلم کر کے مہر نگار کے دربار میں روانہ کیا۔ تب مقبل نے اس غلغلہ میں اولاد کے چھوٹے بھائی کو مار ڈالا اور تمام شہر اپنے قبضہ میں کر کے بافراغت سے رہنے لگا اور امیر کے خبر سب ملکوں میں مشہور ہو چکی تھی زدہین نے یہ سن کر دو لاکھ کا جریدہ ہمراہ لیا۔ اور فرصت غنیمت جان کر مہر نگار کو اپنے ہاتھ میں لانے کے قصد سے روانہ ہو کر پہنچ گیا۔ مقبل نے قلعہ کے دروازے بند مضبوط کر کے خندقیں پانی سے بھروا دیں اور بہادروں کو جنگ کے واسطے فصیلوں پر چڑھا کر لڑائی شروع کی ان دنوں میں امیر کا غصہ کم ہوا مگر غیرت کے مارے بول نہ سکتے تھے اور ادھر مہر نگار دلفگار فراق حمزہ سے اشک بار مغموم رہتی تھی۔ اور ادھر عمر بھی شب و روز اس غم جانگداز دل سوز سے بے عیش و مغموم محزون رہتے تھے ایک روز عمر بولے کہ اے حمزہ اتنے روز میں تمہاری خدمت میں رہا اب معلوم ہوا کہ تم بہت بے وفا ہو تم سے الگ رہنا بہتر ہے امیر نے فرمایا تو میرا غلام نہیں ہے۔ کہا نہیں اور تسلیم کی اور اولاد بن مرزبان کے شہر کی راہ لی اور دیکھا کہ زدہین نے قلعہ سے ٹکرا دیا ہے تب کیفیت معلوم کر کے وہاں سے واپس ہوا اور وہاں امیر حمزہ اپنے یاروں کو فرمایا کرتے تھے کہ تم میرے ساتھ کس لیے بیٹھے ہو جاؤ شکار کھیلو تب یاران حمزہ مع عمر بن حمزہ اپنے یاروں کو فرمایا کرتے تھے اور شکار کھیلتے۔ عمر بن عمیہ نے دیکھا اور حمزہ کو بلایا اور کہا کہ جلد چلو تم سے مجھے کچھ کام ہے تب عمر آیا اور امیرزادہ پیچھے پیچھے روانہ ہوا اور زدہین کے لشکر میں پہنچے تب عمر نے امیرزادہ سے کہا اے فرزند حمزہ بول کر وہ دستی تلواریں مارنا شروع کر تب امیرزادہ بدستور تلواریں مارتا تھا اور یہاں تک تلواریں ماریں کہ زدہین کے نشان بردار تک کٹ گئے اور اس کو ایسی تلوار ماری کہ کمر تک پہنچ گئی پھر قصد زدہین کا کیا وہ ملعون ناہمت نامرد نادین بھاگ گیا اور اس کو ایسی تلوار سے بچا تب اس کا لشکر بھاگا سو کوہستان میں جا کر بہمن کی پناہ لی اور حمزہ نوشیرواں کا قصہ مفصل حال عرض کیا۔ اور عمیہ مہر نگار کو مقبل و عمر بن حمزہ بمعہ لشکر نے کر وہاں سے نکلے اور امیر کے لشکر سے چار کوس پر آ اترے اور آپ امیر کے خیمہ کے نزدیک مغموم ہو کر آ بیٹھے۔ عمر معدی نے یہ خبر جا کر حمزہ سے کہی کہ عمر کے دربار کے نزدیک وہ

غمگین بیٹھا ہے حمزہ نے فرمایا کہ اس چور کو بلاؤ عمر معدی گئے ہر چند کہا کہ امیر بلاتے ہیں پر عمر نہ آیا پھر امیر آپ آئے تب عمر بھاگنے لگا آخر امیر سوار ہو کر عمر کے پیچھے چلے عمر بار بار پھر کر حمزہ کو دیکھتا اور بھاگتا تب امیر نے غصہ ہو کر فرمایا کہ اے چور رک جا نہیں تو مارا جائیگا یہ کہہ کر تیر کمان ہاتھ میں لیا تب عمر نے خیال کیا کہ اگر خدا نخواستہ مار بیٹھا تو بڑی قباحت ہے تب دوڑ کر امیر کے قدموں پر گرا امیر نے عمر کو گلے سے لگایا اور پوچھا کہ اتنے روز کہاں رہا مہر نگار کے حضور عصمت معمور میں تھا حمزہ نے کہا کہ مہر نگار کہاں ہے عمر بولا کہ آؤ بتاتا ہوں تب حمزہ عمر کے ہمراہ چلے اور مناسب وقت پر یہ بیت پڑھا۔ فرد

پرسد دوستان کہ کجا مے رود امیر   مستان راچہ پرسی بر دریار مے رود

امیر جب مہر نگار کے محل میں گئے۔ تب مہر نگار امیر کے قدموں پر گری۔ اور امیر نے دیوانوں کی طرح گلے لگایا۔ اور جدائی کے دفتر آب دیدہ سے دھوے۔ اور اتنا روئے کہ چشمہ پانی کا جاری ہوا۔ اور مہر نگار سے بولے۔

رُباعی

من بندہ گناہ کردم دیدم پریشانی   ہم رنج بسے کردم غم نیز پریشانی
عیسیٰ بنا شد از تو کہ بر من مہار ود   مجنوں نہ آستانہ لیلیٰ کجا رود

فرد

تو خواہی آستیں افشاں تو خواہی دامن اندر کش   مگس گامے نہ خواہد رفت از دوکان حلوائی

پھر خوش قسمتی سے اپنے لشکر میں آئے۔ اور خزاں نصیب چمن دلّاں نے بہار تازہ پائی اور چالیس روز عیش میں رہے۔ (باقی شب فردا)

تینتالیسویں داستان

جب عیش کی مدت تمام بفرحت انصرام و مسرت تمام دبعشرت انجام پائی۔ تو یاروں سے مشورت فرمائی۔ کہ میں اب نوشیرواں کے پاس جاتا ہوں۔ اور اس کی رضامندی سے مہر نگار کو نکاح میں لاتا ہوں۔ پس ساعت سعید میں مدائن کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ خبر جب بادشاہ کو ہوئی۔ تو ہزار تعظیم سے استقبال سے بمعہ پہلوانوں کے پہلوان جہانگیر کو کرسی پر بٹھایا۔ بعد تناول شراب نوشی کے آداب گاہ

بدستہ کھڑا رہا نوشیرواں سے مخاطب ہو کر دریافت کیا اے عمر تیرا کیا قصد ہے عمر بولے کہ تمہاری رضا سے مہرنگار کا حمزہ سے نکاح کر دینا بہتر ہے نوشیرواں نے کہا کہ میری رضامندی ہے. میں نے اپنی خوشی سے قبول کیا تب سب دوستانِ حمزہ خوش ہوئے اور امیر نے شراب پیتے پیتے آہ کر کے کہا وائے بختک اب ژوبین کہاں ہے بختک نے کہا کہ میں سنتا ہوں کہ کوہستان میں ہے اور بہمن لہراسپ کی پناہ لی ہے تب امیر نے فرمایا کہ ہیہات وہ کافر اٹھارہ سال تک میرے حرم ستاتا اور میرے ہاتھ سے جان سلامت لے گیا بختک نے کہا اے امیر اب تو اس کا ملک خالی ہے اگر میر انوجہ ہو تو اہل و عیال و اطفال اس بدخصال کے تمہارے قبضے میں آئیں گے امیر نے نشہ کی حالت میں سوگند کی کہ قسم ہے پروردگار کی جب تک کہ زن و فرزند نابکار کے میرے ہاتھ نہ آئیں گے تب تک نام بیاہ زبان پر نہ لاؤں گا عمر نے کہا کہ یا امیر تم نے قسم کھائی کچھ اندیشہ نہ تھا.

فرد

بود نے بود ہر چہ خواہد بود

غم بدل داشتن ندارد سود

غرض کہ امیر نے اسی وقت کوچ کیا اور ایک جنگل میں آئے وہاں شکار بہت تھا ایک روز شکار کے لیے مقام کیا جب شکار کے لیے سوار ہوئے تو ناگاہ عمر بن حمزہ نے اس کا پیچھا کیا اور ہرن ٹھکانے پہنچا. عمر بن حمزہ بھی وہاں گئے اور دیکھا کہ نیچے ایک لشکر اترا ہے اتنے میں عمر معدی و عمر بن عمیہ بھی وہاں پہنچے. امیرزادہ نے یہ لشکر ان کو بتا کر فرمایا کہ ہم تین شخص اس لشکر کو ملتے ہیں تب تینوں بہادروں نے لشکر کے نزدیک آ کر ایک نفر کو پکڑا اور پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے وہ بولا کہ یہ لشکر ژوبین کے برادروں کا ہے ایک کا نام تارتارک اور دوسرے کا نام خارترک ہے اور یہ ژوبین کے عیال و اطفال کو لیے جاتے ہیں. کیونکہ اس بیدین نے سنا ہے کہ حمزہ نے قصد کا دش کیا ہے اگر میرے زن فرزند اس کے ہاتھ آئینگے تو فضیحت پائیں گے یہ خیال کر کے نیستان کو بلایا ہے سو وہ دونوں پہلوان لیے جاتے ہیں یہ سن کر ہر سہ دلاوران مثل شیر غراں اس گلہ گوسفنداں میں پڑے اور نعرے مار کر تلواریں مارنا شروع کیں تو تارترک نے میدان آراستہ کیا اور امیرزادہ بھی ان کے مقابل میں کھڑا رہا تو تارترک نے گرز اٹھایا عمر بن حمزہ نے سپر سے رد کیا تارترک نے گرز مارا تو امیرزادہ نے اس کے ہاتھ پھرتے وقت ہاتھ لمبا کر کے اس کا کمربند پکڑ کر کاٹھی زین سے اٹھا کر سر سے بلند کر کے پھرایا اور فرمایا کہ تو بول کہ خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم کا برحق ہے اگر نہ کہے گا تو ایسا پٹکوں گا کہ تیرا جسم کا غ زمین سے پیوند ہو جائے گا. وہ مسلمان ہوا تو امیرزادہ آہستہ زمین پر اتارا پھر خارترک نے اپنا گھوڑا اٹھا کر امیرزادہ پر حملہ کیا تو امیرزادہ نے اس کا وار رد کیا اور اسے

بھی بدستور سر سے بلند کر کے فرمایا کہ خدا ایک ہے غرض کہ وہ بھی مسلمان ہوا پھر امیر زادہ ژدہین میں آیا اور امیر
زادہ کی نظر الفت منتظر ژدہین کی ہمشیرہ گلچہرہ نامی پر پڑی اور عاشق ہوئے اور ژدہین کی عورت پر معدی عاشق ہوا
باقی رہ گئیں ژدہین کی ماں تب عمر نے کہا کہ اے یارو یہ عجب الضاف ہے کہ نوجوانوں کو تم لوگوں نے قبول
کیا اور بوڑھی میرے لیے چھوڑ دی جو سات سو برس کی ہے تو امیر زادہ نے کہا کہ اے عمر بوڑھی
کو میرے حوالے کر یہ اپنی دختر کی خدمتگاری کرے گی عمر نے اسے امیر زادہ کے حوالہ کیا تب پہلوان
نے بمعہ عورتوں و اسباب کے حمزہ کے پاس آکر حقیقت گزشتہ مفصل بیان کی امیر نے ژدہین کی والدہ
سے فرمایا کہ دیکھا تیرے فرزند نے اٹھارہ سال تک میرے حرم کو ستایا خدا نے اس کو مقہور کر
کے اس کے حرم و فرزند کو میرے ہاتھ میں دیا مقولہ ہے۔ کہ چاہ کن را چاہ در پیش۔ اب تیرے
رضامندی سے تیری دختر میرے فرزند کے ساتھ نکاح کرے کہ ایسا داماد دنیا میں نہ ملے گا کہا میں دل
و جان سے رضامند ہوں پھر امیر نے ژدہین کی عورت سے فرمایا کہ اے نیک بخت عمر معدی تیرے مرد
سے جوانمردی میں ہزار حصہ بہتر ہے قبول کر وہ بولی اے جہانگیر مجھے آدمی سے منسوب کیجئے یہ تو دیو
ہے۔ تمہارا قبول نہ کروں گی مہر نگار نے اسے بہت سمجھایا کہ جا قاضی لے آ عمر نے باہر جا کر قاضی کی شکل بنا کر بڑے
کر و فر سے دستار لمبی اور جامہ پہنے ہوئے کہ جس کی آستین میں اونٹ کا بچہ آ سکے اور ایک عصا ہاتھ میں لیکر آئے تمام
اہل مجلس متعجب ہوئے اور کہا کہ ہم نے ایسا قاضی لشکر میں نہیں دیکھا فرمایا کہ یہ قاضی مرد بان غیب سے ہے
تب موافق رواج بن ابراہیم کے عمر بن حمزہ و عمر معدی کا نکاح خواں کو امیر نے ہزار دینار دیئے۔ اتنے میں
عمر پھر اصلی صورت میں آموجود ہوا بعد ازاں تمام پہلوان جشن میں رہے پھر امیر کوچ کر کے ژدہین کے قلعہ پر پہنچے
تو ژدہین کی ماں نے امیر سے کہا کہ اے امیر یہ قلعہ بہت مضبوط ہے۔ آپ کا لینا مشکل ہے قلعہ دار کو
خبر ہو گئی۔ تو وہ دروازہ بند کر دے گا پہلے میں جا کر قلعہ اپنے قبضہ میں لاتی ہوں تم دس پہلوان مجھے
دو اس کے کہنے سے امیر نے عمر بن حمزہ و عمر معدی و لندھور وغیرہ سات پہلوان دیئے وہ بوڑھی
جب شہر کے پاس آئی تو قلعہ دار نے سنا کہ غنیم کا لشکر آیا ہے فوراً دروازہ بند کر کے خندقیں
پر آب کیں اتنے میں تارزرک میدان میں آئے۔ اور پکارے کہ ہم ژدہین کے برادر زادے ہیں اور
ژدہین کو لے جاتے ہیں۔ ہم حمزہ کے ملنے سے بھاگ کر آئے ہیں۔ جلد دروازہ کھول تب
قلعہ دار نے خارزرک اور تارزرک کو دیکھتے ہی دروازہ کھولا۔ اور اندر بلایا۔ تب

تب پہلوانانِ عرب کو ساتھ لے کر بمع خوشی دامن عمر بن حمزہ قلعہ میں جھٹ داخل ہوئے قلعہ دار
نے جب پہلوانِ عرب دیکھے تو زردچین کی ماں سے کہا کہ اے خاتون یہ کون ہیں دریں عمر معدی نے
ایک گرز اس کے سر پر ماری کہ مغز باہر نکل آیا اور جہنم کی راہ لی اور قلعہ عمر بن حمزہ کے تصرف میں
اور قاصدوں نے یہ خبر امیر کو پہنچائی کہ آپ کے اقبال سے قلعہ ہاتھ آیا تو حمزہ بمعہ لشکر قلعہ میں داخل
ہوئے زردچین کی ماں نے کہا کہ شہر تیئہ بندیں سے آراستہ کرو اہل کار حکم بجالائے اور امیر پر سے دینار نثار
کیے اور نقارے خوشی کے بجائے اور امیر نے شان و شوکت سے لباس پہنا اور جشن شاہی آراستہ کیا اور مہر نگار
عروسی بنانا شروع کیا ۔

تصویر حمزہ کا مع لشکر قلعہ میں داخل ہونا

جلد سوم

چوالیسویں داستان!

امیر حمزہ بن عبد المطلب کا مہر نگار بنت نوشیرواں شاہ ہفت کشور سے نکاح ہونا اور قباد شہر بن حمزہ اور سعد بن عمر بن حمزہ کا پیدا ہونا

راویان اخبار و ناقلان آثار اس طرح سے کرتے ہیں کہ امیر نے جب ترکستان کا قلعہ لیا۔ تب زرد پین کی ماں کو کہا کہ یہاں کا مال نکال لو۔ پس بموجب حکم کے مال باہر نکال لیا گیا تو امیر نے حکم دیا کہ لشکر کے لوگوں کو بانٹوں کہ عرب کے لشکر میں کوئی فقیر نہ رہے اس کے بعد مبارک دن اور نیک ساعت دیکھ کر عمر بن عمیہ نے امیر کا نکاح مہر نگار سے پڑھا۔ اور امیر مہر نگار کے ساتھ عیش سے محل میں رہنے لگے۔ اور اپنی جگہ عمر بن حمزہ کو مجلس میں بٹھایا عمر بن حمزہ عرب کے سب پہلوانوں کے مجلس کرتے۔ اور شراب پیتے تھے عمر معدی مست ہوئے۔ اور لندہور کی طرف دیکھ کر کہا کہ اے لمبے آدمی تیری کیا قدرت ہے کہ مجھ سے بڑے درجہ پر بیٹھے۔ لندہور نے کہا کہ اے بڑے پیٹ کے امیر نے مجھے اس جگہ پر بیٹھنے کو فرمایا۔ سو میں بیٹھا ہوں اور ہمیشہ یہیں بیٹھا رہوں گا تو کون ہے جو منع کرتا ہے عمر معدی بولا کہ امیر نے ہرگز تجھے بلندی پر بیٹھنے کا حکم نہ ہوگا تو خود بیٹھا ہے لندہور نے کہا اے عرب تو شراب پی کر بدمستی کرتا ہے اور باتیں ناہنجار بکتا ہے ہوش سے باتیں کر تب عمر معدی نے کہا تو کیا کہتا ہے کہ تجھ پر بدمستی کروں گا۔ یہ کہہ کر کئی مکے لندہور پر چلائے لندہور ہنسا اور چپ ہو رہا امیرزادہ نے یہ دیکھ کر معدی کو پکارا اور کہا کہ اے بے ادب یہ کیا بدمستی کرتا ہے تب معدی نے کہا تو کون ہے جو مجھ سے اس طرح بولتا ہے چپ رہ ورنہ تجھے بھی

ماروں گا تو امیر زادہ کو تاب نہ رہی اور اپنی کرسی سے اٹھ کر کئی مکے معدی کے ایسے مارے کہ معدی کرسی سے زمین پر گرا اور امیر زادہ کو ذرا ضرب نہ آئی تب شور پڑا امیر باہر محل سے آئے اور تمام حقیقت پوچھی۔ امیر زادہ نے کہا کہ وہ میرے حضور میں بدمستی کرتا تھا تو میں نے کئی مکے اس کے مارے امیر نے فرمایا کہ تیری کیا قدرت ہے کہ میرے یار کو مارے امیر زادہ نے کہا کہ پہلے معدی نے لندہور کے مکے مارے اور میری بات کی اہانت کی اور میں نے مارا فرمایا کہ لندہور جانے اور وہ جانے اگر لندہور برا مانتا تو اسی وقت مارتا کیونکہ وہ بھی عمر سے بڑا پہلوان ہے تو نے جو میرے پہلوان کی بے ادبی کی اس کا کیا سبب ہے عمر بن حمزہ بولا کہ معدی نے میرے حضور میں بے ادبی کی۔ اس واسطے میں نے مارا اور اگر دوسری مرتبہ مارے گا تو اس کے کان سر سے الگ کر دوں گا امیر نے فرمایا کہ فرزند چپ رہ نہیں تو تجھے زمین پر ایسا ماروں گا کہ پتہ چل جائے گا آئندہ ایسی بے ادبی نہ کرنا عمر بن حمزہ بولا کہ کون ہے جو مجھے زمین پر گرائے اگر مرد ہے تو سوار ہو اور مارے۔ امیر یہ سن کر سانپ کی طرح غصہ میں آئے اور پیچ و تاب کھا کر فرمایا کہ اشقر پر زین کر کے لاؤ۔ القصہ زین لائے اور تمام لشکر کے امیر سوار ہوئے تب شہر میں شور ہوا کہ باپ اور بیٹے کی لڑائی ہے شہر کے تمام لوگ تماشہ دیکھنے کے لیے آئے امیر نے اور امیر زادہ نے باہر آکر اپنی فوجیں آراستہ کیں امیر نے اشقر پر سوار ہو کر اس کو میدان میں جولان دیا اور فرزند کو بلایا اور سامان جنگ کا ارادہ کیا اور خنک کو آگے چلایا مگر یہ خنک اپنی جگہ سے نہ ہلا اور ایک قدم آگے نہ بڑھا ہر چند حمزہ نے بہت جد و جہد کی لیکن خنک کو کچھ اثر نہ ہوا امیر نے فرمایا کہ او کم عقل و فادار ی اس جانور چارپایہ سے سیکھ کہ یہ جانتا ہے جو تو مجھ سے لڑتا ہے یہ سمجھ کر وہ نہیں چلتا اتنے میں امیر زادہ پیادہ ہوا اور امیر بھی پیادہ ہوئے اور امیر کی کمر کی دوال پکڑی اور ایسا زور کیا کہ انگلیوں سے دس بوند خون ٹپکا۔ تب کمر سے اپنا ہاتھ چھوڑا اب امیر کو زور کرنے کو کہا تب امیر نے ہاتھ بڑھا کر امیر زادہ کی کمر کی دوال پکڑی اور زور فرما کر سر پر اٹھا کے ایسا پھرایا کہ تمام شہر اور لشکر کے لوگوں نے آفرین کہی پھر امیر نے آہستہ سے اپنے فرزند کو اتارا اور اپنے گلے لگایا اور سر کو بوسہ دیا اور عمر بن حمزہ شرمندہ ہوئے اور باپ کے پاؤں پر گرا اور کچھ نہ بولے القصہ چند روز شب و روز عیش میں رہے جب کافی روز گزرے تو گلچہرا کو حمل ہوا اور ایسا ہی مہر نگار کو جب نو مہینے گزرے تو دونوں فرزندان تولد ہوئے پس دونوں لڑکوں کو امیر کے پاس لائے۔ امیر نے دونوں کو

بہت پیار سے اپنی گود میں لیا۔ اور پوتے کا نام سعدی عمر رکھا۔ اور اپنے فرزند کا نام رکھنے پر غور کیا کہ یہ نوشیرواں کا نواسہ ہے۔ تب عمر نے کہا کہ اے دوست تو شتابی مدائن جا۔ اور مہر نگار کے ماں باپ کو خوشی کی خبر سنا پس عمر اسی وقت روانہ ہوئے۔ اور چھ مہینے کا رستہ طے کر کے دو روز میں طے کر کے تیسرے روز بیس گھڑی کے بعد مدائن پہنچے۔ تمام عالم کو عجیب معلوم ہوا۔ عمر یکایک دربار نوشیرواں میں آیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اے عمر کیا خبر لایا ہے۔ کہ بڑی جلدی آیا۔ عرض کی نواسہ مبارک ہو۔ نوشیرواں یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور نوبت خوشی کی بجوانے کو فرمایا۔ پھر عمر نے نام رکھنے کے لیے عرض کیا۔ تو نوشیرواں نے کہا کہ اس کا نام قباد شہر یار رکھو عمر نے یہ خبر جا کر زرینہ کفش والدہ مہر نگار سے کہی کہ نواسہ مبارک ہو زرینہ کفش یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور عمر کو اتنا مال دیا کہ حساب خدا کو معلوم ہے۔ غرض عمر امیر کی طرف روانہ ہوئے اور چھٹی بڑی دھوم دھام سے ہوئی۔ اور سب کو معلوم ہوا۔ کہ نوشیرواں نے قباد شہر یار نام رکھا ہے۔ امیر اور سب یار بہت خوش ہوئے۔ غرض کہ دونوں کو سونے کے گہوارے میں سلا کر اچھی طرح سے پرورش کرنے لگے۔ جب یہ دونوں چار چار سال کے ہوئے تو انہیں جو دیکھتا اس کی آنکھ آسودہ ہوتی۔ اور ان کی پیشانی پر بادشاہت کا ستارہ چمکتا تھا۔ اور جب امیر دونوں کو دیکھتے تو بہت شاد ہوتے۔ (باقی داستان شب فردا)

پنتالیسویں داستان

کہنے والے نے اس طرح اس خبر کی روایت کی ہے۔ کہ قباد شہر یار کا جب تولد ہوا۔ اور زرد ہین کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے نوشیرواں کو لکھا۔ کہ اے نوشیرواں خوب سمجھ۔ اور واقف ہو۔ کہ امیر اب تک شاہی عزت نہیں رکھتا۔ اور اب اس کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا اب تحقیق جان کہ جب وہ بڑا ہوا تو تجھے جیتا ہی معزول کریگا یا مار ڈالیگا۔ اور اپنے بیٹے کو بٹھائیگا۔ کیونکہ وہ وارث تخت ہے پس یہ میرا خط دیکھتے ہی میرے پاس آؤ اور بہمن کہتا ہے کہ میں حمزہ کو مارتا ہوں۔ اور بہمن ایسا نامرد نہیں ہے کہ امیر اس پر غالب ہو جائے گا۔ اگر ایک مرتبہ امیر آیا۔ تو اگر دو ہزار بھی جان رکھتا ہوگا تو ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا۔ اگر بہمن اسے مارے گا۔ تو تیرے ملک کا کانٹا

نکل جائے گا اور تیری بادشاہت اونا کو ملے گی اور بختک اور دوسرے بادشاہوں جو نوشیرواں کے مقرب تھے انہیں بھی خط تحریر کیا اور قاصد کو دیا قاصد تھوڑے روز میں پہنچا اور نوشیرواں نے وہ خط پڑھا اور کہا کہ حمزہ مجھ سے ہرگز بدی نہ کرے گا۔ تو بختک اور دارا نے کہا کہ زوبین نے جو کچھ لکھا ہے وہ سچ ہے اور بزرجمہر نے کہا یہ بات حمزہ سے ہرگز نہیں ہو سکتا اس کے بعد سب کافر موقعہ پاتے تھے۔ تو نوشیرواں کا دل امیر کی طرف سے پھرا لیتے تھے۔ اور کوہستان چلنے کی رغبت دیتے تھے آخر انہوں نے نوشیرواں کو شہر سے نکالا اور لے چلے جب یہ خبر بہمن کو پہنچی۔ تو کہ بادشاہ ہفت کشور یعنی نوشیرواں عادل حمزہ کے ظلم سے تیری پناہ میں آتا ہے۔ تو اس نے کئی منزلوں تک بادشاہ کا استقبال کیا اور بڑی عزت و تکریم سے نوشیرواں کو شہر میں لایا اور تخت پر بٹھایا۔ اور کہا کہ حمزہ کو مارنا میرا عہد ہے۔ شہنشاہ اس سے خاطر جمع رکھیں۔ تو زوبین نے کہا کہ اگر تو امیر کے پاس خود جاتا تو بہتر ہوتا کیونکہ امیر کو کیا غم ہے۔ کہ وہ یہاں آئے گا تو بہمن نے کہا کہ اول اس کی طرف پیغام بھیجنا چاہیئے۔ اگر وہ آیا تو بہتر نہیں تو ہم ہی روانہ ہوں گے اور حمزہ کو باندھ کر بادشاہ کے حوالے کریں گے تب بہمن نے وزیروں کو حکم دیا کہ تم امیر کو نامہ رقم کرو بیروں نے امیر کو بہمن کے حکم سے نامہ لکھا اول تعریف لات و عزیٰ و منات کی پھر آتشکدہ نمرود و صندوق رنگباز اور بت پرستوں کے نام لے کر لکھا کہ بہمن ارجاسپ کی طرف سے حمزہ کو معلوم ہو کہ تیری ظلم و تعدی کے ہاتھ سے نوشیرواں اور شاہ و شہریار و زوبین کاوس میری پناہ میں آتے ہیں۔ سو اب مجھے فرض ہوا کہ تجھ کو باندھ کر نوشیرواں کے حوالے کروں پس اگر تو آیا تو بہتر نہیں تو میں تیرے پاس آتا ہوں اور کام کرتا ہوں۔ جب یہ نامہ مرتب ہوا تو بہمن نے ایک قاصد کو روانہ خفیہ کیا۔ بعد از قطع منازل و طے مراحل بہت مدت کے بعد وہ امیر کے لشکر میں پہنچا اور دربار میں آیا اور دربانوں سے کہا کہ حمزہ کو خبر دو کہ کوہستان سے قاصد آتا ہے۔ اور دربان دوڑ سے خبر کی امیر نے فرمایا کہ قاصد کو اندر بلاؤ جب امیر کے حکم قضا شیم سے قاصد روبرو آیا اور خط دیا تو امیر نے اس خط کو پڑھا کو کہا کہ بد بخت ازلی ہے اسے ہم کیا کریں میں ہر چند چاہتا ہوں کہ نوشیرواں آرام اور آسائش سے اپنے ملک میں بیٹھے۔ اور بے وسواس بادشاہی کرے لیکن وہ اپنی بدبختی سے بادشاہی نہیں کرتا میرے ساتھ آپ زحمت کھینچتا ہے۔ اور اب میرا کیا گناہ ہے۔ جو مجھ سے برگشتہ ہو کر بہمن ارجاسپ کے پناہ لی ہے۔ بعد ازاں قاصد سے مخاطب ہو کر کہا کہ جا کر بہمن سے کہہ میں وہیں پہنچتا ہوں۔ یہ کہہ کر عمر معدی کرب سے فرمایا کہ پیش خیمہ باہر نکالو۔ پھر اپنے یاروں کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے یارو ہمارے گھر میں کوئی تخت پر بیٹھنے

والا نہ تھا۔ اب خدا تعالیٰ نے وارث تخت کا پیدا کر دیا۔ اور نوشیرواں نے بھی بغض پکڑا ہے۔ اور عداوت جانی اور بغض قلبی رکھتا ہے۔ پس لازم ہے۔ کہ قباد شہریار کو تخت پر بٹھاؤں۔ کیونکہ اسے تخت پہنچتا ہے۔ غرض سب یار شاد ہوئے۔ اور تخت آراستہ کر کے اچھے دن اور نیک ساعت میں شہر قباد یار کو تخت پر بٹھایا۔ اور بہت زور گوہر نثار کئے۔ اور امیر خود اپنی پہلوانی کی کرسی پر بیٹھے اور حکم مجلس آرائی کا کیا۔ پس اسی وقت ساقیان سیم ساق و مطربان خوش آواز نے پیالہ ہائے مرصع کار و صراحیاں جواہر نگار لا حاضر کیں۔ اور شراب کا دور چلنے لگا چالیس روز شب مجلسیں قائم رہیں۔ بعدہٗ کوہستان کی طرف روانہ ہوئے۔ منزل بہ منزل چلنے لگے۔ جب نزدیک پہنچے اور بہمن کو خبر ہوئی۔ کہ امیر نزدیک آگیا ہے۔ تو اس نے ہومان اپنے فرزند کو بلا کر کہا اے فرزند سنا ہے کہ حمزہ عرب سے آیا ہے تو دس ہزار سوار لے جا اور ان کی راہ بند کر کہ اس پہاڑ پر چڑھ نہ سکیں اور اس کے لشکر کو بانو اور تیروں سے مار کہ وہ گھاٹ پہاڑ کا ہے وہاں نہ چڑھ سکیں۔ غرض ہومان اپنے باپ کے حکم سے درہ پر آیا۔ اور راہ امیر کے لشکر کی باندھی۔ جب معدی کی موج پہنچی۔ اور پہاڑ کے نیچے سے اوپر آنا چاہتا تھا۔ تو سو سو من کا ایک ایک پتھر اور تیر بانوں کی مار ہومان کے لشکر سے ہونے لگی۔ معدی پہاڑ کے نیچے کھڑے رہے جب لشکرِ اسلام کے دوسرے پہلوان آئے تو معدی نے کہا کہ ہم جب سے کوہستان سے آئے ہیں۔ تب سے مخالفوں نے راہ بند کری ہے۔ یہ حال سن کر وہ کھڑے ہوئے۔ اور اس فکر میں تھے۔ کہ کیا کریں کہ اتنے میں حمزہ آئے اور ان کو کھڑا دیکھ کر فرمایا کہ کیا حقیقت ہے۔ پہلوانوں نے عرض کی۔ تو امیر زادہ گھوڑے سے اترے۔ اور ڈھال سر پر اور تلوار ہاتھ میں لے کر پہاڑ پر چڑھنے لگے تب استقفا نوش اور لندہور بھی آئے۔ اور امیر زادہ کے ہمراہ چلے۔ تو انہوں نے اپنے لشکر سے کہا کہ سو سو دو دو سو من کا پتھر ان پر ڈالو۔ تب ہومان کے لشکر نے پتھر برسانے شروع کئے۔ پہلوانانِ عرب کے سر پر ڈھالیں تھیں۔ اور پتھروں کی مار اٹھا کر اوپر چڑھنے لگے۔ غرض کہ امیر زادہ پہاڑ کے اوپر چڑھ گئے۔ اور کافروں کو مارنے لگے۔ اور ہومان پسر بہمن کھڑا لڑتا تھا۔ آخر اس کا لشکر تاب نہ سکا۔ اور بھاگ گیا۔ اور وہ بھی دس سوار سے باپ کے پاس گیا باقی مر گئے۔ تب بہمن بولا۔ کہ اے فرزند کیا کیا۔ کہا کہ اول تو میں نے راہ باندھی۔ کہ اتنے میں حمزہ کا سر لشکر پیدا ہوا۔ اور ہم نے تیر برسائے اور پتھر برسائے۔ وہ وہیں کھڑا رہا اس عرصہ میں دوسرا سوار پیدا ہوا۔ وہ بھی وہیں کھڑا رہا۔ پھر تیسرا سوار پیدا ہوا۔ وہ بھی وہیں کھڑا رہا۔ بعد ایک مرد کوتاہ قد آیا۔ اور گھوڑے سے اتر کر سر پر ڈھال لے کر اور تلوار ہاتھ میں لی۔ اور پہاڑ پر چڑھنے لگا اور پھر عرب کے دو پہلوان اور آئے۔ اور اس کوتاہ عرب کے شریک ہوئے تو ہم نے تیر پتھر اور بان برسانے پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور ان کی خاطر میں کچھ نہ ہوا۔ غرضیکہ ہم ان کو نہ ہٹا سکے۔ اور جب وہ ہم پر آ گرے۔ تو ہمارا

لشکر بہت مارا گیا۔ اور جنگ کی تاب نہ لا کر بھاگے۔ ہومان نے جب یہ باتیں بہمن نے سنیں۔ توزیر بند منگوا کر اسے مارا۔ کہا کہ اے حرام زادے اگر تو میرا جنا ہوتا۔ تو تین چار عربوں سے منہ نہ پھیرتا۔ توزدپین نے کہا۔ کہ اے بہمن ہومان کا اس میں کچھ قصور نہیں۔ کیونکہ وہ سخت بلا ہے۔ انہی باتوں میں تھا کہ عرب لشکر نمودار ہوا۔ تب بہمن نے کہا اے بختک مجھے حمزہ کو دکھا۔ بختک نے کہا کہ سوار ہو۔ غرض وہ سوار ہوا۔ اور سارے لشکر سے آگے بڑھ کر میدان میں آیا۔ اتنے میں امیر کے لشکر کا نشان نمودار ہوا۔ اور نشان کے نیچے حبشی قد کا آدمی کہ پیٹ جس کا گھوڑے کے قد کے برابر بڑھا ہوا تھا نمودار ہوا۔ اور چودہ ہزار سوار اس کی پشت کے پیچھے تھے۔ اسی صورت کے چالیس پہلوان آئے۔ پس وہ بختک سے پوچھتا تھا۔ کہ حمزہ یہی ہے۔ اس نے کہا۔ کہ نہیں بعد اس کے سات سو ہاتھی داہنی طرف اور سات سو ہاتھی بائیں طرف ایک سو دس گز کا آدمی فیل منگلوسی پر سوار پیدا ہوا۔ بہمن نے دریافت کیا یہ کون ہے۔ بختک نے کہا اسے لندہور کہتے ہیں۔ اور سراندیپ کا بادشاہ ہے۔ اس کے بعد وہ چھتر کے مراتب سے شہر شہپال کے فرزند پیدا ہوئے۔ پھر اورنگ گورنگ نمودار ہوئے۔ پھر یونان کے شہزادے آئے۔ بہمن نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ بختک نے کہا اور ان دونوں کے نام بتا دیئے۔ اس کے بعد روم کی سپاہ آئی۔ رومی سات بھائی تھے ان کے بعد تاتر ک برادر زادہ زدپین کاوس آئے پھر کلب کے شہزادے پھر نوشیرواں کی سپاہ اور سردار شبر بابک شیروانی آیا بہمن نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔ بختک نے کہا یہ نوشیرواں کا سپہ سالار ہے جو حمزہ سے ملا ہے بہمن نے یہ بات سن کر اپنا سر ہلایا اور کہا کہ حمزہ کوئی چھوٹا آدمی نہیں ہے بعد ازاں مشقال پیدا ہوا پھر ریحان آیا ریحان کے بادشاہ کے ساتھ مصر کا بادشاہ بھی نظر آیا اور رکندن کے چھتر کے نیچے عمر بن حمزہ کا گھوڑا گڑگڑاتے ہوئے آیا بہمن نے پوچھا یہ کون ہے بختک نے کہا یہ سعد بن عمر بن حمزہ یعنی امیر کا پوتا ہے اس کے بعد عمر بن حمزہ بڑے جاہ و جلال سے نمودار ہوئے بعد ازاں آواز دونہ در کی پیدا ہوئی اور دیکھا کہ بارہ ہزار عیار پا پیادہ اور ان سب کے آگے کاغذ کی ٹوپی اور نمدہ کا کرتا پہنے ہوئے عمر تھا۔ اور چند بہادر آدمی نندہ لگائے اور کمر شبر بند ہاتھ میں لیے ہوئے ظاہر ہوئے بہمن نے کہا یہ کیسی آواز ہے بختک نے کہا کہ عیاران بلا انگیز آ گئے ہیں تب بہمن نے دیکھا کہ عمر کودتا پھاندتا آتا ہے اور اس کے تمام عیار زرہ پوش اور بادلہ پوش گھوڑوں کی باگ ڈورہ ہاتھ میں پکڑے ہوئے آتے ہیں۔ بہمن نے کہا کہ یہ پیادہ کیوں ہیں۔ بختک نے کہا کہ ان کا سردار پیادہ ہے اس سبب سے یہ بھی پیدل ہیں۔ بہمن ہنسا اتنے میں نشان علم اژدہا پیکر کی آواز آئی بہمن نے کہا کہ یہ کس کی آواز ہے۔ بختک نے کہا کہ یہ آواز حمزہ کے نشان کی ہے۔ پس اس کے آتے ہی قباد شہریار اور باقی شہریاران و پہلوان سب نمودار ہوئے۔ اور علم کے نیچے آفتاب عرب یعنی حضرت امیر حمزہ بن عبدالمطلب پیدا

ہوئے اور اس کے پیچھے گیارہ ہاتھی اور تئیس ہزار غلام ترکی اور ختنی و حبشی و مصری و رومی و زابلی و چینی و زندگی و ہندگی پیدا ہوئے اور تمام پہلوانان عرب سر جھکائے آرہے تھے بہمن نے خوب غور کر کے امیر کو دیکھا کہ حمزہ کوتاہ قد ہے لیکن لڑائی کا سامان اس سے ممکن ہے یہ کہہ کر نوشیرواں نے بہمن سے کہا کہ شاہ ہفت کشور کہ آج حمزہ کو اتر کر دم لینے دو کیونکہ یہ دور دراز سے سفر کر کے آیا ہے اور منزل کا تھکا ماندہ ہے اگر میں اس سے اس وقت لڑوں گا اور فتح پاؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ حمزہ سفر کا تھکا ماندہ ہے اس سبب سے بہمن نے اس پر فتح پائی پس فجر کو جنگ کا نقارہ بجائیں گے غرضیکہ بہمن کے کہنے سے طبل بازگشت کا بجایا اور شہر میں آکر اترے اور امیر بھی اپنے بارگاہ کے خیمہ میں آئے اور اپنے بھائی عباس کو فرمایا کہ بہمن کی طرف نامہ رقم کرو تب عباس نے امیر کے حکم سے نامہ رقم کیا کہ بعد از حمد خدا و نعت و تعریف حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بہمن ارجاسپ کوہستانی کو معلوم ہو کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں اور اٹھارہ سال کوہ قاف میں اکیلا تھا۔ اور وہاں کے دیو ؤں اور بلاؤں کو جو خدا نے پیدا کی تھیں ان سب کو تہ تیغ کیا اور خدا کے فضل و کرم سے سلامت پھر آیا ہوں اور شہریاروں کو حلقہ بگوش کیا اور خوب یاد رکھ کہ میں نے نوشیرواں سے کوئی بدی نہیں کی اور اس نے خود اپنی مرضی اور رضامندی سے مجھے اپنی دختر دی اور میرے پیچھے زوبین اور دوسرے کافروں نے مل کر میرے حرم کا پیچھا کیا اور جب میں کوہ قاف سے واپس آیا تب بھی اسے میں نے معاف کیا اور مدائن رہنے کو قرار دیا تو بھی وہ زوبین اور بختک کے کہنے سے مجھ سے پھرا اور میرے ملک کرنے کے لیے تجھ سے ملا ہے اب تجھے یہ لازم ہے کہ یہ نامہ دیکھتے ہی نوشیرواں اور زوبین کو باندھ کر پنچ سالہ خراج کا لے کر ہماری بارگاہ کرول اساس میں حاضر ہو تو تجھ کو میں اپنے لشکر کا سردار کروں گا۔ اور تو اس شرط سے سرتابی یا گردن اونچی کی تو یہ جان لے کہ میں وہ قیامت برپا کروں گا جو تو نے کبھی اپنے خواب میں بھی نہ دیکھی ہو گی جس وقت یہ نامہ تمام ہوا تو امیر نے کہا کہ یہ خط کون لیجائے گا عمر نے کہا کہ یہ کام میرا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ میں تجھے بہمن کا خط ہرگز دیکر نہ بھیجوں گا۔ کیونکہ میں سنتا ہوں کہ بہمن مردانہ اور نامور ہے اور تو وہاں جا کر اس کی بے ادبی کرے گا خط وہ لے جائے گا جو اپنے پر رنج اٹھائے اور اس سے کچھ نہ کہے تب عمر بن حمزہ اپنی جگہ سے اٹھے اور تسلیم بجا لائے۔ اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور خط کا جواب لاؤں امیر نے وہ خط اپنے فرزند دلبند کے حوالے کیا پس عمر بن حمزہ اسی وقت گھوڑے پر سوار ہوئے اور بہمن کی طرف اکیلے گئے راستہ میں دیکھا کہ مخالف اپنے لشکر کے گھوڑے لیے جاتے ہیں اور چرواہا پکار رہا ہے اور ان کے پیچھے جاتا ہے۔ تب عمر بن حمزہ نے اس چرواہا سے فرمایا کہ یہ کیا فریاد ہے چرواہا نے

جواب دیا تو عمر بن حمزہ نے چرواہے سے پوچھا کہ وہ کہاں ہے اس نے کہا کہ دور نہیں ہے۔ بہت نزدیک ہے تو امیر زادہ نے اپنے خنگ کو تیز رو کیا۔ ایک پلک جھپکنے میں اسے دیکھا اور پکارا اے کافر بچے اگر مرد ہے تو ذرا ٹھہر جا نہیں تو میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائے گا ہومان نے جب امیر زادہ کو دیکھا تو فوج سے آگے کھڑا رہا اور کہا کہ کون ہے کہا میں امیر حمزہ کا بیٹا ہوں تب ہومان نے کہا کہ یہ خبر نہ کہنا کہ خبردار نہیں کیا یہ کہہ کر امیر زادہ پر تلوار سے حملہ کیا پس تلوار اس کی روکی اور دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر کی دوال پکڑ کر اور رکاب سے پاؤں نکال کر اس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ اس کے نیچے سے نکل کر دس قدم جا پڑا اور ہومان امیر زادہ کے ہاتھ میں رہا امیر زادے نے ہومان کو سر پر لے کر پھرایا اور کہا اے کافر بچے کہہ کہ خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے ہومان نے کہا کہ امیر زادے مجھے امان دے پس امیر زادے نے اسے آہستہ سے اتارا اور زمین پر چھوڑ دیا اور کہا کہ جہاں تیرا جی چاہے جا پس ہومان امیر زادے کے قدموں پر گرا۔ اور پوچھا کہ آپ کہاں جاتے ہیں۔ تب امیر زادے نے کہا کہ یہ خط لے کر تیرے باپ کے پاس جاتا ہوں تب ہومان نے کہا کہ اگر تو مرد ہے تو یہ حال کسی سے نہ کہنا امیر زادے نے کہا کہ ہرگز نہ کہوں گا پس ہومان پہلوان نے امیر زادے کو گھوڑا دے اور شہر میں گیا اور باپ کے دربار میں جا بیٹھا امیر زادے نے اپنے گھوڑے بھی چرواہے کے حوالے کیے اور آپ بہمن کی طرف چلے جب دروازے کے نزدیک پہنچے تو دربانوں کو کہا کہ بہمن کو خبر دو کہ امیر زادہ آیا ہے تب دربان دوڑے اور خبر کی تو بہمن نے کہا کہ اسے اندر آنے دو تب عمر بن حمزہ اندر آئے اور کہا السلام علیکم اے خواجہ بزرجمہر۔ بزرجمہر نے جواب دیا وعلیکم السلام اے فرزند تب ہومان نے کہا کہ اے فرزند حمزہ تو نے بادشاہ کے ہوتے وزیر کو سلام کیا اور بادشاہ کو نہ کیا اس کا کیا سبب ہے تب امیر زادے نے کہا کہ ہمارا سلام ان پر ہے جو خدا کو واحد مانتے ہیں اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق مانتے ہیں۔ یہ کہہ کر امیر زادے وہ خط بہمن کو دیا بہمن نے لفافہ کھول کر پڑھا اور پھاڑ کر پھینک دیا تب امیر زادے نے کہا کہ اے بہمن کیا کروں کہ امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھ سے بے اعتنائی نہ کروں اس واسطے میں چپ ہو رہا ہوں ورنہ تیرا کام تمام کرتا تو بہمن نے کہا اے ہومان پکڑ اس عرب کو تب ہومان نے ضروری جان کر امیر زادے پر تلوار کھینچ کر حملہ کیا۔ امیر زادے نے اپنا ہاتھ لمبا کر کر کے اس کی تلوار کا قبضہ کر لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس کا مکہ اس کی گردن پر ایسا مارا۔ کہ ہومان زمین پر گرا تب بہمن کا بھائی بہمن روئی تن نام تلوار کھینچ کر عمر بن حمزہ پر دوڑا امیر زادے نے اس کی بھی تلوار روکی اور زمین پر گرا دیا پھر بہمن کا دوسرا بھائی بہمن کوچک گرز لے کر امیر زادے پر آیا امیر زادے نے بھی زمین پر گرا دیا

اور کہا اے بہمن اب باپ کا حکم میں نے نگاہ میں رکھا کہ ابھی تک تلوار میان سے نہیں نکالی تو نہیں دیکھتا کہ دریا میں کیسا خون کا تا رہ بہتا کہ تمام عالم عافرین کہتا تب بہمن نے کہا کہ اے فرزند حمزہ جو کچھ تو بولتا ہے سو مجھے زیادہ پاتا آفرین ہے تیرے باپ کو کہ تجھے جنا اور شاباش تیری ماں کو کہ جس نے تجھے دودھ پلایا اس کے بعد بہمن نے شاہانہ خلعت منگوا کر اپنے دست سے امیرزادے کو پہنایا۔ اور کہا اپنے باپ سے بولے کہ کل صبح کو تیرا اور میرا معرکہ جنگ ہے دیکھیے بخت کس کا یاری دیتا ہے پس امیرزادہ کو رخصت کیا غرض امیرزادہ سوار ہوا اور امیر کے پاس آ کر تمام حقیقت کہی امیر نے اپنے فرزند سے اپنے گلے لگایا۔ اور بہت نوازا اور تمام رات عیش و عشرت میں گذاری جب فجر ہوئی تو نقارے کی آواز نوشیرواں کے لشکر سے آئی تب مردوں نے اپنے اپنے ہتھیار باندھے اور نامردوں نے بھاگنے کی راہ لی۔ جب لشکر میدان میں آیا تو جاسوسان حریف نے حمزہ کو خبر دی کہ نوشیرواں نے جنگ کا نقارہ بجوا کر لڑائی کا قصد کیا ہے۔ امیر نے کہا کہ بتکیہ فضل ایزدی ہمارے یہاں بھی نقار خانے میں حکم کرو کہ جنگ کا طبل بجائیں اور امیر نے اپنے سلاح منگا کر بدن پر آراستہ کیے اور ادھر قباد شہریار تاج شاہی بر سر و چار قباد شہنشاہی اور موتیوں سے مرصع کنار ناقہ کے آگے اور پشت کے آگے ببر کا گروہ لگا کر قلب لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔ اور حمزہ تمام دست راست و چپ سے مجرا لیتے ہوئے سرداروں کے چالیس عدد آگے کھڑے ہوئے تب نقیبوں نے پکارا کہ اے مردان بکوشید تا جامۂ زنان نپوشید۔ ؎

روز جنگ است جنگ باید کرد کوشش نام و ننگ باید کرد

یہ کہہ کر کون ہے جو اس میدان میں آنے کا قصد کرے گا۔ اور اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے گا۔ تب عمر بن حمزہ نے طبل جنگ کا بجوا کر علم کو جلوہ دیا اور آپ نے جنگ پر سے اتر باپ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں امیر نے کہا جاؤ تمہیں خدا کو سونپا امیرزادہ خنگ پر سوار ہو کر کداتے ہوئے میدان میں آئے۔ تب ہومان اپنے باپ کے فرمان سے میدان میں آیا اور امیرزادہ کے مقابل کھڑا ہو گیا۔ اور زرین قربوز سے اپنا گرز نکالا اور امیرزادے پر چلایا امیرزادے نے اسکی ضرب کو اپنی ڈھال پر روکا۔ الغرض اس سگ نے پے در پے ایسا گرز مارا کہ آواز دونوں لشکروں کے ہر ایک آدمی کے کانوں میں گئی۔ اور عمر بن حمزہ نے اس کا حملہ رد کیا اور اپنا دست بڑھا کر اس کی کمر کی دوال پکڑی اور گھوڑے پر سے اٹھایا اور امیر کے سامنے لائے۔ اور زمین پر پٹکا۔ امیر نے عمر سے کہا کہ اسے قید کرو اور

عمر بن عمیہ نے اسے باندھا اور امیرزادہ پھر میدان میں آئے تو اس مرتبہ بہمن روز میدان میں آیا اور تلوار کھینچ
کر امیرزادے پر چلائی امیرزادے نے ایک ہاتھ سے اس کی تلوار روکی اور اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کی
کمر کی دوال پکڑی اور گھوڑے سے اٹھا لیا اور امیر کے پاس لاکر چھوڑا پھر پلٹ کر میدان میں آئے تو ایک
نظر بہمن کو چپک پر سر میدان میں ہوا راوی اس طرح تحریر کرتا ہے کہ امیرزادے نے اسے بھی پکڑ کر امیر
کے پاس لائے پھر بہمن لرجا سپ کو تاب و طاقت نہ رہی ایک نعرہ مار کر امیرزادے نے اسے بھی پکڑ
کر اٹھایا اور سات سو من کا گرز تربوز سے باہر نکال کر امیرزادے کے سر پر مارا امیرزادے نے سر کے
اوپر ڈھال لی امیر نے دیکھا اور کہا یا الٰہی تو میرے فرزند کو اس کافر کے دست سے نگاہ میں رکھ بہمن نے آپ
کے سر پر عیب گرز مارا تو اس گرز سے ڈھال کی کوفت سے ایک آتش کا شعلہ نکلا اور آسمان
پر گیا اور بہمن سو ساٹھ رکھ جو بے خبر تھیں بیدار ہو گئیں۔ اور امیرزادے ہر بن منہ سے کافی پسینہ بہہ
نکلا اور جنگ اسحاق بنی تاب نہ لا سکا تب امیرزادے نے پکارا کہ اے بہمن ایک حملہ اور کر کہا
کہ اے عرب ہنوز تو زندہ ہے امیرزادے نے کہا کہ بحکم خدا ابھی میں جیتا ہوں۔ یہ کہہ کر ڈھال منہ
کے اوپر سے اتاری بہمن نے کہا کہ اب تو حملہ کر عمر بن حمزہ نے کہا کہ میں نے تجھ کو دیئے ہیں تو بہمن نے
رکابوں میں اپنے دونوں پیر استوار کرکے اور تمام قوت خرچ کرکے اپنے گرز کو پھرا امیرزادے نے اس
کو بھی رد کیا تو پھر امیرزادے کی باری آئی تب ایک ہزار من کا گرز اٹھا کر اپنا گھوڑا تیز دوڑا کر بہمن
کے سر پر مارا اور بہمن نے امیرزادے کا یہ گرز رد کیا جب تو دونوں میں گرز و گرز ہونے لگی یہاں تک
کہ آفتاب مارے ڈر کے آسمان میں جا چھپا پھر کھڑے رہے اور اپنے ہاتھوں میں لیں اور ایک پر
ایک اتنی تلواریں ماریں کہ تلواروں کی دھاریں آری کی طرح ہو گئیں تب ہاتھوں میں نیزے پکڑ کر آپس میں
نیزہ کو مارنے لگے۔ بہمن نے امیرزادے کا سینہ بے کینہ تاک کر نیزہ مارا امیرزادے نے اس کا وار اپنے نیزے
کی نوک سے اور پررو کا آتش کی چنگاریاں جھڑیں۔ اور آواز پیدا ہوئی۔ یہاں تک کہ نیزہ بازی کی نوکوں کی
نوکوں کے ٹکرانے سے چرقا چرق کی آواز کا تار بندھ گیا تھا نہ ایں را خطر نہ آں را فکر۔ سہ

دو نیزہ دو بازو دو مرد دلیر تو گوئی کہ بودند دو نیر شیر

غرضیکہ ان دونوں میں ایسی نیزہ بازی ہوئی کہ ان کے نیزوں کے ٹکڑے ہو گئے تب دونوں زور
کرنے لگے اور سا ایسا زور کیا کہ دونوں پہلوان گھوڑوں سے گرنے اور پیادہ زور کرنے لگے نہ اسے فتح ہوا اور نہ اسے

غرض کہ اتنے میں رات ہوئی تب بہمن نے کہا کہ اے پسر حمزہ آفرین ہے تیرے ہاتھ اور پیر و بازو پر اب تک تیرے سوا کوئی نہ لڑا اب استراحت کرو امیرزادے نے کہا کہ میں پیٹھ نہ پھیرونگا اول تو جا میں بعد میں جاؤں گا۔ تب بہمن امیرزادہ کی کمر دوال میں ہاتھ ڈال کر زور لگانے لگا آخر پہر رات تک زور کیا اور کچھ نہ ہوا تب بہمن نے سوچا کہ پسر امیر اپنی پشت نہ پھیرے گا اس کمر دوال سے ہاتھ چھوڑ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور کہا اے پسر حمزہ اب تو تو بھی سوار ہو اور اپنے لشکر میں جا تب امیرزادہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے لشکر میں آئے تو امیر نے اپنے بیٹے کو سینہ سے لگایا اور بہت نوازش فرمائی اور پوچھا کہ اے فرزند بہمن کو کیسا پایا۔ تو امیرزادے نے کہا کہ اگر آپ کے بعد جہان میں پہلوان ہے تو بہمن ہے اور بہمن جب میدان سے گیا اور نوشیرواں کی خلوت میں گیا تب تو نوشیرواں نے خلعت منگا کر بہمن کے آگے رکھا بہمن نے کہا اے بادشاہ تو مجھ سے تمسخر کرتا ہے کہ خلعت پہناتا ہے تب زوبین نے کہا کہ اے بہمن سوائے تیرے کون ہے جو انکے ہمراہ مقابلہ کرے غرضیکہ بہمن غمگین ہو کر اٹھا اور اپنے محل میں گیا اب یہاں کا حال سنو جب حمزہ نے فرزند کو نوازا تو بہمن کے برادروں کو جو پکڑے ہوئے آئے تھے کہا اے کوہستان کے باشندوں میرے فرزند نے تم کو کس طرح پکڑا کہا کہ جس طرح مرد مردوں کو اور شیر نیروں کو پکڑتے ہیں امیر نے فرمایا کہ کہو خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا برحق ہے تب وہ کوہستانی بولے کہ امیر ہمیں مسلمان کرنا اس وقت تک موقوف رکھو تب تک کہ بہمن تمہارے ہاتھ نہ لگے اور مسلمان ہوئے تب ہم مسلمان ہوں گے تو امیر نے کہا اے عمران کو قید میں رکھنا عبث ہوگا اور کچھ فائدہ نہیں لہذا ایک ایک گھوڑا اور ایک اور خلعت دے کر چھوڑ دیا القصہ جب سب کوہستانی قید سے رہا ہوئے اور امیر نے خلعت اور انعام حاصل کر کے اپنے لشکر میں آئے تو بہمن کے پاؤں پر گرے اور تمام حقیقت بیان کی تب بہمن نے کہا کہ امیر مرد میدان ہے غرض جب رات گذری اور دن ہوا اور سورج نے پردۂ ظلمت سے نکال کر روز کو منور کیا تب دونوں لشکر میں نقارہ کا آوازہ بلند ہوا اور ہر ایک بہادر کو بہادر نے پکارا اور سوار ہو کر میدان میں آئے اتنے میں بہمن ارجاسپ میدان میں آیا اور پکارا کہ اے پرستاران خدا و یزدان پرستان ہر کہ درمیان شما آرزوئے مرگ داشتہ باشد بمیدان بیائد چراکہ آلودۂ دست و پامالی دارم۔ تب امیر نے یہ آواز سن کر دونوں طرف نظر کی اور دیکھا کہ لندہور اپنے گھوڑے سے اترا ہے وہ اتر کر امیر کے روبرو آیا اور زمین خدمت کی چوم کر تسلیمات بجا لایا اور عرض کی کہ اے شہریار اگر اجازت میدان ہو تو میں جاؤں امیر نے کہا کہ جاؤ میں نے تجھے خدا لایزال کے حوالے کیا پس لندہور میدان میں آیا

تو بہمن بولا اسے لمبے قد کے آدمی تو کون ہے کہا میں لندہور بن سعدان ہند کا بادشاہ ہوں بہمن بولا کہ تیری قوت کا شہرہ تمام
جہان میں ہے اور جواں مردی کا بھی پس لاکہ تو جوانمردی نشان کیا رکھتا ہے۔ ؎

بیا تا چہ داری زمردی نشان — کمان کیانی و گرز گران

تب لندہور نے کہا کہ ہمارا طریق پیشدستی کرنے کا نہیں ہے پہلے تو حملہ کر تو بہمن بولا۔ تو خبردار یہ نہ کہنا کہ مجھے
خبردار نہ کیا تھا۔ یہ کہہ کر لندہور کے سر پر ایک ایسا گرز مارا۔ کہ اس کی آواز دونوں لشکروں میں سنائی دی۔ اور
کہتے ہیں اگر وہ گرز پہاڑ پر مارا جاتا تو سرسر ہو جاتا لیکن لندہور نے رد کیا بعد ازاں لندہور نے اپنا ہاتھی بڑھایا
اور بہمن کے سر پر ایسا گرز مارا کہ شعلہ آگ کا نکلا اور ہوا پر گیا۔ مگر ہزار محنت سے بہمن نے رد کیا اور کہا اے
لندہور تو اپنے قد کے موافق قوت اور زور بھی رکھتا ہے۔ پھر دونوں میں گرز و گرز ہونے لگا اور یہاں تک کہ
رات ہوئی نہ اسے فتح اور نہ اسے ظفر۔ تب بہمن نے کہا کہ اپنے لشکر کو پھیرو پس اپنے لشکر کو لوٹا لے گیا۔ اور
لندہور اپنے لشکر میں آیا اور امیر کے پاؤں پر گرا امیر نے فرمایا اے لندہور بہمن کو پایا کہا کہ عمر بن حمزہ نے
جیسا کہا تھا اتنے میں رات ہوئی اور روز نورانی ہوا تو دو لشکر سوار ہوئے اور میدان میں آکر کھڑے ہوئے۔
کہ یکایک از پردہ بیاباں گرد بر خاست گرد نے مارا باد کو اور باد نے مارا گرد کو تو گرد کا گریبان چاک کیا اور
اس سے ایک لشکر نمودار ہوا۔ پس دونوں لشکروں کے جاسوسان خبر لانے کو دوڑے اس عرصہ میں ہرکاروں کی
ایک جوڑی گرد آلودہ پسینہ میں غرق امیر کے سامنے آئی اور دعا جان درازی دے کر کہا۔ ؎

الٰہی در جہاں باشی با اقبال — جوان بخت و جوان دولت جوان سال

شہریار کی عمر دراز ہو یہ قافلہ نہیں ہے بلکہ یہ بیٹا فرہاد لندہور کا ہے جو لشکر سمیت باپ کے ملنے کو
آیا تو عمر نے دوڑ کر لندہور سے کہا۔ کہ اے لندہور مبارک ہو کہ تیرا بیٹا ملک سراندیپ سے آیا ہے یہ کہتے ہی
تھے کہ لندہور کے پاس فرزند آیا اور گھوڑے سے اتر کر باپ کے پیروں میں گرا اور قدم بوسی ہوا امیر نے
لندہور کے فرزند کو اپنے سینہ سے لگایا اور امیر کی خدمت میں لا کر فرہاد کو قدمبوس کرایا امیر نے اسے اپنے
سینہ سے لگایا اور خلعت دیکر سرفراز کیا فرہاد نے کہا کہ یا امیر اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں امیر نے فرمایا اے
فرزند ابھی تو نے پانی لشکر کا نہیں پیا۔ تجھے میں کیونکر بھیجوں تب لندہور نے کہا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے امیر
نے کہا کہ اچھا جاؤ میں نے تجھے خدا کو سونپا لہذا فرہاد ہاتھی پر سوار ہوا اور میدان میں آیا۔ بہمن نے کہا اے
بلند قد کے تو کون ہے کہ ابھی تو حمزہ سے ملا اور ابھی میدان میں آیا اگر مارا جائے گا۔ تو تیرے دل میں

ارمان رہیگا فرہاد نے کہا کہ میں فرزند لندھور کا ہوں بہمن نے کہا کہ تیرا باپ تو زبردست پہلوان ہے اب دیکھتے ہیں
تو کیسا معلوم ہوگا اور باپ کے ہونے پر تو میدان میں کیوں آیا ہے فرہاد نے کہا کہ کون سا بڑا پہلوان ہے جو تیرے لیے
میرا باپ آئیگا بات بہمن کو بری معلوم ہوئی تب اپنا گرز باہر نکال کر حملہ کیا فرہاد نے اس کا حملہ رد کیا اور اپنا گرز
باہر نکال کر بہمن کو ایسا مارا کہ اس کا شعلہ آگ کا نکل کر ہوا میں گیا۔ تب بہمن نے کہا کہ تو باپ کا ہم وزن ہے
پھر تو دونوں میں گرز و گرز ہونے لگی نہ اس کی فتح اور نہ اس کی ظفر۔ تب دونوں واپس اپنے لشکر میں گئے امیر نے
فرہاد کے واپس آنے پر مجلس آرائی کا حکم دیا پس ساقیانِ سیمیں ساق اور مطربانِ خوش آواز حاضر ہوئے اور
مجلس میں شراب جام چلنے لگا غرضیکہ اسی طرح تمام رات گزری۔ جب دن ہوا تو امیر کے کان میں آوازہ
نقارے کا آیا امیر نے فرمایا کہ ہمارے نقارہ خانہ میں بھی حکم کرو کہ وہ نقارے پر چوٹ ماریں پس ہر دو جانب
سے نالہ ہائے زری و صدائے کوس عربی بلند ہوئی۔ تب پہلوانانِ عرب غرق آہن ہوئے اور بہمن بھی میدان
میں آیا۔ بہمن نے کہا کہ اے مرد بزرگ شکم تو کون ہے۔ تو عمر معدی کرب نے کہا کہ میں سر لشکر کا امیر ہوں
بہمن نے کہا کہ امیر بہت نادان ہیں۔ کہ تجھے سر لشکر کیا ہے۔ اگر تجھے باورچی خانہ میں رکھا ہوتا تو کھانا پیٹ
بھر کر کھاتا اب یہ بڑا پیٹ میدان میں آنا تیرے لیے قیامت ہے کیونکہ جو عورت پیٹ سے ہوتی ہے اس
سے کام نہیں ہوتا۔ ایسا تو بھی اپنے دل میں لڑائی سے بیزار ہوگا۔ تب عمر معدی کرب نے کہا کہ اے
کوہستانی اب اپنی زبان سنبھال کہ میں تو لائق آش پزی کے نہیں البتہ تو زدہ بین کاؤ بیش کے لائق ہے
تب بہمن نے کہ تو بہ پیٹو اب سے خبردار ہو۔ یہ کہہ کر اپنا گرز باہر نکال کر اپنا گھوڑا دوڑایا اور ر
معدی کے قریب آکر اس کے سر پر ایسا مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکر کے سپاہیوں نے
سنی۔ اور دعادی کا گھوڑا نالش میں آیا۔ اور سر بن مو سے پسینہ ٹپکا و لیکن عمر معدی کرب
نے ساہسے مردانہ رکھا اور اپنے ہاتھ بھی گرز لے گیا۔ اور بہمن کو کہا کہ اے کوہستانی خبردار ہو یہ کہہ
کر بہمن پر ایسا گرز مارا کہ بہمن سانپ کی طرح پیچ میں آگیا۔ اور ایک گرز اس نے عمر معدی کرب کے سر
پر مارا کر معدی نے ہزار سختی سے روکا۔ تب گرزوں سے لڑتے ہوئے شام ہو گئی اتنے میں
بہمن نے گرز ڈال دیا۔ اور عمر معدی کی کمر کی دوال پکڑ کر زور کرنے لگا۔ تب عمر معدی کرب نے بھی اس
کی کمر کی دوال پکڑی اور دونوں پا پیادہ ہوئے۔ اور کھڑے رہے بعد ازاں بہمن نے زور کیا لیکن عمر معدی
کو وہ دونوں گھٹنوں تک سلا سکا معدی نے ہر چند اس کے سر پر گرز مارا پر کھڑا نہ رہ سکا بہمن کے گال پر

مکے مارنے لگا بہمن کا گال بالکل لہولہان ہؤا تو بہمن تاب بمشکل سے آیا۔ امیر یہ حال دیکھ کر بہت ہنسے
اور کہتے تھے کہ عمر معدی اب سست ہؤا ہے کہ بہمن کو گھونسوں سے مارتا ہے اور کوہستانی مکے مارنا نہیں
جانتا کیونکہ مکے مارنا اور نیزہ چلانا عربوں کا کام ہے جب رات ہوئی تو دونوں پہلوان اپنے اپنے لشکروں
میں واپس ہوئے اور عمر معدی امیر کی خدمت میں آیا تب امیر نے دریافت فرمایا کہ اے عمر معدی
تو نے بہمن کو کیسا پایا اس نے کہا کہ میں نے اس کو لندہور سے دس حصے زیادہ پایا غرضیکہ جب یہ رات
بھی تمام ہوئی اور دن نکلا تب دونوں لشکر پھر میدان میں آئے تو بہمن نے پھر آکر یہ پکارا کہ کسی کو
مرنے کی آرزو ہے تو اس میدان میں آکر اپنا نام ظاہر کرے۔ تب استقتالوش پہلوان امیر کے سامنے
آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو۔ تو میں جاؤں فرمایا کہ جاؤ۔ میں نے تم کو خدا کے حوالے کیا تب استقتالوش
سوار ہو کر میدان میں آیا۔ بہمن نے کہا تو کون ہے تب استقتالوش نے کہا کہ میں پہلوان ہوں تب بہمن
نے استقتالوش کے اپنا گرز نکال کر اور گھوڑے کو دبا کر اس کے سر پر ایسا مارا۔ کہ اس کی آواز لشکر
میں پہنچی اور مردان عالم نے سنی اور کہتے ہیں۔ کہ اگر مرد کیسا ہی سد سکندر ہو۔ تو بھی اس کے گرز
سے پر خطر ہے۔ پس استقتالوش نے اپنے کو مردانہ رکھا اور پھر بہمن کے سر پر ایسا گرز مارا کہ اسے
بھی اپنی چھٹی کا یاد آیا لیکن وہ بھی قائم رہا نہ اسے فتح نہ اسے ظفر۔ اسی طرح لڑتے لڑتے رات
ہوئی اور دونوں پہلوان اپنے اپنے لشکروں میں واپس لوٹے پھر دوسری صبح کو تیار ہوئے۔ اور
بہمن میدان میں آیا۔ اور نعرہ مار کر کہا کہ اگر کسی کو مرنے کی آرزو ہے۔ تو میدان میں آئے تب ارجد پہلوان
کے حکم سے میدان میں آیا۔ اس نے کہا کون ہے ارجد نے کہا کہ میں معدی کرب کا بھائی ہوں۔ بہمن
نے کہا کہ تیرا برادر تو بڑا پہلوان ہے۔ خدا جانے تو کیونکر آیا ہے۔ تب گرز باہر نکال کر اور گھوڑے
کو دوڑا کر ارجد کے سر پر ایسا مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں نے سنی وہ کانپا اور ڈھال پر سے گھوڑے
کی گردن پر آیا۔ گھوڑا زمین پر گرا تب ارجد نے چاہا کہ بہمن کے مارے تو بہمن کو گھوڑے پر سے کود ا
اور ارجد کی چھاتی پر بیٹھا اور دونوں ہاتھ اس کے باندھ کے اپنے قبضہ میں کر کے اپنے لشکر
میں روانہ کیا۔ پھر سوار ہؤا اور نعرہ مارا تب آشوب میدان میں آکر تلوار کھینچ کر بہمن پر چلائی۔ بہمن
نے اس کی تلوار رد کی اور پھرتے وقت آشوب کی کمر کی دوال پکڑ کر زور کیا اور گھوڑے پر سے کھینچ کر
زمین پر گرایا۔ اور باندھ کر اپنے لشکر میں روانہ کیا پھر سعد یمانی نے گھوڑے کو دوڑایا۔ اور بہمن

پر ایسا نیزہ مارا کہ اس کو چار انگلی زخم ہوا۔ اس نے نیزہ کو زور سے پکڑا۔ کہ سعد یمانی اس کے ہاتھ سے زمین پر گرا۔ اور چاہا کہ اٹھے۔ مگر بہمن گھوڑے پر سے کود کر اس کے سینہ پر آبیٹھا۔ اور اس کو بھی باندھ کر اپنے لشکر میں روانہ کیا۔ اور پھر میدان میں آکر پکارا۔ کہ آؤ جس کو مرنے کی آرزو ہو۔ تب ذوالخمار میدان میں آیا اور بہمن نے بعد جدال کے اس کو قید کیا۔ غرض اس روز اس نے سعدی کے ساٹھ برادران کو باندھا۔ جب رات ہوئی تو نقارۂ بازگشت کا بجایا۔ اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقامات پر اترے۔ اور بہمن اپنے مقام پر آیا۔ اور امیر اپنے مقام گئے۔ مگر امیر کے یاروں کے واسطے دلگیر تھے۔ اور اپنی موت نظر آتی تھی اس لئے امیر اپنے مقام پر آئے۔ اور امیر کو کچھ کھانے پینے کی خواہش نہ تھی۔ جب عمر بن عمیہ نے امیر کو غمگین دیکھا۔ تو اپنی جگہ سے اٹھ کر امیر کے پاس آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں جاؤں اور ان جان نثاروں کی خبر لاؤں امیر نے اجازت دی عمر نے دربار سے نکل کر کوہستان کی راہ لی۔ جب بہمن کے دربار میں گیا اور اپنے لباس کو کوہستانی کا سا کیا اور ہاتھ میں ایک سونے کا عصا لیکر چوبداروں میں آکھڑا ہوا بہمن اس روز بہت خوش ہوا اور نوشیرواں کے پاس پہلوانی پر بیٹھا تھا۔ پس بہمن نے کہا کہ یاران حمزہ لاؤ۔ جب ان کو لائے تو بہمن نے نوشیرواں سے کہا کہ ان کا کیا کرنا چاہیئے۔ نوشیرواں نے کہا کہ یہ ہر ایک بلائے بد روزگار ہیں۔ جس کو تیرے سوا کوئی نہیں باندھ سکتا تھا۔ پس ان سب کی گردن مارنا چاہیئے پھر بختک کی طرف دیکھا اور کہا کہ تو ان کے حق میں کیا کہتا ہے بختک اور زردہین نے کہا کہ ان سب کا پوست نکالنا چاہیئے۔ تاکہ حرام خوران عرب کی قوت ٹوٹے اور اس کارروائی سے عربوں کو ہیبت ہو گی۔ پھر بزرجمہر سے کہا بزرجمہر نے کہا کہ بادشاہ کا حکم ہے لیکن جو کچھ سردار سرداروں اور مرداں ہو کرو۔ پھر بہمن نے اپنے اقارب سے دریافت کیا انہوں نے کہا کہ ان کا سر کاٹ کر قلعہ کے کنگرہ پر لٹکانا چاہیئے تب بہمن نے کہا کہ تمہیں جب امیرزادہ پکڑ کر لے گیا تھا۔ تو اس نے تمہارے حق میں کیا کیا انہوں نے کہا کہ اپنا سر نیچا کیا تھا۔ تب بہمن نے کہا اے بدبختو! تمہارے واسطے حمزہ نے کیا برائی کی۔ جو تم اس کے یاروں کے حق میں یوں کہتے ہو۔ یہ کہہ کر بہمن نے ان سب کے بند کھول دیئے۔ اور خلعت فاخرہ منگا کر سب کو اپنے ہاتھوں سے پہنائے اور ہر ایک کو گھوڑے دیئے امیر کے یاروں نے بہمن کو دعا دی۔ اور دربار سے چلے اور عمر بن عمیہ بھی بہمن کو تسلیمات کر کے کہنے لگا کہ اے بہمن تو مرد مردانہ ہے۔ اور مرد یوں ہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ تو نے کیا ہے اور یہ کہا کہ میں عمر بن عمیہ ہوں۔ اور یہ دیکھنے آیا ہوں۔ کہ تو یاران حمزہ سے کیا

سلوک کرتا ہے اگر قتل کرتا تو میں ان سب کو چھوڑتا لیکن تو نے بہت مہربانی کر کے امیر کو شرمندہ کیا ہے یہ
کہہ کر وہاں سے چلا اور راستہ میں یاروں سے ملے اور ان کے ہمراہ امیر کی خدمت میں آئے امیر نے جب
یاروں کو دیکھا۔ کہ تو کرسی سے اٹھ کر ہر ایک کو اپنے سینہ سے لگایا۔ اور ان سے وہاں کی حقیقت پوچھی
تب عمر نے کہا اور ساری حقیقت بیان کی تب امیر نے فرمایا کہ مرد یونہی کرتے ہیں۔ جیسا کہ بہمن نے
میرے یاروں سے سلوک کیا غرضیکہ جب رات ہوئی۔ اور فجر کو نقارہ جنگ کی آواز دونوں طرف سے پیدا
ہوئی اور بہادروں و ناموروں نے ہتھیار باندھ کر میدان کی راہ لی۔ اور میدان آراستہ ہوا تو بہمن نے آ کر
نعرہ مارا کہ اے حمزہ زیر پاؤں کو کیا روانہ کرتا ہے تو خود میدان میں آ۔ امیر نے ہتھیار منگائے تب مقبل حلبی نے
حمزہ کے آگے لا رکھے۔ امیر نے پہلے حضرت ابراہیم کا پیراہن پہنا۔ پھر جسم کی نرمی کے واسطے سات
پارچہ حریر پہنی اور زرہ داؤدی پہنی۔ اور ہود نبی کا سر پر خود رکھ کر مبنز صالح پیغمبر کے موزے پہنے اور صمصام
و قمقام تلوار بن حمائل کیں۔ اور سام بن نریمان کا گرز قربوس میں رکھا۔ اور اشقر دیوزاد پر سوار ہوئے میدان
میں آ کر گھوڑے کو جولان کیا۔ یہاں تک کہ اشقر کے سموں کی گرد آسمان پر پہنچی۔ اور امیر بہمن کے مقابل
آ کر کھڑے ہوئے۔ بہمن نے کہا کہ اے جوان تو کون ہے میں نے تو حمزہ کو بلایا تھا۔ امیر نے فرمایا کہ میں
ہی حمزہ بن عبد المطلب ہوں۔ بہمن نے کہا کہ حمزہ تو ہی ہے اور اتنے قد سے سارے عالم کو مسخر کیا امیر نے
کہا البتہ خدا کی قدرت سے لاجواب ضرب رکھتا ہے۔ بہمن نے کہا کہ خبردار ہو اور گرز پر ہاتھ لے گیا اور امیر
کے سر پر ایسا مارا۔ کہ اس کی آواز تمام بیابان میں گئی۔ مردان عالم ایسا کہتے تھے۔ کہ اگر حمزہ سد سکندری ہے
تو بھی پر خطر ہے لیکن امیر کو ذرا جنبش نہ ہوئی بہمن نے کہا کہ آفرین ہے تیرے بازو اور ہاتھ کو جو
تو نے ایسا گرز رد کیا۔ امیر نے کہا دو گرز اور مار غرض بہمن نے پھر دوسرا گرز مارا اور کہا کہ زدم ولیکن
کردم کجا است عیاران نامی و نامند اگر بخورند ریزہ استخواں ہم بنا یند امیر نے اس کا گرز سپر کی اوجھڑ
سے رد کیا۔ اور کہا کہ اے بہمن تو کیوں جھوٹ بولتا ہے۔ بہمن نے پھر تیسرا گرز جتنا کہ زور خدا نے اسے
دیا تھا مارا۔ امیر نے اس کو بھی رد کیا۔ لیکن ہر بن مو سے پسینہ ٹپکا بعد ازاں امیر نے گرز سام بن نریمان کا
ہاتھ میں لیا اور خدا تعالیٰ کا نام زبان پر لائے۔ اور گھوڑا دوڑا کر بہمن کی ڈھال پر ایسا مارا کہ اس گرز کی مار
سے گھوڑے کے پیر ٹوٹ گئے۔ اور بہمن زمین پر گرا اور تلوار کھینچ کر اشقر کو قتل کرنے دوڑا امیر شتابی
اترے اور اشقر کو پس پشت کیا بعد ازاں دونوں میں گرز و گرز ایسی جنگ ہوئی کہ آفتاب آسمان میں

جاچھپا اور بہمن نے گرز زمین پر گرا دیا اور تلوار سے امیر پر حملہ کیا۔ امیر نے اس کی تلوار ڈھال پر لی۔ اور ڈھال ایسی ماری کہ تلوار اس کی ٹوٹ گئی اور قبضہ اس کے ہاتھ میں رہا بہمن نے وہ قبضہ امیر کی طرف پھینکا امیر نے ایک کوڑے کے اشارے سے اسے روکیا تو عمر بن عمیہ نے اسے دوڑ کر وہ قبضہ اٹھایا اور زنبیل میں ڈال لیا بہمن نے کہا اے عمر اس قبضہ پر لاکھ دینار صرف ہوئے ہیں۔ تو مفت کہاں لیے جاتا ہے۔ کہا میں یہ حکم رکھتا ہوں کہ جو کچھ میدان میں گرے تو وہ مال میرا ہے۔ بہمن نے کہا کہ اے حمزہ تو یہی کہتا ہے امیر نے فرمایا کہ یہ ہمیشہ یوں ہی لے جاتا ہے۔ اور اس سے کوئی نہیں لے جا سکتا ہے۔ بہمن نے کچھ نہ کہا اور دوسری تلوار نکال کر امیر پر چلائی۔ اور امیر نے سپر کے جھٹکے سے وہ بھی توڑی اور بہمن نے وہ قبضہ اپنے ترکش میں ڈالا تو عمر بولا یہ میرا حق ہے تو ترکش میں ڈالتا ہے بہمن نے کہا کہ ایک تجھے بس ہے تب عمر نے ہاتھ اٹھایا کہ قبضہ پر مارے امیر نے کہا اے عمر نہ کر ایسا تب بہمن نے کہا کیوں نادانی کرتا ہے غرض عمر چپ ہو رہا پھر بہمن نے نیزہ ہاتھ میں لیا اور پھرا کر امیر کے سینہ پر چلایا امیر نے ہاتھ بڑھا کر اس کا نیزہ پکڑا اور زور کر کے اس کا نیزہ چھین لیا۔ اور اس کا پھل دور کر کے پھر آ کر بہمن کی کمر میں ایسا مارا کہ وہ نیزہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ بہمن زمین سے تو نہیں گرا مگر سانپ کی مانند پیچ و تاب کھا کر ہاتھ کمر پر پھیرا اور دونوں پہلوان زور کرنے لگے۔ تو دونوں گھوڑوں نے اپنے گھٹنے زمین پر ٹیک دیئے پھر دونوں پیادہ ہوئے اور زور کرتے رہے یہاں تک کہ رات ہوئی تب بہمن نے کہا کہ اے امیر پھر نے ہوئے لڑتے ہو امیر نے فرمایا جو تیری مرضی ہو بہمن نے کھانا اور شراب منگا کر نہیں کھانا کھا کر لڑیں گے اور بخت آزمائی کریں گے القصہ دونوں وہیں کرسیوں پر بیٹھے اور کھانا نوش فرمایا پھر شراب پی کر سو رہا۔ جب اٹھے تو پھر زور کرنے لگے راوی روایت کرتا ہے کہ بہمن اور امیر کے درمیان تیرہ رات اور دن مکمل ہوئے اور تنہا یاران حمزہ سے چالیس روز پہلے بہمن لڑ رہا تھا۔ چودھویں رات امیر نے کہا کہ اے بہمن جتنے روز رکھتے تھے۔ وہ سب خرچ کر چکے اب ایک روز باقی ہے۔ کہ میں کھڑا رہتا ہوں تو زور کر اور تو زور میں زور کرتا ہوں بہمن نے کہا کہ زور کیسے کہتے تھے امیر نے فرمایا کہ تجھے معلوم نہیں بہمن ہنسا اور کہا اے حمزہ بھول کر بولتا ہے یا مغرور آزماتا ہے کیونکہ جب میں چھوٹا تھا۔ تو بڑی بڑی جھاڑیوں سے ہاتھ ڈال کر جڑ سے پیڑ اکھاڑ لیتا تھا۔ کہ کیا تو ان جھاڑیوں سے بھی زیادہ امیر نے کہا کہ بس شتابی کر کہ خدا کا جو حکم ہو گا۔ سو ہو گا۔ پس بہمن نے امیر کی دوال پر ہاتھ ڈالا اور ایسا زور کیا کہ بہمن کی دسوں انگلیوں سے خون کے قطرے ٹپکے اور ناک سے خون جاری ہوا تب بہمن نے

ہاتھ چھوڑ دیجئے پھر امیر نے بہمن کی کمر کی دوال پکڑی اور خوب ہلایا بہمن نے کہا کہ کیا ہلاتا ہے امیر نے فرمایا کہ تجھے ہلاتا ہوں اور تولتا ہوں کہ زور زیادہ نہ کیا جائے یہ کہہ کر کہا نعرہ مارتا ہوں عمر نے ٹوپی ہوا پر اچھالی اور امیر کے لشکر کے لوگ سمجھ گئے اور ہاتھ موزوں پر ڈال کر روئی نکالی اور اپنے اور گھوڑوں کے کانوں میں ڈالی امیر نے نعرہ مارا کہ زمین وزمان وکوہ وبیابان جنبش میں آ گئے غرض اسی وقت امیر نے بہمن کو اوپر اٹھایا اور پہلے روز میں تا بہ کر اور دوسرے روز میں اپنے سر سے بلند کر کے ایسا پھرایا کہ ہر دو لشکر نے آفرین کہی تب بہمن کو زمین پر پچھاڑا اور عمر نے دوڑ کر حلقہ کمند میں باندھا بہمن کی فوج نے چاہا کہ یکبارگی حملہ کریں مگر بہمن نے اشارہ سے منع کیا کہ کوئی نہ آئے القصہ بازگشت طبل بجالایا اور امیر اپنے دولت خانہ میں آئے اور کرسی پہلوانی پر بیٹھے اور بہمن کو منگایا اور کہا اے بہمن میں نے تجھے کیسے پکڑا بہمن نے کہا کہ جیسے مرد مردوں کو پکڑتے ہیں۔ امیر نے کہا کہ مردان عالم کہتے ہیں کہ مرد باقی باہم پائے مرد باش۔ اب کہہ خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے اور بت پرست باطل ہیں بہمن نے کہا اے جہانگیر اس شرط سے کہوں گا۔ اور باقی عمر حلقہ بگوش رہوں گا۔ اگر نوشیرواں اور زرد ہین اس کے یاروں کی جان بخشی جائے امیر نے فرمایا کہ اگر نوشیرواں اور زرد ہین مسلمان ہوں گے تب جان بخشوں گا اور اگر نہ ہوئے تو میں اپنے ہاتھوں سے ماروں گا پس اے بہمن اس شرط پر انہیں جلد لے آ۔ تب بہمن کے بند کھولے اور امیر نے اپنے ہاتھ سے خلعت پہنایا۔ بہمن تسلیمات بجالایا۔ در قصد نوشیرواں کا لیا۔ اور نوشیرواں اور دوسرے بادشاہوں نے مشورہ کی کہ اگر بہمن کے کہنے پر مسلمان نہ ہوئے تو کام مشکل ہے کیونکہ یہ زمین کوہستانیوں کا ہے اور بغیر رضامندی کوہستانیوں کے یہاں سے جا نہیں سکتا۔ تب نوشیرواں اور زرد ہین دوسرے بادشاہوں سمیت سوار ہوئے۔ اور امیر کے دولت خانہ پر آئے اور جب امیر نے نوشیرواں کے آنے کی خبر سنی شتابی سے باہر آئے اور نوشیرواں کے قدم چومے نوشیرواں نے امیر کا سر اٹھایا اور سینہ سے لگایا پھر زرد ہین دوڑا اور امیر کے قدموس ہوا امیر نے اس کا سر اٹھایا پھر بختک اور سارے بادشاہ امیر سے ملے امیر نے بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر تخت پر بٹھایا۔ بادشاہ نے امیر کو سرفراز فرمایا۔ اور باقی سب کافر امیر کے پیروں میں گر رہے۔ بعد ازاں بہمن نے دست بستہ ہو کر عرض کی کہ اے امیر فرمایئے اب کیا حکم ہے۔ امیر نے فرمایا کہ کہو لا الہ الا اللہ۔ ابراہیم خلیل اللہ غرضیکہ نوشیرواں مع دیگر کفار ظاہر میں مسلمان ہوئے۔

اور باطن میں ضلالت کفر سے نہ نکلے پس امیر نے حکم کیا نوبت خوشی کی بجائیں۔ اور جشن و عیش و خوشی کی مجلس آراستہ کر لیا۔

چھیالیسویں داستان

اب امیر رضی اللہ عنہ نے نوشیرواں کو معہ بہمن اور کفار کے بظاہر مسلمان کیا اور جشن کرتے تھے کہ ایک روز عمر معدی نے کہا کہ اے جہانگیر کوہستان میں چارہ ختم ہوا۔ امیر نے فرمایا کہ ژوبین کاؤس کے حصار میں گھاس خوب ہے۔ صبح کو چلو۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے امیر میں اب بہت ضعیف ہوا ہوں۔ اس لیے یہ چاہتا ہوں کہ باقی عمر فراغت سے رہوں۔ اور اپنا تخت و تاج مال اور متاع وغیرہ اسباب اپنی رضا و رغبت سے تو اسہ کو دوں۔ مگر بزرجمہر کو ہمراہ لے جاتا ہوں کیونکہ مدائن بزرگوں کی جگہ ہے۔ وہاں جانا رہتا ہوں امیر نے فرمایا کہ بادشاہ کو اختیار ہے۔ میں کسی امر میں مانع نہ ہوں۔ دوسرے روز امیر نے ژوبین اور بختک اور بہمن و لشکر کاؤس اور نوشیرواں معہ بزرجمہر مدائن کو روانہ کیا۔ غرض بعد قطع منازل کتنے روزوں میں یہ سب اپنے اپنے مقاموں میں پہنچے۔ اور فراغت سے رہنے لگے۔ اور امیر خود بھی

کاؤس میں پہنچ کر فراغت سے رہتے تھے ایک روز مکہ معظمہ سے قاصد آیا۔ اور امیر کو خواجہ عبدالمطلب کا خط آیا۔ امیر نے لفافہ کھول کر خط کو سر و چشم کو پر رکھ کر پڑھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اے فرزند ارجمند بہ جان و دل پیوند شیر بیشۂ شجاعت شہسوار مضمار شہامت امیر حمزہ زبدۂ عمرہ و شجاعت۔ خواجہ عبدالمطلب کی طرف سے بعد دعائے ترقی عمر و دولت و شجاعت کے معلوم ہو کہ ہم سب یہاں خدا کے فضل سے بخیر ہیں اور خیریت اس شجاعت شعار کی درگاہ پروردگار سے مطلوب ہے۔ یہاں کی حقیقت تمہارے دل شجاعت منزل معلوم ہو کہ جب سے خلائق جہاں آفرین نے اس شجاعت شعار کو پیدا کیا ہے۔ تب سے کسی حاسد نے قصد مکہ کا یہاں نہیں کیا تھا اب ان ایام میں شداد ابو عمر حبشی بادشاہ حبش بختک کے کہنے سے چڑھ آیا ہے۔ تم جلد ادھر آؤ اور کافروں کو مقہور کرو تو بہتر نہیں تو ہم سب ان کافروں کے نظر بند ہونگے الغرض جب امیر نے تمام خط کا مطالعہ فرمایا تو غصہ سے کاغذ عمر کے ہاتھ دیا۔ اور یاروں سے فرمایا کہ مجھے والدین کے دیدار کا شوق غالب ہوا ہے۔ اگر تمہاری رضامندی ہو تو چلا جاؤں اور تھوڑے دنوں میں واپس آؤنگا سب یاروں نے عرض کیا کہ البتہ جانا چاہیئے امیر نے فرمایا کہ اے بہمن تو میری کرسی پر بیٹھ اور میرے غائب ہونے کو حاضر جان اور میرے فرزندوں کو اپنا جان۔ بہمن نے سر زمین پر رکھا اور عرض کی کہ اے جہانگیر اس غلام کو کیا مقدور ہے کہ مخدوم کی کرسی پر بیٹھے۔ اور آپ کے فرزندوں کو اپنا جانے۔ کیونکہ آپ کے جو دو فرزند ہیں۔ وہ میرے صاحبزادے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا۔ تجھے کیا جیسا میں کہتا ہوں ویسا عمل لا۔ پس بہمن چپ ہو رہا۔ اور دم نہ مارا۔ الغرض امیر بہمن کو کرسی پر بٹھا کر آپ عمر بن عمیہ کو ہمراہ لے کر یاروں اور فرزندوں کو چھوڑا اور مہر نگار کو دلاسہ و دلبری دے کر مکہ میں روانہ ہوئے اور بعد قطع منازل و طے مراحل کے مکہ معظمہ میں پہنچے اور عمر بن عمیہ سے فرمایا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ تب عمر نے عرض کیا کہ اے اشقر دیوزاد کو جنگل میں چھوڑ کر حبشی کے لشکر میں جانا چاہیئے آگے جو مصلحت آپ کی ہو ویسا کریں تب امیر نے اشقر کو کہا کہ جب میں نعرہ کروں تب جلد آنا یہ فرما کر آپ تنہا حبشی کے لشکر کو گئے راہ میں دیکھا کہ بازیگروں کا گروہ حبشی کی طرف جا رہا ہے تب عمر بولا اے بازیگرو ہم بھی تمہارے ہمراہ ہیں اگر آپ ہم کو اپنے گروہ میں شامل کریں تو جو حصہ ہم کو ملے گا سو وہ بھی ہم کو نہ دینا غرض ان بازیگروں نے انکا کہنا سنکر بدل و جان داخل کر لیا تب عمر نے ایک ڈھول گلے میں ڈال کر امیر کو کہا کہ جب میں بولوں گا اے فولاد پہلوان تب آنا یہ کہہ کر حبشی کے لشکر اور بازی کا تماشا کرنا شروع کیا چنانچہ جو زنگی اوپر ہوتا عمر اڑ کر اس کے سر پر رکھ کر پاؤں اوپر کر کے ناچتا تھا تب دربانوں نے

شداد کو بازی گر کی حقیقت سنائی اور شداد تخت پر آکر بیٹھا اور تماشا دیکھتا تھا اور ہر ایک بازی میں انعام دیتا تھا جب عمر نے دیکھا کہ اب شداد اٹھے گا آگے جا کے آداب بجالایا اور بولا کہ اے بادشاہ میرا ایک غلام بہت قوی اور زور آور ہے اور میرا کہا نہیں مانتا مجھے بہت ستاتا ہے اگر تو اسے آداب سکھائے گا۔ اور میرے حوالے کرے گا تو بہت خوب ہوگا تب شداد نے کہا کہ غلام کو بلایا۔ تب عمر نے پکارا کہ اے فولاد آ۔ امیر آئے اور ڈھول زمین پر رکھ کر عمر کے برابر کھڑے رہے۔ تب شداد نے کہا اے بازیگر کے غلام تو اپنے صاحب کو کیوں ستاتا ہے۔ تب امیر نے کہا اے حرامزادے تو غلام تیرا باپ غلام مجھے تو غلام کہتا ہے۔ شداد غصہ میں آیا اور ایک تو عمر زنگی پہلوان کو کہا کہ سر اس غلام کا کاٹ لے تو عمر تلوار کھینچکر امیر کے پاس آیا۔ امیر نے اسکا ہاتھ اونچا پکڑکر دوسرے ہاتھ سے اسکی گردن پر ایسی لکی ماری۔ کہ وہ مر گیا القصہ امیر نے بدستور چالیس زنگی اجل رسیدہ کو مردار کیا۔ تب تو شداد آپ تلوار کھینچ کر امیر کے سر پر دوڑا۔ اور امیر کو مارنا چاہا امیر نے ایک ہاتھ سے اس کی تلوار پکڑ لی۔ اور دوسرے ہاتھ سے اس کا کمر بند پکڑ کر نعرہ مارا۔ اور زمین سے اٹھایا۔ اور سر سے بلند کر کے زمین پر پچھاڑا۔ اور اس کے سینہ پر بیٹھے اور کہا تو نہیں جانتا کہ حمزہ بن عبد المطلب ہوں۔ جب شجاعت انجام امیر کا نام شداد کے لشکریوں نے سنا تو بھاگنے لگے۔ تب شداد نے کہا کہ اے امیر میں نوشیرواں کے لکھنے سے آیا تھا۔ اب مجھے چھوڑ دو۔ امیر نے فرمایا۔ کہ میں ہرگز نہ چھوڑونگا جب تک کہ مسلمان نہ ہوگا۔ غرض وہ مسلمان ہوا اور امیر اسکے سینہ سے اترے۔ اور کھڑے ہو کر شداد کو گلے لگایا۔ اور اسی حالت میں خواجہ عبد المطلب مع عربوں کے امیر پشت پر کھڑے رہے تھے۔ جب امیر نے دیکھا۔ تو والد بزرگوار کے قدم بوس ہوئے۔ باپ نے فرزند کو گلے لگایا۔ اور امیر نے تمام عربوں کو خلعت دے کر سرفراز کیا۔ پھر شداد شہر میں آئے۔ اور شداد سے فرمایا۔ کہ قلعہ مکہ کو درست کرو۔ یہ کہہ کر آپ امیر اور عمر والد کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور قدم بوسی کے تھوڑے دنوں میں رخصت چاہی :۔

(باقی داستان شب فردا)

سینتالیسویں داستان

جن دنوں کی حمزہ والدین کی خدمت میں رہنے لگے۔ اور شداد حصار کی سے مرمت سے فارغ ہوا۔ اور امیر سے عرض کی کہ اگر حکم ہو تو اپنے شہر میں جاؤں۔ اور لشکر کے بند و بست سے فارغ ہو کر

لشکر میں آؤں۔ امیر نے فرمایا کہ جاؤ لیکن مسلمان رہنا۔ القصہ شداد اپنے ملک کو روانہ ہوا اور نزدیک مدائن کے پہنچا تب شداد نے اپنے دل میں کہا کہ نوشیرواں اگر مجھے نہ لکھتا تو میں یہاں آکر کیوں شکست کھاتا اور اس عرب کے ہاتھ سے کیوں فضیحت اٹھاتا۔ اور حلقہ غلامی کا کیوں کان میں ڈالتا بہتر ہے کہ نوشیرواں سے بدلہ لوں۔ القصہ شداد نوشیرواں کے دربار میں گیا۔ اور دربانوں کو کہا کہ بادشاہ کو خبر کرو کہ حبش کا بادشاہ آیا ہے دربانوں نے خبر کی نوشیرواں نے کہا آنے دو۔ پس شداد دربار میں جاکر بادشاہ کو کمربند سے پکڑ کر باہر لانے لگا۔ بادشاہی غلام تلواریں کھینچ کر دوڑے کہ شداد کو ماریں شداد نے کہا اگر تم مجھے مارو گے تو میں بادشاہ کو مار ڈالتا ہوں اور میرے مرنے کا غم نہیں مگر بادشاہ کے مرنے کا بڑا غم ہوگا تب بادشاہی غلام چپ ہو رہے اور شداد نے نوشیرواں کو اپنے لشکر میں لاکر باندھ کر حبش کو لے گیا اور لوہے کے پنجرے میں ڈال کر اپنے دربار کے روبرو لٹکا دیا۔ اور ہر روز ایک روٹی جو کی اور ایک گھونٹ پانی دے کر کہتا کہ اگر تو مجھے نہ بلاتا تو میں آکر اس عرب کے ہاتھ سے فضیحت نہ پاتا اور نہ کان میں غلامی کا حلقہ پہنتا نوشیرواں نے کہا کہ میں اس بات سے آگاہ نہیں ہوں یہ کام بختک کا ہے شداد نے کہا کہ جب تک تو بختک کو مجھے نہ دیگا میرے ہاتھ سے رہائی نہ پائے گا نوشیرواں ناہنجار نے باختیار خود قید میں رہنا قبول کیا لیکن امیر کو اس قضیہ کی خبر نہ تھی جب امیر نے والدین سے رخصت مانگی تو خواجہ عبدالمطلب نے فرمایا کہ اے فرزند ارجمند تم مدت مدید کے بعد آئے ہو ایک سال تو رہو۔ امیر والد کا کہنا مان کر رہے تب جاسوسوں نے امیر کے مکہ میں رہنے اور شداد پر فتح پانے کی سب حقیقت بختک کو پہنچائی بختک حرامزادے نے اپنے دل میں کہا کہ اب وقت فرصت کا ہے اس وقت نوشیرواں کی طرف سے ایک جعلی خط بہمن کو لکھنا چاہیئے کہ شداد عمر حبشی مکہ کو گیا تھا جب حمزہ اور عمر وہاں پہنچے تو شداد نے انہیں وہاں سولی پر چڑھایا اب تم عربوں کو مار کر مہر نگار کو نگاہ میں لاؤ۔ پس بختک نے اس مضمون کا خط لکھوا کر سربمہر کر کے قاصد کو ساتھ لیا اور وہ خود خط لیکر اجنبی صورت بنا کر عربوں کے لشکر میں آیا اور بہمن کو اپنے آنے کی اطلاع کرائی وہ اجازت پاکر پیش ہوا اور خط دیا بہمن نے خط پڑھا تو مضمون کو سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا افسوس ایسا مرد ایک کافر کے ہاتھ سے مارا جائے یہ کہہ کر بولا کیا مضائقہ ہے ایک حمزہ گیا تو گیا اس کے بوتے تو میں ہر ایک کو حمزہ تصور کر کے ان کا فرمانبردار ہونگا اور حبشی سے بدلہ لوں گا۔ اس قاصد سے حقیقت حال دریافت کی اور کہا ہزار افسوس اگر حمزہ مجھے مرنا تے تو میں شداد کو مارتا بختک نے کہا اے بہمن ایک حمزہ ہی مرد تھا باقی سب تھے

بچے تجھے ان بچوں کی اطاعت کرنا لائق نہیں ہے اگر تو نے مہر نگار سے نکاح کیا تو بادشاہ ہفت کشور کا داماد کہلائیگا
بہمن نے جب مہر نگار کا نام سنا تو دل میں نرم ہؤا اور ملعون کی ترغیب سے دھوکہ میں آیا اور کہا کہ اے بختک کیا کرنا چاہیئے
اس نے کہا کہ اس بھید کو خفیہ رکھ کر آسانیت سے مہر نگار کو ہاتھ میں لانا۔ زردہین نے کہا کہ دریا میں جا کر ایک عذر
شہریار سے کرتا ہوں کہ صبح میرے باپ کا بدرو زہے آپ معہ شہریار تشریف لاویں تو عین غلام نوازی ہے اس
کے بعد مینوں کا فر آگر کرسیوں پر بیٹھے اور زردہین نے امیر زادہ کے پایۂ تخت پر سر رکھ کر عرض کی اے جہاں پناہ فجر کو میرے
باپ کا بدروز ہے حضور معہ رفقاء اس خانہ زاد کے غریب خانہ میں تشریف ارزانی فرمائینگے تو غلام کے لیے زہے سعادت
اور موجب عزت ہوگا۔ غرض اس عاجزی کے ساتھ کہنے سے عرض قبول ہوئی اور دوسرے روز قباد شہریار معہ یاروں اور دوستوں
کے اس ناہنجار کے گھر میں تشریف لے گئے پس تناول طعام کے بعد شراب نوشی شروع ہوئی زردہین نے قباد کے قدموں
پر سر رکھ کر عرض کی کہ اے خداوند جیسا مردوں میں مجھے قبلہ عالم نے تشریف لا کر غلام کو سرفراز کیا ویسا بدستور زنانوں میں
خاتون مہر نگار عصمت شعار تشریف لاویں تو فقیر خانہ کی لونڈیاں کو سرخروئی اور عزت حاصل ہو۔ قباد نے اپنی والدہ
مہر نگار کو کہلا بھیجا کہ معہ کنیز وں سوار اس موذی کے گھر میں آ کے زنانہ خانہ میں عزت بخشیں زنانہ خانہ میں بڑی
زیب و زینت سے فرش آراستہ کیا تھا۔ سو مہر نگار وہاں آ کر بیٹھیں۔ اور عورتوں نے آ کر قدم بوسی سے عزت پائی
اور ایسا ہؤا کہ کسی کہا کہ اب تو بڑی عزت و حرمت سے بیٹھی ہے آگے معلوم ہؤا مہر نگار یہ سنکر سمجھی کہ کچھ
مکر ہے تب ایک خوجے کے اپنے فرزند کو بلا بھیجا اور قباد کا ہاتھ پکڑ کر سوار ہو کے قلعہ میں داخل ہوئیں عورتوں
نے کہا کہ بی بی کیوں جاتی ہو مہر نگار بولی کہ پھر آتی ہوں جب کافروں کو خبر ہوئی تو حیرت کے دانتوں
سے فکر کی انگلیاں کاٹ کر بولے افسوس شکار گھر میں آ کر چلا گیا۔ بختک نے کہا گئی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے
یہ کہہ کر بہمن کو اشارت کی کہ وقت مکر کا یہی ہے۔ تب بہمن نے کہا کہ افسوس ہرمز کے ہوتے عرب
زادہ تخت پر بیٹھے عمر بن حمزہ نے کہا اے بہمن کس واسطے ایسی باتیں بولتا ہے یہ سخن بہت ناشائستہ ہے
اور تجھے حمزہ نے کیا نقصان دیا ہے بہمن نے کہا عرب کفگیر خوار پشمینہ پوش سچ کہتا ہوں۔ لندہور نے
نے کہا اے کوہستانی تجھے حمزہ بڑے مرتبہ پر بٹھا گیا اس سبب سے ایسا سخن کہتا ہے اگر تیرے حوصلہ
کے موافق تجھے کم درجہ سے سرفراز فرماتے تو ایسا سخن نہ کہتا تب بہمن نے کہا مارو ان عربوں کو پس سارے
کوہستانی عربوں پر تلواریں نکال کر دوڑ پڑے عربوں نے بھی تب تلواریں اور نیزہ و تبر و کمند سے کوہستانیوں
کو مارنا شروع کیا لندھور نے ایسا گرز بہمن کی پیشانی پر مارا کہ وہ موذی گرہا سا لڑھکنے لگا۔ اور لڑنے

سے ناحق ہلاک ہوا انند ہور کو بھی کافروں نے زخمی کیا لیکن وہیں دربار میں شہید پڑا۔ بہمن نے اپنے لشکر سمیت سوار ہو کر دربار کو گھیر لیا اور تمام پہلوان دریائے خون میں غرق ہوئے اور سپریں منہ پہ لیکر تلواریں ہاتھ میں لیے بیٹھے تھے۔ تڑپنے کی طاقت نہ تھی۔ اتنے میں بہمن کی بہن زہرہ بانو جو عمر بن حمزہ کی عاشق تھی۔ اس لڑائی کی حقیقت سن کر اپنے دل میں بولی کہ اسے میرا معشوق مارا جائیگا تو میرا جینا محال ہو جائیگا یہ تجویز کرکے لباس مردانہ پہن کر ہتھیار کمر سے باندھ کر جنگل کی طرف سے حمزہ حمزہ کہتی ہوئی کافروں پر پڑی اور مارنے لگی۔ جب کافروں نے نام شجاعت اور نام حمزہ کا سنا تو بھی بھاگنے لگے بہمان نے بہمن کو پہچان کر کہا اے زہرہ بانو کیا کرتی ہے وہ بولی کہ بہتر ہے یہ کہہ کر اس نے ایک تلوار حرامزادے پر ایسی ماری کہ اس کا سر گیند کی مانند اڑ گیا۔ پھر بہمن کو چک آیا اس نے اسے بھی جہنم میں داخل کیا اور امیر کا لشکر بہ سلامتی قلعہ میں جا کر دروازے بند کرا کے دلاسہ دلیری سے کوہ سے کر عمر لوبل کی غمخواری میں مشغول ہوئی عرب قلعہ سے کافروں کو مارتے تھے اور کافروں نے بھی تمام قلعہ کے مورچے لگا رکھے تھے۔ دوسرے روز کافروں نے جب جنگ زور کیا۔ تب قباد شہریار نے مہر نگار سے کہا کہ اگر مجھے حکم ہو تو میں کافروں کو بغضل خدا مار کر آؤنگا۔ مہر نگار بولی اے فرزند تو ابھی بچہ ہے اور جنگ کا ڈھب نہیں جانتا کیا کرو گے قباد نے کہا اے والدہ میرے والد نے کم عمری میں کیسے کیسے کافروں کو زیر کیا ہے۔ تب زہرہ بانو نے کہا اے بی بی اگر شہزادے کو میرے ہمراہ کر دو تو میں لے جا کر کافروں کو بوتیاں مار خدا کے کرم سے تمہارے فرزند کو تمہارے پاس سلامت لے آؤں۔ تب مہر نگار نے فرزند کی کمر سے ہتھیار قاتل کفار باندھ کر گھوڑے پر سوار کر کے زہرہ بانو کے ہمراہ تمام لشکر روانہ کیا تب زہرہ بانو قلعہ کا دروازہ کھلوا کر باہر آئی۔ اور قباد شہریار نے میدان آراستہ کرنے کا حکم دیا اور گھوڑا دوڑا کر میدان میں پکارا۔ کہ اسے کافرو میدان میں آؤ۔ تب بہمن نے کہا کہ وہ آمد نہ کرے ہر مقصد سے بھرے گا کیوں اگر قباد کو جیتا پکڑ لوں گا۔ تو مہر نگار اس کے لیے میرے پاس آئیگی تب بہمن نے ہتھیار باندھے اور میدان میں اور قباد شہریار کے مقابل رہا۔ اور گرز گراں نکال کر شہزادے پر ایسا چلایا کہ آگ کا شعلہ نکلا مہر نگار اور باقی سب دست بدعا بدرگاہ مجیب الاعوات التجا کرتے ہوئے تھے تب تو شہزادے نے گھوڑا دبا کر کافروں کو ڈانٹا اور تیغ بیدریغ سے مارنا شروع کیا۔ اور زہرہ بانو پشت شہزادے پر کمر دی تھی۔ کافر سب بھاگنے لگے۔ اور شہزادے نے اتنے کافر مارے کہ ان کا حساب خدا جانتا ہے۔ اور عرب لشکر کفار کو لوٹنے لگے۔ اور چار کوس ان کا پیچھا

کر کے فتح و نصرت سے واپس پھرے اور داخل دولت خانہ ہوئے۔ مہر نگار نے گنج کھولے اور فقیروں کو تقسیم کئے۔ دوسرے روز کافر بھی آئے۔ اور قلعہ کو گھیر لیا۔ باقی داستان شب فردا۔

اڑتالیسویں داستان

جب چند روز گذرے تو عمر بن حمزہ اور لندھور اور دوسرے پہلوان زخمی تھے۔ سو غش سے آنکھیں کھولیں۔ اور مہر نگار سے گذشتہ حقیقت پوچھی۔ اور مہر نگار نے تمام حقیقت سے آگاہ کیا۔ اور عمر بن حمزہ نے فرمایا کہ حمزہ نے ان کے حق میں کیا بدی کی تھی۔ جو یہ کافر ہمارے حق میں ظلم و ستم کرتے ہیں۔ مگر سبب یہ ہے کہ جس جگہ بختک ہوگا۔ البتہ اسکا دل پھر آئیگا۔ یہ کہکر سب نے مشورہ کیا۔ کہ کافروں نے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ اور ہم سب زخمی ہیں۔ مگر جو خدا چاہے گا سو ہوگا۔ توکلت علی اللہ لڑائی کے نقارے بجوائے۔ اور میدان آراستہ کیا۔ اور میدان میں آکر پکارے کہ اے کافران بردستان ہر کسی کہ درمیان شما آرزوئے مرگ داشتہ باشد بمیدن مرداں بیائد۔ کہ ارادۂ وست وپا آوزی داریم۔ تب بہمن میدان میں آیا اور پکارا کہ اے عربو تم کس واسطے ناحق مرتے ہو حمزہ تو جہان فانی سے کوچ کر گیا۔ پس اب مہر نگار کو میرے حوالے کرو۔ اور تم جدھر چاہو چلے جاؤ۔ لندھور نے جب یہ بات سنی تو عمر بن حمزہ سے اجازت لے کر میدان میں آیا اور بہمن کے مقابل آکھڑا ہوا۔ اور کہا جو کچھ رکھتا ہے لا۔ تب بہمن نے گرز نکال کر لندھور کے سر پر مارا کہ شعلہ آتش کا نکل کر آسمان پر گیا۔ تب لندھور نے بھی بہمن کو ایسا مارا کہ اس نے سانپ کی مانند پیچ کھایا۔ پھر دونوں میں گرز در گرز ایسی لڑائی ہوئی کہ لندھور کے زخم تازہ ہوئے اور لہو کے نالے بہے۔ تب لندھور واپس ہوا۔ اور خیمہ میں بے ہوش ہو کر پڑا رہا جب رات ہوئی۔ تو دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام پر اتریں۔ اور رات بھر آرام کیا۔ پھر صبح ہوتے ہی لڑائی کے نقارے بجے اور دونوں لشکر مقابل کھڑے ہوئے۔ بہمن میدان میں پھر آیا۔ اتنے میں میدان کی ایک طرف سے گرد پیدا ہوئی۔ اور عیارانِ لشکر اسلام دوڑے۔ اور خبر لائے کہ ژوبین کا فرزند زعکہ نامی ژوبین سگ ناپاک کی مدد کو آیا اور اس کا قد پینتالیس گز لمبا ہے۔ اور سات سو من کا گرز لڑائی کے وقت پاس رکھتا تھا۔ جب عیارانِ عمر نے یہ خبر اپنے لشکر میں پہنچائی تب یاران امیر حمزہ بولے کہ ہمارا مددگار خدا ہے ہم زعکہ بن ژوبین سے کیا ڈر رکھتے ہیں غرض فرید زعکہ بن ژوبین کو ہرمز بن نوشیرواں اور ژوبین استقبال کر کے دیتے لشکر میں لائے اور خلعت پہنایا اور بہمن کے گھر میں آیا اور تمام حقیقت امیر اور یاران امیر کی باہم ہوتی رہی جب رات گزر کر صبح ہوئی۔ تو فرید زعکہ میدان میں آیا۔ اور حریف کو پکارا تب لندھور کا بیٹا فرہاد میدان میں آیا تو فرید زعکہ بولا لندھور کہاں ہے۔ فرہاد نے کہا کہ لشکر میں ہے فرید زعکہ نے کہا۔ باپ کے ہوتے کیوں مرنے

آیا ہے فرہاد نے کہا کہ تیرے جیسے کتے کیلیے میرا باپ کیوں آئے۔ میں تیرے گلے میں رسی ڈال کر ابھی لے جاتا ہوں
فرید زعکہ غصہ میں آیا اور سات سو من کا گرز قابوس ندیں سے نکالکر فرہاد پر مارا لیکن فرہاد ذرا نہیں ہلا۔ اور اس کو کچھ خبر نہیں ہوئی
فرہاد گرز ہاتھ میں اور فرید زعکہ پر مارا ایسا کہ شعلہ آگ کا نکلکر اوپر کو گیا ہے۔ تب فرید نے کہا کہ فرزند دلبند ہو تو مردانہ
ہے۔ یہ کہہ کر گرز در گرز لڑنے لگا یہاں تک کہ فرہاد کے زخم تازہ ہوئے اور لہو کے نالے بہے فرید نے کہا کہ
اے فرزند دلبند ہو مجھ سے تو کچھ اتنے زخم نہیں لگے۔ یہ لہو کہاں سے آیا ہے۔ تب فرہاد بختک اور ثر دبین کا
سارا قصہ کہا۔ پھر ان دونوں نے تلواریں پکڑیں اور دوسرے پر مارنے لگے۔ یہاں تک کہ رات ہوئی۔ تب یہ دونوں
اپنے اپنے لشکر میں گئے۔ اور فرہاد بے ہوش ہوا۔ جب رات گزری اور صبح ہوئی۔ دونوں لشکر سوار ہوئے
اور فرید زعکہ میدان میں آیا۔ اور ایک حریف کو بلایا۔ تب شیر بابک شیردانی میدان میں آیا۔ اور سارا دن لڑا۔ رات
کو اترے اب حمزہ صاحبقران کا حال سنو کہ وہ والدین کی خدمت میں فراغت سے رہتے تھے۔ ایک رات کو
خواب میں دیکھا کہ اپنے لشکر میں کافروں نے شب خون ڈالا ہے۔ اور تمام پہلوان زخمی ہوئے ہیں۔ غرضکہ
اس خواب کے ہول سے امیر ہوشیار ہوئے۔ اور عمر بن عمیہ سے فرمایا کہ اے دوست میں نے خواب دیکھا
ہے۔ عمر بن عمیہ نے کہا کہ تمہارا خواب جھوٹا نہیں ہے۔ حکم ہو تو جا کر خبر لاؤں۔ امیر نے اجازت دی پس عمر کی ہوا کی
مانند چلا اور راہ میں کہیں قرار نہ کیا۔ اور ادھر جب روز ہوا تو فرید زعکہ نے گھوڑے کو میدان میں چلایا۔ اور حریف
کو پکارا۔ تب لشکر سے استفتانوش پہلوان میدان میں آیا۔ اور لڑنے لگا۔ اور یکایک پیک عمر آخرالزماں پیدا ہوا۔ جب
سپاہ نے عمر بن عمیہ کو دیکھا۔ تو نقارے خوشی کے بجائے۔ اور اس کا استقبال کیا۔ بہمن نے عمر کا منہ دیکھ کر
بختک سے کہا کہ حرامزادے کیا عمر اور امیر کو علیش سے جھٹلی پڑھایا تھا۔ شداد ابو عمر حبشی سے دونوں کو مار دیا یہ سنتے
ہی بہمن نے بختک کی دوال میں ہاتھ ڈالا۔ اور سر پر لیجا کر اسے پھرایا۔ اور زمین پر ٹپکایا۔ لیکن اسے حیا تھا تاکہ نہ
کہ مرا۔ بہمن بہت غمگین ہوا۔ اور پریشان خاطر ہو کر جنگ میں پھرا۔ تب دونوں لشکر اترے عمر بن عمیہ
فرزندان امیر کی خدمت میں گیا۔ اور حقیقت پوچھی۔ سپاہیان حمزہ نے سب سے بیان کیا۔ عمر نے مرہم سلیمانی
نکالا۔ اور سارے یاروں کے زخموں پر لگایا۔ اور آپ اسی وقت پھر کر امیر کے پاس آیا۔ اور سب احوال
بیان کیے۔ تب امیر ہوشیار ہوئے۔ ماں باپ سے وداع ہوئے اور اشقر پر سوار ہو کر عمر کو ساتھ
لے کر گاؤس کے حصار کی راہ رات دن چلنے لگے۔ اور یہاں دونوں لشکروں کا نقارہ ہوا۔ اور
پہلوان سوار ہوئے۔ کہ یکایک جنگل کی طرف سے گرد پیدا ہوئی۔ اور پوچھا کہ یہ لشکر

کس کا ہے۔ خبرداروں نے کہا کہ یہ لشکر سرکپ ترک کا ہے۔ جو نوشیرواں کی مدد کے لیے آیا ہے۔ سب کفار خوش ہوئے
ہرمز تاجدار نے مع جلوس کے سرکپ ترک کا استقبال کیا۔ اور ہزار تعظیم سے لایا۔ تب سرکپ ترک نے پوچھا۔ کہ
حمزہ لشکر میں ہے۔ یا نہیں۔ کہا کہ اس کے بیٹے اور پہلوان ہیں۔ وہی لڑتے ہیں۔ تب سرکپ ترک نے کہا کہ
میں فجر کو میدان میں سب کو باندھ لاتا ہوں۔ تب فجر کو میدان کو آراستہ کیا۔ اور میدان میں فریدزعکہ آیا۔ اور
حریف کو پکارا تب سعد بن عمر بن حمزہ باپ کا حکم لے کر میدان میں آیا۔ اور گھوڑے کو کودانے پھرانے لگا تب
سب کافر سعد کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ اور بولے کہ عجیب تخم ہے۔ کہ بچہ بڑے پہلوان کو سامنے لڑنے کو آیا
ہے تب سرکپ نے کہا۔ کہ یہ بچہ کون ہے وہ کافر بولے کہ یہ حمزہ کا پوتا ہے جو فریدزعکہ سے لڑنے کو آیا ہے
سرکپ نے کہا کہ یہ فریدزعکہ سے کس طرح لڑے گا۔ بہمن نے کہا کہ تو تماشا دیکھ۔ اب سعد بن عمر نے پکارا
کہ اے کافر اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ پس فریدزعکہ فوراً میدان میں آیا اور سعد کے سر پر گرز مار کر کہا کہ اے
عرب میں نے تجھ کو پست کیا سعد نے کہا کہ میں اللہ کے حکم سے زندہ ہوں اے کافر جھوٹ کیوں بکتا ہے پھر
سعد نے تلوار خونخوار قاتل کفار نکال کر فریدزعکہ کو ایسی ماری۔ کہ اس بدذات کا داہنا ہاتھ مع گرز زمین پر گرا تب
وہ کافر بھاگا۔ پھر دوسرا وار بھی ایسا مارا کہ بایاں ہاتھ مع حمائل اتارا تب وہ موذی گدھے کی طرح زمین پر تڑپنے لگا
اور شکل عیار نے اس خر مردار کا سر بھالے سے لگایا اور امیر کے لشکر میں خوشی کی نوبت بجائی یہ حال دیکھ کر کافر متحیر
ہوئے اور سرکپ ترک نے ہنس کر کہا کہ ہزار آفرین اس کے والدین جنہوں نے ایسا فرزند پرورش کیا ہے
جب فتح ونصرت سے لشکر میں آیا تب عمر بن حمزہ نے اپنے فرزند پر سے زر و مال نثار کیا اور کافروں نے اِدھر
ہرمز کو تخت پر بٹھا کر بہمن کو اس بازو پر بٹھایا۔ اور کھانا کھا کر شراب کے پیالے گردش میں آئے اور آپس
میں کچھ باتیں جابجا کرنے لگے۔ جب سرکپ ترک نشہ سے مست ہوا۔ تو بہمن سے کہا کہ لے کوہستانی تجھ سے
عجب ہے۔ کہ مجھ سے بلند درجہ پر بیٹھے۔ بہمن نے کہا کہ کون کتا ہے۔ کہ مجھے ایسا کہے تب سرکپ ترک نے
کئی ایک مکے بہمن کی گردن پر مارے سرکپ دونوں بابہمن کے سینہ پر مار کر اور گرا کر آپ بہمن کے سینہ پر
چڑھ بیٹھا۔ اتنے میں ہرمز نے درمیان آکر چھوڑا دیا جب رات گذری اور صبح صادق ہوئی۔ اور دونوں فوجیں
تیار ہو کر میدان میں آئیں۔ اتنے میں ایک طرف سے گرد پیدا ہوئی جس میں سے ایک سوار اور ایک پیادہ
پیدا ہوا جو امیر خود اور عمر تھے۔ تب سب عرب دوڑے اور امیر کے پاؤں پر گرے امیر نے سب کو گلے
لگایا اور دلاسرو دلیری کی۔ اور خیمہ میں آکر رات کو آرام کیا۔ دوسرے روز مع فوج امیر سوار ہو کر میدان

میں آئے اور سب کافر بھی میدان میں حاضر ہوئے۔ کہ امیر نے اشقر کو جولان کیا اور فرمایا کہ اے کافر میں نے تمہارے حق میں کیا بدی کی تھی۔ جو تم چوروں نے میرے بعد میرے یاروں میرے فرزندوں سے بدی کی اے بہمن میں تجھے اپنی کرسی پر بٹھا گیا سو اس کا بدلہ یہی ہے جو تو نے ادا کیا خیر کیا مضائقہ ہے اب میدان میں آ۔ بہمن نے ہرمز سے کہا کہ میں حمزہ کے سامنے میدان میں نہیں جاسکتا ہوں۔ تب ہرمز نے سرکپ ترکپ سے کہا سو وہ گھوڑا دوڑا کر میدان میں آیا کہ اے خدا پرستان ہر کہ درمیان شما آرزوئے مرگ داشتہ باشد بمیدان بیاید کہ اراده دست و پا آوری وارم اور کہا کہ اے حمزہ خبردار بہ نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا تھا۔ پس گھوڑا آیا اور امیر کے

برابر آکر گرز اٹھا کے سر سے بلند کیا۔ اور امیر نے سپر کو چہرہ کی پنا کیا اور بہ جناب کبریا دعا کی اس سپر کی پناہ نہیں ہے۔ مگر تیری پناہ چاہتا ہوں۔ غرض کہ سرکپ نے سر پر زرک مارا امیر نے کہا کہ دو ضربیں تجھ کو دیں سرکپ نے بہ قوت تمام اور دو گرز بھی مارے پھر حمزہ نے سام بن نریمان کا گرز اٹھا کر سرکپ کو خبردار کر کے ایسا مارا کہ سرکپ تا بزانو زمین میں غرق ہؤا۔ تب سرکپ نے بڑی محنت و مشقت سے اوپر آیا اور گرز در گرز تا بشام حمزہ سے لڑتا رہا۔ تب امیر نے عمر سے کہا کہ نعرہ مار کے سرکپ کو اٹھاتا ہوں۔ اسوقت عمر اپنی رسم کو ادا یاران حمزہ خبردار ہوئے۔ اور اپنے موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کانوں میں ڈالی تب امیر جہانگیر نے اللہ اکبر کا نعرہ کیا اور سرکپ ترک کو اٹھا کر سر سے بلند کر کے زمین پر پچھاڑا جو کافر جنگل کو بھاگے تھے۔ ان کو عمر دوڑ کر پکڑ لائے اور اپنے لشکروں میں لے گئے۔ اور باندھ کر عمر کے حوالے کیا اور حمزہ کے نعروں سے کافر کے گھوڑے جو اپنے سواروں کو گرا کر نقارے خوشی کے بجائے اور دونوں لشکروں نے آ کر مجلس عیش و طرب کی مہیا کی تب امیر کے سامنے سرکپ کو حاضر کیا گیا امیر نے فرمایا اے کوہستانی میں نے تجھے کس طرح زیر کیا اس نے کہا کہ جیسے مردوں کو اور بہادر بہادروں کو زیر کرتے ہیں۔ ویسا ہی تم نے باندھا امیر نے اس کو کہا کہ کہو خدا ایک ہے۔ اور دین ابراہیم کا برحق ہے غرض کہ وہ مسلمان ہؤا اور امیر نے اس کے بند کھولے اور خلعت پہنایا عمر بن عمیہ نے ان میں غلامی کا حلقہ ڈالا اور عیش و عشرت کرنے لگے (باقی داستان شب فردا)

انچاسویں داستان

اس کے حمزہ خوشی کا نقارہ بجا کے فراغت سے عیش و عشرت میں رہنے لگے اور فجر کو نقارہ لڑائی کا بجا کر اشقر

پر سوار ہو کر میدان میں آئے اور کافر بھی مقابلہ میں آکر کھڑے ہوئے پس حمزہ نے فرمایا کہ اے بہمن تو آتا ہے یا میں ہی آؤں تب بہمن نے ہرمز سے کہا کہ میں زنہار نہ جاؤں گا مگر تمام لشکر کو تو حکم کر کہ عرب پر یکبار کی حملہ کریں غرض کہ ہرمز کے حکم سے عم رسول مختار قاتل کفار یعنی امیر حمزہ پر سب کافروں نے یکبارگی حملہ کیا امیر نے بھی دونوں

ہاتھوں سے کافروں پر تلواریں مارنی شروع کیں یہاں تک کے ان کافروں کے لشکر مارتے ہوئے جب امیر اور راتنے کافر مارے کہ ان کی تعداد سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہ تھی کافروں کے لشکر مارتے ہوئے جب امیر کو دوپہر ہوئی تو اپنے لشکر کو حکم کیا کہ مارو ان کافروں کو تب امیر کے لشکر نے کافر مارے۔ کہ کشتیوں کے پشتے باندھے اور ہاتھوں کے پشتوں میں لہو کے نالے بہے اور عمر بن امیہ امیر کی پشت پر کھڑے رہ کر کافروں کو شیشہ آتشی سے جلاتے تھے۔ اور حمزہ بھی مارتے کافروں کے مراتب تک جا پہنچے۔ تب ہوذی بہمن نے امیر کو خالی سر دیکھ کر زردہین سے کہا کہ اگر عمر کو حمزہ کی پشت سے دور کرے تو میں حمزہ کا کام تمام کرتا ہوں تب زردہین نے لشکر اشارت سے کہا کہ عمر کو امیر کی پشت سے جدا کرو۔ تب بہت کافر دوڑ کر حملہ آور ہوئے اور عمر کو امیر کی پشت سے جدا کیا۔ اس کے وقت بہمن نے امیر کے سر پر ایسی برچھی ماری کہ سر میں چار انگل زخم کیا تب امیر نے ہوشیار ہو کر مارنا چاہا مگر وہ نامرد بھاگ کر کافروں میں جا چھپا۔

امیر کا بہمن سے دوبارہ جنگ کر کے زخمی ہونا اور اشقر نے امیر کو ندی میں جا کر اور پن چکی والے کے گھر میں صحت پا کر جنگ کرنا اور عمر بن حمزہ کا بہمن کو قتل کرنا

اور کہا کہ حمزہ کو الیاس زخم مارا کہ تلوار خلق تک اتر گئی امیر کا لشکر یہ جانگداز مغموم ہوا۔ عمر بن عمیہ نے امیر کو ملنا چاہا لیکن اس انبوہ کثیر میں نہ مل سکے امیر کے زخم سے لہو بہت جاری تھا۔ اس وقت امیر نے اشقر زلبو داد کو کہا کہ مجھے اب کافروں میں سے نکال کر لے چل یہ کہہ کر دونوں ہاتھ اشقر کی گردن میں ڈال کر لپٹے اشقر نے امیر کو باہر نکالا تو کافروں نے اشقر کو پکڑنے کا ارادہ کیا تب اشقر کافروں کو لاتوں اور پاؤں سے مار کر مردار کرتا ہوا باہر نکلا اور ایک نالہ پر پہنچکر امیر کو پانی میں گرا کر آپ سرہانے امیر کے کھڑا رہا تب اس نالہ کا پانی امیر کے لہو سے سرخ ہو کر بہنے لگا یہاں سے تھوڑی دور ایک پن چکی تھی اس چکی کے پھیرنے والے نے دیکھا کہ پانی سرخ بہتا ہے۔ پس اس کی دریافت کو آگے بڑھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک مرد سرخ رو پڑا ہے اور نادر گھوڑا اس کے سرہانے کھڑا ہے۔ تب اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ وہ کوئی شہزادہ ہے اگر میں اس کی تیمارداری درست کروں گا تو البتہ مجھے سرفراز کرے گا۔ پس یہ تصور کر کے نزدیک آکر امیر کی دوال پکڑ کر زور کیا اور اشقر بھی اپنے دانتوں میں پکڑ کر زور میں شامل ہوا اور آپ بیٹھ کر امیر کو سوار کیا اور اس شخص نے امیر کو خوب باندھ کر گھر کی راہ لی اور گھر پہنچ کر اپنے بچھونے پر سلایا اس کی ماں نے پوچھا اے فرزند یہ تو نے کسے سلایا ہے اس نے کہا کہ یہ کوئی بڑا آدمی ہے زخمی ہونے سے گھوڑے نے لاکر زمین پر گرادیا یہ خیال کیا ہے اگر ہم اس کی خدمت کریں گے اور یہ جب تندرست ہوگا تو البتہ ہمارا حق خدمت پہنچائے گا اور اگر مر بھی جائے گا۔ تو یہ ہتھیار اور کپڑے ہمارا مال ہوگا۔ یہ کہہ کر تمام ہتھیار کھولے اور ایک ایک مٹھی نمک اور آٹا ملا کر زخم پر باندھا۔ اشقر اس کا سب کام دیکھتا تھا مگر چرنے کو نہیں جاتا تھا اگر وہ شخص کبھی خبر سے کہتا کہ چرنے کو جا تو اشقر تیسری آنکھ زلف کے نیچے سے نکال کر ڈراتا تو وہ متعجب ہوتا۔ اور کہتا کہ اس گھوڑے کی تین آنکھیں ہیں۔ جو ہم نے کبھی تین آنکھوں کا گھوڑا نہیں دیکھا اور نہ سنا القصہ ساتویں روز امیر کو ہوش آیا اور آنکھ کھلی اور اشقر کو اپنے سرہانے دیکھا تو خدا کو یاد کیا اشقر نے سر زمین پر رکھ کر سلام کیا۔ امیر نے اس شخص کو جو شتر شیر نام رکھتا تھا اشارت سے فرمایا کہ گھوڑے کا زین کھولو اور چرنے کو چھوڑ دو شتر شیر نے زین اتارا اشقر کو چرنے کے لیے چھوڑا امیر نے کروٹ بدلی اور شتر شیر کو بلا کر احوال پرسی کی اس نے ساری حقیقت بیان کی امیر نے فرمایا خاطر جمع رکھ کہ تیری محنت ضائع نہ ہوگی پر اب میں بھوکا ہوں ایک بکری کے گوشت کا شوربا لاؤ ایک بکری کے بدلے تجھے سات بکریاں دوں گا وہ شخص اپنی ماں کے پاس گیا اور جو کچھ کہ امیر نے فرمایا تھا سو کہا اور اس عورت نے اپنی سات بکریوں میں سے ایک بکری دی۔ تب وہ شخص امیر کے پاس لایا۔ امیر نے آہستہ

اٹھ کر اسے ذبح کیا اور شہر شبیر نے صاف کر کے شوربا پکا کر امیر کے پیش کیا امیر نے کچھ آپ پیا اور کچھ اسے بھی دیا دوسرے روز امیر نے ایک اور بکری مانگا۔ تو شہر شبیر نے کہا کہ وہ میں ماں کے پاس سے لایا تھا اب کہاں سے لاؤں کہ امیر نے کہا بکریاں تیری ماں کے پاس ہیں سو لے آؤ اور ان کے بدلے وہ جتنیاں بکریاں مانگیں قبول کر اور میری خبرداری اور غم خواری کہ جیسا تو نے شرط کی ہے ویسا بجا لا تب وہ عورت بولی کہ اے فرزند کیا فرماتے ہو امیر نے کہا کہ جتنیاں بکریاں تیرے پاس ہوں تو مجھے دے کہ ایک بکری کے بدلے سات دوں گا۔ اس عورت نے کہا کہ میرے پاس سب سات بکریاں تھیں سو ایک تم نے کل کھالی اب باقی چھ ہیں سو اب شرط کریگا اور اپنا نام بتا دیگا تو دونگی۔ امیر نے فرمایا کہ میرا نام سعد سیامی ہے اور حمزہ کا چھوٹا بھائی ہوں سوگند کھاتا ہوں کہ ایک ایک بکری کے بدلے دس دس تجھے دونگا جب اس عورت نے نام حمزہ کا سنا تب جا کر اپنے گھر سے لائی امیر ایک بکری ہر روز ذبح کرتے اور کھاتے اور لشکر نے اس رات کو جو امیر زخمی ہوئے تھے تمام رات امیر کو ڈھونڈا مگر نشان نہ پایا اور عمر بن عمیہ بھی رات دن پھرتے اور ہر چند تلاش کرتے تھے ولیکن پتہ نہ ملا کیونکہ پہاڑی میں اشقر کے سموں کا نشان نہ پایا گیا ایک دن عمر ڈھونڈتے ہوئے اس نالہ میں جا نکلے۔ تو وہاں اشقر کو چرتے دیکھا اشقر نے جب عمر بن عمیہ کو دیکھا تو پیشانی زمین پر رگڑی۔ اور آگے ہو کر شہر شبیر کے گھر کو لے آیا جب عمر اندر آئے تو دوڑ کر امیر کے پاؤں پر گرے امیر نے عمر کو گلے لگایا دونوں بہت روئے پھر کھانا موجود تھا سو کھایا۔ تب عمر بولا کہ اے امیر قریب ہے کہ مہرنگار جی چھوڑ دے امیر نے کہا اے عمر تو جا اور یاران کو مہرنگار کے یہاں لے آ تب عمر دوڑے اور امیر کی حیات کی خبر تمام یاروں اور مہرنگار کو سنائی پہلوانان نے شادیانے بجائے اور سوار ہو کر امیر کے پاس آئے مہرنگار اور عمر بن حمزہ کی بی بی اور سارے یار پہلوانان جو حاضر تھے اتنا کچھ مال و متاع شہر شبیر کو دیا کہ مال بروے حساب خراج نہ رکھتا اور ستر بکری بھی منگا کر شہر شبیر کو دی غرض کہ شہر شبیر غنی ہوا اور باقی تمام عمر خوش و خرم رہنے لگا۔ امیر نے وہاں سے کوچ کیا اور اپنے مقام پر آئے اور کافر بھی سوار ہو کر آئے امیر نے کہا کہ اے یاران ہم بھی کافروں کے طریق پر لڑائی کریں گے اور کافروں کو بازی دینگے جیسا کہ کافر ہم کو دیتے ہیں۔ اور ہشیار رہوں گا۔ تو میں ان سب کافروں کو ماروں گا عمر بن حمزہ نے کہا کہ میں جاؤں گا اور بہمن کی خبر لوں گا۔ لندھور نے کہا کہ میرے حصے زوبین ہے۔ اور دوسرے پہلوانوں نے نوشیرواں کے لشکر کو اختیار کیا اور دفعۃً نعرہ مار کافروں کے لشکر پر گرے اور ایسی لڑائی کہ کوئی قائم نہ رہا۔ اور کافروں کو لڑائی کی طاقت نہ رہی آخر بھاگنے لگے اور پہلوانانِ عرب نے ان کا پیچھا کیا۔ اور عمر بن حمزہ بہمن کے پاس پہنچے اور پکارا۔ کہ اے حرامزادے تو اب میرے ہاتھ سے کہاں لے جائے گا تب بہمن مقابل

عمر بن حمزہ کے ہوا امیرزادہ نے تلوار چلائی بہمن نے رد کی لیکن بہمن کے گھوڑے کی گردن کٹ گئی اور بہمن زمین پر گرا اور تلوار لیکر عمر بن حمزہ کے درپے ہوا عمر بن حمزہ نے پیادہ ہوکر بہمن کو تلوار خونخوار ایسی ماری کہ موذی برابر مردار ہو گیا پس اس کا سر امیر کے سامنے لائے لیکن امیر بہمن اور خنگ کیواسطے بہت روئے اور امیر کے دوسرے پہلوان

جو کافروں کا پیچھا کر کے گئے تھے انہوں نے بھی اتنے سر کاٹے کہ جن کا حساب خدا کو معلوم تھا۔ امیر بعد فتح کے خیمہ میں آئے اور شیامانے بجوائے اور آرام فرمایا اب یہ تازہ حال سنو کہ جس رات امیر حمزہ کشور ستان بہمن کے ہاتھ زخمی ہوئے اس وقت ایک پری لڑائی کا تماشا دیکھتی تھی سو اس نے جاکر قریشیہ اسماپری سے تمام حقیقت بیان کی اور زخمی ہونا ظاہر کیا تب اسماپری قریشیہ سلطان بنت حمزہ اور بہت سی پریاں کوہ قاف کا تحفہ لے کر امیر کی جگہ پرواز ہوئی اور سلاسل وزیر کو بادگار گردوں جا حمزہ میں روانہ کیا جب سلاسل نیک عقل بارگاہ میں آیا۔ اور سر نیاز زمین خدمت پر رکھ کر آداب بجالایا۔ تب امیر جہانگیر نے فرمایا کہ اے سلاسل کہاں آیا اس نے کہا کہ جہانگیر کی حالت زخم در پریشان سنکر بہ سبب غلام و کنیز حاضر ہوئے اسی وقت امیر نے یاروں سے فرمایا کہ تم کو کچھ معلوم ہوتا ہے یا نہیں یاروں نے عرض کیا ہم کچھ نہیں دیکھتے جب امیر جہانگیر مع یاراں اسماپری خیمہ میں آئے اور اسماپری و قریشیہ سلطان و ارضع پری کو گلے لگایا اور وہ بھی آداب بجالائیں تب امیر کشورگیر تخت پر بیٹھے پریوں نے امیر کے وفادار غمخوار جان نثار کو دیکھا۔ پھر پریوں نے عرض کیا کہ اے امیر ہم نے آپکے یاروں کو دیکھا۔ اور مہرنگار کے دیکھنے آرزو ہے اس یاروں نے عرض کیا کہ اے پہلوان جہانستان ہم پریوں کو دیکھیں گے امیر نے اسماپری کو اشارہ کیا کہ میرے یار و وفادار تم دیکھنے کا بہت اشتیاق رکھتے ہو اسماپری نے عرض کی بشرطیکہ کوئی کسی پر ہاتھ نہ چلائے پس پریوں نے اپنا حجاب دور کیا اور اس وقت امیر کے سب یاروں کو دیکھ کر متحیر و متعجب ہوئے تب امیر نے پریوں سے فرمایا کہ اب چلو تمہیں مہرنگار کو دکھاؤں اس وقت امیر تمام پریوں کو اپنے ہمراہ لے کر محل میں تشریف لائے اور قریشیہ سلطان بنت حمزہ و اسماپری زوجہ حمزہ و ارضع پری خوش دامن حمزہ اور کتنی پریاں اور آئیں اور مہرنگار سے ملیں اور قریشیہ سلطان مہرنگار کے قدم بوس ہو کر آداب بجالائیں۔ اور تمام پریاں مہرنگار کے حسن و جمال کو دیکھ کر شرمندہ ہوئیں۔ اور عرض کیا کہ ہم پریوں کو یہ حسن و جمال خدا نے نہیں دیا ہے اسی واسطے امیر کوہ قاف میں نہیں رہتے تھے پس چوتھے۔ روز پریاں امیر سے وداع ہونے کے وقت وہ تحفے جو ساتھ لائیں تھیں امیر اور امیرزادے کو روانہ ہوئیں (باقی داستان شب فردا)

پچاسویں داستان

امیر کشور گیر نے پریوں کو وداع کرنے کے بعد یاروں سے فرمایا کچھ خبر ہے کہ سب کافر کہاں بھاگ گئے ہیں عمر بن عمیہ نے عرض کی کہ میں سنتا ہوں کہ وہ جعفر کشمیری کی پناہ میں کشمیر میں جا رہے ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ افسوس بے عزت کافر میرے ہاتھ سے زندہ وسلامت بھاگ گئے اس وقت عمر بن حمزہ نے عرض کیا کہ اے قبلہ عالم اگر ان کافروں کے تعاقب کے لیے مجھے حکم ہو تو میں جاؤں گا اور چند روز میں سب کافروں کو باندھ کر لاؤں گا۔ تب امیر نے معدی کرب اور فرہاد بن لندھور اور استفتانوش کو مع اس کے سات بھائیوں اور زناہل کے لشکر دیکر روانہ کیا عمر بن حمزہ بعد قطع منازل و طے مراحل کے کشمیر میں پہنچے وہاں سب کافر قلعہ میں دروازہ بند کیے ہوئے تھے۔ امیر زادہ نے قلعہ کو گھیر کر لڑائی شروع کی ناگاہ وہاں سے قاصد قضا ایک گورخر نے پیدا ہو کر سپاہ عرب کو ضائع کیا تب لشکر میں شور پڑا عمر بن حمزہ اس کے مارنے کو سوار ہوئے۔ اور اس کے پیچھے گھوڑا دوڑاتے گئے جب رات ہوئی تو امیرزادے نے کوئی شکار مار کر اتر کر کباب اس شکار کے بنا کے کھائے صبح ہوتے ہی پھر وہ گورخر پیدا ہوا اور عمر بن حمزہ نے پھر اس کا پیچھا کیا جب دوپہر ہوئی تو گورخر ایک ٹھکانے پر غائب ہوا امیر نے یہاں جا کر دیکھا کہ پہاڑ کے نیچے ایک شہر فرغار نام ہے اور وہاں گلفرہ نام شدہ بن بیدہ کی بہن بالاخانے پر بیٹھ کر دیکھ رہی تھی اتنے میں اس کی نظر امیر بن پر پڑی اور اسی وقت ایک خواجہ کو دوڑایا کہ امیرزادے کو بلاؤ خواجہ بلانے آیا اے سوار تجھے شدہ بن کی بہن بلاتی ہے۔ تب امیرزادے نے کہا کہ میں عمر بن حمزہ ہوں اور شکار کے پیچھے یہاں تک آیا ہوں خواص یہ سن کر دوڑا اور گلفرہ کو خبر دی وہ بدبخت مدت سے ان کے دیدار کا مشتاق تھی۔ خواجہ کو بڑی تاکید کی اسکو ہزار منت ومعذرت سے یہاں تک لا کر اس کے شربت دیدار سے اپنی تشنگی کو تسلی بخشوں اور خواجہ آکر ہزار تعظیم وتکریم سے اس کریم ابن کریم کو گلفرہ تک لے گیا جب اس مشتاق نے عمر بن حمزہ کو دیکھا تو اس کے گل رخسار پر فریفتہ مفتون وشیفتہ ہو کر ہزار نزاکت سے بچھونے پر بیٹھایا اور انواع واقسام کی نعمتیں آگے لا رکھیں غرض بعد طعام کے شراب اور ارغوانی جواہر نگار پیالہ میں اتری اور وہ ناز وغمزہ سے پلانے لگی۔ امیرزادہ بھی مست وسرشار ہو کر بیٹھا تھا۔ تب گلفرہ اپنا دفتر عشق کھول کر عرض کرنے لگی کہ ایک سر گلستان شجاعت وملاحت میں مدت مدید عرصہ بعید سے مثل قمری کے تیرے عشق کا طوق اپنے دل وجان کی گردن میں ڈال کر مانند ماہی بے آب کے

عشق کے پھندے مثل قمری کے گرفتار ہو کے تڑپتی تھی اب مسبب الاسباب نے میرے طالع کی یاوری سے اس مشتاق کی جان کو آج تیرے دیدار سے تسلی بخشی اب تجھے لازم ہے کہ ہر صورت میری آتش شوق کو اپنے وصل کے پانی سے بجھا نہیں تو اس آگ سے میرا دل و جگر جل کر کباب بن جائے گا۔ اور جسم مانند قفس بے بلبل کے تیچ و تاب میں پڑے گا۔ امیرزادے نے فرمایا کہ تیری ایک ہمشیرہ میری نگاہ میں ہے اس لیئے تیرا اور میرا رشتہ بہت نازک ہے میں کام بد انجام ہرگز نہ کروں گا اگرچہ مروں گا تو بھی برے کام کو روا نہ رکھوں گا۔ گلقہرہ نے ہر چند منت و معذرت کی لیکن امیرزادے نے انکار ہی کیا اور فرمایا کہ میرے باپ کشمیر میں ہیں اگر وہ یہاں آئیں تو ان کی رضامندی سے تیرا کہنا مانوں گا گلقہرہ نے قاصد تیز رو کو بلایا اور ریاران عمر بن حمزہ کو کشمیر سے تھوڑے دنوں میں بلا یا راوی کہتا ہے کہ شہر فرغار ایک بڈھے ثد بین نام کے دو بیٹے ایک مہردار سر شبان اور دوسرا زرہ پی شبان تھے اس نے سنا کہ عمر بن حمزہ بہن ثد بین سے شراب نوشی میں مشغول ہے تب اپنے دونوں بیٹوں کو کہا کہ تم جاؤ اور امیرزادہ کو مارو تب وہ ہاتھوں میں لاٹھیاں لے کر دوڑے اور محل میں آئے اور عمر بن حمزہ کو پکارا کہ اے اوعرب تیری قدرت جو ہماری سرحد میں آئے اور شکار کرے عمر بن حمزہ یہاں بیٹھے تھے وہاں سے نہ ہلے اور کچھ نہ بولے تب مہردار سر شبان نے جھنجھلا کر امیرزادے پر لاٹھی چلائی عمر بن حمزہ نے ایک ہاتھ میں اس کی لاٹھی پکڑ کے دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر ایسی کی ماری کہ شبستان کا بیٹا زمین پر تڑپتا گیا۔ تب دوسرے بھائی نے اس کا یہ حال دیکھ کر امیرزادہ پر لاٹھی چلائی۔ اور اس کا بھی وہی حال ہوا پھر دو تین گھڑی بعد دونوں ہوشیار ہوئے اور وہاں سے اتر کر باپ کے پاس آئے۔ اور حقیقت بیان کی سبستان فرغاری نے سنا اور کہا کہ پسر حمزہ کی نصف الضاب کی بات یہ ہے کہ اگر بیٹا حمزہ یہ نہ کرے اور کیا کرے گا اب مشکل یہ ہے۔ کہ وہ بچہ ہے میں اس کو کیا ماروں۔ حمزہ سے مجھے ضرور کام ہے یہ کہہ کر چپ ہو رہا اور دو تین دن میں عمر معدی اور دوسرے پہلوان بھی آپہنچے گلقہرہ نے ان کو بہت تعظیم و تکریم سے بلا کر اپنے عشق کا حال سنایا تب عمر معدی کرب نے کہا اے امیرزادے تو سخت نادان ہے کہ ہم کو ناحق رنج میں ڈالتا ہے۔ عمر بن حمزہ ہنسنے اور کہا کہ اے عمر معدی میں کام لائق نہ کرنے کے ہوں میں کیوں کروں عمر معدی نے کہا کہ تجھے اختیار ہے کرے یا نہ کرے غرض جب رات ہوئی تو امیرزادہ مست ہو رہا تھا۔ کہ گلقہرہ بچھونے پر آئی اور عمر بن حمزہ پر ہاتھ ڈالا عمر بن حمزہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر منہ پر مارا اور کہا اے بی بی کتنی ہی شوخی اور بے حیائی کرے گی۔ نہ آگے میں نے بد کام کیا۔ نہ آئندہ کروں گا۔ گلقہرہ نے غصہ میں آکر دل میں تصور کیا کہ یہ میرے ہاتھ نہیں آئے گا بہتر یہ ہے کہ اسے دنیا سے

اٹھا کر میرے کام نہیں آیا میری بہن کے پیس اس نادان نے یہ بدگمان دل میں لاکر اور خنجر نکال کر حالت سرشاری میں اس شیر پیشۂ شجاعت کو شہید کیا اور اس کے بعد بہت پشیمان ہوئی اور شور مچایا کہ امیرزادے کو کسی دشمن نے مار ڈالا جب یاروں نے یہ آوازہ جانگزا سنی تو سب یکبار گی دوڑ کر آئے اور امیرزادہ کو شہید اور خون آلودہ دیکھ کر سب زمین پر گر کر لیٹنے لگے اور ماتم میں اپنے منہ کالے کر کے گھوڑوں کی اور دمیں کاٹیں اور گلفترہ کو قید کر کے پوچھا کہ اے بدبخت تو نے اس جوان شجاعت نشان کو کس واسطے مارا تب اس قاتل بدافعال نے کہا کیا کروں کہ مجھے نشۂ عشق نے دیوانہ کر دیا تھا۔ میں نے اسے حالت دیوانگی میں مار ڈالا اب مجھے بھی مار ڈالو تو مقصود دل کو پہنچوں گی۔ تب سب یاروں نے کہا کہ تو عورت ہے تجھے عورتوں سے مروائیں گے اور وہاں اسی رات کو امیر نے خواب میں دیکھا کہ عمر بن حمزہ لہو کے دریا میں تیرتا ہے۔ پس اسی وقت ہول سے ہوشیار ہوئے اور عمر بن عمیہ کو فرمایا کہ میں نے ایسا خواب دیکھا ہے عمر بن عمیہ نے عرض کیا کہ اے جہانگیر اگر حکم ہو تو میں خبر لاتا ہوں حمزہ نے حکم دیا اور عمر اسی وقت دوڑا اور منازل و مراحل طے کر کے کشمیر میں آکر سیاہ عرب سے پوچھا کہ حمزہ کا فرزند کہاں ہے سیاہ عرب نے کہا کہ معہ یاراں نزد بین کی بہن کے گھر مہمان ہیں شہر فرغار میں جب عمر بن عمیہ آئے تو یاروں کے رونے کی آواز سنی اور دل میں کہا کہ کچھ خیر نہیں جب یاروں نے عمر بن عمیہ کو دیکھا تو دوڑ کر پاؤں پر آگرے اور رو رو کر عمر بن عمیہ کو شہادت کی حقیقت سنائی عمر اسی وقت واپس ہوئے اور امیر کے پاس پہنچ کر بولے کہ آپ خاطر جمع رکھو۔ شہزادہ سلامت ہے لیکن تھوڑا زخم ہے۔ اور تمہیں بلایا ہے تب امیر معہ عمر شہر فرغار میں آئے عمر بولا ذرا اس باغ میں بیٹھ کر ذرا کچھ کھا کے جائیں امیر بیٹھے اور بکریاں کے ریوڑ سے ایک بکرا اور ذبح کر کے سینیں بھون کر لاتا تھا کہ فرغار کی نظر باغ پر پڑی اور دھواں دیکھا تب دونوں فرزندوں کو کہا کہ کوئی اجل رسیدہ متلاشی عزرائیل باغ میں دھواں کرتا ہے اسے پکڑ لاؤ تب وہ باغ میں آکر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ امیر اور عمر کباب کھاتے ہیں تب دونوں نے لاٹھیاں امیر پر چلائیں امیر نے دونوں کو دونوں ہاتھوں سے زمین پر پچھاڑا اور دونوں تو زمین پر پڑے رہے۔ اور ادھر فرغاری نے سوچا کہ بیٹوں کے آنے میں دیر ہوئی تب سات سو من کا گرز اٹھا کر آپ باغ میں آیا اور فرزندوں کو مثل مرغ نیم بسمل دیکھ کر نعرہ مارا کہ اجل رسیدہ عزرائیل کے ڈھونڈنے والوں اژدھے کے ڈنگ چاہنے والو یہ نہیں جانتے کہ یہ بکری کس کی ہے کہ ہم کھاتے ہیں امیر نے جب فرغاری کو دیکھا تو کہا یہ مرد بہت سخت ہے تو اٹھے اور فرغاری نے گرز زمین پر چلایا امیر نے ایک ہاتھ سے اس کا گرز پکڑا اور زور کر کے چھین لیا تب فرغاری کو اٹھایا اور زمین پر

بچھاڑا۔ تب اس نے پوچھا کہ اے مرد تو کون ہے۔ اور تیرا نام کیا ہے کہ سات سو سال کی عمر میں کسی جوانمرد نے مجھے ایسا سہل نہیں اٹھایا۔ جیسا کہ تو نے کدد کیطرح اٹھا لیا ہے امیر نے فرمایا بول خدا ایک ہے اور دین مبین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے۔ اس نے اقرار کیا اور مسلمان ہوا۔ تب فرخاری نے چاہا کہ عمر بن حمزہ کی حقیقت عرض کرے۔ مگر عمر نے اشارت سے منع کیا۔ پھر امیر سوار ہوئے۔ اور فرخاری اور دونوں بیٹوں اور عمر سمیت شہر میں داخل ہوئے۔ تب دیکھا کہ گھوڑوں کی عیالیں کٹی ہیں۔ امیر نے وہیں نعرہ مارا اور زمین پر گرے اور رونا شروع کیا۔ اور یاران و پہلوانان آکر امیر کے قدموں پر گر کر رونے لگے۔ اور گلفہرہ کو باندھ لائے۔ اور امیر کو حقیقت سے آگاہ کیا۔ امیر نے فرمایا کہ اے حرامزادی تو نے میرے گل نونہال کو جڑھ سے کیوں اکھاڑا۔ پھر فرمایا کہ اسے مارو۔ عمر بن حمزہ کے پاس لے جاؤ اور خبر کرو کہ تیرے فرزند کو اسنے مارا ہے۔

گلچہرہ ہمشیرہ اژدہین کا چھاتی پر چڑھ جانا عمر بن حمزہ کو خنجر سے مارنا اور امیر نے یاروں سمیت ماتم کرنا اور گلچہرہ نے اپنی ہمشیرہ گلچہرہ کو مار کر ٹکڑے کرنا

جب گلچہرہ کو عمر بن حمزہ کے پاس لے گئے اور احوال بیان کیا تو وہ بہت رونے لگیں اور ایسا نالہ کر دیکھنے اور سننے والوں کو بیہوش کر ڈالا۔ امیر نے چالیس روز تک فرزند کا ماتم کیا۔ پھر عمر بن حمزہ کو تابوت میں رکھ کر کاؤس کے حصار کو بھیجا۔ بعد فاتحہ کے گلچہرہ نے اپنی بہن گلچہرہ کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ اس کے بعد امیر کشور گیر کشمیر کو آئے اور جب قلعہ میں کافروں کا لشکر بھاگ کر پناہ گزیر ہوا۔ اس کے پاس پہنچکر فرمایا کہ اس جگہ کی شامت سے میرا بیٹا تلف ہوا۔ یہ کہہ کر کوٹ کے دروازے توڑ کر اندر آئے۔ اور کشمیریوں اور کافروں کو مارنے لگے کشمیر کے بادشاہ نے امان مانگی۔ امیر نے حضرت کو امان دی۔ اور مسلمان کیا۔

اور وہاں سے کوچ کر کے کاؤس کے حصار کو آئے (باقی داستان شب فردا)

اکیانونویں داستان

جب نوشیرواں بیٹا ہرمز مدائن کو آیا اور حقیقت پوچھی تب سنا کہ نوشیرواں کو شداد حبشی لے گیا ہے تب
بزرجمہر کو کہا کہ نوشیرواں کس تدبیر سے خلاص ہوگا۔ مجھے بتائیں کہ وہ تدبیر کروں بزرجمہر نے کہا کہ حمزہ جائیگا
تو نوشیرواں خلاص ہوگا اور وہ آسانی سے لائے گا ہرمز نے کہا کہ حمزہ کس طرح سے جائے گا بزرجمہر نے کہا
کہ تو اپنی ماں سے کہہ اس نے ایسا ہی کیا تب، ہرمز کی ماں زرینہ کفش نے ضرورت جان کر امیر کو خط لکھا کہ اے
فرزند جان اس بات کو مدت بعید سے نوشیرواں شداد کی قید میں ہے عجب ہے کہ تمہارے ہوتے نوشیرواں
کو دوسرے زور آزما دیں جب اس روش کا نوشیرواں کی بی بی نے بھیجا تو وہ خط کھول کر حمزہ نے پڑھا اور خط لانے
والے کو کہا کہ جا اور زرینہ کفش سے کہیں جاؤں گا اور بادشاہ کو لاؤں گا اگر میرے حق میں اس نے چڑھائی
کی تو میں اس ظالم کو جو عادل کہلاتا ہے اور عدالت کو تلف کرتا ہے جو چاہوں گا سو کروں گا اب تو اس کو چھوڑنا
فرض ہے یہ بول کر عمر بن حمزہ کی طرف دیکھا اور کہا کہ چلو حبش کی طرف چلیں اور نوشیرواں کو لادیں عمر بن
عمیہ نے عرض کیا کہ اس کے چھڑانے کو میں نہ جاؤں گا بلکہ ادھر کو پاؤں بھی نہ رکھوں گا امیر نے فرمایا کہ بھلا
تو مت آ۔ مقبل حلبی کو ہمراہ لیا اور یاروں کو وداع کیا اور روانہ ہوئے تب عمر بن عمیہ نے عرض کی کہ اے
امیر جانے تو ہو پر جانے سے پشیمان ہو گئے امیر نے فرمایا اے چور کیا تو اپنی کرامات بتاتا ہے تب
عمر نے کہا جاؤ خدا کو سونپا پھر امیر جہانگیر مقبل حلبی کو ساتھ لیے ہوئے بعد قطع منازل و طے مراحل حبش
داخل ہوئے اور ایک باغ میں اترے اور گھوڑا چرنے کو چھوڑا۔ جب رات ہوئی تو امیر نے کہا بہتر
تو یہ ہے کہ شداد کے دربار میں عیاری سے جائیں اور نوشیرواں کو لے آئیں شاید کہ شداد مجھ سے پھر گیا ہو
اور جب اپنے کو ظاہر کروں گا تو کام بہت بیڈھب ہوگا۔ مقبل نے کہا کہ جو خاطر شریف میں آئے ہو بہتر ہے
وہی کرنا چاہیئے غرض جب آدھی رات گذری تو امیر نے کہا کہ کالے کپڑے لاؤ تو پہنو۔ غرض کپڑے پہنے
اور حضرت شیث علیہ السلام کی کمند لی۔ اور پاپیادہ شہر کے اندر گئے اور قلعہ کے نیچے آکر کمند کو کوٹ کے
کنگرہ پر لگایا اور اوپر چڑھے اور شداد کی بارگاہ کے اندر اترے تو دیکھا کہ شداد تخت پر سویا ہے اور شراب
و نقل و میوہ تخت کے طبق میں رکھا ہے۔ اور نوشیرواں کو پنجرے میں ڈال کر لٹکایا ہوا ہے۔ اور ایک

کالا بچھو شداد کو کاٹنے کا قصد کرتا ہے امیر نے اس بچھو کو مارا اور میوہ کھا کر اور شراب پی کر پرچہ لکھا کہ اے شداد جان پہچان کہ میں نوشیرواں کو بچانے آیا ہوں اگر تجھے نیند سے جگاتا تو تو پراگندہ خاطر ہوتا یہ سمجھ کر نہیں اٹھایا اور کالا بچھو کاٹنے آیا تھا اسے مار کر اور میوہ و شراب پی کھا کر نوشیرواں کو لیے جاتا ہوں اور تجھے معلوم ہونے کیلیے یہ پرچہ لکھے جاتا ہوں پس نوشیرواں کو مقبل کے پاس لائے اور دئے کہ گھوڑے پر زین کر مقبل ہر چند گھوڑا ڈھونڈا پر نہیں ملا تب امیر ڈھونڈنے لگے اور وہاں پر شداد بیدار ہوا اور نوشیرواں کو نہ دیکھا اور بچھو اور لکھے ہوئے مضمون کو دیکھ کر اپنے لشکر کو پکارا کہ حمزہ واحد آیا ہے اس کا کام کرو تمام۔ کیونکہ اس نے مجھے جادو سے باندھا تھا پھر ہزار سوار لے کر باہر آیا اور باغ میں پہنچا اور نوشیرواں سے پوچھا کہ حمزہ کہاں ہے تب اس نے ایمان سے کہا کہ میں نے خطا کی تو جان بخشی کر تو حمزہ کو بتاؤں پھر شداد کو نوشیرواں نے کہا کہ حمزہ اس راہ سے گیا ہے شداد ڈھونڈتا آگے کو گیا تو مقبل گھوڑے کو لیا آتا تھا۔ شداد نے مقبل کو کہا باندھو پس شداد کے مقبل اور اشقر پر کمند کے ساتوں حلقوں پڑھے اور باندھ لیا لیکن امیر کو ہر چند تلاش کیا نہ پایا تب شداد نے کہا میں جانتا ہوں۔ کہ حمزہ ریگستان میں پھنسا ہوگا۔ کیونکہ نگبار حبش کا بالو مشہور ہے سو حمزہ بالو پر گیا تو پیاسا مر جائے گا تب شداد معہ نوشیرواں حصار کادس کو روانہ ہوا اس سے کہ مہرنگار اور حمزہ کو جہاں سے اٹھاؤں گا اور امیر راہ گم کر کے بالو میں پڑے تھے۔ اور جدھر جاتے ادھر اجاڑہ اور ریگستان پاتے تین دن اسی طرح سرگرداں پھرے مگر راستہ نہ پایا بہت حیران رہے اور آفتاب کی گرمی اور شدت ناقہ سے قریب نزع پہنچ کر جناب مسبب الاسباب میں دعا کی پھر اسی رات عمر نے خواب دیکھا کہ حمزہ مٹی میں رلتے ہیں اس وحشت آلودہ خواب سے بیدار ہو کر یاروں سے بولا کر مجھے جانے کی اجازت دو پس اجازت پاکر عمر روانہ ہوا اور راہ میں لشکر پایا کسی زنگی سے پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے اس نے کہا کہ شداد حبشی کا ہے۔ مہرنگار کو لینے جاتا ہے عمر نے کہا حمزہ نوشیرواں کو لینے گیا تھا سو وہ کہاں ہے اس نے کہا کہ حمزہ ریگستان میں غلطاں ہے عمر وہاں سے بالو پر آیا اور ڈھونڈتا تھا۔ امیر پر پانچ روز تک فاقہ گذرا تھا اور تپیاس نے بیزہ دور کیے تھے۔ اور مانند ماہی لب بالو پر تڑپتے تھے اور عمر ہر طرف پکارتا تھا۔ اور حمزہ اس کی آواز سنتے تھے لیکن جواب دینے کی طاقت نہ رکھتے تھے تب عمر بن حمزہ کے پاس آیا۔ اور دیکھا کہ بات کرنے کی طاقت نہیں ہے تب اپنی زنبیل سے ایک پیر شراب کا نکال کر دیا تب امیر نے آنکھیں پھیریں اور عمر نے ایک پیالہ اور پلا دیا کہ امیر کی سب ماندگی رفع ہو گئی اور تندرست ہو گئے اور ہتھیار کمر سے باندھے کر پھر عمر رہبر ہوئے اور حبش کو روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر اشقر اور مقبل حلبی کو قید میں دیکھا۔ اشقر نے امیر کو دیکھتے ہی زور کیا۔ اور کمند کے حلقے توڑے

اور امیر کی خدمت میں آیا اور امیر کے قدموں پر پڑا۔ پھر امیر سوار ہوئے اور چڑھ کر مقابلہ کو آئے۔ اور چکیدار امیر کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ پھر مقبل کو چھوڑ آیا اور شہر میں آ گئے اور وہاں شداد کا بیٹا تھا جو ہزار سوار لے کر باہر آیا تھا اور پکارا کہ اے عرب تو میرے باپ کے ڈر سے اب تک کہاں تھا۔ امیر نے اشقر کو دوڑایا اور میدان میں آ گئے اور فرمایا کہ اے کافر ایک بار تیرے باپ کو حلقہ بگوش کیا۔ اب وہ پھر بے ایمان ہو گیا اور بے ادبی کی اب کی بار میں اس کو جہنم کی طرف روانہ کروں گا۔ شداد بد نہاد کے فرزند نے تلوار امیر کشور گیر پر چلائی امیر نے اس کا ہاتھ ہوا پر پکڑا اور اس کی گردن میں ایسی مکی ماری کہ گھوڑے پر سے زمین پر گرا امیر نے جست ماری اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور مشکیں باندھ کر عمر کے حوالے کیا تب اس نے کہا یا امیر مجھے کس واسطے باندھتے ہو امیر نے فرمایا اگر صدق دل سے مسلمان ہوگا تو چھوڑ دوں گا اس نے اقرار کیا امیر نے چھوڑ دیا اور اس کو غلامی کا حلقہ پہنایا تب اس نے امیر کے قدموں میں گر کر کہا کہ شہر میں چل کر غلام سرفراز کرو تاکہ حق خدمت گزاری کو مہمانداری کا بجا لاؤں امیر نے کہا کہ میرا دل تیرے باپ سے تعلق رکھتا ہے اگر مسلمان رہا تو بڑی خدمتوں پر سرفراز کروں گا آخر تو عمر نے ہزار تعظیم و تکریم سے امیر کو شہر میں لے جا کر شداد کے تخت پر بٹھایا اور کھانا کھلایا اور پیالہ شراب کا گردش میں آیا۔ اور اسی طریق سے تین روز امیر کی مہمانداری کی پھر امیر نے وہاں سے کوچ کیا اور کاؤس کے حصار کی راہ لی جب شداد اور نوشیرواں حصار کاؤس کے پاس آ گئے تو ہرمز کو لکھا کہ زوبین کو لے کر مع لشکر آئے تب وہ نوشیرواں سے آملا اور شداد لڑائی کا نقارہ بجوا کر میدان میں آیا اور گھوڑا کودایا اور اس گھوڑے کا نام شبرنگ تھا۔ اور ایسا گھوڑا تھا کہ ایک سو بیس من لوہا اس کی نعل اور میخ کو لگتا تھا۔ غرض اس زمانے میں ویسا گھوڑا نہ تھا۔ پس میدان میں آکر پکارا کہ اے عمر بن حمزہ کو مار کر آیا ہوں اور اب تم میں سے جسے مرنے کی آرزو ہو سو میدان میں آئے تب لندھور نے ہاتھی میدان میں ڈالا اور حریف کے مقابل آکھڑا ہوا۔ اور گرز اٹھا کر مارا۔ پھر ان دونوں میں گرز چلتا رہا مگر شداد تلوار کا ہنر خوب جانتا تھا ایک تلوار لندھور پر ایسی ماری کہ لندھور زخمی ہوا اور رات ہوئی۔ تب دونوں فوجیں پھریں اور شداد میدان میں آیا اور ادھر سے فرہاد گیا سو مقابلہ میں یہ بھی زخمی ہوا پھر عمر معدی کرب آیا جو زخمی ہوا۔ غرض جو پہلوان اس حبشی کے مقابلہ کو جاتا تو زخمی ہوتا۔ جب فرخاری نے یہ دیکھا تو گھوڑا میدان میں ڈالا اور سات سو من کا گرز نکال کر گھوڑے کو دبا کر شداد پر مارا شداد نے ہر چند چاہا کہ فرخاری کو زخمی کرے لیکن زخمی نہ کر سکا بلکہ فرخاری نے شداد کو بہت تنگ کیا کہ شام ہو گئی تب دونوں لشکر پھرے دوسرے روز شداد پھر میدان میں آیا۔ اور فرخاری نے بھی گھوڑا میدان میں ڈالا اور شداد کو اتنا مارا کہ وہ بولا تو جا کہ میں تجھ سے نہیں لڑتا۔ دوسرے کو بھیج۔ فرخاری بولا کہ

جب تک تجھے نہ باندھوں گا تب تک کسی طرح سے نہ جاؤں گا یہ کہہ کر لڑنے لگے تاکہ دوپہر ہوئی تب شداد نے پیٹھ پھیری اور فرخاری اس کے لشکر کو گرز سے مارتا ہوا چلا گیا پھر دونوں لشکر اترے اور رات کو آرام کیا دوسرے روز شداد نے گھوڑا میدان میں کود دیا اور پکارا کہ سوائے فرخاری کے کوئی اور میرے مقابل آئے استقتا لوش میدان آیا اور شداد نے اس پر حملہ کیا اس نے روکا۔ اور پھرتے وقت شداد کے بازو پر ایسی تلوار ماری کہ اس کا ہاتھ ناکارہ ہوا تب شداد نے گھوڑا دوڑایا اور بھاگ کر اپنے لشکر میں گیا۔ اور طبل بازگشت بجوایا دونوں فوجیں اتریں اور شداد کے علاج میں مشغول ہوئے پھر کتنے دنوں تک لڑائی نہیں ہوئی القصہ ایک چور عیار گلیم پوش نے بادشاہ کے پاس آکر کہا کہ فرماؤ تو رات کو عرب کے لشکر میں جا کر ہر ایک پہلوان کا سر کاٹ کر لے آؤں۔ جس کا مطلوب ہو غرض نوشیرواں کی اجازت سے وہ گیا۔ اور عرب کے سارے لشکر میں پھرنے لگا۔ اور امیرزادہ قباد شہریار کے دو عیار یعنی مشکل عیار اور فتح عیار پہرہ پر تھے۔ جو بارگاہ کے پاس پھرتے رہتے تھے سو گلیم پوش بھی ان میں آکر پھرنے لگا۔ اور فرصت پاکر امیرزادہ کے خیمہ کی میخ اٹھا کر اندر گیا۔ اور قباد شہریار کو سوتے دیکھا۔ اور خنجر نکال کر امیرزادے کا سر تن سے جدا کیا اور ڈیرے سے باہر نکلا۔ اور جاتے وقت عمر بن عمیہ کے عیاروں نے دیکھ کر پکڑنا چاہا مگر وہ نکل گیا اور انہوں نے امیرزادے کا سر جو اس کے ہاتھ میں دیکھا تو سب کے سب رونے لگے۔ اور مہرنگار نے یہ خبر سن کر سر پھوڑا اور تن پر پچھاڑیں کھانے لگیں۔ اور گلیم پوش عیار کو پکڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا جب اسے مارا تو کہا کہ جو ہوا سو پھر نہیں آیا مہرنگار ماتم کرنے لگیں۔ اور نوشیرواں بھی سن کر پشیمان ہوا اور نواسے کا ماتم کیا اور کتنے روز لڑائی موقوف رہی اور دونو لشکر یہ سن کر ماتم میں رہے۔ اور پشیمانی و غم کی حالت میں تھے۔ (باقی داستان شب فردا)

بانویں داستان

جب پہلوانان عرب قباد شہر کے ماتم سے فارغ ہوئے تو دونوں لشکروں سے نقارے کی آواز آئی اور دونوں لشکر تیار ہو کر میدان کارزار میں آئے تب شداد نے گھوڑا دوڑایا اور ادھر سے فرخاری بھی نکلا۔ غرضیکہ عرب کے پہلوان لڑنے لگے کہ یکایک جنگل میں گرد پیدا ہوئی۔ اور اس گرد میں سے امیر اور عمر نکلے۔ عرب کے پہلوانوں نے حمزہ کو دیکھا تو یکبارگی دوڑ کر استقبال کیا۔ پس شداد نے اسی وقت فرصت پاکر جنگل کی راہ لی۔ جب امیر نے یاروں کو دیکھا۔ اور ملاقات کی۔ تو بعد اس کے فرخاری کو دیکھا کہ وہ کہاں ہے۔ میدان میں

چھوڑ آیا تھا کہا افسوس جیتا بھاگا اسی وقت اس کا پیچھا کیا اور اشقر کو دوڑایا اور نزدیک پہنچے اور پکارے کہ اے کافر
میرے ہاتھ سے جان کہاں لیجائے گا تب شداد نے دیکھا کہ امیر پہنچے تو امیر کے ڈر سے بائیں طرف دیکھنے لگا غرض
سیدھی طرف ایک دیوار دیکھا تو اس دیوار میں جا چھپا۔ امیر نے لندھور کو فرمایا کہ اس کے گلے میں کمند ڈالو اور کھینچو امیر
کے حکم سے لندھور نے بت خانے کے دروازے سے کمند اس کے گلے میں ڈالی اور کھینچا اور زور کیا دیکھا تو شداد
واصل جہنم ہو گیا پس امیر نے اس کا گھوڑا جو شبرنگ تھا سو لندھور کو دیا لندھور اس پر سوار ہوا۔ پھر عمر بن عمیہ بھی پہنچے
اور شداد کا سر کاٹ لیا اور بھالے پر چڑھایا اور فتح و نصرت سے واپس پھرے اسی وقت امیر یاروں سے آہستہ
آہستہ باتیں کرتے ہوئے آتے تھے جس وقت امیر نے شداد کا پیچھا کیا تھا سو سب پہلوان بھی ایک ایک کر کے گئے
تھے۔ تب ژدہین بے دین نے دیکھا کہ سپاہ عرب کے سب پہلوان امیر کے پاس گئے ہیں اور اب یہاں
سوائے مہرنگار فوج و کثیر غلام اور فوجوں کے جو گرد مہرنگار کے کھڑے ہیں۔ اور کوئی سردار نہیں ہے۔ تب
ژدہین بے دین نے بختک سے کہا مہرنگار کو ہاتھ میں لانے کا یہی وقت ہے کیونکہ حمزہ اور پہلوان سب شداد کے پیچھے گئے
ہیں اور ان سب کے آنے تک میں اپنا کام کرتا ہوں بختک نے کہا کہ شتابی کر تب ژدہین بے دین نے اپنے لشکر سے
ادھر کا قصد کیا مہرنگار نے دیکھا کہ ژدہین نزدیک آ پہنچا تو کمان پکڑ کر تیر چلایا جو ژدہین کی چھاتی میں لگا۔ تب ژدہین
نے غصہ سے خیال کیا کہ یہ عورت میری ہرگز نہ ہو گی۔ پس یہ بہتر ہے کہ اس کو جہان سے اٹھاؤں یہ اقرار
دے کر مارنے کا قصد کیا اور مہرنگار پر ایک ضرب تلوار کی ایسی ماری کہ وہ زخمی ہوئی اسی وقت امیر بھی پہنچے اور
ژدہین بے دین کو اس حال میں دیکھ کر جھٹ اسی پر پہنچے۔ اور ژدہین نے ایک وار امیر پر بھی کیا امیر نے اس تلوار کی
ضرب ڈھال کے نیچے پر روکی اور اپنے دونوں پاؤں رکاب میں مضبوط کر کے اور کاٹھی زین کو خالی چھوڑ کے بقوت
تمام تلوار کی ایک ضرب ایسی ماری کہ ژدہین دو ٹکڑے ہوا جب ژدہین کے لشکر نے اس حال کا مشاہدہ کیا تو
سب بھاگنے لگے۔ اور امیر بھی پھر کر اپنے لشکر میں آئے اور متوجہ محل خاص ہوئے جب محل کے اندر آئے
تو مہرنگار کو حالت نزع میں دیکھا تب امیر نے عمر بن عمیہ کو فرمایا کہ اے دوست جا اور بزرجمہر کو بلا لا پس بزرجمہر کے
آنے تک مہرنگار نے جان بحق تسلیم کی امیر نے مہرنگار کو اس حالت میں دیکھ کر نعرہ مارا یہاں تک کہ بیہوش ہو گئے اور
حالت دیوانگی آ گئی۔ چنانچہ کبھی روتے ہنستے بزرجمہر نے یہ حالت دیکھ کر کہا اے عمر اکیس روز تک یہ دیوانہ رہیں گے پھر ہوشیار
ہو جائیں گے تم کچھ غم مت کرو اور خبردار رہو پھر تینوں تابوت ایک مہرنگار دوسرا انباد تیسرا عمر بن حمزہ کا تیار کیا اور مکہ معظمہ کی
طرف لے چلے امیر برابر روتے اور زاری کرتے اور سارا لشکر بھی روتا اور راستہ میں قیام اور آرام نہ کیا اور

مکہ معظمہ سے چار کوس پر اتر کر قبروں میں تابوتوں کو مدفون کیا اور امیر وہیں رہے القصہ اکیسویں دن امیر نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھلا ہے اور ایک تخت آسمان سے اترا ہے اور اس تخت پر ایک بڈھا بیٹھا ہے۔ جس نے ایک پیالہ شراب لاکر امیر کو پلایا۔ امیر نے پوچھا کہ اے بوڑھے تو کون ہے وہ بولا کہ میں ابراہیم ہوں اور تمہیں پوچھنے کو آیا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ اے فرزند تم جو عورت کے واسطے دیوانے ہوئے اور بیہوشی اختیار کی ہے سو تیرے حق میں ایسا کرنا اچھا نہیں ہے سو میں نصیحت کرتا ہوں کہ بدستور قدیم اپنے کاموں میں مشغول رہ اور خاطر جمع رکھ اور زیادہ بے قراری نہ کر تب ہوشیار ہوئے اور دیوانی چھوڑی اور عمر بن عمیہ سے پوچھا کہ میں کہاں ہوں اور مجھے کیا ہوا تھا۔ تب عمر نے ساری حقیقت بیان کی اور کہا کہ تم مہر نگار کے واسطے دیوانے ہوئے۔ باقی (شب فردا)

مہر نگار کے فوت ہونے پر امیر کا دیوانہ ہونا اور تینوں تابوت یعنی مہر نگار و قباد شہر یار اور عمر بن حمزہ کا مکہ معظمہ میں دفنانا اور امیر نے تارک الدنیا ہو کر مہر نگار کی قبر پر مع مقبل کے بیٹھنا

بعد ازاں امیر نے جو خواب دیکھا تھا سو یاروں سے بیان کیا۔ تب پہلوانوں نے کہا کہ یا امیر تم البتہ ابراہیم کے فرزند ہو اور تم کو فراش دین محمدی کہتے ہیں۔ تم کو پریشانی کھینچ کر ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔

تب امیر نے کہا اے وہ دوستو مجھ ہیں اور مہر نگار ہیں مرنے کے بعد قبر پر مجاوری کا اقرار تھا اب تم سب اپنے وطن کو جاؤ اور وہاں رہو یاروں نے کہا یا امیر یہ کیا دیوانگی ہے جو تم ایسا سخن بولتے ہو اور پیغمبروں نے تو ماتم و زاری سے منع کیا ہے امیر نے کہا جو ہونا تھا سو ہوا پر اپنی شرط ادا کرنی چاہیئے۔ ہر چند عمر بن عمیہ نے منع کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا تب ہر ایک پہلوان کو وداع کیا اور اسی دن عمر کو مع تخت مصر کی طرف روانہ کیا۔ القصہ سارے پہلوان ناچار ہو کر امیر سے علیحدہ ہوئے اور عمر و مقبل پاس رہے۔ تب حمزہ نے کہا اے عمر تو بھی جا اور دریا کی مسافری اختیار کر کیونکہ جو کوئی چور و عیار و رہزن ہو اسے ہاتھ میں لا امیر نے کہا اے عمر مجھے اپنے سے جدا مت کر مبر نے کہا مقبل میرے پاس بس ہے آخر بڑی سختی سے امیر سے جدا ہوا پھر امیر نے سر منڈایا اور گودڑی پہنی اور دونوں وقت مہر نگار کی قبر پر جاروب کشی کرنے لگے اور رات قبر کی پائنتی سوتے اور مقبل امیر کی خدمت میں رہتا (باقی داستان شب فردا)

ترپنویں داستان

راوی یوں روایت کرتے ہیں کہ امیر صاحب دنیا کے علاقے سے دست بردار ہوئے۔ اور مرقد مہر نگار کی مجاوری کی تو یہ خبر تمام عالم میں منتشر ہوئی تب دشمنوں نے چاروں طرف سر اٹھایا اور امیر کے مارنے کی فکر کرنے لگے القصہ فریدزعکہ جو سعد بن عمر کے ہاتھ سے مارا گیا قارون نامی اس کا بیٹا لبدا اپنے باپ کے دلاور ہوا تھا۔ سو اس نے حمزہ کے نکلنے اور دنیا کے چھوڑنے اور مجاوری کرنے کی خبر سنکر لشکر جمع کیا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس کا قصد کروں اور اس کو اس دنیا سے آخرت کو بھیجوں لشکریوں نے کہا کہ تجھے اختیار ہے تب قارون بن فریدزعکہ نے ڈیرہ باہر کیا اور ایک یا دو منزل کوچ کیا تھا کہ یکایک جنگل میں سے گرد پیدا ہوئی۔ اور اس گرد میں سے ایک پیادہ کہ اے مرد تو کون ہے اور کہاں جاتا ہے اور کدھر سے آیا ہے اس نے کہا کہ میں کلیات عیار ہوں میرے باپ کو حمزہ کے لشکر نے مارا ہے اور اس کا نام گلیم پوش تھا اب میں نے سنا ہے کہ وہ اکیلا مہر نگار کی قبر پر مجاوری کرتا ہے سو میں چاہتا ہوں کہ وہاں جا کر اسے حرکت دوں تب قارون نے کہا کہ میں بھی حمزہ کے مارنے کو جاتا ہوں۔ تو بھی میرے ساتھ آ۔ اس نے قبول کیا اور قارون کے ساتھ چلا اور منزل بہ منزل راہ طے کرنے لگے مدت مدید و عرصہ بعید کے بعد مکہ کے نزدیک پہنچے اور اترے تب کلیات عیار نے کہا کہ اے قارون پہلے میں جا کر اسے حرکت دیتا ہوں پھر تجھے خبر کرتا ہوں قارون نے کہا جا۔ تب بدبخت نے فقیری لباس لیا اور مہر نگار کے روضہ میں آیا۔ امیر وہاں بیٹھے تھے۔ اس نے سر زمین پر رکھا اور خدمت بجا لایا۔ امیر نے کلیات

سے پوچھا کہ اے فقیر تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے اور کیا مطلب رکھتا ہے بول تو بجا لاؤں عیار مذکور نے کہا کہ میں
بیت المقدس سے آیا ہوں اور اپنا مطلب یہ رکھتا ہوں کہ باقی عمر امیر کی خادمی میں رہوں امیر نے ہر چند عذر کیا مگر
اس نے نہ مانا تب امیر نے ناچاری سے رہنے دیا پس اسی وقت مقبل کھانا لائے اور امیر و مقبل اور اس فقیر
نے کھایا امیر نے پانی مانگا اور وہ فقیر اٹھا اور پانی کے کوزہ میں دو دوائے بیہوشی ملا کر لایا جو امیر نے پیا اور کلیات
کھانا کھا کر اٹھ اور وہاں سے باہر نکل کر قارون کے پاس گیا اور کہا کہ شتابی کر کہ حمزہ کو بے ہوشی کی دوائے
دے آیا ہوں قارون مع اپنے لشکر سوار ہو کر مہر نگار کے روضہ پر آیا اور گھیرا کیا اور ہتھیار بند اندر گیا اور امیر کے
مارنے کا قصد کیا تب مقبل تلوار کھینچ کر اس کے مقابل ہوا وہیں سر پھیرنے لگا آخر گر پڑا۔ تب قارون نے کہا کہ
باندھو امیر کو تم پکڑ کے بیٹھے تھے قارون ان کے نزدیک آیا امیر نے چاہا کہ اٹھیں اور قارون کو ٹکی ماری پس اسی
وقت بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے تب قارون کے حکم سے امیر کو سر سے پاؤں تک لوہے سے جکڑ کر بند کیا
چنانچہ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں اور گلے میں طوق اور انگلیوں میں خاردار لٹو بچے کیے تب ہوشیار کیا
امیر نے اپنے آپ کو قید میں دیکھا تو خدا کو یاد کیا تب قارون بد زبانی سے بولنے لگا اے عرب کشکینہ خور پشمینہ پوش
تو جنگل میں پرورش ہوا اور اونٹوں کے دودھ سے پالا گیا اور اس درجہ سے تیرا کام اس مرتبہ پر پہنچا کہ میرے باپ
اور یاروں کو تخت سے تختہ تابوت پر پہنچایا اور بازو کے زور سے نوشیرواں کا داماد بنا۔ اب تو میرے ہاتھوں میں
آیا ہے جان کہاں بچائے گا امیر نے فرمایا کہ دینے والا اور لینے والا خدا ہے ہم سب بندے اس کے حکم میں ہیں
اور میں نے تیرے باپ اور یاروں کو مکر سے نہیں مارا۔ اور تو نے جو میرے مارنے کا قصد کیا ہے تو مار۔ قارون
نے کہا کہ اے حمزہ جس کو تو نے چاہا مارا خوب کیا۔ اب میں تجھ کو ماروں گا۔ امیر نے کہا خدا نے جو چاہا سو کیا اور
وہی جو کریگا پھر قارون ملعون امیر کو لاٹھیاں مارنے لگا امیر نے فرمایا کہ اے قارون ایسا مار کہ سہہ سکے قارون نے کہا
کہ میں اب تجھے مارتا ہوں پھر مجھے کون مارے گا پھر گائے کا چمڑہ منگوا کر اور اس پر تنگ چھڑک
کر امیر کو اس میں باندھ کر لٹکایا پھر دوسرے پہ ستون مارا اور دوسرے چمڑے میں باندھ کر لٹکایا اور سنا کر بولا ایک
سو بیس گز کا ستون بنا کر امیر کو اس پر لٹکایا۔ اور روایت یوں بھی ہے کہ ایک سو بیس گز کے کنویں میں قید کیا
تھا۔ پھر قارون ملعون نے نوشیرواں کو لکھا کہ میں حمزہ کو اس طرح سے عذاب دے رہا ہوں بادشاہ اگر اپنے
حضور میں ماریں تو بہتر ہے۔ تب نوشیرواں بے ایمان اپنے لشکر سمیت آیا اور قارون کو خلعت و انعام سے
سرفراز کیا۔ اور حمزہ کو اپنے روبرو مارنے کو فرمایا۔ اب دو کلمہ ادھر کی داستان سنو۔ کہ

لوگ مکہ سے ہر طرف کو جاتے تھے اور عمر بن عمیہ جزیرہ عدن میں پہنچے تھے۔ خواجہ عبدالمطلب یہ خبر عمر کے ہاتھ امیر کے یاروں کو بھیجی تھی۔ اور عمیہ ضمیری کاغذ نعلین چھپا کر جارہا تھا کہ کلبات دیکھا اور پہنچا تا کہ یہ کوئی عیار ہے تب لوگوں کو دوڑا کر عمیہ کو منگا کر نوشیرواں کے روبروئے گیا اور نوشیرواں کے حکم سے اس کا جائزہ لیا۔ تو اس کے پاس خواجہ عبدالمطلب کے خط نکلے تب کلبات نے عمیہ ضمیری کا سر کاٹ کر شہید کیا تب بختک نے کہا اے کلبات یہ عمر کا باپ تھا۔ جو تو نے مارا ہے۔ تو بھی اب بے فکر مت رہ کلبات نے کہا۔ کہ مجھے کیا کس کا ڈر ہے۔ عمر دوسرے روز مکہ میں پہنچے اور کلبات نے عمر کے آنے کی خبر سن کر باہر ایک پہاڑ پر عیار بٹھایا تھا کہ عمر جہاں ملے پکڑ کر لاؤ عمر نے اپنے آپ کو دور سے ظاہر کیا اور آگے چلا کلبات نے عمر کا پیچھا کیا تب عمر نے راہ میں بے ہوشی کی دوائی ڈالی سو کلبات نے راہ میں دیکھا کہ ایک پھول سا پڑا ہے اٹھا کر سونگھا اور بیہوش ہوا عمر اس کا سر کاٹ جلدی ستون کے نیچے آیا۔ اور مقبل کو بند میں دیکھ کر سلام کیا مقبل نے سلام کا جواب دے کر کہا کہ اے اسلام کے لشکر کے چراغ اتنے روزوں سے تو کہاں رہا جو ہماری فریاد کو نہیں پہنچا عمر نے کہا خاطر جمع رکھو اب پہنچتا ہوں یہ کہہ کر کلبات عیار کا سر حقابیں کے نیچے باندھ کر آپ اوپر ستون کے چڑھنے لگے کافروں نے نیچے سے اوپر تک گھنٹے لٹکائے ہوئے تھے پس عمر گھنٹوں سے بچتے ہوئے اوپر چڑھے اور جا کر امیر کو سلام کیا امیر کا دل بہت خوش ہوا اور فرمایا خبردار اگر گھنٹے کی آواز کافر سنیں گے تو ہوشیار ہو جائیں گے مگر عمر کے سر پر گھنٹی تھی جس کو عمر نے نہیں دیکھا تھا اس پر ہاتھ عمر کا بے خبر پڑا اور اس کی آواز سے سب کافر ہوشیار ہوئے اور مشعلیں سلگا کر تیروں سے مارنے لگے تب عمر نے اپنے دونوں ہاتھ امیر کی پشت پر رکھ کر زمین پر آیا اور غائب ہوا جب کافر ستون کے نیچے آئے اور کلبات کا سر دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ کام بیشک عمر کا ہے۔ بس قارون بہت ڈرا اور کہا کہ اے بختک میں نے کہا تھا کہ جب تک عمر ہمارے ہاتھ نہ آئے تب تک حمزہ کو نہ مارنا اس لیے کہ آج تک عمر نے کسی کو عیاری سے نہیں مارا اگر حمزہ مرا تو یاد کر کہ اول سر نوشیرواں کا پھر میرا پھر تیرا پھر بزرجمہر کا کاٹے گا۔ بزرجمہر نے کہا کہ اے حرامزادے میں نے ایسے کبھی نہیں سنایا۔ مجھے کیوں مارے گا۔ اور تم نے ایذا دی ہے تم کو مارتا تعجب نہیں ہے القصہ عمر دوسرے روز پہلوانوں کی طرف روانہ ہوا اور ہر ایک شہر میں جا کر امیر کی خبر سنائی تب امیر کے سب یاروں نے مکہ کی راہ لی۔ اور لندہور ہنوز اپنے ملک میں نہیں پہنچا تھا کہ امیر کی خبر سنی اور راہ میں سے پھرا۔ غرض کہ امیر کا لشکر روز بروز بڑھنے لگا۔ تب قارون ملعون نے نوشیرواں سے کہا کہ

اب تک حمزہ کے لشکر کو خبر نہ تھی جب سے عمر آیا ہے تو وہ سب کو جمع کر رہا ہے اگر حمزہ مار دیا تو بہت خرابی ہو گی۔
اور کام مشکل ہو گا۔ تم میرے شہر کو چلو اور حمزہ کے سب یار ہاتھ میں آنے تک حمزہ کو قید میں رکھو۔ نوشیرواں
نے کہا اگر ہم حمزہ کو مار دیں تو اس میں شک نہیں کہ عمر ہم کو جیتا نہ چھوڑے گا یہ کہہ کر شہر زنگہ کو چلے اور منزلیں طے
کرتے ہوئے شہر میں پہنچے اور امیر کو ہر روز مارتے اور ایک کوزہ پانی کا دیتے تھے جب امیر کا لشکر ہر روز جمع ہوتے
ہوتے پورا ہوا تو قارون نے کہا اسے نوشیرواں ہیں حمزہ کے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا پھر کہہ کر قلعہ بند کیا پس
ایک روز عمر قلعہ کے اندر گئے اور وہاں جاکر پارچہ فروش سے دوستی پیدا کی فرزانہ نامی قارون کی ایک
بہن تھی اس نے ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت ابراہیم نے آکر اسے مسلمان کیا اور کہا کہ حمزہ کو قید سے چھڑا کر
تو اس کے ساتھ نکاح کر خدا تجھے فرزند دے گا وہ نیک بخت خواب سے اٹھی اور بھائی کے دربار میں آئی
اور دربانوں اور چوکیداروں کو بہت سا مال دیا اور قصہ خواب کا سنایا اور انہیں جو تی خدمتوں کا امیدوار
کیا جب وہ دربان و چوکیدار راضی ہوئے تو امیر کو چپکے سے اتارا اور بند دور کیے اور وہ اپنے گھر میں لا
کر تیمارداری کرنے لگی جب صبح ہوئی تو حمزہ کی حقیقت قارون کو معلوم ہوئی۔ تب تلاش کیا لیکن نہیں پایا
اپنے وزیر سے کہا کہ حمزہ لشکر میں تو نہیں کیونکہ اگر وہاں جاتے تو شادیانے بجاتے پر نجوم میں دیکھو امیر
کہاں ہے وزیر نے رمل دیکھ کر کہا کہ فرزانہ کے گھر میں حمزہ عیش کرتا ہے۔ تب قارون نے اپنی بہن کو
پیغام بھیجا کہ کل وزیر نے مجھ سے وصل کی درخواست کی تھی میں نے قبول نہ کیا اس واسطے دشمنی سے کہتا
ہے میں عورت کی ذات کہاں اور حمزہ کہاں۔ جب قارون نے یہ بات سنی۔ تب وزیر کو تلوار سے
مار ڈالا فرزانہ سے امیر نے پوچھا کہ تو نے کچھ سنا ہے۔ کہ میرا لشکر کہاں ہے اور عمر
بن عمیہ کہاں ہے تب فرزانہ نے کہا کہ مدت ہوئی کہ عمر اور سب پہلوانوں نے آکر قلعہ گھیرا ہوا ہے لیکن
عمر وہاں سے غائب ہوا ہے تب امیر نے فرمایا کہ عمر بیشک قلعہ میں ہے بعد اس کے امیر نے نشانی
عمر کی لونڈیوں کو بلا کر بتلا کر بازار میں روانہ کیا کہ اگر اس نشان کا آدمی دیکھو تو بلا لاؤ۔ وہ لونڈیاں بازار میں
گئیں اور تلاش کیا تو عمر کو ایک بزازی کی دوکان پر بیٹھے دیکھا۔ تب انہوں نے کہا کہ اے سوداگر ہماری
بی بی کچھ مال خریدنے کے لیے تجھے بلاتی ہے پس عمر لونڈیوں کے ساتھ آئے۔ اور امیر اندر چھپ
گئے ہیں اور عمر کو بلا کر دیکھا پھر امیر بھی آئے۔ تب عمر امیر کے پاؤں پر گر پڑے۔ اور بولے کہ
کونے میں بیٹھو۔ باہر چلو۔ امیر نے فرمایا کہاں لے جائے گا کہ آؤ میری دوکان پر چلو۔ امیر نے

تیری دوکان کپڑے کی ہے وہاں ہتھیار تو نہ ہوں گے لوہا کی دوکان میں لے چل جب رات ہوگی تو خدا جہاں لے
جائے گا وہاں جاویں گا غرض جب رات ہوئی تو امیر اور عمر باہر نکلے اور لوہار کی دوکان میں آئے اور امیر
ہاتھ میں ہتھوڑا لے کر لوہا کوٹنے لگے اسی وقت قارون ملعون نے بختک مردک سے کہا کہ تو رمل میں دیکھ
کہ حمزہ کہاں ہے اس موذی بے دین نے دیکھ کر کہا کہ بازار میں ایک لوہار کی دوکان میں لوہا کوٹتا ہے۔ تب
قارون اور بختک سوار ہو کر لوہار کی دوکان میں پہنچے قارون نے امیر کو دیکھ کر کہا کہ اے امیر میرے ہاتھ
سے کہاں جائے گا۔ امیر نے سن کر نعرہ مار کر کہا کہ اے کافر میں یہیں منتظر تھا پس وہی ہتھوڑا
لے کر مستعد ہوئے اور امیر کے نعرہ سے قلعہ بنیاد سے ہل گیا اور امیر کا لشکر قلعہ
کا دروازہ توڑ کر اندر گیا اور نوشیرواں دوسرے دروازے سے بھاگ گیا۔ قارون نے تلوار
نکال کر امیر پر حملہ کیا امیر نے تلوار اس ناہنجار کی روک کر اس کے ہاتھ پر ہتھوڑا ایسا مارا کہ وہ ملعون
زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ امیر نے اس کے سینہ پر بیٹھ کر اسے محکم باندھا۔ اور بختک بھاگ گیا امیر کے
سب یار آ کر پاؤں پر گرے اور امیر نے ہر ایک کو گلے لگایا اور شادی و فتح کے نقارے بجا کر اترے
پھر قارون کی بارگاہ میں رونق بخش ہو کر فرمایا کہ قارون کو پیش کرو۔ امیر کے حکم سے قارون کو عمر نے حاضر کیا
تب امیر نے اپنے ہاتھ میں لکڑی لے کر قارون کو مارنا شروع کیا ہر لکڑی کے مارنے میں اس موذی
کی ہڈیاں توڑتے اور ملعون زمین کو دانتوں سے پکڑتا۔ اور مچھلی کی طرح تڑپتا ہے اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان
ہو جائے تو ابھی چھوڑ دوں گا۔ کافر نے کہا کہ تو نے مجھے دربار میں بے عزت کیا تھا میں مسلمان نہ ہوں گا
اور ایک بارگی مار دینے کا حکم کر کہ میں مر جاؤں تب امیر نے معدی کرب کو فرمایا تب امیر کے حکم سے
معدی کرب نے ایک ایسا گرز مارا کہ اس موذی کو خاک میں ملا دیا اور اس کا سر کاٹ کر شہر کے دروازے
پر لٹکایا اور شادیانے بجوا کر امیر عیش سے رہنے لگے اور نوشیرواں کو رستے میں ایک لشکر نمودار ہوا۔
سو دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ لشکر نتون یعنے دو تن تن کا ہے۔ ایک کا نام برہنہ تبسی اور دوسرے
کا دیوانہ تبسی ہے۔ اور وہ نوشیرواں کی مدد کرنے اور حمزہ کے رد کرنے کو آئے ہیں۔ تب نوشیرواں
نے خوش ہو کر دونوں کو نوازا اس وقت بختک بے دین سگ ناپاک نے کہا کہ بادشاہ حمزہ ان کے
ہاتھ سے مارا جائے گا پھر تو دونوں نوشیرواں کے ساتھ جشن میں مشغول ہوئے (باقی داستان شب فردا)

چوّنویں داستان

راویان اخبار روایت کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب امیر حمزہ کا جسم زخموں اور چوٹوں سے اچھا ہوا
تو قارون کی بہن سے شادی کرلی اور نیک وقت اور نیک ساعت سعید میں عمر نے امیر کا نکاح پڑھا اور
امیر چالیس روز حرم سے باہر نہ آئے بعد اس کے باہر آکر عمر سے پوچھا کہ نوشیرواں کی کچھ خبر ہے کہ کس
مکان میں ہے عمر نے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ وہ پہلوان روئیں تن نوشیرواں کی مدد کو آئے ہیں سو ان
کی قوت وحمایت پر وہ یہاں سے دس کوس پر اترا ہے اور امیر کے آنے کا منتظر ہے تب امیر نے عمر
معدی کرب سے فرمایا کہ پیش خیمہ نکالو۔ اور کوچ کرو۔ پس سعد بن عمر کو تخت پر بٹھایا۔ اور یہاں سے کوچ
در کوچ کرتے ہوئے نوشیرواں کے پاس پہنچے۔ جب نوشیرواں نے سنا کہ حمزہ آیا تب لڑائی کا نقارہ بجوایا اور
میدان آراستہ کیا اور دونوں لشکر عرصہ جنگ میں اور سر برہنہ تبتی میدان میں آیا۔ ادھر امیر کے حکم سے اس طرف
سے لندہور اس کے مقابلہ میں آیا اس نے کہا اے دراز قد تو کون ہے اس نے کہا میں پیشقدمی نہیں کرتا ہوں
تو مار تب اس نے لندہور کی ڈھال پر ایسا گرز مارا۔ کہ اس کا جانگداز آواز دونوں لشکروں نے سنا۔ اور
لندہور کے ہر بن مو سے شرارے پسینے کے بہے۔ تب لندہور نے بھی سات سو من کا گرز غصہ سے اٹھایا اور
سر برہنہ تبتی کے سر پر آیا سر برہنہ تبتی نے سر آگے کیا تب لندہور نے کہا کہ اے نادان میرے گرز سے
برج سراندیپ بیخ وبنیاد سے گر پڑا تھا تیرا سر تو ذرا بے مقدار اڑ جائے گا۔ تب سر برہنہ تبتی نے کہا کہ تو بے فکر
مار مجھے اس گرز سے کچھ غم نہیں ہے تب لندہور نے بقوت تمام زور کر کے ایسا گرز مارا کہ اگر پہاڑ ہوتا تو سرمہ
ہو جاتا لیکن اس کو ذرا ضرر نہ ہوا بلکہ ایک ایسی آواز پیدا ہوئی جیسے کہ تھال پتھر پر گرتا ہے غرض لڑتے لڑتے
شام ہو گئی تب دونوں لشکر اور دونوں پہلوان اپنی اپنی جگہ پر اترے حمزہ نے لندہور سے پوچھا کہ برہنہ
تبتی کو کیسے پایا لندہور نے کہا یہ تو آدمی ہے بلکہ دیو نظر آتا ہے امیر نے فرمایا کہ یہ پہلوان روئیں تن ہے
اور یہ اکثر ایسا ہی ہوا کرتے ہیں جب رات گذری اور سفیدہ صبح کا چمکا تب دونوں لشکر میدان میں آئے اور
سر برہنہ نے حریف کو پکارا تب امیر کے حکم سے معدی کرب میدان میں آیا اور پکارا کہ جو کچھ ہے لا۔

تب اس نے ایک گرز ایسا مارا کہ معدی کرب نے ہزار محنت سے اس گرز کی ضرب کو سنبھالا۔ سر برہنہ
نے اپنے سر کو آنکھیں بچا کر ڈھال کیا اتنے میں جنگل سے ایک گرد نمودار ہوئی اور دونوں لشکر کے

ہرکارے دوڑے اور ایک دم بھر میں گرد سے آلودہ پسینہ میں غرق واپس آتے ہی نوشیرواں کو جاندرازی دے کر کہا۔ بڑ رباعی

بادشاہا بارگاہت از فلک برنور باد
داد عدلت در سرائے آخرت معمور باد

اے فریدوں ہمت و رستم دل جمشید فر
تیغ تو بر فرق دشمن ناصر منصور باد

شہر یار عمر پناہ کی عمر دراز ہے یہ لشکر شہر بربر کا ہے اور اس کا سردار الجو شعست گزی ہے اور وہ بادشاہ ہفت کشور کی مدد کو آیا ہے تب نوشیرواں نے اپنے یہاں سے بادشاہوں کے استقبال کے لیے روانہ کیا وہ جا کہ بڑی تعظیم و تکریم سے انہیں لے آئے نوشیرواں نے بعد ملاقات اس کو خلعت و انعام سے خوش کیا۔ اس کے ہمراہ چالیس ہزار سوار تھے لیکن الجو ایک سو بیس گز جست مار کر حریف کو مارتا تھا۔ القصہ اس روز تو عمر معدی کرب اور سر برہنہ شام تک لڑے اور اپنے اپنے لشکر میں واپس ہوئے۔ اور لشکروں نے آنا راکیا جب رات گذری اور صبح ہوئی تب دونوں لشکر میدان میں اور سر برہنہ تبھی نے میدان میں آکر کہا کہ اے حمزہ تو نہیں آتا تب امیر نے اپنے ہتھیار بدن پر آراستہ کیے اور اشقر پر سوار ہو کر وہ قاتل کفار میدان میں آئے تب سر برہنہ نے کہا کہ حمزہ تو ہی ہے جو اس قد و قامت سے عالم کو زیر کرتا ہے۔ فرمایا بفضل خدائے عزوجل اَنَا حَمْزَۃُ ابْنِ عَبْدُالْمُطَّلِب اللہ تعالیٰ نے اپنی شرح جو مجھے ہدایت کی ہے سو میں نے کہا اب تو نشان جو بہادری کا رکھتا ہے لا۔ پس سر برہنہ نے گرز اٹھایا اور امیر کے سر پر مارا تین سو ساٹھ رگ جو بے خبر تھیں سو ہوشیار ہوئیں پس امیر نے فرمایا کہ تجھے وہ حملے اور بھی دیئے سر برہنہ نے دو گرز بھی مارے امیر نے اشقر کو ڈپٹ کر اس کے گھوڑے سے ملا کر گرز ابھارا اس نے سر آگے کیا بقوت تمام ایک ضرب اس کے سر پر لگائی مگر اس سے اس کو کچھ ضرر نہ ہوا۔ بعد ازاں تلواروں سے لڑے جب تلواریں مثل آرہ کے ہو گئیں تو نیزوں سے لڑے جب نیز خلال فراش ہوئے تب ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور امیر نے عمر سے فرمایا کہ میں نعرہ مارتا ہوں۔ عمر نے اشارہ کیا اور امیر کا لشکر خبردار ہوا اور موزوں سے روئی نکال کر گھوڑوں کے کان بند کیے امیر نے نعرہ مار کر اسے اٹھایا اور پھرا کر زمین پر ٹیک دیا اور باندھا اور عمر کے حوالے کیا دیوانہ تبتی تلوار لے کر امیر پر آیا اور حملہ کیا امیر نے اس کا ہاتھ ہوا پر پکڑ کر اس کے گھوڑے کو ایسی لات ماری۔ کہ وہ کافر زمین پر گر پڑا۔ امیر نے اسے بھی باندھ کر عمر کے حوالے کیا اور آتش کا نقارہ

بجا کہ اپنے لشکر میں آ کر دنگل پر بیٹھے۔ اور تمام عالی و موالی ارکان دولت و امیران عظام از پیر و جوان تا خورد و کلان از کہ تا مہ ادنے اعلیٰ حاضر ہوئے۔ اور دربار معمور تھا۔ اور ساقیان سیمین ساق و مطربان خوش آواز حاضر ہوئے۔ اور پیالہ ہائے مرصع کار و صراحیاں جواہر نگار لائے اور مجلس میں دور دورہ چلا تب امیر نے فرمایا کہ ان دونوں پہلوانوں کو قید سے لائے۔ عمر نے لا کر حاضر کیا۔ امیر نے فرمایا کہ میں نے تمہیں کس طرح باندھا۔ انہوں نے کہا جیسے مرد مردوں کو اور شیر شیروں کو باندھتے ہیں۔ ویسا باندھا۔ امیر نے فرمایا کہ خدا ایک ہے۔ اور دین حضرت ابراہیم علیہ السلام برحق ہے۔ تب انہوں نے واحدانیت کا اقرار کیا اور مسلمان ہوئے تب امیر نے اپنے ہاتھوں سے دونوں کو خلعت پہنایا اور وہ دونوں جوان پہلوان بہت خوش ہوئے۔ اور اپنے لشکر کو بلا کر مسلمان کیا۔ امیر نے انہوں کو جواہر نگار کرسیوں پر بٹھایا۔ (باقی داستان شب فردا)

پچپنویں داستان

جب امیر نے سر برہنہ کو دیکھا۔ تو دوسرے روز کافروں کے لشکر میں سے طبل جنگ کی آواز پھر آئی تب امیر نے حکم دیا۔ کہ ہمارے نقارہ خانہ میں بھی کہو کہ بہ تکمیہ فضل ایزدی جنگ کے دمامے بجائے۔ جب دونوں لشکر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ تو نقیب پکارے کہ کون مرد ہے۔ جو میدان میں آ کر اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے اور اپنے سردار کا حق نمک ادا کرے۔ تب الجو شصت گزی میدان میں آ کر کودنے لگا۔ اور کودتا ہوا پھر گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور پکارا کہ اے خدا پرستان ہر کسے کہ در میان شما آرزوئے مرگ داشتہ باشد بیاید بمیدان مرگ آنکہ راہ دست دیا آوری دارم۔ تب سرکپ ترک امیر کے حکم سے میدان آیا تو الجو نے دوڑ کر دولاتیں اور ایک چھڑی ماری۔ سرکپ ترک اس وقت مثل مار سیاہ پیچ و تاب کھانے لگا۔ اور گرز اٹھا کر اس کے سر پر مارا الجو نے پھر بدستور جست ماری اور بطور سابق عمل کیا غرض اسی طرح لڑائی میں تھے کہ جنگل میں سے ایک گرد نمودار ہوئی اور اس گرد میں ایک لشکر نمودار ہوا۔ دونوں طرف سے قاصد دوڑے اور پوچھا یہ کس کا لشکر ہے سننے والوں نے کہا کہ یہ عادیوں کا لشکر ہے اور ہزار عادی البرز پہاڑ کے دامن میں رہتے ہیں ان میں سے چار عادی آئے۔ ایک کا نام سموم عادی دوسرے کا نام سبنا عادی تیسرے

نام قباد عادی ہے اور چوتھے کا نام میعاد زرین کمر ہے اور نوشیروان کی مدد کو آئے ہیں۔ نوشیرواں نے ان کو بلایا اور ہزار تعظیم و تکریم سے سونے کی کرسیوں پر بٹھایا اور خلعت دیئے اتنے میں ایک گورخر عرب کے لشکر میں آیا۔ اور دانتوں اور لاتوں سے عربوں کو شہید کرنے لگا امیر نے اشقر کو اس کے پیچھے دوڑایا لیکن گھوڑا اس کے نزدیک نہ پہنچ سکا امیر نے غصے سے رات تک اس کا پیچھا کیا یہاں تک کہ لشکر سے غائب ہوئے جب رات ہوئی تب اترے اور شکار مار کر کباب بنا کر کھائے جب صبح ہوئی تو امیر نے چاہا کہ اپنے لشکر میں جائیں تو پھر وہی گورخر پیدا ہوا تب امیر نے کہا کہ افسوس ہے کہ یہ میرے ہاتھ سے سلامت جائے اور میری محنت برباد ہو غرض دوپہر اس کے پیچھے گھوڑا دوڑایا تو وہ گورخر ایک باغ میں جا کر غائب ہو گیا وہاں ایک گلہ بکریوں کا چرتا تھا۔ امیر نے دل میں قرار دیا کہ ان میں سے ایک بکرہ ذبح کروں اگر کوئی مالک آئے گا تو مول دے دوں گا یہ ٹھہرا کر ایک بکرا ذبح کیا اور آگ سلگا کر کباب بھونے اتنے میں قندر قربان کی نظر اس باغ پر پڑی تو وہ دوڑا اور کہا کہ یہ ایسا کون ہے جو اس دلاوری میں میرے باغ میں دھواں کرتا ہے پرندے کا مقدور نہیں کہ میرے باغ میں پر مارے مگر کوئی اجل رسیدہ دھواں کرتا ہے کہ اتنی جراءت کی ہے یہ کہہ کر سات سو من کا گرز اٹھا کر باغ میں آیا امیر کباب کھا رہے تھے اس نے پیچھے سے آہستہ آکر امیر پر ایسا گرز مارا کہ امیر کے حلق سے گوشت باہر نکلا امیر نے غصے سے اٹھ کر اسے دونوں پاؤں سے پکڑ کر حوض میں ڈال دیا جب وہ حوض سے باہر آیا تو اس نے کہا اے پہلوان عالی شان سچ کہہ کہ تو کون ہے کہ جب سے میری ماں نے مجھے جنا ہے تب سے کسی دلاور نے میری پیٹھ زمین پر نہیں لگائی تھی اور تو نے مجھے گیند کی طرح پھینکا اور بے آبرو کیا امیر نے فرمایا میں سعد شامی برادر زادہ حمزہ کا ہوں تب اس نے کہا سوائے تمہارے گھرانے کے دوسرے کا کیا مقدور ہے کہ مجھے گرائے میں یقین جانتا ہوں کہ حمزہ تو ہی ہے امیر نے فرمایا کہ حمزہ دلاور کا برادر ہوں قندر نے کہا کہ اب باقی تمام عمر تمہارا ہی غلام رہوں گا اب اٹھو اور میرے گھر چلو امیر اسکے ہمراہ ہوئے اس نے گھر میں لے جا کر کھانا کھلایا اور آرام سے بٹھایا اور بڑی غم خواری سے مہمانداری و خدمت گزاری کی امیر نے قندر سے پوچھا کہ یہ کون سی سرزمین ہے قندر نے کہا کہ یہ سرحد خرسند کی ہے اور اس ضلع کا بادشاہ فتح نوش ہے اور اس کی دختر نیک اختر ماہ پارہ رشک افزائے زہرہ ہے۔ اور بہت شاہ شہریار اس کی لڑکی سے منسوب ہونا چاہتے تھے لیکن وہ کسی کو قبول نہیں کرتی امیر نے فرمایا ہمیں اس شہر کی سیر کرنا منظور ہے قندر نے کہا کہ بہتر ہے دوسرے روز تین بکرے ذبح کر کے توشہ ساتھ لے کر امیر کے ہمراہ چلا تھوڑی دور گئے تو قندر نے کہا اے سعد شامی مجھے بھوک لگی ہے جب ایک جگہ وضو کر کے تناول کے لیے بیٹھے امیر نے آہستہ آہستہ آدمی کی طرح ایک بکرے کے کباب کھائے اور قندر انکے ایک بکرا کھانے تک دو بکروں کے کباب کھا گیا امیر نے اس کے کھانے پر متعجب ہو کر فرمایا کھانے میں تو معدی کرب کو پہنچتا ہے

پھر سوار ہوئے اور چلے پھر ذرا دور جا کر قندز نے کہا اے سعد شامی مجھے بھوک لگی ہے امیر نے فرمایا کہ اس جنگل میں شکار نہیں ہے ذرا
صبر کرو آگے جا کر شکار مار دیتا ہوں اتنے میں ایک جگہ پر پہنچے وہاں کاروان اترے تھے قندز نے کہا اے کاروان کھانا لا تب اسکا مالک اٹھ
کر خدمت بجا لایا اور کھانا کھلایا امیر نے کاروان سے پوچھا کہاں جاتے ہو انہوں نے کہا کہ ہم مال و متاع رکھتے ہیں روم روم سے مال خریدا
ہے اور شہر خرسندے جانیکا ارادہ رکھتے ہیں لیکن اب سننے میں آیا ہے کہ قیصر روم کا ایک غلام باغی ہو کر رہزنی کرتا ہے اور نزدیک کی راہ پر
وہی ہے اور دوسری راہ بہت دور ہے اس راہ جانے کیلیے مدت چاہیئے فرمایا نزدیک کی راہ جاؤ اور قدرت کا تماشا دیکھو کاروان سالار نے
کہا اے جوان عالیشان تو کون ہے اپنے نام و نشان کا پتہ بتا۔ امیر نے فرمایا کہ میں حمزہ کا برادر سعد شامی ہوں پھر حقیقت گوہر کی مفصل
کہی مالک نے کہا کہ مجھ میں اور خواجہ عبد المطلب میں دوستی بہت ہے اب تم میرے فرزند کی بجائے ہو اور کاروان سب تمہارے ہیں
اگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سلامتی کے ساتھ پہنچینگے تو پانچواں حصہ مال کا تمہاری نذر کردوں گا۔ امیر نے فرمایا جب تم نے فرزندی میں
قبول کیا تو میں نے تجھے بجائے والد سمجھا تو یہ کاروان جانے اور میں جانوں۔ اب تم خاطر جمع رکھو اور پانچواں حصہ مال کا لینا کیا ضرور
ہے تب قندز نے کہا کہ اے امیر اتنا مال کس لیے چھوڑتے ہو فرمایا تم چپ رہو القصہ دوسرے روز امیر کشور گیر معہ کاروان خرسند کی طرف
روانہ ہوئے اور فولاد جو قیصر کا غلام رہزنی کرتا تھا اس نے سنا کہ بڑا کاروان آتا ہے وہیں معہ اپنی فوج کے باہر آیا کاروانیوں نے انہیں
آتے دیکھا تب کھڑے ہو گئے اور قندز امیر کے حکم سے میدان میں آیا اور ادھر سے ایک چور قندز کا مقابلہ کرنے آیا قندز نے اسے گرز مارا
کر وہ چید دوزخ کا اسباب چرانے لگا تب کاروان سالار بہت خوش ہوا پھر دوسرا چور آیا اور وہ بھی پہلے کے پیچھے روانہ ہوا پھر تیسرا کوئی اور
بخوف اجل باہر نہ نکلا آخر فولاد ہی باہر آیا قندز نے اس پر گرز چلایا فولاد نے اس کا گرز پکڑ لیا تب قندز نے جانا کہ گرز فولاد نے
چھین لیا تب پکارا کر اے سعد شامی میرا گرز فولاد نے چھین لیا تب جلد آؤ تب امیر کشور گیر نے اشقر دیو زاد کو دوڑایا اور نعرہ مارا
کہ امیر کے نعرہ سے اس چور کا ہاتھ سست ہوا اور گرز اس نے چھوڑ دیا اور تلوار کھینچ کر امیر پر چلائی امیر نے اس کا ہاتھ ہوا
پر پکڑا اور دوسرا ہاتھ کمر میں ڈالکر محکم پکڑا اور اسکے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ وہ اس کے نیچے سے نکل کر دور جا پڑا اور فولاد امیر کے ہاتھ
میں رہا تب امیر نے اٹھا کر اسے پھرایا اور زمین پر دے مارا اور قندز نے اس کے پاس آکر اس کو ایک ایسا گرز مارا کہ چوروں کا سردار سست ہو کر مردار
ہو گیا امیر نے فرمایا کہ وحشی تو نے کس سبب اس کو مارا اگر یہ مسلمان ہوتا تو تیرا یار ہوتا قندز نے کہا کہ اے سعد شامی وہ بڑا حرامزادہ تھا کہ میرا گرز
چھین لیا گیا تھا میں نے کیا سو خوب کیا آپ کچھ فکر نہ کریں امیر نے فرمایا کہ میرے حکم کے بغیر پھر ایسا نہ کرنا پھر امیر نے کاروان کو فرمایا کہ ان چوروں
کا تمام مال باہر نکالو تب کاروان سالار نے ان چوروں کا مال و منال و زر جواہر نکالا امیر نے فرمایا کہ ان چوروں کا مال خرسند تک پہنچا دو
تیسرا حصہ تم لو کاروالوں نے کہا بسر و چشم قبول اور تمام مال لدوا کر امیر کے ہمراہ چلے اور بعد کتنے دنوں کے خرسند میں پہنچے امیر نے وہاں پہنچکر
جشن کیا اور فقیروں اور غریبوں کو مالا مال کرنے لگے اور امیر کی بخشش کا آوازہ تمام عالم میں منتشر ہوا پس تمام خلقت امیر کی داد و دہش سے مالا مال

ہوئی غرض کہ فتح نوش کی ایک بیٹی رابعہ بلاس پوش نام تھی وہ امیر کی جوانمردی سن کر مدت سے عاشق صادق ہو کر بحالت فراق امیر کی
تلاش میں رہتی تھی اور امیر کی تصویر لکھوا کر ہمیشہ اپنے سامنے رکھتی تھی اور اپنے دل کا جوش اس تصویر بے نظیر سے ظاہر کر کے خون جگر پیتی
اور باپ سے یوں کہتی کہ اس شکل کا آدمی دیکھو تو اسے بلا لاؤ کہ میں اس کی شادی کروں گی شاہ فرنگ نے کئی مرتبہ اس لڑکی کو فتح نوش سے چاہا تھا
مگر وہ عورت نیک سیرت اس کافر کو قبول نہ کرتی تھی اور جو مسافر شہر میں آتا باندیوں کے ہاتھ سے اسے بلا کر دیکھتی اور نجومیوں سے سنتی کہ
میں امیر سے بیس ملوں گی اس امیدواری پر امید کی وصال کی امیدوار تھی اس نے جب امیر کی بخشش کا آوازہ سنا تو لونڈیوں کو امیر کی تلاش کے
لیے بھیجا جب انہوں نے امیر کی صورت دیکھی تو یقین کیا کہ حمزہ یہی ہے تب جا کر اس لڑکی سے بولیں کہ مبارک ہو حمزہ آیا ہے کیونکہ
جو تصویر تم نے لکھوائی ہے اس کے موافق ہے تب وہ لڑکی شاد ہوئی اور خدا تعالیٰ کا شکرانہ بجا لائی پس انہیں دنوں میں فرنگی کا لشکر
اس ملک پر نامزد کیا اور اس کا بڑا بیٹا پنشا نام لشکر کا سردار ہے لشکر لے کر نزدیک پہنچا امیر کے کان میں جو لشکر کے آنے کی خبر پہنچی
تو امیر نے کہا اے تندز اشقر پر زین کرو کہ ان فرنگیوں کو یہاں سے اٹھاؤں تندز نے زین گھوڑے پر باندھا اور آپ ہتھیار باندھے
اور امیر کے ہتھیار بھی لایا امیر نے تمام اسلاح بدن پر آراستہ کیے اور اشقر پر سوار ہو کر دروازہ کے پاس آئے اور دربانوں سے
فرمایا کہ دروازہ کھول دو تو میں باہر جاؤں لوگوں نے کہا یہ مرد دیوانہ ہے جو باہر جاتا ہے امیر نے ہر چند کہا لیکن کوتوال نے
دروازہ نہ کھولا تب تندز نے ایک مکے سے اسکو مردار کیا اور دروازہ کھول کر امیر کے ساتھ باہر آیا۔ امیر نے فرمایا اے بدبخت
تو نے اس ضعیف کو کیوں مارا تندز نے کہا کہ کیوں نہ مارتا یہ دروازہ نہیں کھولتا تھا۔ تب یہ خبر فتح نوش کو ہوئی کہ ایک مسافر
مرد وحشی کہ ہوئی آدمی کو ساتھ لے کر لڑائی کے واسطے باہر جاتا ہے تب فتح نوش آپ آیا اور امیر سے بہت معذرت
کی اور کہا کہ اے نوجوان تو نے ہمارا کچھ کھایا پیا نہیں اور نہ لشکر تیرے ساتھ ہے تو مرنے کو کیوں جاتا ہے اگر تو کہے تو ہم بھی
تیرے ساتھ چلیں اور سارا لشکر منگا لیں لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ تو باہر نکلے اور مارا جائے کیونکہ ہم تھوڑے ہیں اور
فرنگی بہت ہیں امیر نے فرمایا کہ تم کچھ نہ کرو مگر قلعے پر کھڑے رہو تماشہ دیکھو اور جب ان کو بھاگتے دیکھو تو تم لوٹنے
کو آؤ اور بھاگتے لشکر کو مارو اور ان کے گھوڑوں کو پکڑو فتح نوش نے قبول کیا پس امیر اور تندز قلعہ سے باہر آئے فتح
نوش کی بیٹی نے بھی جو عاشق حمزہ کی تھی یہ خبر سنی کہ وہ شخص اکیلا لڑنے کو گیا ہے تو اس نے بدرگاہ قاضی الحاجات دعا
کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بہت سا مال خیرات کیا اور قلعہ کے دروازے کے بالاخانے پر تماشا دیکھنے کو کھڑی رہی جب
فرنگیوں نے امیر اور تندز کو آتے دیکھا کہ دونوں سوار صلح کے لیے آئے ہیں۔ جب نزدیک پہنچے تو تندز پکارا کہ اے گائز بیسے
جس کو کار زور مرگ ہے جلد میدان میں آئے پنشان فرنگی ہنسا اور کہا جاؤ اور دیکھو کیا کرتا ہے تب فرنگیوں کا ایک سوار آیا اور
آ کر ابھی اچھی طرح کھڑا ہوا تھا کہ تندز نے اسے ایسا گرز مارا کہ وہ مع گھوڑے کے لپشت ہوا تب ایک سوار اور آیا تندز نے اسے

بھی مارا تب فرنگی حیران ہوئے کہ یہ کیا بھید ہے اور خرسنگ کے لوگ ہنسنے لگے اور بہت خوش ہوئے تب فتح نوش نے کہا کہ اے وزیر
یہ دونوں کہاں سے آئے ہیں اور کون ہیں وزیر نے کہا کہ اب تک ہم ان کو کاروان جانتے تھے لیکن کاروانوں سے ایسی مردی ہونا عجیب
ہے تب فتح نوش نے کاروانوں کو بلا کر پوچھا کہ یہ جوان جو تمہارے ساتھ تھے کون ہیں انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ وہ جوان سعد
شامی برادر حمزہ کا ہے اور تمنذ وحشی اس کا رفیق ہے۔ برادر حمزہ ہم کو چوروں کے ہاتھ سے بچا کر یہاں لایا ہے گویا ہم کو خریدا ہے
تب فتح نوش نے کہا کہ سوائے ان کے ایسا کام کون کر سکتا ہے اگر یہ جوان ایسی بہادری اور دلاوری نہ کرے تو کون ان کو برادر حمزہ کہے گا
بدل کر کہا کہ اب تک ہم اس سے بے خبر اور غافل تھے اس لیے کچھ خدمت نہ کی اگر وہ سلامتی سے جیتا آیا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ ہم خدمت
گذاری بجا لائیں گے۔ تب سالار کاروان نے کہا کہ تم تماشا دیکھو کہ وہ فتح کر کے پھرتا ہے۔ اور فولاد کے گرز کا تماشا بیان
کیا۔ اس عرصہ میں ایک اور فرنگی بھی میدان میں آیا تھا۔ قندز نے اسے بھی دوزخ میں بھیجا۔ صحیح روایت ابن عباس سے یوں
ہے کہ قندز نے چالیس روز تک فرنگیوں کو دوزخ میں روانہ کیا تب تیشان فرنگی کو طاقت نہ رہی اور گھوڑا میدان میں چلایا
قندز نے پکارا کہا اے سعد شامی جلد آؤ کہ یہ کافر زور سے میرے گرز کو چھین لیگا۔ تب امیر میدان میں آئے اور ایک نعرہ ایسا مارا کہ سولہ
کوس تک زمین و زمان کوہ بیابان جنبش میں آئے۔ اور اس کافر پر پڑے۔ اور بہت کافروں کو مردار کیا اور دوزخ میں روانہ کیا اور کافر تاب
نہ لا کر بھاگ گئے۔ امیر نے انکا پیچھا کیا اور قندز بھی مارنے لگا۔ فتح نوش نے جب یہ حال دیکھا تو فوراً قلعہ کا دروازہ کھولا۔ اور لشکر سمیت امیر کے
ہمراہ ہو کر کافروں کو مارنے لگا اور تمام لشکر کافروں کے مال و اسباب کو لوٹ کر جمع کیا تب دختر فتح نوش نے اپنا خزانہ نکالکر
غریبوں کو تقسیم کیا پھر امیر نے چلہ کوس تک کافروں کو مارا اور انکا تعاقب کیا اور فتح و نصرت سے واپس آئے اور اسے گلے لگایا تب فتح
نوش نے گھوڑے و اسباب و مال و متاع فرنگیوں کا امیر کے آگے لا رکھا اسوقت امیر نے فرمایا کہ میں کیا کرونگا یہ سب مال اپنے لشکر کو
بانٹ دو اور قندز نے کہا کہ سعد شامی اتنا مال کیوں برباد کرتا ہے امیر نے کہا اگر تو دم ماریگا تو مار ڈالوں گا قندز نے پھر کچھ نہ کہا پھر فتح
نوش امیر کو شہر میں لے گیا اور اپنے دربار میں جا کر کہا کہ اے پہلوان تخت پر بیٹھ امیر نے فرمایا کہ جائی امیر حمزہ تخت پر نہیں بیٹھا میں کیونکر
بیٹھوں پھر امیر نے ہاتھ پکڑ کر فتح نوش کو تخت پر بٹھایا اور آپ کرسی پر بیٹھے اور مجلس آرائی کا حکم کیا اور خاصہ تناول فرمایا اس کے
بعد شراب کا دور ہوا تب ہر ایک شخص شراب پی کر اپنی جگہ پر بیٹھ کر کچھ کچھ باتیں کرنے لگے فتح نوش کے ایک پہلوان نے جو یہ نگاہ
کی تو قندز کو بلند مرتبے پر دیکھ کر کہا اے تو اپنے سے بڑے رتبے پر بیٹھا ہے تو تو غلام ہے تیرے صاحب کو بلند مرتبے پر بٹھانا لائق
ہے قندز اس کے کہنے پر جوش میں آیا اور ہاتھ لمبا کر کے اس کی کمر بند میں ڈالکر کرسی پر سے اٹھا کر زمین پر پچھاڑا اور اس کے
سینہ پر چڑھ بیٹھا پہلوان نے ہاتھ لمبا کر کے قندز کے خصیے پکڑ لیے پھر تو قندز پکارنے لگا اسی وقت امیر دوڑے اور کہا
کمبخت اس کے خصیے کیوں پکڑے تب پہلوان نے قندز کو چھوڑ دیا اور امیر کی طرف پھرا اور کہا اے سعد شامی

اگر مرد ہے تو آ اور مجھ سے پنجہ کر۔ امیر نے ہاتھ بڑھایا اور کہا کہ زور کر۔ پہلوان نے ہر چند زور کیا مگر امیر کی ایک انگلی بھی نہ ہلا سکا۔ امیر
نے دو انگلیوں سے زور کیا تو پہلوان پکارنے لگا۔ امیر ہنسے اور اس کا ہاتھ چھوڑ دیا پھر اپنی کرسی پر بیٹھے۔ القصہ امیر چند روز
فتح نوش کے پاس جشن میں رہے۔ ایک روز فتح نوش نے اپنے وزیر کو بلایا اور کہا کہ اگر یہ شخص کسی طرح سے میرا داماد
بنے تو خوب ہے لیکن پہلے یہ بات ہے کہ میری لڑکی کے پاس جاؤ اور بولو کہ ایک جوان حمزہ کے بھائیوں سے
آیا ہے تو اگر اسے قبول کرے تو اس کے ساتھ تیرا نکاح کر دیا جائے۔ تب وزیر بادشاہ کے حکم سے اس کی بیٹی کے
پاس گیا اور کہا۔ اس نے امیر کا نام سنتے ہی قبول کر لیا۔ وہیں شادی کی بنیاد ڈالی اور جشن میں بیٹھے اور تمام شہر کو آراستہ کیا
تب نیک دن اور مبارک گھڑی دیکھ کر شادی شروع کی۔ جب نکاح کا دن آیا تو اس وقت امیر نے عمر بن عمیہ کو یاد کیا اور کہا میرا
اور میرے یاروں کا نکاح عمر پڑھا سکتا ہے لیکن اب اسے کہاں سے لاؤں۔ ادھر تو امیر یہ کہہ رہے تھے اور ادھر عمر بن عمیہ بھی عرب کے لشکر
سے باہر نکل کر امیر کو ڈھونڈتے پھرتے تھے یہاں تک کہ وہ قندز کو ساتھ لے کر خرستہ کو گیا۔ تب عمر بن عمیہ نے اسی وقت خرستہ کی راہ لی
اور تھوڑے عرصہ کے بعد طے کر کے فتح نوش کے دربار میں آیا اور دربانوں نے جب عمر کو دیکھا تو ہنستے ہنستے بے ہوش ہوئے
اور کہا کہ اے مرد عجیب ہے اور کہاں سے آیا ہے۔ عمر نے کہا تمہارے شہر میں کیا ہے جو آئینہ بندی کر کے زینت کی ہے۔ تب وہ
بولے کہ حمزہ کا بھائی یہاں آیا ہے اور بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی اس سے قرار دی ہے سو آج اس کا نکاح ہے۔ عمر بن عمیہ نے
کہا جاؤ اور فتح نوش سے کہو کہ میں سعد شامی کا صاحب ہوں اور وہ میرا غلام ہے جو مجھ سے بھاگ کر یہاں آیا ہے اور تم نے اسے
دامادی میں کیوں لیا ہے۔ تم پہلے میرے مال کا مول دو اور پھر اسے بیٹی دو۔ تب دربانوں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی کہ ایک عجیب
وضع کا آدمی آیا ہے جو رنگ کا کالا اور تیرہ گز لمبا اور سر پر پانچ گز لمبی نمدے کی ٹوپی اور اس پر لومڑی کی دم کا طرہ ہے اور وہ دم ہمیشہ ہلتی
رہتی ہے اور نمدے کی نیا تن میں پہنے اور زنبیل و توبرہ گلے میں ڈالا ہوا اڑپی سے کمال تسمے پر لگائے ہوئے اور کاغذ کی ڈھال پشت پر
ڈالے ہوئے اور کتنے تیر بے پر و پیکاں اور اٹھارہ من کی ایک چھری کمر میں باندھے اور بارہ من کی ایک چھڑی ہاتھوں میں لیے
ہوئے باہر کھڑا ہے اور کہتا ہے کہ میں سعد شامی کا صاحب ہوں۔ امیر نے جب یہ باتیں دربانوں سے سنیں تو شتابی سے باہر
آئے اور عمر کو لے کر اندر گئے تو وہاں کے لوگ عمر کو دیکھتے اور دیکھ دیکھ کر بیہوش ہوتے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہ عجیب آدمی
ہے۔ تب امیر نے عمر کو اپنے پاس بٹھایا۔ آخر فتح نوش کو طاقت نہ رہی تو پوچھا کہ یہ کون ہے۔ امیر نے کہا کہ یہ نوشیرواں کا مسخرہ
ہے اور میری خبر سن کر یہاں آیا ہے۔ عمر نے کچھ نہیں کہا۔ جب نکاح کا وقت آیا تب امیر نے کہا اے مسخرے جا اور دانش
مند آدمی پیدا کر کے لا جو ابراہیم کی ملت و دین پر نکاح باندھے۔ عمر وہاں سے ایک کونے میں گیا اور اپنا لباس
چھپایا اور یک جبہ کہ جیسے آستینوں میں ایک اونٹ چھپ رہے پہن کر اور گنبد کی طرح پگڑی باندھ۔

کر اور سفید داڑھی ناف تک لمبی لگا کر اور عصا ہاتھ میں لے کر لنگڑاتے ہوئے امیر ان کو دیکھ کر اٹھے اور ان کے ساتھ تمام حاضرین مجلس بھی اٹھے اور تعظیم و تکریم سے بٹھایا وہاں کے لوگ آپس میں کہنے لگے کہ ایسا شخص تو ہمارے شہر میں ہرگز نہیں ہے معلوم نہیں کہ یہ کہاں سے پیدا ہوا۔ امیر نے دانش مند کو اپنے مرتبہ سے بلند بٹھایا پھر فتح نوش ہزار درہم ہدیہ نکاح خوانی لایا۔ دانشمند نے کہا کہ میں یہ ہرگز نہ لوں گا اگر پانچ ہزار درہم دے گا تو نکاح پڑھوں گا تب قندز نے کہا اے بوڑھے اگر ہزار درہم تیرے کام کے نہیں تو مجھے دے عمر نے اسی وقت ہزار درہم اٹھا کر اس پر ایسا پھینکا کہ قندز کا منہ پکارنے لگا اور ساری مجلس ہنسی تب قندز شرمندہ ہو کر کہا کہ اے بوڑھے ذرا صبر کر جب تو دربار سے باہر نکلے گا تو تجھ سے پوچھوں گا۔ اور چالاکی دکھاؤں گا تب فتح نوش نے کہا کہ اے سعد شامی یہ کہاں سے پیدا ہوا ہے امیر نے کہا کہ مردان مردوں میں سے ہے تب قندز نے کہا وہ مسخرہ کہاں گیا ہے کہ میں اس سے سمجھوں گا کہ اس مجاور کو نکاح پڑھنے کے لیے کیوں لایا غرض دانشمند نکاح پڑھ کر باہر گیا اور رفاصیانہ لباس دور کر کے عمر اپنی عیاری کے لباس سے مجلس میں کودے اور قندز کے سر پر رکھ کر پاؤں اوپر کر کے عیاری کا ہاتھ دکھایا اور ایسا چاہا کہ مجلس ہنستے ہنستے بیہوش ہوئی اور فتح نوش عمر کے کام میں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور تعریف کرنے لگا اور اس کے امیر نے کہا عجیب آدمی ہماری مجلس میں آیا ہے بعد اس کے شراب کے پیالے بھرنے لگے تب عمر نے باب پر ہاتھ لے جا کر ایسا بجایا کہ اس ساری مجلس میں واہ واہ ہوئی پھر پیالہ بھرنے لگا تب عمر مجلس میں ناچنے لگے اور دیکھنے والوں نے حیران ہو کر جامے اور پگڑیاں عمر کو دے دیں تب قندز نے کہا کہ اے سعد شامی یہ مسخرہ آدمی نہیں ہے کیونکہ ایسا گانا بجانا آدمی سے کہاں پھر کتنے روز بدستور عیش میں گزرے تب امیر نے عمر کو فرمایا کہ تو لشکر میں جا اور میں بھی روز میں آتا ہوں تب عمر امیر سے رخصت ہوئے اور امیر یہاں رابعہ پلاس پوش سے عیش میں رہے خدا کی قدرت کاملہ رابعہ حاملہ ہوئی تب امیر نے فرمایا کہ اے رابعہ جب تمہارے فرزند تولد ہوگا تو میں دیکھ جاؤں گا رابعہ بولی کہ اے امیر انشاءاللہ تعالیٰ فرزند عطا کرے گا کیونکہ میں عنایت خدا کی بہت منتظر تھی۔ اور تمہارے فراق میں پلاس پہنتی تھی اس صبر کے عوض خدا تعالیٰ مجھ کو فرزند عطا فرمائے گا۔ (باقی داستان شب فردا)

چھبیسویں داستان

جب امیر رابعہ سے عیش میں تھے تو فتح نوش کا ایک بھائی غیرمند کے ترتیب کسی شہر میں رہتا تھا اور رابعہ کی اپنے فرزند کے ساتھ شادی کرنا چاہتا تھا اور رابعہ کو انکار تھا فتح نوش کے بھائی نے سنا کہ ایک مسافر کہتا ہے کہ میں حمزہ کا بھائی ہوں اس کے کہنے سے اسکے ساتھ

رالبعہ کی شادی کر دی گئی ہے فتح نوش کو خط لکھا کہ آپ کا داماد دیکھنے کی مجھے بہت آرزو ہے مہربانی کر کے کہیں ادھر روانہ فرما دیں نو عین سرفرازی
ہے جب فتح نوش کے پاس بھائی کا خط آیا تو امیر سے کہا امیر نے قبول فرمایا اور قندز کو ہمراہ لے گئے وہ استقبال کو آیا اور ہزار تعظیم و تکریم
سے امیر کو دربار میں لے جا کر بڑی عزت سے بٹھایا اس شہر کے نزدیک ایک اژدہا رہتا تھا تو ہر برس کے بعد غار سے سر اٹھاتا اور اس کی
پھونک سے سات کوس تک آگ لگتی اور سب جل جاتا اور دم جب اندر کھینچتا تو میدان کے چرند پرند آدمی جھاڑ وغیرہ سب
اس کے منہ میں جا پڑتے تھے اس روز شہر میں بڑا شور اٹھا تو امیر نے ان سے پوچھا کہ یہ شور و غوغا کیسا ہے تب انہوں نے اژدہا کی
سب حقیقت بیان کی امیر نے فرمایا کہ میں اتنے دنوں سے خرسنہ میں تھا مجھ کو خبر کیوں نہیں کی یہ کہہ کر اسی وقت قندز کو ہمراہ لے کر
ادھر کو گئے اور فتح نوش کا بھائی اور تماشائی بھی دیکھنے کے لیے باہر نکلے جب امیر نے دیکھا کہ اژدہا دم کھینچتا ہے تو افسر قندز کے حوالے
کر کے آپ تلوار کھینچ کر اس کی طرف چلے اور نزدیک پہنچ کر ایک تلوار ایسی ماری کہ اژدہا کٹ کر برابر دو ٹکڑے ہوا اور اتنا دھواں
اٹھا کہ امیر کو کچھ دکھائی نہ دیتا تھا جب ہوا نے دھوئیں کو دور کیا تو امیر سلامتی سے باہر آئے اور آدمیوں کے ہجوم میں آ ملے تب فتح نوش
کا بھائی اور تمام خلق اللہ اژدہا کے پاس آئے اور امیر کے فرمانے کے مطابق دیکھ کر متعجب ہوئے تب فتح نوش کے بھائی نے حقیقت
بھائی کو لکھی فتح نوش نے شادیانے کے نقارے بجائے امیر چند روز وہاں سے اور پھر خرسنہ کو تشریف لائے اور عیش میں رہے
ایام معہودہ کے بعد رالبعہ کے بطن سے فرزند ارجمند چہرہ خورشید ماہ پارا پیدا ہوا امیر نے اس فرزند کا نام عالم شاہ رومی رکھا اور فرزند
کے دیدار فرحت آثار سے مسرور ہوئے اور جشن کرائے اور فتح نوش نے غریبوں کو تقسیم کیا اور چالیس روز کے بعد امیر نے فتح نوش کو
فرمایا کہ کافر سب جمع ہو رہے ہیں اور یار میرے پراگندہ خاطر ہوں گے اس لیے میں جاتا ہوں اور جب یہ فرزند خدا کے فضل سے جوان
ہو تو حمزہ کے لشکر کو روانہ کرنا اس کے بعد فتح نوش بعد مایوسی کیا اب آپ فرمائیں کہ آپ حمزہ ہی ہیں یا کہ نہیں تب امیر نے اقرار کیا کہ
میں ہی حمزہ ہوں پھر فتح نوش بہت خوش ہوا اور قندز کو مارے خوشی کے ناچنے لگا اور کہا سوائے حمزہ کے دوسرے کا کیا مقدور
ہے کہ مجھے باندھے جب رالبعہ نے یہ حقیقت سنی تو شکرانہ حق سبحانہ تعالیٰ کا ادا کر کے شادیانے بجانے کے واسطے حکم دیا تب امیر
رالبعہ کو وداع کر کے مع قندز روانہ ہوئے اور منزل و مراحل طے کرنے لگے ادھر امیر کے لشکر میں لڑائی کے نقارے ہر
روز بجتے اور امیر کے یار عادیوں اور الجوا سے ہر روز جنگ کرتے تھے القصہ ایک روز دونوں لشکر میدان میں کھڑے تھے اتنے میں
ایک گرد نمودار ہوئی تب سب اس گرد کی طرف متوجہ ہوئے جب بغور دیکھا تو معلوم ہوا کہ حمزہ مع قندز آتے ہیں عرب
کا سارا لشکر دوڑ کر امیر کے قدموں پر گرا اور امیر نے بھی ہر ایک کو گلے لگایا اور علم اژدہا کے نیچے آ کھڑے ہوئے الجو شصت
گزی میدان میں آیا اور امیر کے حکم سے قندز بھی میدان میں آیا الجو نے بدستور جست مارا تو اس وقت دو تین لاتیں اور ایک زخم چھری
کا مارا قندز اس کے ڈر سے سانپ کی مانند تڑپا اور ہر چند چاہا کہ اسے پکڑ لے لیکن کچھ نہ ہو سکا اور شام تک یہ دونوں بدستور جنگ کرتے رہے

اور مغرب کے بعد ہر دو نوں لشکر اپنے اپنے مقاموں پر اترے اور دوسرے روز پھر میدان میں آکر کھڑے ہوئے تب الجو
میدان میں آکر پکارا کہ اے حمزہ اگر مرد ہے تو میدان میں آ پس امیر کشور گیر جہانستان ہتھیار باندھ کر اشقر دیوزاد پر سوار ہو کر میدان
میں آئے الجو اپنی قدیم عادت کے موافق اڑا اور امیر کو لاتیں ماریں امیر نے کچھ نہ کہا بلکہ فرمایا کہ دو حملے اور بھی تجھے دیئے دوسری
مرتبہ الجو اڑا اور اترتے وقت امیر کو لاتیں ماریں مگر امیر نے کچھ نہ کہا پھر الجو تیسری بدستور سابق اڑا اور اترتے وقت امیر کو لاتیں
ماریں امیر کو غصہ آیا اور اس کے پاؤں پکڑ کے ایسا پھرایا کہ الجو بیہوش ہو گیا اور پھر اس کو زمین پر دے مارا اور عمرو بن عمیہ نے
دوڑ کر فوراً باندھا اور لشکر میں لانے کے واسطے اٹھانے لگا تو الجو ہرگز نہ اٹھا تب عمر نے کہا اے الجو اٹھ نہیں تو آپ ہی دوڑا
جائے گا الجو نے کہا دیکھوں مجھے کون لے سکتا ہے تب عمر نے توبرا میں سے سوا نکال کر اسکے چوتڑوں میں چبھویا پھر تو وہ اٹھ کر
بھاگنے لگا اور اسلام لشکر ہنسا اور دونوں لشکروں میں شور ہوا پھر دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اترے اور رات کو آرام کیا امیر مجلس
آراستہ کر کے پہلوانی کرسی پر بیٹھے اور الجو کو بلا کر فرمایا میں نے تجھے کیونکر باندھا اس نے کہا جیسا انصاف تھا ویسا باندھا تب
امیر نے فرمایا کہ بول خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم برحق ہے الجو اپنے صدق دل سے مسلمان ہوا تب امیر نے اسکے بند دور
کیے اور خلعت مرحمت فرمایا اور عمر نے حلقہ زریں غلامی کا نشان اس کے کان میں ڈالا تب الجو نے عمر عیار سے کہا کہ میرے لشکر
کو بلالیں عمر عیار اس کے لشکر کو لایا اور آتے وقت یہ سپاہی بہت کافروں کو مار کر آئے اور الجو کا لشکر مسلمان ہو گیا اور امیر جہاں
گیر عیش سے رہنے لگے (باقی داستان شب فردا)

ستاونویں داستان

جب امیر کشور گیر جہانستان الجو کو مسلمان کر کے فارغ ہوئے تو چند روز عیش میں رہے ایک دن خوجے خبر لائے کہ آپ کے ہاں
فرزند ارجمند پیدا ہوا امیر نے خوشی کی نوبت کا حکم دیا اور بی بی نے فرزند ارجمند کے گلے میں ایک من سونے کی ہنسلی بنا کر ڈالی اور
سعد طوقی نام رکھا اور نہایت کوشش سے پرورش کرتی رہی ایک روز امیر مع لشکر میدان میں آئے اور کافر بھی اپنا لشکر میدان میں لائے
اور صفیں آراستہ کیں اور کافروں میں سے ایک عادی میدان میں آیا اور ادھر سے بحکم امیر استقانوش پہلوان میں آیا اور عادی سے
لڑنے لگا کہ اتنے جنگل سے ایک گرد پیدا ہو کر ایک لشکر نمودار ہوا دونوں طرف سے جاسوس دوڑے اور دریافت کرنے
سے معلوم کیا یہ لشکر روم کے شہزادے کا ہے اور حمزہ سے لڑنے آیا ہے تب وہ لشکر دونوں لشکروں کے درمیان کھڑا ہوا
تو سب نے دیکھا کہ چالیس ہاتھی ہیں کہ جن کی سونڈیں رنگی ہوئی اور ان کے دانتوں پر تبر بندھے ہوئے اور شکر زربفت
ہیکل یہ جواہر آویزاں اور زر دوزی جھولیں کلابتونی ڈوریوں سے کسی ہوئیں اور مرصع سیڑھیاں

پہلو پر لٹکتی ہیں اور فیلبان ہاتھوں میں سونے روپے کی کج بانکیں لیے ہوئے بیٹھے ہیں اور تمام فوج مسلح اور مکمل ہے
لشکر کفار یہ رنگ دیکھ کر دنگ ہو گیا اس عرصہ میں شہزادے نے نوشیرواں سے آکر کہا کہ کسی آدمی کو بھیج تب وہاں سے ایک
عادی نوشیرواں کے حکم سے آیا گرز گراں چلایا شہزادے نے ایک ہاتھ سے اسکا گرز پکڑا دوسرا عادی کی کمر میں ڈال کر ایسا مارا کہ اس
کی کمر کی ہڈی ثابت نہ رہی تب دوسرا عادی آکر بھی مردار ہوا القصہ راوی نے لکھا ہے کہ سات عادی اس وقت آئے اور
سب نے جہنم کی راہ لی تب اس شہزادے نے عرب کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے حمزہ کوئی اپنے لشکر کا پہلوان بھیج تب امیر کے
حکم سے فرہاد بن لندہور میدان میں آیا شہزادے نے ایسا گرز مارا کہ فرہاد بن لندہور گرا اور ہاتھی اس کے نیچے سے گر کر مر گیا۔ اور فرہاد
نے چاہا کہ شہزادے کا گھوڑا زخمی کرے شہزادے فی الحال اتر کر گھوڑا الپشت کے نیچے کر لیا تب فرہاد نے دوسرا ہاتھی منگایا
اور سوار ہوا شہزادے نے دوڑ کر تنگ ہاتھی کا پکڑ کر اٹھایا اور اوندھا مارا تب تو لشکر حمزہ میں شور محشر برپا ہوا لیکن فرہاد
سلامت رہا تب شہزادے نے کہا اے فرہاد اب تو جا اور عمر معدی کرب کو بھیج دے تب پسر لندھور نے آکر امیر سے کہا کہ وہ
شہزادہ عمر معدی کو بلاتا ہے جب امیر کے حکم عمر معدی میدان میں آیا تو شہزادے نے اسے زمین پر دے مارا اور کہا کہ تو
جا اور سعد بن حمزہ بن عمر کو بھیج عمر نے آکر امیر سے عرض کیا امیر نے فرمایا وہ لشکر کا بادشاہ ہے وہ کیونکر جنگ کرے گا یہ خبر سعد
بن عمر کو پہنچی تب ہر چند امیر کو منع کیا مگر امیر کا کہنا نہ سنا اور میدان میں آیا اور دونوں شہزادوں نے اتنا زور کیا کہ دونوں گھوڑوں کے
زانوں زمین پر لگ گئے تب رستم پیلتن نے ہاتھ کمر سے چھوڑ کر فرمایا کہ تو جا اور حمزہ کو بھیج سعد بن عمر آیا اور حمزہ سے بولا کہ اے
دادا جان وہ پہلوان آپ کو بلاتا ہے۔ تب امیر میدان میں آئے شہزادے نے امیر کو دیکھ کر گھوڑا دوڑایا اور دوال کمر میں ہاتھ
ڈال کر اتنا زور کیا کہ دونوں کا گھوڑے چلائے اور زانوں زمین میں لگ گئے تب امیر نے نعرہ مار کر اللہ اکبر کہا اور رستم پیلتن کو اٹھایا
اور پھر اکہ زمین پر ڈال کر ذبح کرنا چاہا تب رستم پیلتن بولے اے حمزہ میں تیرا فرزند ہوں اگر مارے گا تو پچھتائے گا تب امیر نے
فرزند کو گلے لگایا اور پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے وہ بولے کہ عالم شاہ رومی کہتے ہیں تب امیر نے فرزند کو رستمی کا خطاب عطا فرمایا
اور کہا کہ تم نے بے ادبی کس واسطے کی تب رستم پیلتن نے کہا کہ میں سنتا ہوں کہ آپ کا جو فرزندوں میں آتا ہے
سو زور آزمائی کرتا ہے اس لیے میں نے بھی اپنی مردی کا نشان ظاہر کیا ہے امیر نے نوبت خوشی کی بجوائی
اور سب کو جشن میں داخل کیا وہ تمام رات گزری جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر میدان میں آئے۔
اور ایک عادی سوار ہو کر معرکہ میں آکھڑا ہوا۔ اودھر سے رستم پیلتن باپ کا حکم لے کر
میدان میں گئے جب عادی نے حملہ کیا تو عالم شاہ نے اس کی ضرب رد کی اور
تلوار سے اس عادی کو مکڑی سر سے کاٹ کر دو ٹکڑے کیا اور پھر گھوڑے پر چڑھ کر کافروں سے لڑا

جب امیر نے یہ حال دیکھا تو یاروں کو فرمایا کہ رستم کے ساتھ جاؤ تب عروج عجم کے لشکر نے شامل ہو کر اتنی جنگ کی کہ کافروں کو لڑائی
کی طاقت نہ رہی آخر بھاگنے لگے اور عربوں نے چار کوس تک ان کا پیچھا کیا پھر رستم ونصرت سے معہ لشکر واپس آکر باپ کے حضور
میں آداب بجالائے امیر نے فرزند کو گلے لگایا اور تمام روز جشن میں رہے اور نوشیرواں بھاگ کر تیماخادری کے گھر میں گیا اور
وہاں کا بادشاہ معہ لشکر باہر آیا اور آکر بادشاہ کا استقبال کیا اور لے جا کر تخت پر بٹھایا اور آپ تو بے فکر رہ حمزہ اگر کبھی یہاں
آیا تو جان سے مارا جائیگا (باقی داستان شب فردا)

اٹھاونویں داستان

جب امیر جشن سے فارغ ہوئے اور نوشیرواں خاور شاہ کی پناہ لے کر منتظر امیر کے آنے کا رہا تب امیر نے دوسرے روز کوچ کیا
اور منزل ومراحل طے کر کے خاور کی سرحد میں پہنچے اور عباس کو فرمایا کہ خاور شاہ کو نامہ رقم کرو حضرت عباس نے خط فیض
نمط اس مضمون ہدایت مشحون لکھا کہ بعد حمد خداوند ونعت ابراہیم خلیل اللہ کے شاہ مردان مرد شیر میدان حمزہ بن عبد المطلب
کی طرف سے بادشاہ خاوری کو معلوم ہو کہ نوشیرواں میرا دشمن جانی ہے اور کتنی مرتبہ میں نے اس کا گناہ بخشا
ہے اور اپنے قرار سے مبدل ہوا ہے اور میرے حق میں دشمنی کرتا ہے اور تیرے پاس آیا ہے اگر بھلا چاہتا ہے. تو
خط دیکھتے ہی نوشیرواں کو باندھ کر اور اپنے ملک کا اخراج لیکر بہ ہدایت معہود میں حاضر ہو تو میں امن دیکر تجھ کو مسلمان کر کے
بڑے سے بڑے مرتبہ پر سرفراز کروں گا اور اگر اس حکم سے سرتابی کی تو اس طرح سے ماروں گا کہ ماہیان دریا و
مرغان ہوا تیرے حال پر گریہ زاری کرینگے جب یہ نامہ رقم ہو چکا تو عمر کو دیا عمر نامہ لے کر تیمار خاوری کے دربار میں
آیا اور اس کو خط دیا تیمار نے خط لیکر عمر کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور خط پڑھکر ٹکڑے ٹکڑے کیا اور کہا پکڑو اس چور کو غلاموں نے
عمر کا قصد کیا تب عمر نے بھی خنجر عیدی سے مارنا شروع کیا اور کئی ایک کو مار کر حسب ت مار کے باہر چلا گیا اور وہاں سے امیر کے حضور
میں آکر قصہ گذشتہ مفصل عرض کیا جب دوسرا روز ہوا تو تیمار نے طبل جنگ بجوایا اور میدان آراستہ کرنے کا حکم دیا یہ خبر جاسوسان اسلام
نے امیر کے حکم سے جنگی طبل کو پہنچائی امیر نے فرمایا کہ ہمارے نقارخانہ سلیمانی میں کہہ دو کہ یہ تکبیر ایزدی نفسل طبل جنگ بجوائیں بجا کر
تمام لشکر میں خبر ہوئی جتنا جتنے بہادر تھے انہوں نے خزانہ لٹایا اور خاصی پوشاکیں پہنیں اور نفیس کھانے پکوا کر کھائے اور ناچ
رنگ میں رات بھر مشغول رہے اور تلواروں کو سنگ چنایا اور تیروں کو لیس کیا اور نیزوں کو تکاوری دی اور صبح ہوتے ہی دونوں
لشکر میدان میں آئے بیلداروں نے جھاڑ بوٹ صاف کر کے میدان ہموار کیا اور سقوں نے آبپاشی کی تب میمنہ میسرہ اور قلب
جناح اور ساکذ کمین گاہ اور یمین ویسار آگا ہراول ڈبچا چنڈول غرض چودہ صفیں آراستہ کی تب نقیب پکارے کہ اے مردہ بگو تقیہ تا جام

روز جنگ است جنگ باید کرد　　کوشش نام و ننگ باید کرد

شکم و گاو پشت ماہی را　　سر نیزہ ز رنگ باید کرد

دونوں طرف کے جاسوسوں نے جاکر عرض کیا کہ امیدوار قدوم میمنت لزوم کیے گئے تب تاجدار نے چرخوں پر محل پردہ دونوں نے کھینچا امیر نے پیغمبروں کے تمام صلاح بدن پر آراستہ کیے اور اشقر دیوزاد کو طلب فرمایا اور بادشاہ نے تاج شاہی بر سر چادر قبائے شہنشاہی در بر داد کٹار مرصع کار در پیش ناف اور گرد سپر پشت پر کرکے تخت ہوا پر سوار ہو کر داہنی اور بائیں فوج کا مجرا لیتے ہوئے کسی سے دست بر سر دست بسینہ اور کسی سے آنکھ کے اشارے سے تعظیم کا جواب دیتے قلب لشکر میں آکھڑے ہوئے تب قیما خاوری کی ایک بہن پہلوان نشان بلند شان میدان میں آئی اور پکاری کہ اے خدا پرستان و زبر دستان اظہار کرآن روئے مرگ داشتہ باشد بیائد می میدان مرداں کہ ارادہ دست و پا آوری دارم خسرو نے یہ دابس دیکھا تو شیر بابک نے مجرا کیا اور اجازت حاصل کی اور میدان میں آیا اور خورشید خاوری کے مقابل کھڑا ہوا تب خورشید خاوری نے کہا (فرد) بیا تا چہ داری ز مردگی نشان. کمان کیانی و گرز گیاں. تب شیر بابک نے کہا کہ ہم حریف و پیش دستی نہیں کرتے تب خورشید خاوری نے نیزہ اٹھایا اور سینہ بے کینہ پر مارا شیر بابک نے نیزہ رد کیا لیکن گھوڑے کی گردن پر لگا کہ گھوڑا مر گیا اور شیر بابک زمین پر گر پڑا تو خورشید خاوری نے دوسرا نیزہ مار کر اس کو زخمی کیا عمر گھوڑا دوڑا کر اس زخمی کو لشکر میں لائے مہر شاہ کاؤس کو طاقت ضبط نہ رہی اور اجازت لے کر میدان آیا مگر خورشید نے اسے بھی زخمی کیا تب رستم پیلتن و پیل روز میدان میں آئے اور خورشید خاوری نے اس پر بھی نیزہ چلایا امیرزادہ نے اسکا نیزہ چھین لیا اور وہی پھرا کر ایسا مارا کہ زمین پر گری تب رستم پیلتن اس کے سینہ پر بیٹھا اور پستان نرم معلوم کر کے سمجھا کہ یہ عورت ہے تب گودی اٹھا کر لائے اور امیر کے پاس چھوڑ دیا امیر نے فرمایا اے عورت تو کون ہے اس نے کہا کہ قیماز خاوری کی بہن ہوں تب امیر نے فرمایا کہ اسے پیلتن کی والدہ کے پاس بھیج دیا اور سپرد کیا القصہ رستم پیلتن و پیل تن جب میدان میں آئے اور بولے کہا نے کافر تم عجیب بے شرم ہو کر عورتوں کو لڑنے میدان میں بھیجتے ہو اور آپ کھڑے ہو کر تماشا دیکھتے ہو اگر تم میں کوئی مرد ہے تو میدان میں آئے تب قیماز خاوری کا باپ بہمن خاوری اور آپ کھڑے ہو کر میدان میں آیا اور گرز نکال کر کہا اے ہرزہ بند ہوے تو میری دختر کو آسانی سے لے گیا اب کہاں جائیگا یہ کہہ کر علم فنا پر گرز چلایا علم شاہ نے اس کا ہاتھ معہ گرز کے پکڑ لیا ایک مکے اس کی گردن پر ایسے مارے کہ وہ کافر زمین پر گرا اور عمر بن عمیہ نے دوڑ کر باندھا اور لشکر میں لایا تب قیماز خاوری قیماز نے کہا کہ حمزہ نے خوب ہنر ز ندر کھا ہے کہ اس نے اسی وقت تین فرزند مارے اسی نے اسی وقت تین پہلوان باندھے ہیں اگر اسے باندھوں تو لوگ کہیں گے کہ رستم پیلتن نقصان میں تھا آج اس سبب سے قیماز نے اسے باندھا ہے بہتر ہے کہ آج وہ اترے صبح کو پھر لڑائی شروع ہوگی غرض اس روز دونوں لشکر اترے اور امیر خوشی کے نقارے بجوا کر ۔

اترے۔ صبح کو پھر لڑائی شروع ہو گی غرض اس روز دونوں لشکر اترے اور امیر خوشی کے نقارے بجوا کر اپنی بارگاہ کرسی پر آ بیٹھے اور ان
تینوں قیدیوں کو پیش کرا کے فرمایا کہ میرے فرزند نے تم کو کیونکر باندھا بولے کہ جیسے مرد مردوں کو باندھتے ہوں دلیسا ہم کو شہزادہ عالمگیر
نے باندھا ہے امیر نے فرمایا کہ اب تم مسلمان ہوؤ تب تمن نے کہا ابھی ہم کو معاف رکھو جب تک کہ آپ قیمار کو کو پکڑیں۔
تب ہم بھی حلقہ بگوش ہوں گے امیر نے ان کو قید میں امانت رکھا اور خورشید خاوری کو کہلا بھیجا کہ میں اپنے فرزند سے تیرا
نکاح کرنا چاہتا ہوں تمہیں قبول ہے یا کہ نہیں اس نے عرض کی کہ اے جہانگیر اس باندی کو بجان و دل سے قبول ہے کیونکہ اگر تمام
دنیا میں ڈھونڈوں تو بھی مجھے ایسا بہادر دلاور شوہر نہ ملے گا میرے زہے طالع پھر ساعت سعید سے امیر خورشید نے اس کا نکاح
عالم شاہ سے کرایا اپنے سالخہ اور جشن و عشرت و خوشی و خورمی میں سب نے رات گزاری اور صبح دونوں لشکروں میں جنگ
کے نقارے بجے اور مردان دلاور مستعد ہوئے اور قیمار خاوری آٹھ سو من کا گرز اٹھایا میدان میں آیا اور رستم پیلتن بھی اپنے
باپ کے حکم سے میدان میں آئے تب قیمار نے کہا اے عرب زادے میرے ہاتھ سے اب کہاں جائے گا یہ کہہ کر
امیر زادہ پر گرز چلایا اور ایسا مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکروں نے سنی اور امیر زادے کے گھوڑے کی پیٹھ پھٹ گئی تب
امیر نے بھی پیدل ہو کر قیمار کے گھوڑے کے پاؤں قلم کر دیئے تب دونوں کے عیاروں نے اور گھوڑے لا کر حاضر
کیے اور دونوں سوار ہوئے اور رستم پیلتن نے ہزار من کا گرز اٹھا کر ایسا مارا اگر پہاڑ ہوتا تو سرمہ ہو جاتا لیکن قیمار کو کچھ نہ ہوا
اور ہنسا اور پکار کر کہا کہ اے عرب اسی روز پر مجھ سے مقابلہ کرنے آیا ہیں چلا جا نہیں تو مارا جائے گا جا کر حمزہ کو بھیج کیونکہ
میں نے سنا ہے کہ وہ پہلوان جہاں کا دعویٰ رکھتا ہے تب امیر زادے نے اس سے کہا کہ میرے سے تو بر سر نہ آیا پھر باپ
کو کیوں بلاتا ہے تب گرز و گرز اتنا لڑے کہ آفتاب آسمان میں چھپا اور قیمار نے تلوار اٹھائی اور امیر زادے نے بھی تلوار
میان سے نکال اور آپس میں اتنے لڑے کہ تلواریں آرہ کی مانند ہوئیں پھر نیزے اٹھائے در دہ خلال فراش کی طرح ہو گئے
تب کمند پکڑے آخر شام ہوئی تب تک نہ اسے فتح نہ اسے ظفر پھر دونوں لوٹ کر اپنے اپنے لشکر میں اترے تب امیر نے کہا کہ عالم شاہ
قیمار کو کیسا پایا عالم شاہ نے کہا کہ اے امیر اگر آپ کے بعد اگر مرد زمین میں ہے تو قیمار خاوری ہے ساری رات عیش میں رہے
جب فجر ہوئی تو دونوں لشکر میدان میں آ گئے اور قیمار خاوری نے میدان میں آ کر پکارا کہ کون پہلوان ہے جو میدان میں آئے
تب لندہور امیر کی اجازت حاصل کر کے شبرنگ پر سوار ہو کر میدان میں آیا اور قیمار کے سامنے گھوڑا دوڑایا قیمار نے کہا کہ اے
کہ اسے دراز قد کون ہے اور تیرا کیا نام ہے اس نے کہا مجھے لندہور بن سعدان کہتے ہیں قیمار نے کہا میں تیرے نام کی آواز بہت سنتا ہوں
لیکن تیری لڑائی نہیں دیکھی لندہور نے کہا کہ پہلا حملہ تمہارا ہے تب قیمار نے گھوڑا دوڑا کر گرز اٹھایا لندہور کی ڈھال پر مارا اور لندہور نے وار روکا
لندہور نے کہا کہ قیمار اس گرز سے گونٹ برج کے بیخ بنیاد سے گرا دیا تھا۔ اب تو یہاں بولتا ہے۔ پھر دونوں پہلوان

گرز و گرز اتنا لڑے کہ شام ہوئی اور طبل بازگشت بجا کر دونوں لشکر اترے اور رات آرام کر کے میدان میں آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سوار چالیس گز لمبا یکایک جنگل سے پیدا ہوا اور پکارا کہ اے نوشیرواں کوئی پہلوان بھیج وہاں سے ایک عادی آیا اس عادی سوار نے اس کا کمر پکڑ کر اٹھایا اور زمین پر مارا کہ عادی کو دوزخ نصیب ہوا پھر ایک عادی اور آیا وہ بھی اس کے پاس نادی دوزخ میں گیا پھر تو نوشیرواں کی طرف سے میدان میں کوئی نہ آیا پھر وہ سوار صحرائی لشکر عرب کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کوئی مرد ہو تو آئے تب سرکپ امیر کے حکم سے مقابلہ میں آیا تب اس سوار نے سرکپ کو گھوڑے پر سے اٹھا کر زمین پر ٹپکا اور اس کے سینہ پر ٹپکا تب سرکپ نے اس سینہ پر ایسی تلوار ماری کہ وہ زمین پر گرا تب سرکپ امیر کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے امیر یہ سعد صحرائی بہت سخت ہے اور وہ دوسرے کو بلاتا ہے تب قندز امیر کے حکم سے میدان میں آیا اور کہا کہ امیر یہ سوار نے قندز کو گھوڑے پر سے اٹھا کر کہا کہ جا تم کو زمین پر کیا ٹپکوں تو جا اور امیر کے فرزندوں میں سے کسی کو بھیج تب قندز نے امیر کے حضور میں عرض کی کہ جا تجھ کو زمین پر کیا ٹپکوں۔ امیر تمہارے فرزندوں میں سے کسی کو بلاتا ہے اور مجھے تمہارے تخم کا اثر نظر آتا ہے امیر نے فرمایا کہ اے قندز اس کی شکل و صورت بہت تیرے مشابہت ہے شاید تمہارا فرزند ہوگا قندز نے کہا کہ اے امیر اگر میرا فرزند ہو تو میں اسی وقت اس کو جان سے مار ڈالتا امیر نے فرمایا کس واسطے جان سے مارتا ہے قندز نے کہا کہ اس نے مجھے بے آبرو کیا ہے غرض کہ پھر رستم پیلتن کو میدان میں روانہ کیا اور عالم شاہ سے آتے ہی۔ سوار صحرائی دوڑا اور عالم شاہ نے یہاں تک دوڑ کیا کہ گھوڑے گھٹنے ٹیکنے لگے آخر دونوں بہادر پیادہ ہوئے امیر نے عمر نے کہا کہ یہ پہلوان بہت سخت ہے میں نعرہ مارتا ہوں عمر نے ٹوپی ہوا پر پھینکی اور عرب کے سارے لشکر نے موزوں سے روئی نکال کر اپنے گھوڑوں کے کانوں میں ڈال دی تب نعرہ مارا اور اپنے لشکر میں لائے۔ اور بیٹھنے کے لیے کرسی مقرر کی اور اس کی پہلوانی کی تعریف کی اور جب رات ہوئی امیر نے اس رات حمزہ کو چک کے نام مجلس آرائی کی پیالہ پیا جشن کیا دوسرے دن دونوں طرف سے پھر لڑائی کا نقارہ بجا اور دونوں لشکروں میں آئے تب قیمار عادی نے میدان میں آ کر نعرہ مارا اور کہا کہ حمزہ اگر مرد ہے تو میدان میں آؤ تب امیر حمزہ ہتھیار باندھ کر اشقر پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔

فرد

شاہ خوش چلا ہے سوار ہو کے لڑنے یارب پناہ میں رکھو وہ شہسوار امیر

جب کہ حمزہ جہان ستان میں گرد سپہ فلک ہفتم پر پہنچائی۔ اور قیمار کے برابر آ کر کھڑے ہوئے ہوئے تب قیمار عادی نے کہا کہ کوتاہ قد تو کون ہے میں نے تو حمزہ کو بلایا تھا تب امیر نے فرمایا۔ انا حمزہ ابن عبدالمطلب قیمار نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ حمزہ کس قد و قامت کا ہے مگر تو نے اس کو تازہ قد پر دنیا کو حلقہ بگوش کیا ہے۔ امیر نے کہا خدا نے اپنی مدد سے کافروں پر فتح دلائی ہے۔ اور دلاتا ہے۔ اور پھر بھی دلائیگا اور حمزہ نے

ڈھال اور ڈھال آگے کی اور قیمار کی اور قیمار کے گھوڑے کی کمر کوئی درندہ گیا تب قیمار نے چاہا کہ حمزہ کے گھوڑے کو زخمی کرے لیکن
حمزہ نے جلدی سے اتر کر گھوڑے کو پشت کے پیچھے کر لیا اور گرز اٹھا کر ایسا مارا کہ قیمار خاوری زانو تک زمین میں گڑ گیا تب وہ بولا کہ
اے امیر حمزہ ہزار تحسین تجھ پر ہے کہ ایسی ہی تو قوت اور بازو کے زور سے تمام عالم کو مطیع کیا ہے یہ کہہ کر تلوار امیر پر چلائی اور امیر نے ڈھال
کی روک پر اس کی تلوار روکی تب قیمار نے کمند ڈالی امیر نے اس کی کمند چھین لی پھر نیزہ چلایا امیر نے اسکا نیزہ بھی چھین لیا اور پھر اس کی کمر میں
دیا مارا کہ نیزے کے پرزے ہوگئے پھر دونوں پہلوان پیادہ ہوئے اور ایک دوسرے کی کمال پکڑی تب امیر نے فرمایا کہ اے قیمار میں
نعرہ مارتا ہوں اس نے کہا تو بیفکر نعرہ مار میں گھوڑے کا نہیں ہوں کہ تمہارے چلانے سے ڈروں گا پس عمر نے اپنا معمولی ادا کیا
اور امیر کے سپاہی یا بیہوش ہوگئے تب امیر نے اسے زمین پر ٹپک کر محکم باندھا اور عمر کے حوالے کیا اور طبل بازگشت بجوایا ہر چند امیر
نے نرمی و گرمی سے فرمایا لیکن اس نے مطلق نہ مانا تب امیر نے لندہور اور معدی کرب کو فرمایا کہ مارو اس زندہ کو تب دونوں پہلوانوں
نے اس کو بڑے زور سے مارا لیکن اس کو کوئی ضرر نہ ہوا تب اس نے کہا اے امیر ایک بار گردن مارنے کو فرمایا کہ آسانی سے مارنا
تب امیر نے انواع اقسام کی نعمتوں کا خاصہ منگوا کر قیمار کو کھلایا پھر اس نے شراب طلب کی امیر نے شراب قنبر سے منگوا کر اس پر صحیفے حضرت
ابراہیم کے پڑھ کر دی سے گانے لگے نوشیرواں نے ایسا حال دیکھ کر اور سن کر بختک سگ ناپاک سے پوچھا کہ اب کیا
علاج کرنا چاہیئے اور اس موذی نے کہا کہ اے میاں تھا اگر حمزہ وہاں آیا تو یہ سمجھنا کہ قضا لائی ہے تب نوشیرواں نے کانزدن
سمیت ودجان کی طرف کوچ کیا اور منزل و مراحل طے کر کے احجان میں پہنچے جب کیوس نے یہ سنا کہ نوشیرواں بادشاہ ہفت
کشور آیا ہے تب استقبال کے لیے خود آکر ہزار تعظیم و تکریم سے اپنے دربار میں لیجا کر تخت پر بٹھایا اور بہت تسلی و دلاسا دے کر
کہا کہ بادشاہ ہفت کشور خاطر جمع رکھ اگر وہ عرب تشکیبند تخم پشمینہ پوش آیا تو اس کو جان سے مار ڈالوں گا کیونکہ نیزہ زہر آلودہ
کروں گا اور ایسا ہی عرب کے سینے میں ماروں گا کہ وہ مر جائے گا تب نوشیرواں نادان بے ایمان نے کہا کہ جیسا تو کہتا ہے
ویسا ہی کرو گے یہ کہہ کر خاطر جمع رہنے لگے اور عیش میں مشغول تھے جب نوشیرواں کی یہ خبر امیر حمزہ نے سنی تو وہاں جانے
کا ارادہ کیا تب بہ ستم چیلتن نے آکر عرض کیا یا امیر قیمار خاوری کی بہن حاملہ ہے اس کے باب میں کیا حکم ہوتا ہے امیر نے
فرمایا کہ اس کو سفر میں ہمراہ لے چلنا تکلیف دینا ہے پس اس کو اس کے ماں باپ کے پاس چھوڑ دو یہ فرما کر آپ معہ
خزانہ اور لشکر عرب نور خ تبریز بساعت سعید ادجان کی طرف روانہ ہوئے ۔ (داستان باقی شب فردا)

جلد چہارم

انسٹھویں داستان

راویان اخبار و ناقلان آثار ذوالاقتدار اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب امیر کشور گیر جہانستان نے خاور سے کوچ فرمایا اور راہ اجان کی لی اور بعد از قطع منازل و طے مراحل کے اس سرزمین میں پہنچے جب ایک منزل کے قریب رہا تو وہاں اترے اور دوسرے روز کیوس کے قلعہ سے چار کوس کے فاصلے پر آنے کا قصد کیا کہ یہ خبر جب کیوس شاہ کو پہنچی تو اس نے کہا اے نوشیرواں سوار ہو اور نقارہ لڑائی کا بجوایا اور میدان میں چل کر کھڑا رہ نوشیرواں نے مع عادیوں کے لڑائی کا نقارہ بجوا کر شہر سے باہر آیا اور میدان میں آکر کھڑا رہا اور امیر بھی مع لشکر ادھر سے سوار ہو کر آئے اور گرد اٹھی جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے ؎

ز سم ستوران دران پہن دشت
زمین شش شد و آسمان گشت ہشت

اور لشکر کا نشان لیکر عمر معدی کرب کہ جس کا قد چون گز لمبا اور پیٹ اس کا گھڑے کے عیال پر اور چوٹی پیٹھ کے پیچھے پڑی ہے نمے اپنے چوالیس بہادران اور چودہ ہزار سوار مسلح و مکمل غرق دریائے آہن اور نمودار پیدا ہوا جب کیوس شاہ نے اسے دیکھا تو پوچھا کہ اے بختک حمزہ یہی ہے بختک نے کہا کہ یہ امیر کے لشکر کا سردار عمر معدی کرب ہے خیر بلند ہوا سو ہاتھی داہنی طرف اور سات ہاتھی بائیں طرف اور ایک سو بیس چتر شاہی کی جمعیت سے ایک سو دس تن کا نیل منگلوس پر سوار ہو کر آیا کیوس شاہ نے کہا کہ اے بختک حمزہ یہی ہے بختک نے کہا اے نادان ابھی حمزہ دور ہے یہ لندھور بن سعدان حمزہ کی داہنی طرف بیٹھنے والا ہے اور سراندیپ کا بادشاہ

ہے اسکے بعد جیپور بن شہپال شاہ دو چتر مراتب کے نیچے آیا پھر اس کے بعد گورنگ آیا پھر دو بھائی شہزادے یونان کے آئے کیوس
شاہ بولا یہ کون ہیں بختک نے کہا کہ یہ دونوں یونان کے شہزادے ہیں ایک کا نام استنتانوش ہے۔ اور دوسرے کا
نام صدفنوش ہے اور یہ دونوں فرزند حدیث یونانی کے ہیں ان کے بعد اسقلان بڑی فوج سے آئے پھر ناصر
شاہ مصری آیا پھر سات بھائی زابلی کے آئے کیوس اس سے پوچھنے کو تھا کہ حلب کے شہزادے
اور ان کے بعد شہریار یک شیروانی آیا کیوس نے پوچھا کہ یہ کون ہیں بختک نے کہا کہ یہ نوشیرواں کا سپہ سالار
ہیں اور یہ حمزہ سے ملا ہوا ہے اور نیز یہ نوشیرواں کا شہزادہ ہے پھر مشقال مغربی آیا پھر ریحان بلخی پھر خاوری
تھندز شہریان طائی پھر سرکیپ نرک پھر برہنہ تبتی اور دیوانہ تبتی پھر الجو شمست گرزی پھر سڈوتی پندرہ گز
قد کا جوان جو ایک من کا طوق اپنے گردن میں ڈالے تھا اس کے جمال کے تابش سے آفتاب شرمندہ
ہوتا تھا کیوس نے کہا کہ یہ کون ہے بختک نے کہا کہ یہ حمزہ کا بیٹا آیا ہے پھر فارون طبی بہن سمیت رستم پیلتن اور
بدیل کن آئے اس کے بعد سعد بن عمر بن حمزہ آئے تب سارا لشکر پیادہ ہوا اور سعد بن عمر کے آگے آکر سر
زمین پر رکھا یہ لشکر اسلام کا دیکھ کر کیوس نیزہ دار کی آنکھوں میں کچھ نیلاہٹ سی آئی پھر قیماز خاوری آیا اس
کے بعد دورباش کی آواز اور عیاران عمر بن عمیہ آئے کیوس نے پوچھا کہ یہ آواز کیسی ہے بختک نے کہا کہ یہ آواز
عیاران عمر ہیں پھر سر خلیل بابوش پوشان بساط بشان نبی آدم مولنا معظم جامع الافضل والکرم دوندہ بے درنگ
قلعہ گیر بے خنگ صاحب قطورہ در رنگ مردان سرہنگ نہ مردان لهنگ یعنی جناب جنت مآب شیخ الاحباب خواجہ
عمر بن عمیہ ضمیری نامدار چراغ لشکر اسلام جست مارتے ہوئے نمدے کا کرتہ کاغذ کی ٹوپی رسی سے کمر بندھی
ہوئی چند تیر بے پر و بیکاں بازو سے لگے ہوئے اور جانماز کے ٹوکری پشت کے پیچھے لگی ہوئی شکل مبارک
لایل تصویر ناریل سا سر گاسی گردن زیرہ سی آنکھیں چھوٹی سی ناک بادام سے کان طباق سا شکم رسی ہاتھ اور ایسے ہی
پاؤں زنبیل اور تربوز گلے میں پڑا ہوا چلا آتا ہے اس کے پیچھے یاران ہزار غلام زریں کمر زریں پوشاک
تازی نر کی گھوڑے کو ہمراہ لیے ہوئے پا پیادہ چلے آتے ہیں کیوس نے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور پیادہ
آگے کون ہیں بختک نے جواب دیا کہ یہ سب عیار ہیں جب یہ کہ آپ ہی پیادہ ہیں تو اس سبب سے اس
کا لشکر بھی سب کا سب پیادہ ہے اس کے بعد بختک نے کیوس سے کہا کہ وہ تلم پیکر کی آواز آنے لگی ہے
کہا وہ کیا ہے کہا یہ نشان امیر کا ہے کہا ایسا نشان کس نے بنایا ہے کہا بزرجمہر نے کیوس بولا اے بزرجمہر یہ
نشان ہم کو بھی بنا دو کہا اگر حمزہ پر فتح پائیگا تو یہی نشان تجھ کو ملے گا صبر کر اتنے میں وہ نشان دکھائی دینے لگا۔ اور

اس کے نیچے آفتاب اہل عرب و عجم و عم رسول آخر الزمان امیر کشور گیر جہانستان حمزہ بن عبد المطلب ہے۔ اور ان کے پیچھے ابو طالب
و حارث و ہاشم اور دو مرے بھائی آئے۔ بعد ازاں بیس ہزار غلام ترکی و رومی و چینی و حبشی و زنگی اور ہندی زرین
کمر زرین پگڑیاں پہن کر تازی گھوڑیاں پر سوار ہو کر تب سارے پہلوان نے بلند آواز سے امیر کو دعا دی اور ثنا
کی پھر میدان آراستہ کیا۔ اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے۔ جو میدان کا قصد کرے گا۔ اور کون مرد ہے جو اپنا نام
ظاہر کرے گا۔ تب کیوس نے اپنا نیزہ پھرایا۔ اور میدان میں آیا۔ اور نعرہ مار کر کہا کہ اے خدا پرستان از میان شما ہر کہ
آرزوے مرگ داشتہ باشد بمیدان بیاید کہ ارادہ دست و پا آوری دارم اور میں تم سے اس واسطے لڑتا ہوں
کہ نوشیروان نے تم سے تنگ آ کر مجھ سے فریاد کی ہے۔ کہ یہ کشکینہ خور پشمینہ پوش مجھے شہر بشہر پھرا رہا ہے۔ تب
قیمار خاوری نے امیر کے آگے آ کر سر زمین پہ رکھا۔ کہ اے امیر جہانگیر اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں۔ اور اس کافر کو
ابھی باندھ کر آپ کے سامنے لاؤں۔ امیر نے کہا جاؤ خدا کو سونپا۔ تب قیمار خاوری گھوڑے پہ سوار ہو کر کیوس
کے مقابلہ میں آ کر ٹھہرا رہا۔ کیوس نے کہا اے بوڑھے نامرد تجھے کیا ہوا۔ کہ تو نے حمزہ کی غلامی کا حلقہ پہنا ہے کہ
جو بادشاہ اور تاجدار بھی نہیں ہے۔ پس تجھے ننگ نہیں ہے۔ قیمار بولا۔ کہ اے احمق کئی ایک میرے جلیسوں نے
امیر کی غلامی کا حلقہ پہنا بلکہ فخر ہے کہ مجھے حمزہ کی مانند کوئی مرد دنیا میں نظر نہیں آتا ہے۔ تب کیوس نے
اپنا زہر آلودہ نیزہ ایسا پھرایا کہ اس کی چمک سے قیمار خاوری کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اور نیزہ دکھائی دینے سے
تو رہا۔ تب قیمار خاوری نے سپر منہ پہ لی۔ اور کیوس نے قیمار پہ نیزہ چلایا۔ اور قیمار نے ڈھال کے جھٹکے سے
اس کا نیزہ رد کیا۔ مگر قیمار کی ران میں ذرا آ لگا۔ پس لگتے ہی اس کا زخم سوجھ گیا۔ اور قیمار پھر کر اپنے لشکر
میں آیا۔ اور بے ہوش ہوا۔ تب عمر نے دوا لگا کر پٹی محکم باندھی۔ اور عمر بن عمیہ آپ ہی میدان آیا۔ کیوس بولا۔
اے نادان دیوانے مسخرے دیکھا۔ تو نے کہ ایسے پہلوان کو ایک ہی نیزہ میں مارا۔ عمر نے کہا وہ تو اچھا ہے اور تُو سے
کیا ڈرے ہے۔ کیوس نے کہا اے نادان دیوانے تو کیا جانتا ہے۔ اب دیکھتا کیسا تندرست ہوتا ہے۔ تب
عمر بن عمیہ نے کہا کہ اگر تو مرد ہے تو مجھے مار۔ یہ کہہ کر آپ نے بھی گوپھن عیاری نکالی۔ اور کیوس نے نیزہ ہلایا
اور عمر پر آیا۔ اور ادھر سے عمر نے گوپھن کا پتھر چلایا۔ اور کیوس کی گل کی رگ میں تاک کر ایسا مارا کہ کیوس کی
آنکھیں پھرنے لگیں۔ اور دیوانہ ہوا۔ اور دوسرا پتھر مارا ایسا کہ اس کے ہاتھ سے نیزہ چھوٹ گیا۔ پس عمر نے دوڑ
کر وہ نیزہ اٹھایا۔ تب کیوس نے پکارا۔ کہ اے عیار میری تجھ سے نہیں ہے۔ تو میرا نیزہ دے۔ اس کے جواب
میں عمر نے کہا۔ کہ جو چیز میرے ہاتھ میں آئے تو کیا باپ نہیں لے سکتا۔ پس اسی ردو بدل میں رات ہوئی اور

دونوں لشکر اترے۔ اور عمرو وہ نیزہ لے کر امیر کی خدمت میں آئے۔ تو امیر کو دکھایا۔ امیر نے فرمایا۔ کہ اس نیزہ کا زہر دور کرو۔ اور سعد یمانی کو دو۔ کیونکہ وہ بھی نیزہ باز مرد ہے۔ اس لشکر میں جب نوشیرواں اترا۔ تو ایک قاصد نے خدمت میں عرض کی۔ کہ اے بادشاہ عورت کا آنا تجھے مبارک ہو۔ نوشیرواں نے دریافت کیا۔ کہ کس کی عورت ہے۔ قاصد نے کہا کہ بادشاہ موران کی یہ ایک بیٹی ارزاں انگیز نام ہے۔ پس اسی بیٹی کو شاہ موران نے ہزار کنیز پری پیکر اور ہزار غلام مرتاباں اور بہت سے تحفے ساتھ دے کر آپ کے واسطے بھیجا ہے۔ تو نوشیرواں نے کہا۔ کہ وہ کب پہنچے گی۔ قاصد نے کہا کہ یہاں سے چار کوس کے فاصلہ پر اتری۔ پس بادشاہ نے بزرجمہر کو بہت سے تحفے دے کر بھیجا۔ بزرجمہر استقبال کر کے لائے۔ اور بادشاہ کے دولت خانہ میں لے جا کر بٹھایا۔ اور نوشیرواں اس کا حسن دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ حاصل کلام ارزاں انگیز نے حمزہ کی جوانمردی کا اور خوب صورت ہونے کا اور حسن کی تعریف سنی۔ تو غائبانہ عاشق ہوئی۔ وہ نوشیرواں کے گھر میں سے یہ بات ڈھونڈ رہی تھی۔ کہ قابو ملے تو باہر جاؤں۔ اور امیر کی خدمت میں پہنچوں۔ غرض ایک رات قابو پا کر چوروں کے کپڑے پہنے۔ اور گھوڑے پر سوار ہو کر امیر کے لشکر کی طرف گئی۔ اور تلاش کرتے کرتے امیر کے دولت کدہ پہ پہنچ کر سراچہ کی ایک میخ اکھاڑ کر اندر آئی۔ اور امیر کو خواب استراحت میں پایا۔ تب دل میں کہا۔ کہ اس عرب کو اگر میں اس وقت جگاؤں گی۔ تو اپنے عشق کا حال کر دوں گی۔ تو نہ معلوم کہ وہ مجھے قبول کرے یا نہ کرے۔ بہتر یہ ہے۔ کہ اس کو قید رکھ کے اس کے لشکر سے باہر لے جاؤں۔ اور اپنے قبضہ میں کر دوں۔ تب میری مراد کے ملنے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ دل میں یہ تدبیر مقرر کر کے سات مثقال دارو بے ہوشی نکالی۔ اور امیر کے نتھنوں کے آگے رکھی۔ جب امیر نے دم اوپر کو لیا۔ تو اس دوا کی تاثیر دماغ میں گئی۔ اور چھینک ماری تو امیر بے ہوش ہو گئے۔ تب ارزاں انگیز نے امیر کو کمند سے جکڑ کر خیمہ سے باہر لائی۔ اور جنگل کی راہ لی۔ اور وہاں ایک غار تلاش کر کے اس غار میں لا کر چراغ جلایا۔ اور امیر کو کھولا۔ اور روغن بادام اور سرکہ امیر کی ناک میں ڈالا اور چھینک آئی تو بیدار ہوئے۔ تو اپنے آپ کو غار میں پایا۔ خدا کو یاد کیا۔ اور اس بدکارہ سے کہا کہ تو کون ہے اس نے اپنے عشق کا قصہ بیان کیا۔ امیر بولے۔ کہ اول تو نوشیرواں کی بیوی ہے۔ اور میں اس کا بیٹا کہلاتا ہوں اور دوسرے نوشیرواں میرا سسر ہے۔ اور اس کی عورت میری ساس جو میری ماں کی جگہ ہے۔ سو میں تم سے صحبت کیونکر کر سکتا ہوں۔ امیر نے چند ایسی باتیں کہیں۔ پر اس نے نہ مانا۔ اور کہا کہ اگر تو مجھ سے صحبت نہ کریگا تو ماروں گی۔ امیر بولے۔ جو حکم خدا ہے۔ سو اس پر راضی ہوں۔ بموجب اس آیۂ کریمہ کے یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ

جو کچھ خدا نے چاہا سو کیا۔ اور جو چاہے گا سو کرے گا۔ لیکن یہ کام میں ہرگز نہ کرونگا۔ غرض اسی تکرار میں
فجر ہوئی۔ اور زرانگیز امیر کو وہیں چھوڑ اور سوار ہو کر اپنے دولت خانہ پر آئی۔ اور ادھر جب صبح ہوئی۔ تو مقبل
حلبی امیر کے خیمہ میں آیا۔ جب امیر کو نہ پایا تو ہر طرف تلاش کرنے لگا۔ مگر امیر کا پتہ نہ لگا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر کافروں
کو ملی۔ کہ امیر کو کوئی ڈیرے میں سے لے گیا ہے۔ تو متعجب ہوئے۔ کیوس بولا کہ امیر میرے ڈر سے بھاگ گیا ہے۔ کہ میں نیزہ
کو زہر آلودہ رکھتا ہوں۔ یہ کہہ کر لڑائی کا نقارہ بجوایا۔ اور سوار ہو کر میدان میں آیا۔ اور عرب کے لشکر نے رستم پیلتن کو
امیر کی جگہ مقرر کیا۔ اور لندھور نے میدان میں جانے کی اجازت لی۔ اور میدان میں آیا۔ کیوس نے اس کو بھی زخمی
کیا۔ پھر سرکپ ترک میدان میں آیا۔ اور زخمی ہوا۔ جب رات ہوئی تو دونوں لشکر اترے۔ تو زرانگیز پھر اپنے
مکان میں سے نکل کر اس غار میں گئی۔ اور امیر نے کہا کہ اے عرب آج کیوس نے تیرے تین پہلوان زخمی کئے
ہیں۔ امیر نے یہ سن کر سانپ کی طرح غصہ سے پیچ و تاب کھایا۔ اور زور کر کے کمند توڑنا چاہی۔ لیکن نہ
توڑ سکے۔ وہ نابکار وہیں اپنے مطلب کی باتیں کرتی رہی۔ لیکن امیر قبول نہ کرتے۔ کہ صبح ہوئی۔ اور زرانگیز
نکل کر پھر اپنے محل میں پہنچی۔ اور امیر کو غار میں چھوڑا۔ اور فجر ہوتے ہی لشکروں میں نقارۂ جنگ بجا۔ اور کیوس پھر
میدان میں آ کر پکارا۔ کہ اے عربوں کے سردار لڑنے والو۔ تم میں سے جس کو مرنے کی آرزو ہے۔ وہ میدان
میں آئے تب عالم شاہ سے رخصت ہو کر مرافگن زابلی میدان میں آیا۔ کیوس نے اس پر تیر چلا کر اسے بھی زخمی
کیا۔ راوی تحریر کرتا ہے۔ کہ اس دن زابلی کے سات برادر بیکار ہوئے۔ اور جب رات ہوئی۔ تو دونوں لشکر اترے
اور عمر بن عمیہ امیر کی تلاش میں پھرتا تھا۔ پھر کہیں پتہ نہ چلا۔ اور کفار بہت خوش تھے۔ عمر کئی بار اس غار کے آس پاس
پھر جاتا تھا۔ مگر امیر کو نہ دیکھتا تھا۔ غرض اس رات کو بھی زرانگیز آئی۔ اور یاروں کے زخمی ہونے کی خبر دی۔ امیر نے
صبر کیا۔ اور کہا اے زرانگیز مجھے یہاں رکھنے سے کیا فائدہ مجھے چھوڑ تا کہ میں اپنے یاروں کے پاس جاؤں۔ اور اس
زہر آلودہ نیزہ سے انہیں نجات دلاؤں۔ زرانگیز بولی۔ کہ جب میری بات سنئے گا۔ تب چھوڑوں گی۔ امیر نے فرمایا۔ اے عورت
تو ماں کی جگہ ہے یہ بری باتیں اور خیال بد چھوڑ دے۔ میں تیری یہ باتیں ہرگز نہ مانونگا۔ القصہ جب رات آخر ہوئی۔ تو یہ امیر کو چھوڑ
کر پھر اپنے محل میں چلی گئی۔ اور دن میں دونوں لشکر سوار ہوئے۔ تب کیوس میدان میں آیا۔ اور لڑنے کیلئے بہادر طلب کیا
تب سعد یمانی میدان میں آیا۔ اور دونوں نیزہ بازی کرنے لگے۔ پس کیوس نے موقعہ پا کر سعد یمانی کو بھی زخمی کیا۔
اسی عرصہ میں رات ہوئی۔ دونوں لشکر اترے۔ اور زرانگیز پھر امیر کے پاس گئی۔ اور سعد کے زخمی ہونے کی خبر دی
اور عمر پھرتے ہوئے ناگاہ وہاں جا نکلے۔ اور تمام باتیں سنیں۔ اور غار کے اندر جا کر امیر کو دیکھا۔ تو اسی وقت

غار سے باہر نکالا۔ اور کہا۔ یا امیر اس عورت کے مارنے کا حکم دیجیے۔ امیر نے فرمایا۔ کہ یہ نوشیرواں کی عورت ہے۔ اسے نہ مارنا چاہیئے۔ اور دوسرے عورت کو مارنا کوئی فائدہ نہیں۔ تب عمر چپ ہو رہے۔ اور امیر کے پاس آکر چاہا کہ کمند کھولے مگر امیر نے آپ ہی نعرہ مار کر کمند توڑ دی۔ عمر نے کہا کہ اب تک کمند کیوں نہ توڑی تھی۔ امیر نے فرمایا۔ کہ میں نے ہر چند زور کیا مگر نہ ٹوٹی۔ القصہ امیر اس غار سے باہر آئے۔ اور خدا کا شکر ادا کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تسبیح پڑھی پھر عمر سے فرمایا کہ جاؤ اور میرے یاروں کو خوش خبری دو۔ لاؤ میرا گھوڑا۔ اور ہتھیار بھی لاؤ۔ عمر دوڑا گیا اور سب لشکر کو خوشخبری سنائی۔ اور امیر کا لشکر بہت خوش ہوا۔ اور خوشی کے نقارے بجائے۔ اور عمر ہتھیار اور گھوڑا لے کر امیر کے پاس آیا۔ امیر کشور گیر نے ہتھیار باندھے۔ اور سوار ہو کر میدان میں آئے۔ اور اپنے گھوڑے کو جولان کیا اور پہلوانان عرب امیر کے پیروں میں جا کر گرے۔ امیر نے ہر ایک کو اپنے سینہ سے لگایا۔ اور سرفراز فرمایا۔ اور پھر اپنے خنگ کو پھرا کر کیوس کے مقابل کھڑا کیا۔ تب کیوس نے کہا کہ اے عرب میرے خوف سے کہاں جا چھپا تھا امیر نے فرمایا۔ کہ بکواس مت کر۔ اب تیری میری لڑائی منہ کی نہیں ہے۔ جو نشان مردی رکھتا ہے۔ وہ لا۔ کیوس نے امیر کے سینہ پر نیزہ چلایا۔ امیر نے چستی سے اس کا نیزہ درمیان سے پکڑا۔ اور زور کر کے اس کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اور نیزے کی نوک دور کی۔ اور کہا کہ اے کیوس تو نیزہ پھرانا نہیں جانتا۔ مجھ سے سیکھ۔ یہ کہہ کر نیزہ کی لکڑی پھرائی۔ ایسی کہ چمک سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اور امیر نے یہی لکڑی امیر نے اس کی گردن پر ایسی ماری کہ مرغ نیم بسمل کی طرح کیوس کاش زین سے زمین پر گرا۔ اور امیر اشقر سے کود کر اس کی سینہ پر چڑھ بیٹھے اور اسے باندھ کر عمر کے حوالے کیا۔ نوشیرواں یہ خبر سن کر گیلان بھاگ گیا۔ جب گیلان کے نزدیک پہنچا۔ تو اس کی آنے کی خبر گنجال شاہ گیلانی بادشاہ کو گئی۔ گیلان نے اس کا استقبال کیا۔ اور بہ ہزار تعظیم و تکریم سے شہر میں لے جا کر اپنے تخت پر سرفراز کیا۔ راوی لکھتا ہے کہ گنجال شاہ کی ایک بیٹی نہایت خوب صورت اور صاحب جمال تھی جس کی جوانمردی اور نیزہ چلانے اور تلوار مارنے میں کوئی برابری نہ کر سکتا تھا۔ اس بھروسہ پر بادشاہ نے کہا۔ کہ اگر حمزہ یہاں آئے گا۔ تو مارا جائے گا۔ یہ قصہ تو یہاں کا یہاں رہا۔ اب دو کلمہ تم داستان امیر حمزہ کے سنو۔ جب امیر نے کیوس کو باندھا اور طبل آشائش کا بجا کر اپنے دولت خانہ پر تشریف فرما ہوئے اور آپ نے پھر مجلس آرائی کا حکم فرمایا۔ اور کیوس کو بلوا کر فرمایا۔ کہ میں نے تجھے کس طرح باندھا۔ کیوس نے کہا۔ کہ جیسے شیر شیروں کو اور بہادر بہادروں کو باندھتے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ مرد باش باہم پائے مردانہ باش۔ پس کہہ خدا ایک ہے۔ اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

کا حق ہے۔ اور سب بت بر ست باطل ہیں۔ کیوس نے سچے دل سے اقرار کیا۔ اور مسلمان ہوا۔
تب امیر نے اپنے دست سے اس کے بند کھول لیے۔ اور سونے کی کرسی پر بٹھایا۔ کہ خلعت
پہنائی۔ اور عمر بن عمیہ نے اس کے کان میں حلقہ غلامی کا ڈالا۔ پھر کھانا منگایا تو کئی قسم کی نعمتیں حاضر ہوئیں
بعد ثنا ول ساقی گلفام مرصع پیالیاں لے کر حاضر ہوئے۔ اور پیالہ گردش میں آیا۔ اور مطربان خوش
آواز گانے لگے۔ اور چنگ و نے بجانے لگے۔ اس وقت کیوس نے دست بدستہ ہو کر اور کھڑا ہو
کر عرض کی۔ کہ یا امیر آپ یہیں چلیں تا حق خدمت گذاری بجالاؤں۔ امیر نے قبول کیا۔ اور اجان میں آئے
اور عیش سے کیوس کے دربار میں رہنے لگے۔ اور کیوس صدق دل سے خدمت کرنے لگا۔ اور تمام
پہلوانان بھی عیش میں رہنے لگے۔ (باقی شب فردا)

ساٹھویں داستان

دوشنبہ کو قصہ بیاں تک بیان کیا تھا۔ کہ جب امیر کشورگیر جہان ستان مدت تک اجان میں رہے۔
تو عمر سے پوچھا کہ کچھ خبر ہے۔ کہ نوشیروان کہاں ہے۔ کہا میں سنتا ہوں۔ کہ گیلان کو گیا ہے۔ تب امیر نے فرمایا
کہ اجان سے کوچ کرو۔ غرض بعد از قطع منازل و طے مراحل گیلان کی سرحد میں پہنچے۔ اور چار کوس پہ اترے۔
جب یہ خبر نوشیرواں کو پہنچی۔ تو اسی وقت گیلان و مازندان کے لشکروں اور یاروں سمت شہر سے باہر آیا۔
اور نقارہ لڑائی کا بجوایا۔ تو امیر کو بھی یہ خبر ہوئی۔ کہ نوشیرواں شہر سے باہر نکل کر میدان میں تند تیز کھڑا ہے
تب امیر نے بھی نقارہ لڑائی کا بجوایا۔ اور لشکر سمیت سوار ہو کر میدان میں آئے۔ اور نقیب پکارے کہ کون
بہادر میدان کا قصد کرتا ہے اور کون دلاور ہے۔ جو اپنے باپ دادے کا نام روشن کرے۔ اتنے میں پردۂ
غیب سے یکایک گرد اٹھی۔ گرد نے مارا باد کو اور باد نے مارا گرد کو دامن گرد شگاف ہوا۔ اور اس میں ایک سوار
پردہ دار ہاتھ میں نیزہ لئے ہوئے پیدا ہوا۔ اور میدان میں آکھڑا ہوا۔ اور سیاہ عرب سے ایک پہلوان طلب کیا
تب سیاہ عرب سے شیر بابک شیروانی امیر کے آگے آیا۔ اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میں میدان میں جاؤں
امیر نے فرمایا۔ کہ جاؤ تمہیں خدا کو سونپا۔ تب وہ میدان میں آکر حریف کے مقابل میں آیا۔ پس سوار
غیبی نے قدم آگے بڑھایا۔ اور میدان میں آکر نیزہ پھرایا۔ اور شیر بابک کی کمر میں ایسا نیزہ مارا۔ کہ وہ

زمین پر گرا۔ تب سوار غیبی نے کہا کہ جا اب تجھے کیا ماروں۔ دوسرے کو بھیج۔ تب شیروانی بابک واپس آیا۔
اور تارتارترک میدان میں گیا۔ اس سوار نے دونوں ہاتھ سے تار ترک کی کمر کی دوال پکڑ کر اوپر اٹھایا۔ اور زمین
پر دے مارا۔ اور کہا کہ جا دوسرے کو بھیج۔ تب یہ واپس ہوا۔ اور کاوس شیروانی گیا۔ اس سوار نے اسے بھی
گرایا۔ اور دیکھا کہ رات نزدیک آئی۔ تب اس نے گھوڑے کی باگ پھیری اور جنگل کی راہ لی اور روانہ ہوا۔ امیر نے
کہا میں اس سوار کی خبر لیتا ہوں۔ اور یہ کون ہے۔ غرض کہ امیر نے مع عمر اس سوار کا پیچھا کیا۔ اور چلے۔ جب مغرب
کا وقت ہوا۔ تو اس سوار نے دونوں لشکروں کو پھیر دیکھا اور باغ میں گیا۔ وہ باغ بے نظیر تھا۔ اور اس میں
محل بلند اور حوض پر آب تھے۔ وہ سوار حوض کے پاس آ کھڑا ہوا۔ تو اس محل میں سے باندیاں اور خوجے آئے
اور اس سوار کے آگے سر زمین پر رکھا۔ امیر نے جب یہ حال دور سے دیکھا۔ تو عمر سے کہا۔ یہ سوار مجھ کو عورت معلوم
ہوتی ہے۔ عمر نے کہا۔ کہ میں نے میدان میں ہی سمجھ لیا تھا۔ کہ یہ عورت ہے تب وہ خواجہ آیا۔ اور امیر کو سلام کیا۔ اور کہا اے
سوار بادشاہ ماژندران کی بیٹی کہ جس کا نام گیلی ہے۔ تم کو پوچھتی ہے۔ کہ تم کون ہو اور اپنا پتہ بتاؤ۔ امیر نے فرمایا۔ کہ میرا نام
حمزہ بن عبدالمطلب ہے۔ اور یہ عمر میرا عیار ہے۔ جب خواجہ نے حمزہ کا نام سنا۔ تو جلدی سے دوڑا۔ اور گیلی سوار کے پاس آ کر
ساری حقیقت بیان کی۔ تب گیلی سوار نے کہا۔ کہ مجلس سنوارو۔ آپ بھی ہتھیار کھولے۔ اور زنانہ لباس پہنا۔ اور امیر کے
آگے آ کر استقبال کیا۔ اور کورنش بجا لائی۔ اور بہت تعظیم و تکریم سے لا کر بٹھایا۔ اور اپنا برقعہ اُتارا۔ امیر اسے دیکھ کر بہت
خوش ہوئے۔ اور اسی وقت کھانا منگایا۔ اور تناول کیا۔ اور پھر شراب کا دور چلا۔ شروع ہوا۔ جب کئی ایک دور چل
چکے۔ تو گیلی سوار مست ہوئی۔ اور امیر کے زانو پر آ بیٹھی۔ اور اپنی رغبت دلائی۔ تب امیر نے عمر سے فرمایا۔ کہ نکاح پڑھو
عمر نے بموجب حکم کے امیر کا عقد کر دیا۔ تب گیلی سوار اور امیر چند روز عیش میں مشغول رہے۔ رفتہ رفتہ یہ خبر شاہ
کو پہنچی۔ کہ حمزہ گیلی سوار کے ساتھ عیش میں مشغول ہے۔ اور شراب پینے میں مشغول ہے۔ تب گنجال شاہ کئی ہی
ہزار سوار لے کر آیا۔ اور محل کے پاس آ کر کھڑا رہا۔ اور گیلی کو سواروں کی خبر دی۔ تب گیلی سوار نے حمزہ سے کہا کہ
میرا باپ آیا ہے۔ اگر حکم ہو تو باہر جاؤں اور اس کا سر تن سے اتار کر لاؤں۔ امیر نے کہا۔ کہ وہ آخر تیرا باپ ہے
تجھے اس کا سر اتارنا مناسب نہیں۔ یہ فرما کر امیر کشور گیر اٹھے۔ اور آپ بالاخانہ سے نیچے اترے۔ جب
گنجال شاہ نے امیر کو دیکھا۔ تو پکارا کہ اے عرب تیرا دماغ یہاں تک پہنچا ہے۔ کہ بادشاہوں کی بیٹیوں
کو بازو کے زور سے اپنے خرچ میں لاتا ہے۔ میں کوئی نوشیرواں ہوں۔ کہ اس بات کا تحمل کرونگا۔ اب جان
کر میرے ہاتھ سے جان کہاں لے جائیگا۔ یہ کہا اور تلوار پکڑ کر امیر پر چلائی۔ امیر نے اسکا ہاتھ ہوا پر پکڑا۔ اور اس کی گردن میں

کمان میں ایسی ماری کہ گھوڑے پر سے الگ ہو کر زمین پر گرا۔ اور امیر کود کر اس کے سینہ پر بیٹھے۔ اور کہا بول خدا ایک ہے۔ اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا برحق ہے۔ گنجال شاہ نے اقرار کیا۔ تب امیر نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اپنے محل میں تشریف لائے۔ اور گنجال بھی اپنے دولت کدہ میں گیا۔ اور خبر مشہور ہوئی کہ گنجال شاہ کو امیر نے پکڑ کر مسلمان کیا ہے۔ اور یہ خبر زر انگیز نے سنی۔ کہ امیر گیلی سوار کے ساتھ عیش میں ہیں۔ تب وہ مکارہ رات میں اٹھی اور گھر سے ہتھیار باندھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر گیلی سوار کے محل کے پاس پہنچی۔ اور آہستہ گھوڑے پر سے اتری اور اندر گئی۔ اور دیکھا کہ امیر گیلی کے پاس سو رہی ہے۔ تب اس نے جل کر اپنے دل میں یہ کہا کہ دیکھو عرب مجھے قبول نہ کر کے اس کے ساتھ سوتا ہے۔ اب میں بھی ایسا کرتی ہوں کہ ان دونوں کو جہاں سے اٹھاتی ہوں یعنی جان سے مارتی ہوں۔ بس یہ اقرار کر کے کمان ہاتھ میں لی۔ اور تیر کو چلّے پر لگا کر کھینچ کر چاہا۔ کہ تیر مارے سو خدائے تعالیٰ کے حکم سے تیر کمان کا چلّہ ٹوٹ گیا۔ اور تیر زمین پر گرا اور یہ شعر اس حال کا مصداق ہوا۔ ؎

اگر تیغ عالم بہ جنبد ز جا نہ ببرد رگے تا نخواہد خدا

جا کو راکھے سائیاں مار نہ سکے کوئے بال نہ بینکا کر سکے جو جگ بیری ہوئے

غرضیکہ کمان کی کے ٹوٹنے کی آواز گیلی سوار نے سنی۔ اور وہ ہوشیار ہوئی۔ اور زر انگیز کو دیکھا۔ پس امیر کو نہ جگایا۔ اور آہستہ اٹھ اور ڈھال اور تلوار ہاتھ میں لے کر چلی زر انگیز نے جب اسے آتے دیکھا۔ تو بالا خانہ سے نیچے اتر کر جنگل کی راہ لی۔ اور گیلی سوار نے بھی گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کا تعاقب کیا۔ اور اسی وقت امیر بھی ہوشیار ہوئے۔ اور اس عورت کو نہ پایا۔ تو باہر آئے۔ اور دیکھا۔ کہ ایک سوار کا پیچھا کئے چلی جا رہی ہے تب امیر بھی اخضر اشتر پر سوار ہو کر اس کے پیچھے چلے۔ جب زر انگیز ایک تیر کے فاصلہ پر گئی۔ تو گھوڑے کو پھرا کر گیلی سوار کو پکارا۔ کہ اے شوخ دیدہ گیسو بریدہ امیر کے ڈر سے میں تجھے یہاں لائی ہوں۔ اب میرے ہاتھ سے تو جان کہاں لے جائے گی۔ کب روا ہے کہ میں اس کے فراق میں جلتی رہوں۔ اور تو اس کے ساتھ عیش کرتی رہے۔ اور عیش میں مشغول رہے یہ بول کر گیلی پر حملہ کیا۔ سو امیر نے دیکھا۔ تو دونوں آپس میں لڑتی ہیں۔ تب امیر گوشہ گیر ہو کر کھڑے رہ کر تماشہ دیکھنے لگے۔ جب یہ دونوں جنگ میں تھکیں تو زر انگیز نے گیلی سوار پر تلوار چلائی۔ گیلی نے یہ تلوار ڈھال کے جھٹکے سے رد کی اور قابو پا کر زر انگیز کی دوالی میں ہاتھ ڈال کر پکڑا۔ اور زور کر کے گھوڑے پر اٹھا لیا۔ اور سر پر اٹھا کر زمین پر ایسا مارا کہ زر انگیز

جہنم میں گئی۔ جب امیر نے یہ حال دیکھا۔ تو گیلی سوار کو پکار کر کہا۔ کہ اس بدبخت کو کیوں مارا۔ کہ یہ نوشیرواں
کی عورت ہے۔ اس کو سزا دے کر چھوڑ دینا چاہیئے تھا۔ جان سے ہلاک کرنا مناسب نہ تھا۔ گیلی سوار
نے پکار کر کہا۔ کہ اے امیر اسے مارنا ہی خوب تھا۔ اب پچھتانا کیا فائدہ رکھتا ہے۔

رباعی

بودنی بود ہر چہ خواہد بود　　غم بدل داشتن چہ دارد سود
گرگ از گلہ گوسپند نہ بود　　ہائے ہوئے عیال ندارد سود

تب امیر نے فرمایا کہ اس کے مرنے کی خبر نوشیرواں کو پہنچے گی۔ تو وہ اور سب لوگ یہ کہیں گے۔ کہ اسے
امیر حمزہ نے مارا ہے۔ تب نوشیرواں بہت شرمندہ ہوگا۔ یہ کہہ کر امیر اور گیلی سوار مل کر محل میں گئے۔ اور
ساری رات عیش و عشرت میں رہے۔ جب فجر ہوئی۔ تو یہاں نوشیرواں نے اپنی عورت کو پلنگ پر نہ پایا تو
حکم فرمایا کہ دوڑو اور ڈھونڈو۔ پس ہرکارے اور عیار دوڑے۔ اور ڈھونڈتے ہوتے ہوئے گیلی سوار کے محل کے
نیچے آئے۔ اور رانگیز کو مردہ پایا۔ اور اٹھا کر نوشیرواں کے پاس لائے۔ اور کہا کہ گیلی سوار کے نیچے مردہ پڑی تھی
تب بادشاہ اپنے دل میں کہنے لگا۔ کہ یہ کام اور بدکار ضرور امیر کے پاس گئی ہوگی۔ تو امیر نے اسے مار ڈالا ہوگا۔
تب بہت شرمندہ ہوا۔ اور یقین کیا۔ کہ یہ کام یہاں تک اثیر ہوا ہے۔ کہ میری عورت دوسرے کی عاشق ہو کر مجھے
یہاں اکیلا چھوڑ کر باہر نکل گئی۔ اس سے میرا منہ ایسا کالا ہوا ہے۔ کہ کسی کو دکھلا نہیں سکتا۔ پس اسی وقت اپنے
غلاموں کو بلا کر کہا کہ تم میرے اس وقت ساتھی ہو یا نہیں۔ سب نے سر زمین پر رکھا۔ اور عرض کی کہ جو بادشاہ
کا حکم ہو۔ ہم اس پر جان دینے کو تیار ہیں۔ پس آدھی رات کو اٹھ کر مال و اسباب دیا قوت اور مروارید
اور ہر قسم کے جواہرات لے کر غلاموں سمیت گیلی شہر سے باہر نکلا۔ اور چین کی راہ لی۔ جب چوکیداروں
نے نوشیرواں کو تخت پر نہ دیکھا۔ تو شور و غل مچایا۔ تب سب امیر وزیر اور اس کے ساتھ کے بادشاہ جمع ہوئے
اور آپس میں کچھ کہنے لگے۔ اور ہرمز اور بختک نے کہا۔ کہ حمزہ اور عمر بادشاہ کو لے گئے ہوں گے۔ تب بزرجمہر نے
کہا کہ بھلا نوشیرواں کو تو عمر لے گیا۔ لیکن یہ کہو کہ اتنے ہزار غلام اور ساتھ مال و اسباب کون لے گیا ہے۔ تب ہرمز اور
بختک چپ ہو رہے پھر ہرمز نے بختک سے کہا۔ کہ بادشاہ اپنی عورت کی شرمندی سے اپنے ملک سے باہر گیا ہے۔ تب سارے
امیروں اور وزیروں نے مل کر ہرمز کو تخت پر بٹھایا۔ اور آپ نوشیرواں کو تلاش کرنے لگے۔ مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ نوشیرواں

جو سوداگری کرتا جارہا تھا۔ قضائے کار خطا و ختن کے راستہ میں بہرام نام ایک چور ہزار سوار سے چوری اور رہزنی
کرتا پھرتا تھا۔ اور بہرام آپ بھی سخت پہلوان تھا۔ اس نے سنا کہ ایک قافلہ بڑا آرہا ہے۔ پس وہ وہیں کھڑا رہا
جب نوشیرواں نے یہ سنا کہ آگے چور ہیں۔ تب پیچھے ہٹا۔ اور وہاں اترا۔ جب رات ہوئی۔ تو بہرام نے ڈاکہ ڈالا
اور نوشیرواں کو زندہ پکڑا۔ اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا۔ اور کئی مارے گئے۔ اور کئی ایک کو بہرام نے پکڑ لے
اور باقی بھاگ گئے۔ پس بہرام نوشیرواں کو باندھ کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ لے گیا۔ اور کئی ایک روز بعد میں
نوشیرواں سے بہرام نے دریافت کیا کہ اے بڈھے کہہ تو کون ہے اور کیسی سوداگری کرتا ہے۔ تب نوشیرواں بولا
کہ میں قباد شہریار کا بیٹا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنی ساری حقیقت کماحقہٗ بیان کی۔ بہرام بولا۔ کہ اے بوڑھے تو کیوں جھوٹ
بولتا ہے اور بادشاہ کو بدنام کرتا ہے۔ کیونکہ نوشیرواں ہفت کشور کا بادشاہ ہے۔ اور بادشاہت ترک کرکے تاجر
بنتا ہے جا میرے سامنے سے دور ہو منہ مت دکھا۔ تب نوشیرواں اکیلا وہاں سے بے ساز سامان فقیروں کی طرح
نکل کر روانہ ہوا۔ اور خطا کی راہ لی۔ اور چند روز کے بعد شہر خطا میں پہنچا۔ اور خطا کے بازار میں ایک جگہ ایک گھر کی
رہائش اختیار کی۔ ایک روز ایک شخص نے نوشیرواں سے پوچھا۔ اے فقیر تو کون ہے۔ اور کونسی سوداگری کرتا ہے
کیونکہ تیری پیشانی پر دولت کا نشان واضح ہے۔ جواب دیا۔ کہ میرا نام نوشیرواں ہے۔ اور مجھے اس چرخ بیداد نے
گردش میں لاکر خاک میں ملا دیا ہے۔ یہ خبر رفتہ رفتہ خطا کے بادشاہ کو پہنچی۔ کہ ایک ضعیف اس شکل کا آیا ہے جو کہتا ہے
کہ میں نوشیرواں ہوں۔ تب خطا کے بادشاہ نے اسے بلایا۔ غرض نوشیرواں کو بادشاہ کے دربار میں لے گئے۔ تو
بادشاہ نوشیرواں کا حال دیکھ کر حیران ہوا۔ اور کہا اے فقیر تو نوشیرواں کا نام کرتا ہے۔ اگر پھر ایسا کبھی کہیگا تو شہر
سے باہر نکال دوں گا۔ تو نوشیرواں یہ سن کر دربار سے باہر آیا۔ اور ایک بھٹیارے کے ہاں گیا۔ اور خدمتگار رہنے
کی آواز دی۔ اس نے کہا اے فقیر تو کون ہے۔ کہ میں نوشیرواں ہوں۔ اس نے یہ سن کر کہا کہ اے بڈھے۔ گدھے
تو بادشاہ کا نام کیوں بدنام کرتا ہے۔ دور ہو اور اپنا منہ مجھے مت دکھا۔ تب نوشیرواں نے شہر خطا سے نکل کر ختن
کی راہ لی اور شہر ختن میں گیا۔ تو لوگوں نے پوچھا۔ کہ تو کون ہے تو اس نے وہی بدستور سابق کہا کہ میں نوشیرواں
تب یہ خبر لوگوں نے بادشاہ شہر کو پہنچائی کہ اس شکل کا ایک ضعیف آدمی شہر میں آیا ہے اور وہ اپنے آپ کو نوشیرواں
کہہ کر بادشاہ ہفت کشور کو بدنام کرتا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ ختن نے کہا کہ ایسے شخص کو شہر سے باہر نکال دو۔
تب نوشیرواں وہاں سے نکلا۔ اور آتشکدہ نمرود میں آیا۔ وہاں نوشیرواں کے غلام لکڑہاروں کے ساتھ لکڑیاں
لایا کرتے تھے۔ اور ان کو کھانے کے لئے روٹی ملتی تھی۔ اور وہ آگ ہمیشہ جلا کرتی تھی۔ اور کبھی نہ بجھتی تھی۔ پس

نوشیرواں اپنے غلاموں کے پاس آیا۔ اور کسی نے اس کو نہ پہچانا۔ تب اس نے کہا کہ میں نوشیرواں ہوں اور مجھے گردش فلک نے اس حال میں پہنچایا۔ غلاموں نے جب یہ حال سنا۔ تو مار مار کر منہ لال کر دیا۔ غرض نوشیرواں نے اس کے پیچھے کبھی زبان پر نہ لایا۔ اور فقیروں میں رہنے لگا جب کئی روز گذرے تو وہاں کے خادموں نے کہا کہ اے ضعیف یہاں تین روز تک خیرات کا کھانا ملتا ہے۔ اور تین روز کے بعد سوائے لکڑیاں لانے کے کسی کو کھانا نہیں ملتا ہے۔ تو بھی جا کر لکڑیاں لائیگا۔ اور لکڑیاں لانے والے لوگوں کے ساتھ ہمیشہ اسی طرح اکٹھا کھانا کھاتا اور جو کچھ تھا۔ پڑا رہتا سو کھا لیتا۔ اسی طرح وہاں کتنے روز گذرے وہ ہر روز اپنی طاقت کے موافق لکڑیوں کا گٹھا اٹھا کر لاتا۔ اور اسی طرح کے مطابق آتشکدہ کے خادم اس کو کھانا دیتے۔ جس سے نوشیرواں کا پیٹ نہ بھرتا گزر کرتا تھا۔ پس ایک مدت یونہی گذری۔ لیکن ہر فرد کو نوشیرواں کی خبر نہ ملی۔ کہ وہ کہاں ہے۔ بزرجمہر نے کہا کہ ختن کی طرف ہے تب ہرمز نے کہا کوئی وہاں جا کر بادشاہ کی خبر لائے۔ جو مناسب بتائیں ہے پس بزرجمہر نے کہا کہ اگر امیر حمزہ جائے تو کیا خبر ہے کہ نوشیرواں کو لے آئیگا۔ اور تخت پر بھی بٹھائیگا۔ اور اگر ایسا نہ ہوگا۔ تو نوشیرواں تمام عمر سرگرداں ہو کر مرے گا۔ تب ہرمز اپنی ماں زرینہ کفش کی طرف سے امیر کو لکھا کہ اے فرزند امیر حمزہ معلوم ہو کہ ایک سال کی مدت گذری ہے۔ کہ نوشیرواں غائب ہے۔ اور کوئی نہیں جانتا۔ کہ کہاں ہے۔ اور بزرجمہر ایسا کہتے ہیں کہ اگر حمزہ جائے گا۔ تو بادشاہ کو لا کر تخت پر بٹھائے گا۔ نہیں تو بادشاہ کو مرا ہوا جانو۔ جب یہ نامہ مرقوم ہوا

نوشیرواں کا سلطنت چھوڑ کر بہ ارادۂ تجارت نکل جانا اور رہزنوں کے ہاتھ سے غارت ہو کر آخر کار بہ حالت گدائی آتشکدۂ نمرود میں بمقام ختن پہنچنا اور لکڑہاروں کے ہمراہ ہر روز لکڑیاں کاٹ کر لانا۔ اور آتشکدہ میں ڈال کر شکم پری کرنا
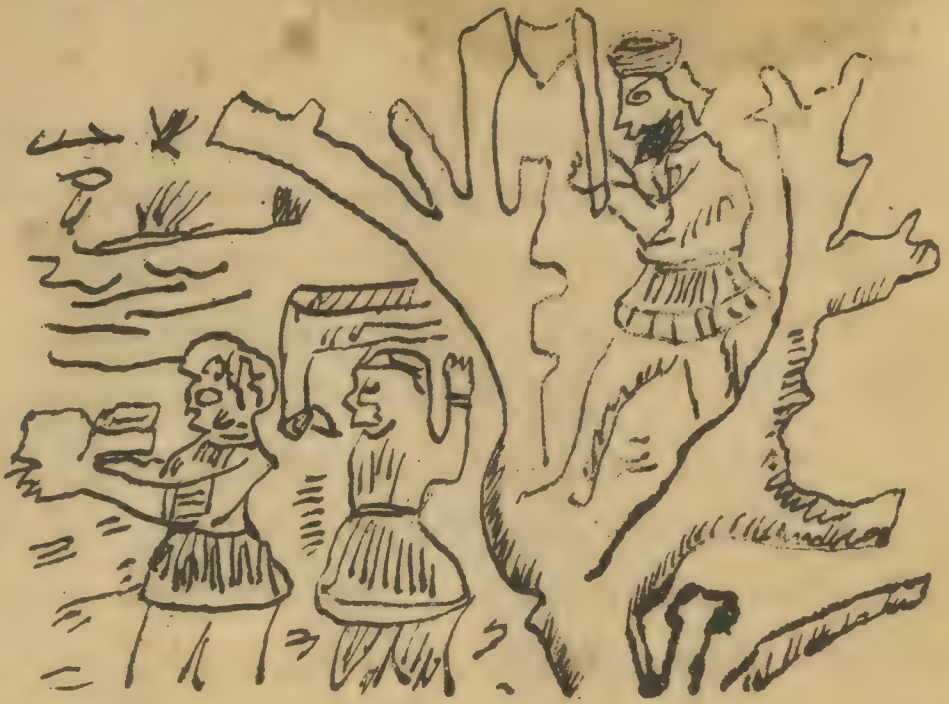
تب امیر کو پہنچایا۔ امیر نے یہ نامہ لیا۔ اور لفافہ کھولکر پڑھا۔ اور کہا کہ اے عمر جاؤ۔ اور بزرجمہر سے پوچھو۔ کہ کس طرف کو جاؤں کہ میں بادشاہ کو لاؤں۔ عمر بزرجمہر کی خدمت میں گئے اور پوچھا تو بزرجمہر نے کہا۔ کہ اگر حمزہ تنہا پاپیادہ خطا دختن کا سفر کرے گا۔ تو بادشاہ کو پائیگا۔ اگر وہ ایسا نہ کریگا۔ تو نہ جانے اس کا کیا حال ہوگا۔ تو عمر نے آکر بزرجمہر کا سب بیان امیر کو سنایا۔ امیر نے نیک ساعت دیکھ کر ہتھیار کمر سے باندھے۔ اور اس کے اوپر سمندول کا چمڑہ پہنایا اور شمشاد کی لکڑی ہاتھ میں لی۔ اور یاروں سے دواع ہو کر روانہ ہوئے (باقی داستان شب فردا)

اکسٹھویں داستان

جب امیر اپنے یاروں سے رخصت ہو کر باہر آئے۔ اور خطا دختن کی راہ لی۔ اور رات دن چلے جاتے تھے۔ نوشیرواں کو معلوم کرتے جاتے تھے۔ تب ایک شخص نے کہا کہ ایک مرد سوداگر بہت اسباب ہمراہ لئے جاتا تھا کہ بہرام چور نے اسے لوٹ لیا۔ لیکن میں نہیں جانتا۔ کہ چھوڑا یا نہیں۔ جب یہ حقیقت امیر نے سنی۔ تو اس قلعہ کے پیچھے آکر ایک ایسا نعرہ مارا کہ سارا قلعہ تھرائے اور ہلنے لگا۔ جب بہرام نے یہ سنا تو ہزار سوار لے کر باہر آیا۔ اور امیر کو تنہا دیکھ کر گھوڑا میدان

ہیں کو دابا۔ اور امیر پہ گرز چلایا۔ اور امیر نے ہاتھ کے لکڑی سے اس کا گرز رد کیا۔ سب امیر کی نوبت آئی۔ تو شمشاد کی لکڑی بہرام پر ایسی ماری۔ کہ لکڑی لگتے ہی بے طاقت ہو کر زمین پہ گرا۔ اور امیر اس کی چھاتی پہ سوار ہوئے۔ اور کہا۔ بہرام کہہ خدا ایک ہے۔ اور مذہب ابراہیم علیہ السلام کا برحق ہے۔ تب بہرام بولا کہ تو کون ہے۔ فرمایا میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ بہرام نے جب حمزہ کا نام سنا۔ تو حیران ہوا اور انگلی دانتوں میں پکڑی۔ اور مسلمان ہوا۔ اور امیر کو قلعوں میں لے جا کر شرائط مہمانداری بجالایا۔ اور حقیقت مفصل پوچھی۔ امیر نے اپنا اور نوشیرواں کا حال بیان کیا تب بہرام نے سر خدمت زمین ادب پر رکھ کر کہا۔ البتہ یہ حرکت مجھ سے ہی ہوئی ہے۔ اور میرے ہی سبب سے بادشاہ کو پریشانی ہوئی ہے۔ امیر نے فرمایا کہ اے بہرام کی کچھ خبر ہے نوشیرواں کی کہ وہ کس طرف گیا ہے۔ بہرام نے کہا۔ کہ اے امیر مجھے یہاں چھوڑ کر جاتے ہیں۔ میں بھی آپ کے ہمراہ چلتا ہوں۔ تب امیر نے فرمایا کہ تجھے اختیار ہے تو بہرام نے ہزار درم کمر سے باندھے۔ اور ہتھیار لگائے۔ اور امیر کے ساتھ ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہ دونوں خطا میں پہنچ کر شہر میں گئے اور نوشیرواں کی تلاش میں پھرتے تھے اور لوگوں سے پوچھتے تھے۔ کہ اس شکل کا بڈھا ہم سے گم ہو گیا ہے۔ سو اگر کسی کو خبر ہو تو بتلاؤ۔ تب ایک شخص نے کہا کہ اس شکل کا کہ جس کو معلوم کرتے ہو وہ ایک بھٹیارے کے یہاں رہتا تھا۔ اور وہ یہاں آیا تھا۔ تب امیر اس کی دکان پہ پہنچے۔ اور ادھر اُدھر دیکھا۔ اور کھانا مول لیا اور پھر بھٹیارے سے دریافت کیا۔ تو اس نے کہا کہ کئی روز ہوئے۔ وہ ہمارے یہاں تھا۔ اور ایسی باتیں سن کر ہم نے اسے نکال دیا۔ تو وہ ختن کی طرف گیا۔ تب امیر نے ختن کی راہ لی۔ اور منزلیں طے کر کے وہاں پہنچا۔ اور وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا۔ تو پتہ چلا۔ کہ آتشکدہ نمرود میں گیا ہے۔ تب امیر اور بہرام آتشکدہ میں پہنچے۔ اور لنگرخانہ میں اترے۔ جب وہاں کے حوالداروں نے دیکھا۔ کہ آدمی آئے ہیں۔ تو کھانا پانی لا کر دیا۔ امیر اور بہرام دونوں ملکر کھانا نوش کیا۔ اور بیٹھ گئے۔ جب عصر کا وقت ہوا۔ تو سارے لکڑہارے لکڑیاں لے کر آئے۔ اور آتشکدہ میں ڈالیں۔ اور ایک ایک روٹی اور ایک ایک پیالہ آش کا دیا۔ نوشیرواں بھی تھوڑی سی لکڑیاں سر پہ اٹھائے ہوئے آیا اور آتشکدہ میں لکڑیاں اڈالیں۔ اور اپنے غلاموں سے روٹی طلب کی۔ تو ایک غلام نے تھوڑی سی روٹی اور پانی دیا۔ اور کہا کہ اے بوڑھے تو لکڑیاں نہیں لا سکتا پھر تجھ کو روٹی کیونکر ملے گی۔ پس نوشیرواں نے وہ ٹکڑا اور پانی پیا۔ اور صبر کیا۔ ایک گوشے میں بیٹھا۔ امیر یہ حال دیکھ کر بہت روئے۔ اور کہا کہ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ مطلب خدا جس کو چاہتا ہے اُسے عزت دیتا ہے۔ اور جسے چاہے اُسے خوار کرتا ہے۔ یہ وہ نوشیرواں ہے کہ جس کے آگے زربفت کا فرش بچھایا جاتا تھا۔ اور اس کے اور سونے کے روپے کے باسن چنے جاتے تھے۔

اور ایک کوس تک کھانا رکھا جاتا تھا۔ اور آج ایک نوالہ کو محتاج ہے۔ پھر وہاں کے حوالدار کو ایک خوان اچھے کھانے کا امیر اور بہرام کے آگے لائے۔ تب امیر نے کہا کہ تو جا کر نوشیرواں کو بلا لاؤ۔ اور آپ ظاہر نہ کرنا اور اسے بھی تو نوشیرواں کہہ کر نہ پکارنا۔ بلکہ کہنا کہ اے بوڑھے میرے ساتھ کھانا کھانے کو چل۔ پس نوشیرواں کھانے کا نام سنتے ہی اٹھا۔ امیر کے پاس بہرام کے ہمراہ آیا۔ جب امیر نے نوشیرواں کو دیکھا۔ تو اٹھ کر سلام کیا اور اپنے سینہ سے لگایا۔ اور ملکر بہت روئے۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ اے نوجوان تو کیوں روتا ہے۔ اور ایسی غریب نوازی کرتا ہے۔ امیر بولے کہ میرا باپ تیری صورت کا تھا۔ اس لئے روتا ہوں۔ پھر امیر اسے برابر لے کر بیٹھے۔ اور اپنے ہاتھ سے روٹی کا نوالہ بنا کر اس کے منہ میں دیا۔ نوشیرواں نے خوب پیٹ بھر کر کھانا کھایا۔ پھر کہا کہ تو کون ہے۔ اور تیرا کیا نام اور کہاں سے آیا ہے۔ امیر نے کہا فرمایا کہ میں مرد سپاہی ہوں۔ اور ہمیشہ مسافری کرتا ہوں۔ لیکن اے ضعیف تو کون اور تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا کہ اے جوان اگر میں اپنا نام بتا دوں تو مجھے اسی وقت اپنے پاس سے دور کر دیگا۔ امیر نے قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز دور نہ کروں گا۔ بلکہ دس حصے زیادہ غم خواری کروں گا۔ مگر تو سچ سچ کہہ دے تب بوڑھے نے کہا۔ کہ میں نوشیرواں قباد شہریار کا بیٹا ہوں۔ اور گردش فلک نے میرا یہ حال کیا ہے۔ امیر نے کہا اسے بادشاہی سے حشم و لشکر سے جدا ہو کر کیوں اپنے آپ کو اس خواری میں مبتلا کیا۔ نوشیرواں نے کہا کہ بدبخت عرب کے ظلم سے میں اپنا ملک و مال و تخت و تاج چھوڑ کر سوداگری میں خوش گذران کی تھی لیکن چوروں نے آکر ایکایک راہ پکڑی۔ اور تمام مال اسباب لوٹ لیا۔ تب اپنی ساری حقیقت بیان کی ابتدا سے انتہا تک اور کہا کہ اب اس خواری میں پڑا ہوں۔ تو امیر نے کہا کہ حمزہ نے تیرے اوپر کیا ظلم کیا ہے۔ نوشیرواں نے کہا۔ کہ وہ اول میرا مطیع تھا۔ پھر میری بیٹی پر عاشق ہو کر مجھ سے پھرا۔ امیر نے کہا کہ وہ بادشاہی کا ارادہ تو نہیں رکھتا تھا۔ مگر تم ہی اس کے دشمن ہوئے۔ اور اس کو رنج دیتے تھے۔ نوشیرواں نے کہا اے جوان سچ یہی ہے جو تو نے کہا۔ مگر حمزہ کچھ میری جان کا دشمن نہ تھا۔ اور مجھ سے ملک بھی نہ چھینتا تھا۔ لیکن میرے بادشاہوں وزیروں نے میرے اور اس کے درمیان مخالفت پیدا کر کے مجھے شہر بشہر اور ملک بہ ملک پھراتے رہے۔ تب امیر نے کہا کہ اگر میں حمزہ کو باندھ کر تیرے حوالہ کر دوں۔ تو اس کو کیا کرے گا۔ اور مجھے کیا انعام دے گا۔ نوشیرواں نے کہا کہ اے فرزند وہ دن کہاں کہ اس گردن کش کو باندھ کر تو میرے ہاتھ میں دے گا۔ تب امیر نے کہا کہ خاطر جمع رکھ میں حمزہ کو باندھ کر تیرے سپرد کر دوں گا۔ تب نوشیرواں بولا کہ سوگند ہے مجھے لات کی۔ اور قسم ہے چھوٹے منات کی۔ اگر تو حمزہ کو پکڑ کر مجھے دے گا تو میں تجھ کو اپنی چھوٹی

بیٹی مہرافروز دونگا۔ اور تجھے اپنی دامادی میں قبول کروں گا۔ القصہ امیر نے نوشیرواں سے شرائط کر کے
اس کا قول لیا۔ اور نوشیرواں کی ہر طرح غم خواری کرنے لگے۔ راوی یوں روایت کرتا ہے۔ کہ جب نوشیرواں
نے چند روز امیر کے ہاتھ سے کھانا کھایا۔ تو پیٹ بھرنے لگا۔ تو اس کو مزے دار اور لذیذ معلوم ہوا دیگر
صحیح روایت یہ ہے۔ کہ امیر نے اس خوبی سے سلوک کیا کہ ہر روز بیس یا تیس مرتبہ نوشیرواں کی خاطرداری
کی لیکن وہ اپنے منافقانہ رویّہ سے نہ پھرا۔ یعنی اسی طرح کہتا تھا کہ افسوس میں اس مسافری میں مرجاؤنگا
تو اس عرب کو کون سزا دے گا۔ یہ سن کر امیر جواب دیتے۔ کہ اے بادشاہ تو خاطر جمع رکھ۔ کہ اس عرب
کو میں باندھ کر تیرے حوالہ کر دوں گا۔ غرض جب تین دن گزرے تو مہمانی موقوف ہوئی۔ تو آتشکدہ کے
حوالدار بولے۔ کہ اے عزیزو تم دن تین ہمارے مہمان تھے۔ اب بغیر لکڑیوں کل تم کو کھانا نہیں دیں گے۔
نہیں جہاں آپ کا جی چاہے وہاں چلے جاؤ۔ غرض امیر و بہرام اور بادشاہ وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور
جنگل کی راہ لی۔ اور چلتے چلتے ایک جھاڑ کے نیچے بیٹھے۔ اور توشہ نوش فرمایا۔ اور سو رہے۔ اور دوسرے لوگ لکڑیاں
کاٹنے لگے اس وقت نوشیرواں نے کہا۔ کہ اے فرزند تم سوتے ہو۔ اور دوسرے لوگ لکڑیاں کاٹ کر جمع کرتے ہیں۔
پھر تم کب جمع کرو گے۔ فرمایا تو خاطر جمع رکھ۔ اور تو بھی سو جا۔ تیرے واسطے ہم لکڑیاں چنیں گے۔ یہ کہہ کر سو رہے تب
نوشیرواں ایک ساعت بیٹھا۔ اور اپنے دل میں اندیشہ کیا کہ یہ دونوں ہٹے کٹے جوان ہیں۔ اور جو اپنے زور سے
کھانا پیدا کر سکتے ہیں۔ اور میں بے چارہ غریب ناتواں ہوں۔ کہاں سے پیدا کروں گا۔ اگر یہ سوار ہیں۔ تو کچھ
مضائقہ نہیں ہے۔ مگر مجھے نہ سونا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ اٹھا۔ اور لکڑیاں لے جانے والوں کے ہر ایک
بوجھ میں سے تھوڑی تھوڑی لکڑیاں چرالیں۔ اور ایک جگہ باندھ کر رکھیں۔ اس وقت امیر ہوشیار تھے
جو سارا تماشہ دیکھتے رہے۔ اور افسوس کر کے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرتے۔ اور اپنے دل میں
کہنے لگے کہ نوشیرواں کا کیا حال تھا۔ اور کیا ہوا۔ اور گردشِ آسمانی نے اُسے ناہموار کیا۔ کہ اس نے تمام
دنیا کی بادشاہی سے فقیری اور فقیری سے بدتری چوری اختیار کی۔ پس یہ سب تماشہ دیکھ کر امیر سو رہے
جب نوشیرواں نے لکڑیاں جمع کیں۔ اور امیر کے بازو کے پاس آکر بیٹھا۔ امیر نے اپنے آپ کو بیدار کیا۔
نوشیرواں نے کہا۔ اے فرزند اٹھو دن آخر ہوا۔ لکڑیاں کب جمع کرو گے۔ اور میں تمہارے سوتے
سوتے اپنے لئے لکڑیاں لایا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ میں نے تجھ کو منع کیا تھا۔ تو کاہے کو لایا ہے۔ اور
محنت و مشقت کس لئے برداشت کی۔ تب نوشیرواں نے کہا۔ اے فرزند اب جو ہوا سو ہوا۔ لیکن پھر ایسا

نہ کرونگا۔ جو تم فرماؤ گے۔ وہی کروں گا۔ غرض امیر اور بہرام اٹھے اور پرانے سوکھے جھاڑوں کو جڑ سے
اکھاڑا۔ اور زمین پر دے مارا۔ اور لکڑیاں توڑ کر بڑے بڑے دو بوجھ باندھے۔ وہ لکڑیاں دیکھ کر حیران
ہوئے۔ اور دل میں کہنے لگے کہ یہ دونوں دیو ہیں۔ یا غول بیابانی کیونکہ ہمیں یہ قوت نہیں ہے۔ غرضیکہ امیر اور
بہرام سروں پر بوجھ اٹھا کر لکڑہاروں کے برابر چلے امیر نے نوشیرواں کا بوجھ اپنے بوجھ پر رکھ کر نوشیرواں
کو اوپر بٹھایا۔ اور آتشکدہ نمرودی کے پاس آئے۔ تو بادشاہ کو اتارا۔ اور لکڑیاں آتشکدہ میں ڈال دیں۔ تو حوالدار یہ
دیکھ کر بہت حیران ہوئے اور اپنے دلوں میں کہنے لگے۔ کہ یہ دونوں بوجھ سارے آتشکدہ کو کافی ہیں۔ تب وہ انکے
لئے لذیذ اور مزیدار کھانا لائے۔ اور کہا یہ تمہارے لئے کھانا لائے ہیں۔ سو تم کھالو۔ پھر بولے کہ اے بزرگو تم اب تین
روز تک لکڑیاں نہ لاؤ۔ اور تین روز تک پیٹ بھر کر کھانا نوش فرماؤ۔ اور چین سے رہو۔ پھر اگر تم خوش ہو تو ایک آدمی
لکڑیوں کے لئے جایا کرو۔ اس کے بعد سب لکڑہاروں نے مل کر کھانا کھایا۔ اور امیر و بہرام اور نوشیرواں نے خوب پیٹ
بھر کر کھایا۔ پس اسی طرح امیر اور بہرام ہمیشہ جنگل سے لکڑیاں لایا کرتے۔ اور کھانا کھایا کرتے اور آتش کدہ میں رہتے۔
آخر ایک روز امیر نے نوشیرواں سے پوچھا۔ کہ جو مال آتشکدہ میں خرچ ہوتا ہے۔ اور وہ کہاں سے آتا ہے۔ اور کون
تصرف کرتا ہے نوشیرواں نے کہا۔ اے فرزند یہ سب میرے نفر ہیں۔ اور مال بھی میرا ہی خرچ ہوتا ہے۔ امیر نے کہا تو
اپنے آپ کو ان پر ظاہر کیوں نہیں کرتا۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ میں نے اپنا حال ان کے سامنے ظاہر کیا تھا۔ تو انہوں نے
میرے منہ پر اتنے طمانچے مارے کہ میرا چہرہ سوج گیا تھا۔ تب امیر نے کہا اگر تو قسم کھائے کہ میں آگ کبھی نہ جلاؤں گا۔
اور پوجا بھی نہ کروں گا۔ تو میں آتش کدہ کے سب حوالداروں کو مار ڈالتا ہوں۔ اور آتش کدہ کو مار ڈالتا ہوں۔
تب نوشیرواں نے قسم کھائی۔ تب امیر اور بہرام آتش کدہ کے اندر آئے۔ اور دونوں دروازے بند کئے۔ اور کئی آدمیوں
کو اٹھا کر آگ میں ڈالا۔ اور آتش پرستوں کو دوزخ کی آگ میں ڈالا۔ اور وہاں کی سب عمارتوں کو مع دیوار کو توڑ
تاڑ کر ویران کر ڈالی۔ اور آتش پرستوں میں جو لوگ کہ دانا اور بزرگ تھے۔ انہوں نے امان مانگی۔ تو امیر بولے
کہ اے بدبختو ساری دنیا کا بادشاہ یہاں آئے۔ اور تم نے اس کو کھانا پانی نہ دیا۔ اور اس کو کچھ بھی برداشت
نہ کی۔ یہ بات کس ملک میں روا ہے۔ تب انہوں نے کہا کہ ہم نے بادشاہ کو نہ پہچانا کرن تھا۔ اب ہمارا قصور معاف
القصہ نوشیرواں نے باقی لوگوں کو خود چھوڑایا۔ پھر کوٹھیا توڑنے لگے۔ تو ان میں سے بہت سامان نکلا۔ پس وہ
خزانہ لے کر سلطنت کی تربیت درست کی۔ اس کے بعد آتش کدہ کے گرد نواح سے آواز آئی۔ کہ بادشاہ ہفت
کشور یہاں پیدا ہوا ہے۔ یہ آواز سن کر ساری خلقت آنے اور تسلیمات بجا لانے لگی۔ پھر کتنے دن وہاں

سکونت کی۔ اس کے بعد نوشیرواں بڑے دبدبے اور شان و شوکت سے روانہ ہو کر ختن میں پہنچے۔ جب ختن کے بادشاہ کو خبر ہوئی۔ کہ نوشیرواں آیا ہے۔ تو اس نے خود آ کر بادشاہ کا استقبال کیا۔ نوشیرواں نے کہا۔ کہ اے فرزند اس حرامزادے کو مار۔ اس نے میری کافی نصیحت کی تھی۔ تب ختن کے بادشاہ نے امیر سے پناہ طلب کی۔ اور یہ کہا کہ میں نے پہچانا نہ تھا۔ کہ یہ نوشیرواں ہے۔ یہ گناہ مجھ سے نادانستہ ہوا ہے۔ آپ بخشیں۔ تب امیر نے فرمایا۔ کہ اے بادشاہ جس حال سے تم آئے تھے۔ یقین ہے۔ کہ آپ کو کسی نے نہ پہچانا ہو گا۔ اس لئے اطاعت نہ کی ہو گی۔ اب آپ بخشیں۔ تو میں حمزہ یا ند عہد کر لاتا ہوں۔ تمہارا جو جی چاہے اس سے کرنا۔ پھر وہاں سے کوچ کیا۔ اور خطا کی سرحد میں پہنچے تو خطا کے بادشاہ نے آ کر نوشیرواں کا استقبال کیا۔ اور بہت سی عذر معذرت کر کے پناہ مانگی۔ تب امیر نے رو کر بادشاہ سے اس کو امان دلائی۔ اس وقت ہرمز سارا لشکر لے کر خطا میں پہنچا۔ تب امیر نے نوشیرواں سے کہا۔ کہ آؤ چلیں۔ ہم اور تم مل کر تمہارے لشکر میں۔ اور دیکھیں کہ تمہیں کوئی پہچانتا بھی ہے یا نہیں۔ غرضیکہ اپنا لشکر وہاں چھوڑا۔ اور نوشیرواں کے لشکر کے بازار میں آئے۔ اور بھٹیارے کی دوکان سے کھانا خریدا۔ اور کھانے کو بیٹھے۔ قضا کار مقبل حلبی اشقر دیو زاد کو پانی پلانے کے لئے جاتے تھے۔ کہ یکایک امیر کی بو اشقر کو آئی۔ اور اشقر وہیں پر کھڑا ہو رہا ہے۔ مقبل نے ہر چند اشقر کو چلایا۔ اتنے میں عمر بھی وہاں آیا۔ اور تماشہ دیکھا گیا۔ کہ امیر کی بو اشقر نے پائی ہے۔ یہ اس لئے یہاں سے نہیں ہلتا ہے۔ پس عمر اسی وقت بھٹیارے کی بالا خانہ پر گیا۔ اور دیکھا کہ امیر اور وزیر اور نوشیرواں و بہرام تینوں کھاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہی پکارا کہ امیر کا آنا مبارک ہو۔ اس وقت اس عمر کو نوشیرواں نے دیکھ کر پہچانا۔ اور اپنے دل میں معلوم کیا۔ کہ اتنے دنوں تک میرا مددگار حمزہ ہی رہا۔ اور اب وہ میرے ساتھ ہے پس بلا شبہ حمزہ دیو ہے۔ القصہ جب تک کہ امیر و عمر آپس میں مصروف ملاقات رہے۔ تو نوشیرواں کھوٹے پرست دوسری راہ بارگاہ اور اپنے لشکر میں جا ملا۔ تب تمام لشکر میں شور پڑا۔ کہ حمزہ نوشیرواں کو لے آیا۔ پس بادشاہ کو اسی وقت تخت پر بٹھایا۔ اور شادی کے نقارے اور خوشی کے دمامے بجائے۔ اور امیر بھی اپنے لشکر میں آئے۔ اور سب یاروں اور دوستوں سے ملاقات کی۔ اور نوشیرواں کی تمام حقیقت بیان کی۔ (باقی داستان شب فردا)

باسٹھویں داستان

جب امیر مسافری سے واپس آئے۔ تو یاروں سے کہا کہ میں نے نوشیرواں سے اقرار کیا تھا۔ کہ میں اپنے آپ کو باندھ کر تیرے حوالہ کرونگا۔ پس اے سعد بن عمر اب تم مجھے باندھ کر نوشیرواں کے پاس لے چلو۔ اور دیکھو وہ کیا کرتا ہے۔ تب عمر بن عمیہ نے کہا۔ کہ یہ کیا کرتے ہو۔ امیر نے کہا کہ میں اپنی شرط کو بجالاتا ہوں۔ تاکہ اس کی بیٹی لوں۔ تب عمر معدی کرب بولے۔ کہ اگر نوشیرواں تم کو مار ڈالے تو تم کیا کروگے۔ تب امیر نے کہا۔ کہ سوائے خدا کے کوئی نہ مار سکے گا۔ پس نوشیرواں کے دربار میں جانے کیلئے امیر نے اپنے آپ کو باندھ کر اور سعد بن عمر کو کہا کہ تم مجھے لے چلو۔ سعد بن عمر امیر کو لے کر روانہ ہوئے۔ اور لے کر نوشیرواں کے دربار میں جا کھڑا کیا تب کہا۔ امیر کشور گیر نے کہا۔ کہ میں نے بادشاہ سے شرط کی تھی۔ کہ حمزہ کو باندھ کر تیرے حوالہ کروں گا۔ سو بندہ حاضر ہے۔ جو تیرا جی چاہے سو کر۔ نوشیرواں نے سر نیچا کیا۔ تب بختک نے سوچ کر کہا۔ اے بادشاہ تو ایسا قابو نہیں پاسکے گا۔ اب حکم دے۔ کہ اس عرب کی گردن مار ڈالو۔ تب نوشیرواں نے دم نہ مارا۔ اور امیر اپنے دل میں سمجھے۔ کہ یہ بادشاہ اب بھی میرا دشمن ہے۔ تب زور کیا۔ اور کمند ٹوٹی۔ اور سعد بن عمر کو فرمایا۔ کہ بختک کو بھی پکڑو۔ اور دوسرے کافروں کو بھی مارو۔ تب عمر دوڑے۔ اور بختک کو پکڑا۔ امیر نے فرمایا مار ڈالو۔ تو جب عمر نے مارنا شروع کیا تو وہ غلام زادہ بھاگ کر بادشاہ کے گھر میں گیا۔ تب امیر نے کئی کافروں کو جہنم میں روانہ کیا۔ اور آپ اس فوج سے باہر آئے۔ اور اپنے لشکر میں گئے۔ پس دوسرے روز عمر بن عمیہ سے کہا۔ کہ اے تم نوشیرواں کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ حمزہ کہتا ہے کہ جو شرطیں نے تم سے کی تھی۔ میں نے اس کو پورا کیا۔ اور جو شرط تم نے کی تھی بجالاؤ۔ یعنی اپنی بیٹی اب مجھے دے۔ تب عمر بن عمیہ نوشیرواں کے پاس گیا۔ اور امیر کا پیغام دیا۔ بادشاہ نے سن کر کہا۔ اے عزیز تم حمزہ سے کہو۔ کہ جو شرطیں نے کی تھی۔ وہ بجا لاؤں گا۔ عمر وہاں سے پھر کر آئے۔ اور نوشیرواں نے جواب جو دیا تھا۔ اپنے امیر سے کہا۔ پھر وہاں بادشاہ نے وزیروں و امیروں اور بادشاہوں کو بلا کر مجلس قائم کی۔ اور مشورت کرنے لگے۔ تب بادشاہ نے حاضرین مجلس سے ظاہر کیا کہ میں نے امیر سے اقرار کیا تھا۔ کہ تجھے اپنی بیٹی دوں گا۔ سو تمہاری عقل میں کیا آتا ہے۔ تو کافر مل کر بولے۔ کہ ایک بیٹی دے کر سارے جہان میں فضیحت لی

اب دوسری بیٹی بھی دیتا ہے۔ اس زمانہ کے بادشاہ تمہیں کیا کہیں۔ تب نوشیرواں نے کہا۔ کہ ایک بار وہ میرا داماد ہو چکا ہے۔ اب شرم کیا ہے۔ اور اس کو زمانہ میں اس سے بہتر داماد کون ہوگا۔ یہ کہہ کر شادی کی مجلس قائم کی۔ اور امیر کو مبارک باد دی۔ اور نیک ساعت میں مہرافروز کا کار خیر شروع کیا۔ اور ادھر امیر نے بھی اپنے لشکر میں جشن عیش و عشرت شروع کیا۔ اور مبارک و ہمایوں وقت میں وہ نوشیرواں کی بیٹی کا عقد کر کے لائے۔ جب یہ خبر ہر چہارم اطراف میں عام ہوئی۔ تو سب کافر امیر کے دشمن ہوئے اور بختک نے چاروں طرف خط لکھ کر روانہ کئے۔ اور خط میں یہ مضمون لکھا۔ کہ اے بادشاہاں و شاہزادگان کیا تم خواب غفلت میں ہو کہ امیر اپنے بازو کے زور سے نوشیرواں کی دو بیٹیاں اپنے نکاح میں کیں اور بادشاہ کا داماد ہوا۔ اگر تم زور کرو گے۔ تو یہ بیٹی ابھی پھیر لو گے۔ پس بختک کی برانگیخت سے سب کافر بادشاہ ایک طرف صلاح و مشورت کر کے ہرمز کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے شہزادہ نوشیرواں تو اب بوڑھا ہوا ہے۔ اس لئے اس کی عقل گم ہے۔ سو تو اس کا جوان بیٹا ہے۔ پس لازم ہے۔ کہ کوشش کر۔ تاکہ ان عربوں کے سر جسم سے قلم کر ڈالیں۔ اگر جو ایسا نہ کریں گے۔ تو سرداری و ملک اور بادشاہی گھر سے جائے گی۔ تب ہرمز بولا۔ کہ تم سب جو بات کہو میں اس پر راضی ہوں۔ تب سب کافروں نے مل کر یہ اتفاق سے کہا۔ کہ تو اگر نوشیرواں کو البرز پہاڑ پر لے جائے۔ تو وہاں پر اتنے عادی پہلوان ہونگے کہ امیر کو ہتھیاروں سمیت گھوڑے پر سے اٹھا لیں گے۔ اور اب بادشاہ مدائن بھیج کر تخت پر بٹھا۔ اور تو البرز کے پہاڑ پر چل۔ اور دیکھ کہ کیسا تماشا نظر آتا ہے۔ تب ہرمز نے قبول کیا۔ اور نوشیرواں کو بلا کر کہا کہ سارا لشکر تجھ سے پھرا ہے۔ اگر تو حمزہ کے قتل پر کمر باندھے۔ تو بہتر ہے۔ ورنہ سب لشکر نکل جائیگا اور تجھے مار دیں گے۔ تب نوشیرواں بولا کہ میں حمزہ کے مارنے میں کیا کوتاہی اور قصور کرتا ہوں۔ مجھ سے اور کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہم عرب کا سر چاہتے ہیں۔ آخر بعد مشورت کے البرز پہاڑ پر جانا مقرر ہوا۔ اور سب بادشاہوں کو بلا کر اپنا ارادہ سنا دیا۔ اور وہ سب سن کر چپ ہو رہے۔ (باقی داستان شب فردا)

تریسٹھویں داستان

جب دوسرا روز ہوا تو نوشیرواں نے کوچ کر کے البرز پہاڑ کی راہ لی۔ اور امیر کو ایک خط اس مضمون

کا تحریر کیا۔ کہ تو اگر ہزار جان رکھتا ہو گا۔ مگر البرز پہاڑ پر آ کر ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا۔ جب امیر کو یہ خط ملا تو اس کا لفافہ کھول کر پڑھا۔ اور ساری حقیقت ظاہر ہوئی۔ اور امیر کو وہاں جانا فرض ہوا۔ تب کوچ کر کے نوشیرواں کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور منزل و مراحل طے کر کے البرز پہاڑ کے دامن میں پہنچے۔ نوشیرواں کے آنے کی خبر سن کر نوشیرواں کے وزیر اور بادشاہ ہر طرف آ کر حاضر ہوئے۔ اور عادی بھی آئے۔ ان عادیوں میں سے ایک کا نام گردان اور دوسرے کا نام عادیاں چوب گردان تھا۔ پس یہ دو پہلوان نامدار اور سخت تھے۔ وہ بادشاہ کے پاس آئے۔ تو نوشیرواں کی طاقت بڑھ گئی۔ پس دونوں دوسرے روز نوشیرواں اپنے غلاموں اور عادیوں پہلواں کو لے کر باہر آیا۔ اور امیر بھی سوار ہو کر ان کافروں کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ اور نقیب پکارے کہ کون بہادر میدان کا قصد کرتا ہے۔ وہ میدان میں آئے اور اپنے لباس میں اپنے باپ دادا کا نام روشن کرے۔ اتنے میں عادی چوب گردان آیا اور حریف کو بلایا اور کہا کہ امیر کو خبر کرو۔ امیر کو یہ خبر دی گئی۔ اتنے میں قیمار خاوری کے ملک کا بادشاہ امیر کی خدمت میں آیا۔ اور میدان میں جانے کی اجازت چاہی۔ تب امیر نے کہا جاؤ خدا کو سونپا۔ تب قیمار خادر میں آیا۔ اور چوب گرداں سے لڑنے لگا۔ اتنے میں جنگل سے گرد پیدا ہوئی۔ اور اس میں سے ایک سوار نکلا۔ اور دونوں جوانوں کے درمیان آ کھڑا ہوا۔ تب قیمار اور چوب گرداں میدان سے پھرے۔ تو اس سوار نے کافر کی طرف اپنا منہ پھیرا۔ کہا کہ اے نوشیرواں کسی پہلوان کو بھیج۔ تب ایک عادی میدان میں آیا۔ اور گرز نکالا اس سوار کو مارا۔ اور سوار نے گرز اپنی تلوار کی ڈھال پر روکا۔ اور اپنا ہاتھ عادی کی کمر میں ڈالا۔ اور مضبوط پکڑ کے زور کیا۔ اور زور کر کے زین سے اٹھایا۔ اور سر سے اٹھا کر ایسا زمین پر مارا کہ چاروں شانہ چت گرا۔ پھر دوسرا عادی آیا۔ وہ بھی پست ہوا۔ پس اسی طرح سات عادی آئے اور مارے گئے۔ پھر غازی نے اپنے رخ کو عربوں کی طرف پھیرا۔ اور پکارا کہ تمہارے لشکر میں جو رستم پیلتن ہے وہ میدان میں آئے تو وہ سوار دوڑا اور اس کی کمر پکڑی۔ اور اپنے بل زور کرنے لگے۔ اور اتنا زور کیا۔ کہ گھوڑے چار زانو ہو گئے۔ تب رستم پیلتن کی کمر سوار نے پکڑی اور چھوڑ دی۔ اور کہا کہ تو جا اور سعد طوقی کو بھیج۔ تب رستم نے واپس آ کر سعد کو روانہ کیا۔ اور وہ میدان آیا۔ سوار صحرائی اس سے بھی زور کرتا رہا۔ لیکن نہ اس کو فتح اور نہ اسے ظفر وہ بولا کہ تو جا اور سعد بن عمر کو بھیج۔ جب سعد بن عمر میدان میں آیا۔ تو وہ سوار اس سے بھی دونوں ہاتھ لڑا۔ اور کہا اے سعد تو بھی جا۔ اور حمزہ کو روانہ کر۔ جب سعد بن عمر واپس آیا۔ تو امیر کی خدمت میں اظہار کیا کہ اے جہانگیر وہ آپ کو بلاتا ہے امیر یہ خبر سن کر خوش ہوئے۔ اور اپنے ہتھیار منگا کر بدن پر لگائے۔ اور میدان میں آ کر اس کے مقابل کھڑے رہے

تب وہ سوار آیا۔ اور ایک ہاتھ سے اشقر دیوزادہ کا تنگ پکڑا۔ اور دوسرے ہاتھ سے امیر کی کاب پکڑی اور نعرہ مار کر اپنی طرف کھینچا۔ راوی روایت کرتا ہے۔ کہ امیر گھوڑے سے سمیت تین ڈگ پھرے اور اشقر گھٹنوں تک زمین میں گڑ گیا۔ پھر تو امیر نے نعرہ مارا۔ اور تمام لشکر میں غل پڑا۔ اور کئی ایک مارے دہشت کے مر گئے۔ یعنی امیر اژدہا کی مانند گرجے اور دوڑے اور اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر گھوڑے سے اٹھایا۔ اور سر پر لے جا کر ایسا پھرایا کہ تمام مردان عالم نے آفرین کہی۔ اور پھر زمین پچھاڑا۔ اور اس کے سینہ پر بیٹھ گئے۔ اور خنجر نکال کر چاہا کہ اس کی گردن پر چلائیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے جوان تو سچ کہہ تو کون ہے۔ تب اس جوان نے کہا۔ کہ میں رستم پیلتن کا بیٹا ہوں۔ اور شہزادہ ملک لعل خفقان پوش ہوں۔ خون زبر خادری میرا نام ہے تب امیر نے کہا کہ اگر تو رستم پیلتن کا بیٹا نہ ہوتا۔ تو میں تجھے مار ڈالتا۔ تب امیر اٹھے۔ اور اسے اپنے سینے سے لگایا۔ اور عمر سے کہا کہ یہ رستم پیلتن کا بیٹا ہے۔ اسے لے جا۔ عمر نے خوش حالی سے اپنی ٹوپی ہوا میں اڑائی۔ اور پکارا کہ اے رستم پیلتن یہ تمہارا بیٹا آیا ہے تم کو مبارک ہو۔ امیر اس کو اپنی گود میں اٹھا کر وہاں سے اپنی فوج میں آئے۔ اور کھڑے رہے۔ ملک قاسم ابھی گود سے اترے بھی نہ تھے۔ کہ چالیس گز لمبے قد کا ایک سوار جنگل سے آیا۔ تب امیر نے قاسم سے کہا کہ تو اس کا نام جان بوجھ کر چھپاتا ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قیمار خادری کا بیٹا ہے۔ ہومان مقابل ہو کر کھڑا رہا۔ تب اس سوار نے دوڑ کر ہومان کی کمر میں ہاتھ ڈالا اور گھوڑے سے اٹھا کر زمین پر پچھاڑا۔ اور کہا تو اور قیمار کو روانہ کر۔ ہومان پھرا۔ اور قیمار میدان میں آیا۔ تب وہ سوار دوڑا۔ اور کمر میں ہاتھ ڈال کر کھینچا۔ تب قیمار نے بھی اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ اور دونوں زور کرنے لگے۔ اور یہاں تک زور کیا کہ دونوں بے حال ہوئے۔ پھر قیمار کی کمر چھوڑ کر کہا کہ جاؤ۔ اور امیر حمزہ کو۔ روانہ کر۔ تب قیمار پھرا۔ اور امیر کے پاس آیا۔ اور کہا کہ یا امیر وہ آپ کو بلاتا ہے۔ امیر یہ سن کر میدان میں آئے۔ اور اس کے مقابل کھڑے رہے۔ تب اس سوار نے آپ پر حملہ کیا۔ اور امیر کی کمر پکڑی۔ تب امیر نے بھی اس کی کمر پکڑی۔ زور سے زمین سے اٹھایا۔ اور سر پر لے جا کر پھرایا اور زمین پر دے مارا۔ اور سینہ پر چڑھ کر پوچھا کہ اے نوجوان تو سچ کہہ کر تو کون ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے۔ تب اس سوار نے کہا کہ میں قیمار خادری کا بیٹا ہوں۔ اور مجھ کو قیس بن قیمار کہتے ہیں۔ تب پکارے۔ کہ اے قیمار یہ تو تیرا بیٹا ہے۔ تجھے مبارک ہو۔ تب قیمار نے کہا کہ اس بے ادب کو مارو کہ اس نے نہایت بے ادبی کی ہے۔ کیونکہ پہلے باپ سے ہی جنگ کی ہے تو امیر نے کہا کہ

یہ بے ادبی نہیں ہے۔ بلکہ یہ پہلوان کا بیٹا ہے۔ جو اپنی پہلوانی جتاتا ہے۔ پھر امیر اس کو اپنی گود میں اٹھا کر اپنے لشکر میں لائے۔ اور طبل بازگشت بجوایا۔ اور نوشیرواں نے بھی اپنا لشکر پھیرا۔ اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقامات پر اترے۔ دوسرے روز یہ لشکر پھر تیار ہو کر میدان میں آیا۔ اور فوجیں آراستہ کیں۔ اور نقیب پکارے کون مرد ہے جو میدان کا قصد کر کے اپنا نام ظاہر کرے۔ تب نوشیرواں کی طرف سے چوب گرداں پہلوان میدان میں آیا۔ اور چوب کے مقابل آیا۔ اور گرز بازی کرنے لگے۔ پھر نیزہ بازی ہوئی۔ اس کے بعد تلواروں سے لڑتے ہوئے رات ہوئی۔ تب دونوں لشکر پھرے اور اپنے اپنے مقاموں پر اترے۔ اور دوسرے دن فوجیں پھر میدان میں آئیں۔ اور چوب گرداں بھی باہر نکل کر میدان میں آیا۔ اور پکارا کہ اے امیر حمزہ اگر مرد ہے۔ تو میدان میں آ۔ امیر نے یہ سنتے اپنے ہتھیار جسم سے آراستہ کئے۔ اور اشقر پہ سوار ہو کر میدان میں آئے۔ تب چوب گرداں نے اپنی چوب پھرائی۔ اور امیر پر چلائی۔ امیر نے اس کی چوب یعنی لاٹھی رد کی۔ اور دونوں ہاتھوں سے خوب مضبوط پکڑی۔ اور چوب گرداں نے اتنا زور کیا کہ اس کا تمام جسم کانپا۔ لیکن وہ اپنی لاٹھی نہ چھوڑا سکا۔ پھر امیر نے آہستہ سے اس کی لاٹھی چھین لی۔ اور پھر اکراس کے دونوں شانوں پر ایسی ماری۔ کہ وہ بھی گھوڑے پر سے زمین پر گرا۔ اور عمر نے پھر اسے بھی باندھا۔ پھر طبل بازگشت بجا کر دونوں لشکر اپنے اپنے مقامات پہ اترے۔ تب امیر نے کہا کہ ان دونوں کو میرے سامنے پیش کرو۔ بموجب حکم امیر کے ان دونوں حاضر کیا گیا۔ تب امیر نے ان دونوں سے کہا کہ اے پہلوانوں تم کو میں نے کس طرح زیر کیا تو ان دونوں نے کہا کہ جیسے مرد، مردوں کو پکڑتے ہیں۔ پھر امیر نے فرمایا کہ کہو کہ خدا ایک ہے اور دین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا برحق ہے۔ اور بت پرست اور ان کی پرستش سب باطل ہیں۔ پس دونوں پہلوانوں نے صدق دل سے اسلام قبول کیا۔ تب امیر نے دونوں کو اپنے ہاتھ سے خلعت فاخرہ مرحمت فرمائے۔ اور بند سے خلاص کیا۔ اور سونے کی کرسیوں پر بٹھایا۔ اور عمر نے امیر کی غلامی کا حلقہ ان کے کانوں میں ڈالا۔ تب کھانا اور انواع اقسام کی نعمتیں منگائیں۔ اور بعد تناول طعام کے دسترخوان اٹھایا۔ تب دونوں پہلوانوں نے عیار بھیج کر اپنے لشکر کو کہلا بھیجا کہ آدھی رات کو ایک طرف سے نوشیرواں کے لشکر میں ڈاکہ ڈالو۔ جب بہرام چوب گرداں کے لشکر نے یہ ماجرا سنا تو آدھی رات نوشیرواں کے لشکر میں ڈاکہ مار کر عرب کے لشکر میں جا ملے۔ (باقی داستان شب فردا)

پچونسٹھویں داستان

جب امیر گیلان سے کوچ کر کے کوہ البرز گئے۔ تو اس وقت گیلی سوار پیٹ سے تھی۔ اور امیر نے اسے گنجال شاہ کے حوالہ کر دیا تھا۔ اور بڑی تاکید سے گیلی سوار سے کہا کہ حاملہ ہونے کے سبب سے تجھے یہاں چھوڑتا ہوں۔ اور گنجال شاہ سے کہا تھا۔ کہ اس کی خوب اچھی طرح سے حفاظت کرنا۔ اور جب اس کی ہاں فرزند نرینہ پیدا ہوا تو اس کی پرورش اچھی طرح سے کرنا۔ تب گنجال شاہ نے قبول کیا قبول کیا۔ لیکن دل میں کینہ رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ ظاہر میں تو مسلمان تھا۔ مگر باطن میں کفر رکھتا تھا سو چند روز بعد اس نے دائیوں اور خدمت گاروں کو تاکید کی۔ کہ اگر گیلی سوار کے فرزند پیدا ہوا۔ تو میرے پاس لے آنا مگر یہ خبر گیلی سوار کو نہ تھی۔ کہ میرا باپ مجھ سے اپنے دل میں کینہ رکھتا ہے سو چند روز بعد اس کے حمل کی مدت پوری ہوئی تو چودہویں رات کے چاند کی طرح فرزند پیدا ہوا۔ کہ گویا آفتاب زمین پر اتر آیا۔ جہان میں یوسف ثانی پیدا ہوا تب گنجال شاہ کے حکم کے بموجب دائیاں اس بچہ کو اٹھایا اور شاہ کے پاس لے گئیں۔ تو اس نے کہا کہ اس کو زمین پر پٹکو۔ اس وقت ایک نیک عورت اس کے پاس بیٹھی تھی۔ اس کو اس بچہ پر رحم آیا۔ تو کہا اے بادشاہ اس بچہ نے کیا گناہ کیا ہے جو تو اسے مارتا ہے تو اس کو کہیں رکھ دے۔ تب اس نے اس بچہ کو ایک صندوق میں بند کر کے مقفل کیا۔ اور دریا میں ڈالدیا۔ یہ صندوق دریا میں تیرتا ہوا جاتا تھا۔ کہ اسما پری اور قریشیہ سلطانہ آسمان پر سارے اڑتے ہوئے وہاں سے گذر ہوا۔ اور ان پریوں کی نظر اس صندوق پر پڑی۔ تو اسما پری نے کئی پریوں کو وہ صندوق لانے کے لئے روانہ کیا تو وہ صندوق اٹھا لائیں۔ جب صندوق کو کھول کر دیکھا۔ تو اس میں چاند سے صورت کا ایک بچہ سوتا ہوا نظر آیا۔ جس کی پیشانی پر ایک خال دکھائی دیا۔ تو پریوں نے کہا۔ کہ یہ بچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان سے ہے۔ القصہ وہ پریاں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ کہ اسی وقت خواجہ حضرت خضر علیہ السلام کو ان پریوں نے دیکھا۔ تو اٹھ کر تعظیم کی۔ تب خواجہ حضرت خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے قریشیہ اور اسما پری یہ بچہ امیر حمزہ کا ہے۔ اسے اچھی طرح سے پرورش کرنا۔ جب یہ بڑا ہو تو اس کو اس کے باپ کے پاس پہنچا دینا۔ اور نام بدیع الزمان رکھ کر غائب ہو گئے۔ تب پری بچہ کو لیکر کوہ قاف چلی گئی۔ اور پریوں کے شہر سے

پرورش کرنے لگی۔ یہاں تک کہ بدیع الزمان سات برس کا ہوا۔ قریشیہ نے اسے گھوڑے پر سوار ہونا۔ اور ہتھیار باندھنا سکھایا۔ اور دیووں کو مارنے کے لئے ہمیشہ اپنے ہمراہ لے جایا کرتی تھی۔ ایک روز بدیع الزمان نے قریشیہ سے دریافت کیا۔ کہ میری ماں کا پتہ مجھے بتا دے۔ اور اس نے دریا سے بہتا ہوا صندوق اٹھا کر کوہ قاف میں لانے اور خواجہ حضرت خضر علیہ السلام سے پتہ پانے کی ساری حقیقت ظاہر کی۔ تب بدیع الزمان نے کہا کہ مجھے میرے باپ کے پاس پہنچا دو۔ تب پریوں نے تحفہ لئے اور بدیع الزمان کی کمر سے ہتھیار جواہر نگار باندھ کر اور گھوڑے پر سوار کر کے البرز پہاڑ پر لے آئیں۔ امیر کے بیٹوں کا نام بتایا اور تمام پہلوانوں کا حال بیان کیا۔ پھر کہا کہ تم جاؤ۔ اور بھائیوں کے ہمراہ جنگ کرو۔ کیونکہ تمہارے سب برادر اور امیر کے سب یار امیر سے مل کر جنگ کرتے ہیں۔ اور زور آزمائی کرتے ہیں۔ پس تو بھی جا کر زور آزمائی کر پس تو بھی جا کر زور آزمائی کر یہ کہہ کر اسے یہیں چھوڑ کر آپ کوچ کر گئیں۔ اور اب دو کلمہ داستان دونوں لشکر کی سنو۔ کہ کتنے دنوں کے بعد دونوں لشکروں میں لڑائی کے نقارے بجے اور صفیں آراستہ ہوئیں۔ اور نقیب پکارے کوئی مرد ہے جو میدان میں آئے۔ اتنے میں جنگل میں گرد پیدا ہوئی۔ اس میں سے بدیع الزمان نمودار ہوا۔ اور میدان میں آکر بڑے ٹھاٹ سے کھڑا رہا۔ اور دونوں فوجوں کے سپاہی امیرزادہ کے ہتھیار اور گھوڑے کو دیکھ کر حیران ہوئے۔ امیرزادہ نے اپنا رخ لشکر عرب کی طرف کیا اور پکارا کہ اے عربو تم میں سے جسے مرنے کی آرزو ہو وہ میدان میں آئے۔ تو کیوس نیزہ دار امیر کی اجازت سے میدان آیا۔ اور کھڑا رہا۔ بدیع الزمان نے اس سے پوچھا کہ اے عرب تو کون ہے اور تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے کیوس نیزہ دار کہتے ہیں۔ پس بدیع الزمان نے کہا کہ جو نشان بہادری کا تمہارے پاس ہے وہ لا۔ تب کیوس نے کہا پیش قدمی کرنا ہمارے ہاں طریقہ نہیں۔ پس بدیع الزمان نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اس کی کمر پکڑی۔ اور گھوڑے سے اٹھایا۔ اور سر پر لے جا کر پھرایا۔ اور زمین پر پچھاڑا۔ اور چھوڑ کر کہا کہ جا کسی اور کو بھیج۔ تو کیوس گیا۔ اور قیماز نادری آیا۔ بدیع الزماں نے کہا کہ اے دراز قد تو کون ہے اس نے اپنا نام بتایا۔ بدیع الزمان نے اسے بھی زمین پر پٹکا۔ اور کہا کہ تو جا اور دوسرے کو روانہ کر۔ تب وہ پھرا۔ اور لندھور کو میدان میں روانہ کیا۔ تو بدیع الزمان نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ اور زور کرنے لگے مگر دونوں کو جنبش نہ ہوئی۔ ناچار ہو کر واپس آیا۔ اور کہا کہ تو جا اور کسی کو بھیج۔ تب لندہور واپس آیا۔ اور امیر سے عرض کی کہ امیر یہ بھی تیرے فرزندوں میں معلوم ہوتا ہے امیر نے فرمایا۔ کہ غیب کی خبر خدا کو ہے۔ یہ کہہ کر قاسم لعل خقفان خونریزی کو روانہ کیا۔ پس شہزادہ قاسم میدان میں

کودا۔ بدیع الزمان نے اس کی کمر پکڑی۔ اور قاسم نے اس کی کمر پکڑی۔ اور آپس میں زور کرنے لگے۔ تو دونوں گھوڑوں کے زانو زمین پر لگے۔ تو دونوں پیادہ ہوئے۔ اور کشتی کرنے لگے آخر بدیع الزمان قاسم کو زانو پر لایا اور قاسم نے بہت زور کیا۔ مگر ذرا نہ ہلا سکے۔ تو بدیع الزمان نے قاسم کو چھوڑ دیا۔ اور کہا تو جا اور رستم پیلتن کو بھیج تب قاسم واپس آیا۔ اور رستم میدان میں آیا۔ اور بدیع الزمان نے اس کی کمر دوڑ کر پکڑی۔ اور دونوں آپس میں زور کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں گھوڑے دو زانو بیٹھ گئے پھر تو دونوں پیادہ ہو کر لڑنے لگے۔ آخر بدیع الزمان غالب ہوئے اور رستم کو چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ جا سعد طوطی کو روانہ کر تب رستم تو واپس ہوئے۔ اور سعد طوطی میدان میں آیا۔ تب بدیع الزمان اور سعد طوطی لڑنے لگے۔ تو دونوں برابر رہے۔ پھر اس کو بدیع الزمان نے کہا کہ تو جا اور سعد ابن عمر کو روانہ کر۔ جب سعد طوطی پھرا۔ اور سعد ابن عمر آیا۔ اور یہ دونوں زور کرنے لگے۔ یہاں تک زور کیا کہ دونوں کے مرکب زمین پر گرے۔ اور یہ دونوں زور کرنے لگے اور آخر بدیع الزمان نے اپنے زانو پر سعد ابن عمر کو لایا۔ اور چاہا کہ میں پھینکوں اور دل میں رحم آیا۔ اور کہا تو جا اور حمزہ کو بھیج۔ تب امیر اپنے ہتھیار۔ باندھ کر میدان میں آئے۔ اور اپنے گھوڑے جولان کیا۔ بدیع امیر کو دیکھ کر دوڑا۔ اور امیر کی کمر پکڑی۔ اور امیر نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ اور باپ بیٹا آپس میں زور کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں گھوڑے زمین پر گرے۔ تب دونوں پیادہ ہوئے۔ امیر نے عمر سے کہا۔ کہ میں نعرہ مارتا ہوں۔ یہ سن کر عمر نے اپنی ٹوپی اچھالی۔ تو امیر کے لشکر نے معلوم کیا کہ امیر نعرہ مارتے ہیں۔ تب سب نے موزوں سے روئی نکال کر کانوں میں رکھی۔ اور امیر نے نعرہ مارا۔ اور چاہا کہ بدیع الزمان کو الگ اٹھائیں۔ پر وہ مطلق نہ ہلا۔ یہ دیکھ کر امیر کے لشکر نے شور مچایا۔ اور تعجب کیا۔ کہ امیر نے نعرہ مارا۔ مگر وہ نہ ہلا تو اس وقت امیر اپنے دل میں شرمندہ ہوئے۔ اور غصہ میں صمصام ہاتھ میں لی اور چاہا۔ کہ اس کے سر پر ماروں۔ کہ اتنے میں قریشیہ سلطان نے اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اور جا کر امیر کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا کہ یہ تمہارا فرزند ہے۔ امیر نے یہ سنتے ہی ہاتھ روک لیا۔ اور تلوار ہاتھ سے رکھ لی۔ اور فکر میں ہوئے۔ تب قریشیہ نے بدیع الزمان کا ہاتھ پکڑ کر امیر کے قدم پر جھکایا۔ اور امیر نے اپنے سینہ سے لگایا۔ اور خدائے تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔ اور عمر سے فرمایا کہ اے برادر یہ فرزند میرا ہے خدا نے یہ بیٹا مجھے اس لئے دیا۔ کہ بڑے کاموں میں میری مدد کرے۔ اس کے بعد دونوں فوجیں اپنے اپنے مقاموں پر اتریں۔ اور امیر معہ پہلوان عیش کرنے لگے۔ اور بدیع الزمان کے آنے کا جشن منایا۔ اور چالیس روز تک اسی میں رہے ؂

پینسٹھویں داستان

روایت ہے۔ کہ امیر کے خوف سے سمند نام کا دیو ہزار ہاتھ لمبے قد کا دیوستان سے بھاگ کر کوہ البرز آیا اور دریا جوشنی کے قلعہ میں ایا جب اس کو یہ خبر ہوئی۔ کہ امیر اور نوشیرواں البرز پہاڑ پر آرہے ہیں۔ تو اس کے سینہ میں کینہ ہوئی۔ تب اپنے مقام سے امیر کے لشکر میں ٹہلنے لگا۔ اور ایک بڑا خیمہ دیکھ کر اندر چلا گیا۔ تو سعد ابن عمر کو سوتے پایا۔ پس دم مار کر سعد کو بے ہوش کیا۔ اور تخت سے اٹھا کر اپنی جگہ پر لایا۔ اور پیرو ہاتھ باندھے جب فجر ہوئی اور سب لوگ سعد ابن عمر کے خیمہ میں آئے۔ تو سعد کو نہ پایا۔ تب شور و غل مچایا۔ کہ بادشاہ اسلام کا غائب ہوئے۔ تمام فوجی حیران ہوئے۔ پس عمر بن عمیہ اور دوسرے پہلوان سعد کو تلاش کرنے لگے۔ لیکن کہیں پتہ نہ لگا۔ تب امیر غم سے پریشان ہوئے۔ اور عمر بن عمیہ سے فرمایا کہ وہ بزرجمہر کے پاس جا کر سب حال سنایا بزرجمہر نے کہا کہ سعد کو سمند نام دیو البرز پہاڑ کے دریائے جوشنی پر لے گیا ہے۔ اگر امیر وہاں اکیلے جائیں گے تو سعد کو لے کر آئیں گے۔ اور اگر نہ جائینگے تو وہ دیو چند روز میں سعد کو ہلاک کر دیگا۔ پس عمر یہ سنکر امیر کے پاس آکر سب حال ظاہر کیا۔ تب امیر اسی روز یاروں سے رخصت ہو کر سوار ہی پر کوہ البرز کی طرف روانہ ہوئے۔ جب دریا کے کنارہ آئے تو اسی حالت میں اشقر کو پانی میں ڈالدیا نوشیرواں بمعہ لشکر دیکھ رہا تھا۔ اور امیر اشقر کو پانی میں تیراتے ہوئے جارہے تھے اتنے میں دیکھنے والوں کو دیکھنا بند ہوئے اور شام کو دریا پار ہوئے۔ اور اپنے اشقر کو چرنے چھوڑا۔ اور آپ وہاں سے آگے کو راہی ہوئے۔ اور بزرجمہر نے جو کچھ بتایا تھا۔ اسی پتہ پر روانہ ہوئے۔ اور چلتے چلتے ساری رات گذر گئی۔ جب فجر ہوئی۔ تو قلعہ نظر آیا۔ امیر نے جان لیا۔ کہ اس دیو کا مقام یہی ہے۔ پھر امیر نے جنگل سے شکار کیا۔ اور چقماق سے آگ جھاڑ جلایا۔ اور کباب بنا کر نوش فرمائے۔ اور دو گھڑی کے بعد وہ قلعہ کی طرف روانہ ہوئے۔ دیوں نے جا کر سمند کو خبر کر دی۔ کہ حمزہ آیا ہے۔ سمند ایک ہزار دیوں کو لے کر قلعہ سے باہر آیا۔ اور میدان میں آکر کھڑا رہا۔ اس وقت امیر پیادہ تھے امیر نے دیوؤں کی فوج کو دیکھا تو نعرہ مار کر تن تنہا میدان میں آئے۔ اور پکارا کہ اے ملعون تیری یہ کیسی حرکت ہے کہ جو تو نے کی ہے۔ اب اگر تو ہزار جان رکھتا ہے۔ تو ایک بھی زندہ نہ لے جائے گا۔ تب سمند نے ایک دیو سے کہا۔ کہ تو میدان میں جا۔ تب ایک پتھر اٹھایا۔ اور امیر کے مقابل آیا۔ اور بولا کہ اے عرب ہوشیار ہو۔ تب امیر نے کہا کہ میدان میں آ۔ اس دیو نے پتھر پھینکا۔ اور امیر نے گھوڑے کو پیچھے کیا۔ اور پتھر ٹال دیا۔

اور تلوار کھینچ کر اس دیو کو ایسا مارا کہ دیو زمین پر گر کر تلملانے لگا۔ دیو بولا کہ اے امیر دوسرا وار بھی کرتا کہ میں اس عذاب سے بچوں۔ فرمایا اے ملعون میں نے اٹھارہ برس کوہ قاف میں دیوؤں کو مارا گیا اور تو مجھے بازی دیتا ہے سو میں تجھے ہرگز دوسرا زخم نہ ماروں گا پس دیو نے اپنا سر پتھر پر مار کر جان دی پھر

کوہ البرز میں امیر اور نوشیرواں کے لشکر کا اترنا اور امیر کے پوتے سعد کو خواب سے سمندو دیو ہزار دست نے اڑا کر لے جانا اور تن تنہا امیر کا قلعہ مسکن دیوؤں میں جانا اور دیوؤں کو مار اپنے پوتے سعد بن عمر کو چھوڑا کر لے آنا
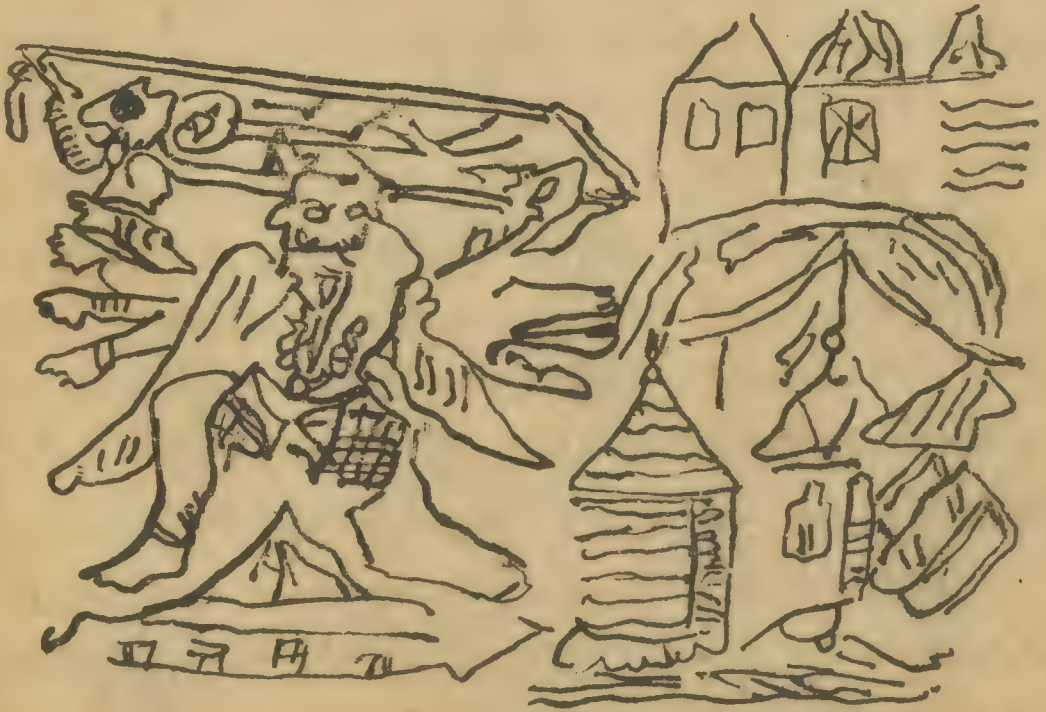
دوسرا دیو آیا۔ تو اسے مارا غرضیکہ اسی طرح اس دن سات دیو مارے۔ اور ڈر کے باقی دیو میدان میں نہ آئے

اور اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور سمند نے بہتوں کو کہا۔ لیکن کسی کو میدان میں جانے کا حوصلہ نہ ہوا۔ آخر لاچار ہو کر سمند آپ ہی میدان میں آیا۔ اور سو من کا پتھر اٹھا کر امیر پر پھینکا۔ امیر نے اس کو رد کیا۔ اور شمشیر اس پہ ماری۔ جس سے دیو کے سات ہاتھ کٹ گئے۔ اور سمند زخم کھا کر بھاگ گیا۔ اور تندرست ہو کر پھر آیا۔ اتنے میں رات ہوئی تو سب کے سب دیو غائب ہوئے۔ اور قلعہ میں جا اترے۔ امیر بھی ایک جھاڑ کے سایہ میں سو رہے۔ خواب میں امیر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نظر آئے۔ انہوں نے امیر کو کہا کہ اے فرزند اس دیو کا آب حیات البرز پہاڑ کے اندر ہے۔ سو تم اٹھو۔ اور وہاں جاؤ۔ اور اسے خراب کر ڈالو۔ تو وہ دیو مر جائیگا۔ پس اسی وقت امیر کی آنکھ کھلی۔ اور اٹھ کر کوہ البرز کے قلعہ میں گئے۔ اور جا کر وہاں دیکھا کہ ایک پانی سے بھرا حوض ہے۔ تو اپنے دل میں خیال کیا۔ کہ اس دیو کا آب حیات یہی ہے۔ تب اس حوض کو کاٹ کر پانی بہا دیا۔ اور حوض میں سوکھی مٹی بھر دی اور سب پانی خشک کر کے وہاں سے اپنی جگہ پر واپس نہ آئے جب فجر ہوئی تو سمند اپنے دیوؤں کو لے کر قلعہ سے باہر آیا اور صف باندھ کر کھڑا رہا۔ تب امیر میدان میں آئے۔ اور کھڑے رہے امیر کو دیو دیکھتے ہی پکارے کہ اے امیر ابھی تو نہیں بھاگا۔ امیر نے کہا کہ جب تک تم کو دوزخ میں نہ بھیجوں گا۔ تب تک میں یہاں سے نہ جاؤں گا۔ تب سمند نے یہ سن کر ایک بڑا وزنی پتھر امیر پر چلایا۔ امیر نے اپنے منہ سے روکا اور تلوار کا ایک وار اس پر ایسا مارا۔ کہ اس کی آدھی گردن کٹ گئی۔ تب وہ دیو نعرہ مار کر گم ہوا امیر بھی اس کے پیچھے چلے۔ اور کیا دیکھتے ہیں۔ کہ سمند اس حوض کے پاس گیا۔ اور پانی نہ دیکھا۔ اور ایک گھڑی تلملایا۔ اور بڑی حسرت سے جان دی۔ تب امیر نے اس کی گردن کاٹ کر اپنے شکار بند میں باندھا اور قلعہ کے پاس آئے۔ اور سعد بن عمر کو تلاش کرنے لگے۔ اور کتنی دیر کے بعد ایک بند کوٹھڑی میں پہنچے۔ تو سعد بن عمر کو بیہوش پڑا ہوا پایا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صحیفہ پڑھ کر دم کیا۔ اور سعد ہوش میں آیا۔ اور آنکھیں کھول کر دیکھا کہ دادا ہیں۔ تب خدا کا شکر بجا لایا۔ امیر نے سعد کے بند کھولے۔ اور قلعہ سے باہر آئے۔ اور ایک شکار کر کے کباب بنائے۔ اور دادا پوتے نے نوش فرمائے۔ پھر سعد بن عمر کو اشقر پر سوار کیا۔ اور آپ پا پیادہ روانہ ہوئے۔ اور اپنے لشکر کی راہ لی۔ دوسرے روز دریا کے کنارہ پہنچے۔ تو فرمایا سعد کو کہ تم اے فرزند تیرنا نہیں جانتے۔ اس لئے تم اشقر پر سوار ہو جاؤ اور دریا میں چلو۔ اور میں اشقر کی دم پکڑ کر تیرتا ہوں۔ تب امیر نے اپنے اشقر کی دم پکڑی اور تیرنے لگے۔ تب امیر و سعد اور اشقر تینوں بسلامت دریا کے پار آئے۔ اور اپنے لشکر کی جانب راہی

ہوئے لیکن دریا کے کھارے پانی سے امیر کے تمام جسم کی جلد اتر تی تھی۔ آخر امیر لشکر میں پہنچے۔ تو سب فوج آئی اور خدا کا شکر بجالائی۔ تب امیر نے اپنے جسم پر دوائی لگائی۔ سو چند روز کے عرصہ میں اچھے ہوئے۔ اور سعد کے آنے کی خوشی کرنے لگے۔ اور عیش و عشرت شروع کی۔ کافر یہ خبر سن کر متعجب ہوئے۔ کہ امیر وہاں سے بھی سلامت آئے۔ (باقی داستان شب فردا)

چھیاسٹھویں داستان

جب چند روز گذرے تو امیر جشن سے فارغ ہوئے۔ تو کافروں کے لشکر میں طبل جنگ کا بجنا شروع ہوا۔ تب امیر نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بھی جنگی طبل بجے تب دونوں فوجوں میں طبل جنگی بجنے لگے۔ اور میدان صاف کر کے صفیں آراستہ کیں۔ اور دونوں طرف کے بادشاہ اور سردار آ کر کھڑے ہوئے اور امیر بھی سوار ہو کر میدان میں آئے۔ اور سرداری کے چالیس قدم آگے بڑھ کر کھڑے رہے اور ہمنون کا دیو سر میدان میں پھینکا۔ اور نوشیرواں کے لشکر کو بتلا کر کہا کہ اے کافرو یہی دیو سعد کو لے گیا تھا سو خدا کے حکم سے میں اسے چھوڑ لایا ہوں۔ یہ انہیں باتوں میں تھے کہ جنگل کی طرف سے ایک گرد پیدا ہوئی جب گرد اور باد میں جنگ شروع ہوئی تو باد نے گرد کو مار کر منتشر کر دیا اور اس میں سے ایک لشکر ظاہر ہوا۔ تب دونوں طرف کے جاسوسوں نے دوڑ کر پوچھا کہ یہ لشکر کس کا ہے اس لشکر میں سے ایک نے جواب دیا کہ یہ لشکر مالک اور ربیعہ اشتربان کا ہے اور دونوں نوشیرواں کی مدد کے لئے آئے ہیں۔ نوشیرواں یہ سن کر نہایت خوش ہوا اور اپنے بیٹے ہرمز کو استقبال کے لئے بھیجا اور وہ جا کر اسے بڑی تعظیم و تکریم سے لایا جب وہ خیمہ میں داخل ہوئے تو نوشیرواں نے خلعت دیا اور سونے کی کرسیوں پر بیٹھنے کو فرمایا اور مالک اشتر کو پہلوانی کی کرسی دی اور دونوں لشکر اپنے مقاموں پر اترے اب یہ داستان تو یہاں کی یہیں ہی چھوڑ کر دو کلمہ داستان معجز بیان عم الرسول آخر الزمان کے سنو یعنی امیر کشور گیر جب اپنے ماں باپ سے رخصت ہو کر مکہ معظمہ سے باہر نکلے تو چند روز کے بعد خواجہ عبدالمطلب کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا اور خواجہ عبدالمطلب نے اس کا نام اعجل رکھا اور اس کی پرورش میں اتنی کوشش کی کہ اعجل بارہ برس کا ہوا تو عبدالمطلب بیٹھے تھے کہ یکایک ترکستان سے ایک لشکر آیا

اس لشکر کا سردار قلمان غور تھا۔ قلمان غور کہ مکہ معظمہ کی تباہی کا ارادہ کرکے قلعہ کے پاس آیا تو مکہ کی خلقت قلعہ بند کرکے لڑنے لگی۔ غرض لڑتے لڑتے وہ غالب آیا۔ اور اس کا یہاں تک زور ہوا۔ کہ حصار مکہ چھین لے۔ اتنے میں یہ خبر اعجل کو پہنچی۔ اس وقت اعجل یاروں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ یاروں نے کہا کہ اے بے خبر تو ابھی ہوشیار نہیں ہوا۔ کہ تھوڑی دیر میں مکہ کا قلعہ ہاتھ سے جاتا ہے۔ اعجل سب دوستوں کو لیکر اٹھے۔ اور باپ کے پاس آئے۔ کہا اے بابا جان اگر گھوڑا اور ہتھیار ملیں تو میں باہر جاؤں۔ اور ان کافروں کو ماروں۔ تو باپ بولا۔ کہ یہ بات خلاف ہے جو تو کہتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حمزہ ہی کو زور آور کیا ہے اور جیسا وہ لڑنا جانتا ہے تو کیا جانے۔ اگر تو لڑنا آتا ہے تو اکیلا کیا کرے گا۔ جا اپنے کام میں مشغول ہو۔ ہمارا مددگار خدا تعالیٰ ہے۔ اعجل یہ سن کر بولا۔ بس اگر مرد ہے تو امیر حمزہ ہی ہے اور تمہارا بیٹا بھی اسی سے ہے مجھ سے نہیں۔ تب خواجہ عبدالمطلب نے کہا کہ تیرے جیسے بہت بیٹے ہیں۔ لیکن قدرت نے جو زور حمزہ کو دیا ہے وہ دوسرے کو نہیں دیا۔ یہ کہہ کر ہر چند بیٹے کو منع کیا۔ لیکن اعجل ہرگز نہ مانا۔ تب لوگوں نے عبدالمطلب سے کہا کہ اس کو جانے دو پھر دیکھیں کیا کرتا ہے۔ تب خواجہ اپنے ہاتھ سے اعجل کی کمر سے ہتھیار باندھے۔ اور گھوڑے پر سوار کیا اور سب یار بھی ہمراہ چلے۔ اور قلعہ کے پاس آکر دروازہ کھولا۔ اور یاروں سمیت باہر آئے۔ اور میدان میں آکر کھڑے رہے جب کافروں نے دیکھا کہ ایک سوار اور کئی پیادے قلعہ سے باہر صفت باندھے کھڑے ہیں۔ تو قلمان کو خبر کی گئی۔ قلمان بولا کہ صلح کے لئے آئے ہیں۔ کوئی جائے اور ان کے آنے کا سبب تحقیق کرے۔ تب ایک سوار انکے پاس آیا۔ اور پکارا کہ تم کیا کہتے ہو۔ اگر صلح کو آئے ہو تو بادشاہ کے پاس لے چلتا ہوں۔ تو اعجل بولا کہ اے کافر کیا چیز ہے میں اعجل بن عبدالمطلب ہوں۔ اور امیر حمزہ امیر برادر ہے۔ میں تم کو مارنے آیا ہوں۔ اگر تم مرد ہو تو آگے آؤ۔ یہ سنتے ہی ترک سوار دوڑا۔ اور تلوار کھینچ کر اعجل پر ماری۔ اور اعجل نے اس کا حملہ ڈھال پر لیا۔ اور فرصت پاکر اپنا ہاتھ اسکی کمر ڈالا۔ اور پکڑ کر گھوڑے سے اوپر اٹھایا۔ اور سر پر لے جا کر پھرایا۔ اور زمین پر پٹکا۔ تو سوار اسا اندھے منہ زمین پر گرا۔ اعجل کے یاروں نے اسے باندھا۔ تب قلمان نے پکارا کہ یہ عرب میرے سپاہیوں کو جوانمردی سے لئے جاتا ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو جا کر اسے پکڑ کر میرے پاس لائے پس دوسرا سوار آیا۔ اور اعجل پر تلوار کا وار کیا۔ تب اعجل نے اس کے ہاتھ کی تلوار پکڑ لی۔ اور اس کی گردن پر ایسی کی ماری کہ وہ گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اور یاروں نے اسے بھی باندھا۔ اور اس کے بعد امیر جیسے سب ہنر و فن اعجل استعمال کرتا رہا۔ اور اسی عمل سے کافروں کو جیتا پکڑنے لگے۔ یہاں تک کہ چالیس کافروں کو زندہ پکڑ کر باندھا۔ تب کافروں نے اپنا حوصلہ چھوڑا۔ اور میدان میں کوئی نہ آیا۔ آخر ناچار ہو کر قلمان غوری نے اپنا گھوڑا منگایا اور سوار ہوا

اور آپ میدان میں آیا۔ اور پکارا کہ اے عرب اگر تو ہزار جان رکھتا ہوگا۔ تو ایک بھی سلامت نہ لے جائے گا
یہ کہہ کر اپنا گرز گراں اجبل پر اس زور سے مارا۔ کہ اس کی گرج کی آواز تمام جنگل میں و پہاڑوں میں گئی۔ اس
بات پر بزرگ کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی بہادر سد سکندری جیسا بھی اس گرز کے سامنے ہوتا۔ تو بھی اس کی
آواز پر خطر ہوتا۔ مگر پیغمبر کے بازو کا ہاتھ بھی نہ ہلا سکا۔ اس بات سے ہر ایک متعجب ہوا۔
غرض جب اجبل کی نوبت آئی۔ تو اجبل کی نوبت آئی۔ تو اجبل نے گرز قلمان کے سر پر ایسا
مارا۔ کہ قلمان نے جو ڈھال سامنے کی تھی۔ ٹوٹ گئی۔ اور گرز گھوڑے کی پیٹھ پر آیا۔ اور
قلمان گر کر پیادہ ہوا۔ اور چاہا کہ تلوار کو اجبل کے گھوڑے کی پیٹھ پر مارے۔ اجبل یہ
ارادہ سمجھتے ہی گھوڑے سے اترا۔ اور مقابل جا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر اٹھایا۔
اور سر پر لے جا کر زمین پر دے مارا۔ لیکن وہ زندہ رہا۔ پھر اجبل اس کی سینہ پر سوار ہوئے
اور اس کے لشکر نے حملہ کرنے کا قصد کیا۔ مگر قلمان نے اشارہ منع کیا۔ پھر اجبل نے فرمایا کہ اے
ترک کہہ کہ خدا ایک ہے۔ اور دین حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا برحق ہے۔ تو اگر کلمہ پڑھے
اور مسلمان ہو۔ تو تجھے امیر کے پاس لے جا کر بادشاہی کی کوئی جگہ دلوا دونگا۔ تو قلمان نے مسلمان
ہوا۔ تب اجبل سینہ پر سے اترا۔ اور سینہ سے لگایا۔ جب خواجہ نے یہ کیفیت دیکھی کہ میرے
فرزند اجبل نے فتح حاصل کی ہے۔ تو سجدہ شکر یہ ادا کیا۔ اور قلعہ سے باہر آئے۔ اور اجبل پر
بہت نوازش کی اور خلعت منگا کر اجبل اور قلمان کو پہنایا۔ اور اپنے دریار میں لے گئے۔ اور کھانا
کھلایا۔ بعد تناول ساقیان سیمیں ساق پیالہ ہائے مرصع کار گردش میں لائے۔ اور مطربان خوش آواز چنگ و دف
اور نے بربط درست کر کے گانے لگے۔ جب سب نے دو دو چار چار پیالے مے کے پیئے
تب ہر ایک آدمی کچھ کچھ باتیں کرتے لگے۔ اس وقت اجبل نے یہ کہا۔ کہ میں امیر کی خدمت
میں جاؤں۔ تب قلمان بولا۔ کہ میری بھی آرزو امیر کی قدم بوسی کی ہے۔ اگر چلنے کا اتفاق
ہو تو اس سے بہتر اور کیا ہے۔ غرض نیک ساعت دیکھ کر اجبل و قلمان کوہ البرز کی طرف
روانہ ہوئے جب ایک یا دو منزل آئے تھے۔ تو خدا کی قدرت سے عمر معدی کرب کا فرزند جو گستہم کی بیٹی سے پیدا
ہو کر جوان ہوا تھا۔ اور ماں نے اس کا نام کرب معدی رکھا تھا۔ اس وقت وہ بہت سخت پہلوان ہوا تھا۔ اور
اس کی برابری کوئی بھی نہ کر سکتا تھا۔ وہ اپنے باپ سے ملنے کا بہت زیادہ شوق رکھتا تھا اور اب وہ

ماں کی خدمت میں گیا اور کہا کہ اے اماجان میں چاہتا ہوں۔ کہ حمزہ کے لشکر میں جاؤں اور حمزہ کو دیکھوں۔ تب ماں نے کہا کہ اول تو مکہ کو جا اور کعبہ کی زیارت سے فارغ ہو اور خواجہ عبدالمطلب سے اجازت طلب کر کے پھر باپ کے دیکھنے کو جا۔ کرب معدی اپنے لشکر کو لے کر کعبہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور رستہ میں اجل سے ملاقات ہوئی۔ اور اجل کے لشکر کے لوگوں نے کرب معدی کے سپاہیوں سے پوچھا۔ کہ تم کون لوگ ہو۔ اور کہاں جاتے ہو۔ تب انہوں نے کہا کہ ہم کرب معدی کے لشکر کے سپاہی ہیں اور کعبۃ اللہ کی زیارت کو جاتے ہیں۔ جب یہ خبر اجل کو پہنچی۔ تو استقبال کر کے کرب معدی سے ملا۔ اور گلے لگایا۔ اور حقیقت بیان کی۔ اور حال پوچھا تو اس نے کماحقہٗ حال اپنا ظاہر کیا۔ اور کہا کہ تم ایک دو روز اسی جگہ پہ قیام کرو تو میں کعبۃ اللہ کی زیارت کر کے اور خواجہ عبدالمطلب سے مل کر جلد آتا ہوں پھر تم اور ہم مل کر چلیں گے۔ تب اجل نے وہاں قیام کیا اور کرب معدی مکہ میں گیا۔ اور کعبۃ اللہ کی زیارت سے مشرف ہو کر اور عبدالمطلب سے اجازت حاصل کر کے واپس آیا۔ اور پھر دونوں لشکر باہم مل کر روانہ ہوئے اور منزل بمنزل طے کر کے کوالبرز کے پاس پہنچے تو آپس میں صلح کی کہ امیر حمزہ اور ان کے تمام فرزندوں اور یاروں سے زور آزمائی کرنی چاہئے۔ اس کے بعد انہوں نے یہاں سے کوچ کر کے امیر کے لشکر سے چار کوس کے فاصلے پر جا اُترے اور اپنے لشکر کو یہاں چھوڑ کر آپ دونوں سوار ہو کر امیر کے لشکر کی طرف چلے۔ جب نزدیک آئے تو اجل نے کرب معدی سے کہا کہ تم یہیں رہو اور میں تن تنہا اول میدان میں جاتا ہوں جب میں امیر کے ساتھ زور آزمائی کر لونگا۔ تو تم سب سے اپنے آپ کو ظاہر کرنا۔ کرب معدی نے کہا کہ تم جب تک امیر سے زور آزمائی نہ کر لو گے۔ تب تک میدان میں نہ آؤنگا۔ اور تب تک تم میرا نام کسی سے ظاہر نہ کرنا۔ اجل نے قبول کیا۔ اور نوشیرواں کے لشکر میں گیا۔ اور وہاں سے نکل کر میدان آیا اور کھڑا رہا۔ اور پکارا کہ اے حمزہ اپنے فرزندوں میں سے کسی کو لڑنے کے لئے بھیج اس وقت امیر نے اس کو دیکھ کر کہا کہ یہ بلائے ناگہانی کہاں سے آئی۔ اور کدھر سے پیدا ہوئی تب عمر معدی نے کہا کہ یا امیر یہ کوتاہ قد تمہارے ہم جنس ہی معلوم ہوتا ہے پس رستم پیلتن امیر کی خدمت میں آئے اور قدم بوس ہو کر رضا مانگی۔ اور امیر کی اجازت سے میدان میں آیا۔ تب اجل نے دوڑ کر رستم کی کمر پکڑی۔ اور رستم نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ اور آپس میں زور کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں کے گھوڑے زمین پر بیٹھے۔ اور وہ دونوں پیادہ ہو کر زور کرتے کرتے تھکے۔ اجل نے رستم کی کمر سے ہاتھ نکالا اور کہا کہ تم جاؤ۔ اور بدیع الزماں کو روانہ کرو۔ تب رستم پھرے اور بدیع الزماں میدان میں آئے۔ اور کھڑے ہوئے تب دونوں زور کرنے لگے مگر بدیع الزماں زور میں بڑھ گئے۔ پس اجل نے کہا کہ اے پسر حمزہ اب تو جا اور قاسم کو بھیج دے۔ پھر بدیع الزماں واپس آئے۔ اور قاسم خاوری کو روانہ کیا۔ اس نے بھی اجل سے زور کیا۔ یہاں تک کہ دونوں کے

گھوڑے زمین پر گرے۔ اور دونوں پیادہ ہوئے۔ یہاں اعجل نے کہا کہ اے قاسم تو جا۔ اور سعد بن عمر کو بھیج جب سعد بن عمر قاسم سے سنا تو میدان میں آیا۔ اور اعجل سے زور کیا۔ تو دونوں برابر رہے۔ نہ اسے فتح نہ اسے ظفر۔ تب اعجل نے کہا کہ اب تو امیر حمزہ کو بھیج۔ تب سعد واپس ہوئے۔ اور حمزہ سے کہا کہ وہ سوار آپ کو بلاتا ہے۔ تب امیر نے میدان میں آکر گھوڑے دوڑایا۔ اور اعجل سے مقابل ہو کر کھڑے رہے۔ اس وقت امیر نے اعجل کی کمر میں ہاتھ ڈال کر زمین پر سے معلق اٹھایا۔ اور سر پر پھیرا کر زمین پر پچھاڑا۔ اور کہا سچ بول کہ تو کون ہے۔ اعجل نے کہا کہ میں تمہارا بھائی ہوں۔ اور میرا نام اعجل ہے۔ جوں ہی امیر نے سنا تو اس کی چھاتی سے اترے اور گلے لگایا۔ اور کہا کہ اے برادر یہ کیا نادانی ہے۔ یہ لازم نہ تھا کہ آگے سے کہلا بھیجا ہوتا۔ اور مجھے تیرے آنے کی خبر ہوتی۔ تو سارا لشکر اور پہلوان لے کر تیرے استقبال کو بسر و چشم آتا۔ تو اس حال میں کس واسطے آیا۔ اور مجھ کو آگاہ نہ کیا۔ تب اعجل نے کہا کہ اے برادر میں نے سنا تھا۔ کہ تمہارے سب فرزند اسی طرح تم سے زور آزمائی کر کے ملے ہیں۔ سو میں نے بھی اسی طرح کیا۔ اب یہ تقصیر معاف کرو۔ غرض امیر اور اعجل انہیں باتوں میں تھے۔ کہ ایک سوار شیر غراں کی طرح میدان میں آیا۔ اور امیر کو پکارا۔ امیر یہ سنتے ہی سامنے ہوئے۔ تو اس نے گرز ہاتھ میں پکڑا اور امیر کے پاس آیا۔ امیر نے اعجل سے پوچھا۔ کہ تمہیں کچھ معلوم ہے کہ یہ کون ہے۔ اعجل نے کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ کرب معدی نے امیر پر گرز مارا اور امیر نے اس کا وار سر پر لیا۔ اور اس وار کی ضرب سے تمام مرداں عالم حیران ہوئے اور امیر کے ہر بن مو سے پسینہ جاری ہوا۔ سوار کے پھرتے وقت امیر نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ اور رکاب سے پاؤں نکال کر کرب معدی کے گھوڑے کو ایسی لات ماری کہ سو قدم دور جا گرا۔ تب امیر نے کرب معدی کو معلق اٹھایا۔ اور زمین پر ٹپکا۔ اور چھاتی پر سوار ہوئے اور کہا کہ سچ بول کہ تو کون ہے۔ تب کرب نے کہا کہ میں عمر معدی کرب کا فرزند ہوں۔ تب امیر ہنسے اور عمر معدی کو پکار کر کہا کہ اے عمر معدی یہ تیرا فرزند آیا ہے۔ عمر معدی ایسا خوش ہوا کہ جامہ میں پھولا نہ سمایا اور دوڑ کر آیا۔ اور اپنے فرزند کو گلے لگایا۔ اور امیر کے قدموں پر آکر گرایا اور کہا کہ اے بے ادب تو نے امیر پر گرز چلایا۔ تب امیر نے کہا کہ میں نے اسے بخشا۔ کیونکہ ہر پہلوان کا فرزند اپنی پہلوانی جتاتا ہے۔ اس کو کچھ نہ کہو۔ تب امیر نے اسے اپنی نظر پناہ میں رکھا۔ اس کے بعد امیر نے اپنے بھائی کے آنے کی خوشی میں شادیانے بجوائے اور تجمل سے اپنے بھائی کو اپنے لشکر میں لے گئے۔ اور جشن کی مجلس تیار کرنے کو فرمایا۔ اتنے میں قلماں امیر سے آکر ملا امیر نے تینوں کو خلعت انعام دیئے اور سونے کی کرسیوں پر بیٹھنے کو فرمایا۔ اور کئی دن عیش و عشرت میں رہے۔ (باقی داستان شب فردا)

سترسٹھویں داستان

کئی روز کے بعد دونوں فوجیں میدان میں کھڑی ہوئیں اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے۔ جو میدان میں اپنا نام ظاہر کرے گا۔ اتنے میں تجعہ اشتربان میدان میں آیا اور پکارا کہ اے خدا پرستان و زیرستان ہر کسے کہ از شما آرزوئے مرگ داشتہ باشد بمیدان مرداں بیاید کہ ارادہ دست و پا آوری دارم اتنے میں شبان طائفی پسر قندز سر شباں امیر کی خدمت میں آیا۔ اور رضا طلب کی کہ اگر حکم ہو تو میں میدان میں جاؤں امیر نے فرمایا۔ کہ جا تجھے خدا کو سونپا تب شبان طائفی میدان میں آیا۔ اور تجعہ شتربان نے طائفی پر گرز سے حملہ کیا طائفی نے اس کا حملہ رد کیا۔ اور اس گرز کی آواز سے سارا لشکر کانپا۔ مگر سر شبان اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اور ایک رونگٹے نے بھی جنبش نہ کی۔ جب طائفی کی باری آئی تو تجعہ کے سر پہ گرز ایسا مارا کہ تجعہ جنبش کھا کر رونے لگا۔ پھر دونوں گرز در گرز لڑنے لگے۔ اور لڑتے لڑتے رات ہوئی۔ تب دونوں لشکر پھرے۔ اور اپنے اپنے مقام پر اُترے۔ جب رات بسر ہوئی اور دن نمودار ہوا تو دونوں طرف سے نقارے بجے۔ اور دونوں فوجیں میدان میں آکر کھڑی ہوئیں۔ تجعہ اشتربان فوج میں سے باہر آیا۔ اور امیر کی طرف سے قیس بن قیمار بھی سوار ہو کر نکلا۔ اور دونوں میں جنگ ہونے لگی۔ اور گرز در گرز خوب لڑے پھر تجعہ نے گرز زمین پہ ڈالا۔ اور سر شبان طائفی نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ اور زین پر سے اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ اور چھاتی پہ چڑھ بیٹھا۔ تب قیس بن قمار نے اپنے دونوں پاؤں جھاڑے۔ اور تجعہ کے سینہ میں لگے پاؤں لگتے ہی تجعہ زمین پر چت گرا تو قیس بن قمار اٹھتے ہی اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ باندھے کہ تجعہ نے بھی اپنی لاتیں جھٹکیں تو قیس اوندھا زمین پر گرا۔ اور گرتے ہی دونوں کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں مغرب ہوئی۔ اور رات ہو کر اندھیرا ہو گیا۔ تو دونوں فوجیں اپنے اپنے مقام پر اتریں۔ جب صبح ہوئی۔ تو دونوں لشکروں میں نقارے لڑائی کے بجے۔ اور فوجیں مقابل آکر کھڑی ہوئیں۔ اور تجعہ نے میدان میں آکر حریف کو پکارا۔ اور بدیع الزماں میدان میں آیا۔ اور پکارا تب تجعہ نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے اور بتا کہ حمزہ تو ہی ہے یا کوئی اور ہے۔ بدیع الزمان نے کہا۔ کہ میں امیر حمزہ کا بیٹا ہوں اور بدیع الزماں میرا نام ہے۔ تب تجعہ نے کہا کہ اے لڑکے میں نے سنا ہے۔ کہ تو بھی زور باپ کے برابر رکھتا ہے۔ سو خبردار ہو۔ اتنا کہہ کر سات سو من کا گرز اٹھایا۔ اور بدیع الزماں کے سر پر مارا۔ سو امیرزادہ نے اپنا ہنر سے اس کا گرز روکا۔ اور کہا اے کافر ایک وار اور کر سیئے۔ تجھے دو وار دیئے

تب بجعہ نے جتنی کہ خدا نے اس کو قوت دی تھی۔ اتنی قوت سے گرز امیرزادہ پر مارا۔ اس کا یہ وار بھی بدیع الزماں نے روکا۔ اور کچھ ضرر نہ اٹھایا۔ جب بدیع الزماں کی باری آئی۔ تو ہزار من کا گرز ہاتھ میں لے کر گھوڑا دوڑا مارا اور وہ گرز بجعہ کے سر پہ مارا۔ اور بجعہ نے یہ وار ٹال دیا۔ مگر اس کے گھوڑے کی کمر پہ لگا۔ اور اس کی کمر ٹوٹی اور بجعہ زمین پہ گرا۔ اور تلوار کھینچ کر چاہتا تھا۔ کہ امیرزادے کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹے۔ مگر امیرزادہ جھٹ زمین پہ اترے۔ اور پیادہ ہوئے۔ اور تلوار نکال کر شیر غران کی مانند میدان میں بولان ہوئے۔ اور وہ نیزہ ہاتھ میں لے کر لڑنے لگے۔ بدیع الزماں نے اس کا نیزہ خیار کی طرح اڑا لیا۔ جب کوئی ہتھیار نہ رہا۔ تو بدیع الزماں نے کہا۔ کہ میں نعرہ مارتا ہوں۔ بجعہ نے کہا کہ اے پسر حمزہ میں کوئی گھوڑے کا بچہ نہیں ہوں۔ کہ تیرے نعرے سے ڈرونگا۔ تیرا جی جتنا چاہے اتنا پکار۔ تب بدیع الزماں نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اللہ اکبر کا نعرہ مار کر بجعہ کو زمین سے اُٹھایا۔ اور معلق سر پہ لائے۔ کہ تمام خلق اللہ نے آفرین کی۔ پھر زمین پہ پچھاڑا۔ اور ہاتھ پاؤں اس کے باندھ کر عمر بن عمیہ کے حوالے کیا۔ اس وقت مالک اشتر نے یہ تماشہ دیکھ کر کہا کہ اے بادشاہ امیرزادہ کا بیٹا خوب زور رکھتا ہے۔ کہ اس نے میرے چچا کو جوانمردی سے باندھا۔ اس واسطے مجھے لازم ہے۔ کہ میں اُس سے جنگ کر کے اس پر فتح پاؤں۔ مگر کل لڑونگا۔ کیونکہ اگر میں آج لڑوں۔ تو مردان عالم کہیں گے۔ کہ بدیع الزماں لڑ کر تھکا ہوا تھا۔ اس لئے مالک اشتر نے اس پر فتح پائی۔ پس کل لڑنا مناسب ہے۔ پھر دیکھنا غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ القصہ طبل بازگشت پہ چوب پڑی سب اپنی اپنی جگہ پر اترے۔ تب بدیع الزماں باپ کی خدمت آئے۔ اور قدم بوس ہوئے۔ حمزہ نے اپنے فرزند کو گلے لگایا۔ اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور دربار میں پہلوانان جہاں کی کرسی پر اٹھایا۔ اور بولے کہ بجعہ کو لاؤ۔ تب عمر بن حمزہ بجعہ کو لے کر آئے۔ امیر نے فرمایا۔ کہ بجعہ میرے فرزند نے تجھے کیوں کر باندھا۔ بجعہ نے کہا کہ جیسے جوانمرد مردوں کو باندھتے ہیں۔ پھر امیر نے فرمایا کہ اے بجعہ مرد باش باہم پائے مرد باش۔ اب بول کہ خدا ایک ہے۔ اور دین حضرت خلیل اللہ کا برحق ہے۔ کہا کہ جب مالک اشتر گرفتار ہو کر آئے گا۔ تو جیسا وہ کہے گا۔ ویسا ہی کرونگا۔ پس امیر حمزہ نے یہ بات سن کر بجعہ کو عمر معدی کرب کے حوالے کیا۔ اور کہا کہ اسے بند میں رکھو۔ اور خبرداری کرو۔ اور امیر آپ جائے عیش میں مصروف ہوئے۔ استنے میں ایک قاصد دروازے پر آکھڑا ہوا۔ اور پکار کی فریاد کی۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے عمر بن عمیہ جا اور قاصد کا مطلب

پوچھ آ۔ کہ وہ کیا کہتا ہے۔ تب امیر قاصد کے پاس آیا۔ اور پوچھا کیا چاہتا ہے۔ قاصد نے کہا کہ فریاد کرتا ہوں۔
اور انصاف چاہتا ہوں۔ عمر نے کہا۔ کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ اور تجھ پر کس نے ظلم کیا۔ جو داد مانگتا ہے۔ قاصد نے کہا کہ
خرستہ سے آیا۔ کالورا اور فتح نوش کا خط لایا ہوں۔ تب وہ خط عمر لے کر امیر کے پاس آیا۔ اور امیر کی خدمت میں
پیش کیا۔ امیر نے بلند آواز میں خط پڑھا۔ جس میں یوں لکھا تھا۔ کہ بندۂ فتح نوش غلام خاندان حضرت ابراہیمؑ
کی طرف سے پہلوان جہانگیر کی خدمت میں ظاہر۔ کہ مرزوگ فرنگی جو فرنگستان کا بادشاہ ہے۔ اس نے بہت سا
لشکر لے کر خرستہ پر چڑھائی کی ہے۔ اور میں مقابلہ کی تاب نہیں لا سکا۔ اسواسطے سب لوگ قلعہ میں بند ہیں۔ اور
قلعہ میں دانہ اور ذخیرہ کم ہے۔ اس سبب سے قلعہ کے لوگ بہت تنگ ہو رہے ہیں۔ اگر تم آؤ یا رستم پیلتن کو جلدی
سے مدد کیواسطے بھیجو تو بہتر ہے۔ کیونکہ زوراور فرنگی کے ہاتھ سے یہ نہایت کمزور اور ضعیف و مسکین لوگ رہائی
پائیں گے۔ اور اگر آپ اس کے واسطے کوئی بند و بست نہ کریں گے۔ تو وہ ہم پر غالب آکر قلعہ اور ملک چھین لیگا۔
جب امیر نے یہ سارا خط پڑھ کر کل حال معلوم کیا۔ تو رستم پیلتن کی طرف اشارہ کیا۔ اور کہا کہ اے فرزند تم میری جگہ یہاں
رہو۔ اور میں خرستہ کو جاتا ہوں۔ اور اس فرنگی کو سزا دیتا ہوں۔ تب رستم پیلتن اُٹھے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی کہ یہ بات نہ ہوگی
کہ تم وہاں جاؤ اور میں یہاں رہوں اگر میں آپ کا حکم حاصل کر کے جاؤں۔ تو یہ مہم انشاء اللہ تعالیٰ نہایت موزونی سے سرانجام
ہو گی۔ تب امیر نے فرمایا۔ کہ تمہارے اکیلے وہاں جانا خوب مصلحت نہیں ہے۔ کیونکہ فرنگی کا لشکر بہت ہے۔ اور اگر تم نے ضرور ہی
جانا ہے تو چند زبردست پہلوان اپنے ساتھ لے جاؤ۔ رستم نے کہا۔ کہ میں ایک پہلوان بھی ساتھ لے جانا نہیں چاہتا کیونکہ
فرنگی کے سارے لشکر کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ کیونکہ میں امیر کے اقبال سے فتح کرونگا۔ تب امیر لاچار ہو کر بولے
کہ جاؤ میں نے تمہیں خدا کو سونپا۔ پس رستم پیلتن رخصت لے کر اسی وقت سوار ہوئے۔ اور خرستہ کی راہ لی۔ اور رات
دن چلے۔ کہیں مقام نہ کیا۔ چند روز کے بعد شہر خرستہ کے پاس جا پہنچے تو کیا دیکھا۔ کہ فرنگی کا تمام لشکر قلعہ کے گرد
پڑا ہے۔ تب رستم پیلتن نے اپنا داہنا ہاتھ بائیں بازو پر رکھا۔ اور بائیں ہاتھ دایاں بازو پر رکھ کر نعرہ مارا
اور بارہ نعرے پکار کر کہا۔ کہ اے کافر تم اب میری ضرب سے کہاں جا سکو گے۔ جب رستم نے نعرہ کی
آواز فرنگسان کے بادشاہ نے سُنی۔ تو پوچھا کہ کیا یہ حمزہ ہے۔ تب وہ فرنگی خود سوار ہوا۔ اور میدان
میں آیا۔ اور فوج و سامان لڑائی کے واسطے تیار کیا۔ اور مرزوق شاہ فرنگ کا قد نو گز لمبا تھا
اور اس کے بہت سے بیٹے اور پوتے چالیس چالیس اور پچاس پچاس گز لمبے تھے۔ تب مرزوق نے اپنی
اولاد کو پکارا اور کہا کہ اس شخص کو پہچانو۔ کہ یہ کون ہے آیا یہ حمزہ ہے یا پیلتن۔ تب مالیا فرنگی یعنی مرزوق کا بڑا بیٹا بابکے

سامنے آیا اور کہا کہ اگر حکم ہو تو میدان میں جاؤں اور جنگ کروں۔ تب مرزدق نے اس کو اجازت دی۔ پس مالیا اجازت لے کر میدان میں آیا۔ اور رستم پیلتن کے مقابل آ کھڑا رہا۔ اور کہا اے آنے والے اپنا نام بول۔ تاکہ بے نام نہ مارا جائے۔ تب عالم شاہ رومی نے کہا کہ میں فرزند حمزہ کا ہوں۔ اور میرا نام رستم پیلتن ہے۔ تب مالیا نے کہا۔ اے رستم والئے عرب زادے تو اگر ہزار جان رکھتا ہے۔ تو ایک جان بھی سلامت نہ لے جائیگا یہ کہا اور علم شاہ رومی پر تلوار چلائی۔ اور علم شاہ رومی نے اس کا ہاتھ بڑے داؤ سے پکڑا۔ اور مالیا نے بہت زور کیا۔ پر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور رستم پیلتن نے اس کی تلوار چھین لی۔ اور گھوڑے کو چمکا کر وہی تلوار مالیا کو ماری۔ اور مالیا نے اس تلوار کے سامنے ڈھال کی۔ مگر تلوار لگتے ہی سپر کے دو ٹکڑے ہوئے۔ اور سپر کو کاٹ کر خود پر پہنچی۔ اور خود کو کاٹ کی ہوئی گدی پر پہنچی۔ اور گدی سے گزر کر عراق جبین کو کاٹ کر کاسہ تسمہ پر پہنچی۔ اور سر کو کاٹ کر صدر سینہ سے اتری اور کمر کی ہڈی کو کاٹ گردگاہ سے نیچے نکل کر قاس دائیں کے دو ٹکڑے کر کے گھوڑے کی کمر کاٹ کر زمین کو بوسہ دیا۔ تب مالیا فرنگی سمیت گھوڑے دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔ اور اس کیفیت اس شعر کو پوری پوری مطابقت ہے

بہ ہر جا کہ شمشیر اد کار کرد یکے را دو کرد و دو را چار کرد

تب رستم پیلتن ویسے ہی غلطاں میں حملہ کرتے ہوئے فرنگی کے لشکر پر جا پڑا اور مارنے لگے۔ اور تلوار جس کے سر پر ماری اسے خیار تر کی مانند کاٹا۔ اور جس کے شانے پر ماری تو اسے ترچھا کاٹ کر بہ ساق پہنچائی۔ القصہ تھوڑے عرصہ میں کشتوں کے پشتے باندھے۔ اور خون کے نالے بہائے۔ جب فتح نوش نے حقیقت دیکھی۔ تو اپنے لشکر سے باہر نکلا۔ اور رستم پیلتن کے پیچھے کھڑا رہا۔ تب رستم نے پھر مارنے کا قصد کیا۔ تب فتح نوش نے کہا۔ اے رستم پیلتن اب بس کرو۔ مگر رستم پیلتن نے ہرگز نہ مارا اور سوگند کھا کے کہا کہ جب تک فرنگیوں کو نہ مارونگا اور بادشاہ فرنگ پر فتح نہ پاؤنگا۔ تب تک واپس نہ پھرونگا۔ تب فتح نوش نے کہا کہ میں بھی تجھ سے نہ پھرونگا اور لشکر لے کر برابر ہونگا۔ مرزدق فرنگی نے اس کی تلوار کا کاٹ دیکھ کر سمجھا کہ حمزہ یہی ہے۔ وہ فی الحال پشت دیکھا کر بھاگا۔ تب اس کا لشکر بھی بھاگا۔ اور رستم نے ان کا پیچھا کیا۔ اور مارتے ہوئے چار کوس تک پہنچے۔ اور فتح نوش سے کہا کہ تم اپنے شہر کو خالی نہ رہنے دو تاکہ کوئی چڑھائی نہ کرے۔ اور نوشیرواں کا سا حال نہ ہو۔ اس لئے جا تو جا کر شہر کی نگہبانی کر اور میں اکیلا ہی انکے لئے ہوں۔ تب فتح نوش اپنے شہر میں چلا گیا۔ اور ضروری جان کر خوسہ کو لوٹ آیا اور فراغت سے بیٹھ کر ساری حقیقت امیر کو لکھی اور قاصد کے ہاتھ امیر کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور رستم نے رات تک ان کا فرول کا پیچھا

اور اتنے کافر مارے گئے کہ ان کا حساب خدا کو معلوم ہے۔ غرض جب آسمان پہ تاریکی چھائی۔ تو رستم نے اپنے گھوڑے پر سے اتر کر ایک حوض پر پہنچکر اپنا سارا بدن وغیرہ اور کل ہتھیار اور گھوڑے کو دھویا۔ اور زین اتار کر گھوڑے کو چرنے کے لئے چھوڑا اور آپ سو رہے۔ اور فرنگی کی فوج رستم کے ڈر سے ساری رات جاگتی رہی۔ جب دن چڑھا تو امیر زادہ ہوشیار ہوئے

امیر کے حکم سے امیر حمزہ کے بیٹے رستم پیلتن نے خرسنہ کی طرف جانا اور تن تنہا جنگ کر کے فرنگیوں کو مار کر ان کا پیچھا کرتا مشکل میں پھنس کر آخر انہیں شکست دینا۔

اور شکار کے لئے ایک جنگل میں گئے۔ اور شکار مار کر لائے۔ اور چقمہ سے آگ سلگائی۔ اور کباب بنا کر اور کمر میں ہتھیار باندھ کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور جو گھوڑے مرزدق کے آوارہ ملے تھے۔ وہ ساتھ لے کر فرنگیوں کے لشکر کی راہ لی۔ جب کئی منزل طے کر چکے تو وہ گھوڑے چھوڑ دیئے۔ اور اپنا گھوڑا دوڑایا۔ اور کافروں کا پیچھا کیا۔ اور فتح نوش نے جو قاصد امیر کے پاس روانہ کیا تھا۔ تو اس کے ہاتھ یہ لکھ بھیجا تھا کہ رستم پیلتن نے میری بات نہ سنکر کافروں کا پیچھا کیا

اڑسٹھویں داستان

جبکہ امیر نے رستم پیلتن کو خواستہ کی طرف روانہ کیا۔ تو اسی رات کو نیک ساعت میں مبارک خوشخبری پہنچی کہ مہر فروز دختر نوشیرواں کے بطن سے امیر کے ہاں فرزند دلبند چودھویں رات کے چاند کی مانند خوب صورت پیدا ہوا ہے

کہ جس کی صورت دیکھ کر چاند بھی غیرت جاتا ہے۔ امیر یہ سنتے ہی باغ باغ ہوئے۔ اور چمن تن میں پھولے نہ سماتے تھے
اس خوشی میں کتنا ہی خزانہ خیرات کیا۔ اور اس فرزند کا نام پری شاہ رکھا تھا۔ اور چالیس روز تک جشن میں رہے
اور عیش و عشرت سے جب فارغ ہوئے۔ تو اسی دن کافروں نے لڑائی کا نقارہ بجوایا۔ اور پہلوانان کفار اپنا
لشکر لے کر سوار ہوئے۔ اور میدان میں آئے۔ اتنے میں قاصد خرسنہ سے آیا۔ اور فتح نوش کا خط امیر کو دیا۔ اس خط کا
تمام مطلب مطالعہ فرما کر امیر بہت متفکر ہوئے۔ اور یاروں سے فرمایا۔ کہ اے میرے بھائیو اور پہلوانو رستم اگرچہ میرا
بیٹا ہے۔ مگر ابھی لڑکا ہے۔ اس نے یہ قصد کیا ہے۔ کہ میں تن تنہا فرنگیوں کو مارونگا۔ اور فتح کر کے آونگا۔ سو حق سبحانہ
تعالیٰ اس کو فتح نصیب کرے اور ظفر دے۔ کیونکہ فرنگیوں کا لشکر بہت ہے۔ پس اس واسطے اب میں خود جاتا ہوں
لیکن نہیں جانتا ہوں کہ میرے جانے تک رستم کا کیا حال ہوگا۔ یہ کہہ امیر نے بدیع الزمان کو پہلوانی جہاں کی کرسی دی۔
اور عمر بن عمیہ کے حوالے کیا۔ اور کہا کہ اے عمر میں پانچ پہلوانوں کو ساتھ لئے جاتا ہوں۔ اور میری جگہ پر خبرداری سے
رہنا۔ پس دوسرے روز لندھور و شیان طایفی و استقنا نوش و کرب معدی اور قیماز خاوری کو ساتھ لے کر خرسنہ
کی طرف امیر روانہ ہوئے اور دن رات چلنے لگے۔ بعد قطع منازل خرسنہ میں پہنچے۔ اور فتح نوش کو امیر کے آنے کی خبر ہوئی
تو وہ استقبال کے واسطے آیا۔ اور بڑی تعظیم و تکریم کر کے امیر کو شہر میں لے گیا۔ اور مجلس آراستہ کی اور بعد تناول
طعام کے شراب کا دور چلنے لگا۔ تب امیر نے کہا کہ اے فتح نوش مجھے رستم پیلتن کا بڑا غم ہے۔ اس واسطے شراب کا پینا
اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ تب تمام حاضرین مجلس خاموش ہو رہے۔ امیر نے رات کی رات وہاں قیام کیا۔ اور فجر کو
اُٹھ کر فرنگستان کی راہ لی۔ راوی یوں روایت کرتا ہے۔ کہ جب رستم سے فرنگیوں کا مقابلہ تھا۔ تو اس وقت
مرزوق فرنگی نے کہا کہ اے فرزند یہ حمزہ معلوم نہیں ہوتا۔ شائد یہ رستم پیلتن ہے۔ یہ نسیا نامی مرزوق کا حمزہ کو خوب
پہچانتا ہے۔ کیونکہ اس نے حمزہ سے لڑائی کی تھی۔ اور اس لڑائی میں نسیا اپنا ہاتھ کھو آیا تھا۔ مرزوق نے نسیا سے کہا۔
کیا تو نے پہچانا ہے کہ یہ حمزہ ہے۔ یا رستم پیلتن۔ اس نے کہا کہ بلاشک یہ رستم ہے۔ حمزہ نہیں ہے۔ کیونکہ میں امیر کے گھوڑے
کو پہچانتا ہوں۔ اور امیر کو بھی بخوبی جانتا ہوں۔ یہ فتح نوش کا نواسہ ہے۔ جلدی پہنچ اور اسے مار۔ پس مرزنگی نے
میدان آراستہ کیا۔ اور میدان میں آیا۔ اور کہا کہ میں خوب جانتا ہوں۔ کہ تو حمزہ نہیں ہے پہلے تو میں نے سمجھا تھا کہ تو حمزہ ہے
اس واسطے چپ ہو رہا تھا۔ اگر میں جانتا کہ تو رابعہ پلاش پوس کا فرزند ہے تو تجھے خرسنہ میں ہی سزا دیتا۔ یہ کہہ کر تلوار نکالی اور
گھوڑے کو دوڑایا۔ اور امیر زادہ پر وار کیا۔ امیر زادہ نے اس کا وار رد کر کے اس پر اپنا وار کیا۔ غرض دونوں
تلواروں سے دیر تک خوب لڑے۔ اور رستم نے مرزوق پر ایسی تلوار ماری۔ کہ مرزوق کے بازو پر لگی۔

وہ سُست ہوا اور اسی وقت لگام پھیر کر اپنے لشکر میں گیا۔ اور اپنے لشکریوں سے پکارا کہ مار دیں عرب کو القصہ
مرزدق کے حکم سے فرنگی سپاہ علم شاہ پر حملہ آور ہوئی اور گھیر کر کے لڑنے لگے اور علم شاہ بھی دو دستی تلواریں مارنے
لگے یہاں تک کہ ان کے منہ پھیر دیئے۔ اور ان کے سروں کے چبوترے باندھے اور رستم کے بدن پر بھی اتنے زخم لگے
کہ ان کا حساب خدا جانے راوی روایت کرتا ہے۔ اور استاد کتاب حکایت کرتا ہے۔ کہ رستم پیلتن فرنگی کے لشکر میں
تین رات دن لڑے چوتھے روز رستم پیلتن کا گھوڑا مرا اور رستم پیادہ ہوئے۔ اور جنگ کرتے رہے۔ سپاہ فرنگ نے
رستم کے پکڑنے کا بہت قصد کیا۔ لیکن مارے ڈر کے کوئی نزدیک نہ آسکا تھا۔ بلکہ کتنے ہی ڈر سے مر گئے جب رستم
پیلتن تھکے۔ تب ایک ٹھکانے آسرا پکڑا اور ترکش میں سے تیر نکال کر کافروں کو مارتے رہے۔ مرزدق فرنگی اپنے
کافروں کو پکارتا تھا۔ کہ ہاں زور کر دو اس عرب زادے کو مار دو غرض اس لشکر نے رستم کو بھی تنگ کیا۔ اور
علم شاہ کے تیر بھی تمام ہونے پر آئے کہ رستم پیلتن نے خدا کو یاد کیا اور یہ رباعی پڑھی۔ رباعی :۔

اے آں کہ بملک خویش پائندہ توئی — وز دامن شب صبح نمایندہ توئی
کار من بیچارہ قوی بستہ شدہ — بکشائے خدایا کہ بکشایندہ توئی

مناجات کا یہ لفظ ہنوز منہ سے نکل کر تمام نہ ہوا تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے امیر بھی یاروں سمیت وہاں پہنچے
اور سپاہ فرنگ نے جب سواروں کو آتے دیکھا تو بھاگنے لگے کہ اتنے میں امیر رستم کے پاس پہنچے اور رستم کو اس حال سے
دیکھا تو اپنے پانچوں سواروں سمیت فرنگیوں کے لشکر میں جا پڑے اور نعرہ مارا کہ انا حمزہ ابن عبدالمطلب مرزدق
نے جب حمزہ کا نام سنا تو یکہ بارگی لشکر سمیت بھاگا۔ اور قلعہ میں گیا۔ اور دروازے محکم باندھے اور خندق پر آب کی۔ تب
امیر نے رستم پیلتن کو اٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا اور زخموں میں مرہم لگا کر باندھا اور آپ پہلوانوں سمیت قلعہ کا قصد
کر کے قلعہ کے دروازے پر پہنچے اور دروازہ توڑنے لگے۔ یہ حال دیکھ کر کافر نزدیک آئے اور یہ خبر مرزدق کو بھی پہنچی
تو وہ مع اپنے فرزندوں اور پوتوں اور دیگر متعلقین کے دانتوں میں تلواروں کو پکڑ کر اور پگڑیاں ہر ایک کے گلے میں
ڈال کر الامان الامان بولتا ہوا باہر آیا اور امیر کے پاؤں پر گر پڑا امیر نے جب اس کو اس عاجزی میں دیکھا تو غصہ اترا
اور اس کا گناہ معاف کر دیا۔ اور کہا کہ امان تم کو تب دونگا کہ سب اسی طرح کا قرار استوار کرو کہ خدا ایک ہے۔ اور دین
ابراہیم خلیل کا برحق ہے۔ اور سب بت اور بت پرست باطل ہے۔ دوسرا میری غلامی کا حلقہ اپنے کان میں ڈال دے
تیسرا اپنی بیٹی میرے فرزند کو دے مرزدق نے یہ سب کچھ قبول کیا اور امیر کو شہر میں لے گیا اور تخت پر بٹھایا۔ اور
مجلس آراستہ کی اور مال و خراج لا کر سامنے رکھا اور اپنی بیٹی رستم پیلتن کے نکاح میں دی بعد اسکے نیک ساعت مقرر کر کے

امیر نے مرزدق کی بیٹی کا نکاح رستم پیلتن سے باندھا۔ اور رستم پیلتن محل میں داخل ہوئے۔ اور امیر بارہ دن بمیعت مدت تک عیش و عشرت میں رہے پھر مرزدق امیر وہاں سے روانہ ہوئے اور منزلیں طے کرتے ہوئے تہ سنہ میں پہنچے اور مرزدق کو فتح نوش سے ملایا اور صلح کرائی۔ اور پہلوانوں کو کوہ البرز تھا اور کوئی اس پر غالب نہ ہوتا۔ باقی داستان شب فردا

انہترویں داستان

روایت ہیں یوں لائے ہیں کہ ایک روز عادت قدیم کے موافق دونوں سپاہ ایک دوسری کے مقابل کھڑی رہیں اور نقیب پکارے کہ کون بہادر ہے جو میدان کا قصد کرے گا۔ اور کون مرد ہے جو اپنا نام ظاہر کرے گا۔ اتنے میں بیابان کی طرف سے نگاہ گرد پیدا ہوئی جب گرد کا دامن پھٹا تو اس میں سے امیر اور بادشاہ فرنگستان نظر آئے پہلوانوں نے جب امیر کو دیکھا تو نہایت ہی خوشحال ہوئے اور سب کے سب نے دوڑ کر امیر کے پاؤں پر سر رکھا امیر نے اُن کے سر اٹھائے اور گلے سے لگائے اور بہت نوازش فرمائی جب امیر کے آنے کی خبر لقہ شیرداں کو پہنچی اور مالک اشتر نے بھی سنا تو اس نے میدان میں آکر نعرہ مارا اور کہا کہ اے حمزہ تو میرے ڈر سے اتنے دنوں تک کہاں بھاگ گیا تھا۔ اگر مرد ہے تو میدان میں آ امیر اشقر دیو زاد کو پیٹ کر میدان میں آئے اور مالک اشتر نے گرز ہاتھ میں لیا۔ تو امیر نے ڈھال سر پر لی۔ تب مالک اشتر نے ایسا گرز مارا کہ اس کی آواز دونوں لشکر کے آدمیوں نے سنی اور ڈھال اور گرز کے ٹکر سے آگ کا ایک شعلہ نکل کر آسمان کی طرف گیا اور اشقر دیو زاد نے رو دیا امیر نے فرمایا کہ ایک مالک اشتر میں نے تو دیکھا اور بھی تجھے دیئے ہیں۔ تب مالک اشتر نے جتنا کہ خدا نے اس کو زور دیا تھا سب خرچ کر کے دو گرز اور بھی مارے اور امیر نے ڈھال کے جھپیٹے سے روک لئے جب امیر کی بھاری آئی تب امیر نے اپنا گیارہ سو من کا گرز نکال کر مالک کے سر پر ایسا مارا کہ گرز کے بوجھ سے مالک کے گھوڑے کی کمر ٹوٹ گئی۔ اور مالک اشتر زمین پر گرا اور چاہا کہ امیر کے گھوڑے کو پے کرے امیر نے فی الحال پیادہ ہو کر پے کرنے سے بچالیا اور دوسرا گرز مالک اشتر نے ہزار محنت و مشقت سے ڈالا پھر دونوں دوپہر تک اسی طرح گرز دو گرز لڑے بعد ازاں مالک اشتر نے گرز زمین پر ڈالا اور ہاتھ میں تلوار پکڑی اور امیر پر چلائی امیر نے اس کا وار ڈھال کے چلپٹے سے روک لیا لیکن ڈھال میان انگل تک کٹ گئی اور ڈھال کی گردش سے تلوار ٹوٹی اور قبضہ مالک کے ہاتھ میں رہا پھر امیر نے وہ قبضہ اس پر ایسا مارا کہ مالک اشتر گھٹنوں تک زمین میں گڑ گیا تب مالک اشتر نے کہا کہ اے حمزہ تیرے دست و بازو پر آفرین ہے۔ پھر امیر نے تیسرا گرز ابھی مارا۔ اور نہ

مالک اشتر نے امیر پر پھینکا۔ امیر نے جابکسا کے اشارے سے روکا۔ اور عمر بن عمیہ ضمیری سنے دوڑ کر قبضہ اٹھا لیا
اور اپنے توبرے میں ڈالا۔ مالک سنے کہا کہ اے عرب تلوار کا قبضہ مجھے دے دے تو کہاں لے جاتا ہے۔ عمر نے کہا کہ
مجھے یہ حکم ہے کہ جو مال میدان میں پڑا ہو وہ میرا حق ہے۔ دیتا ہے یا لوں۔ عمر نے کہا کہ اگر مرد ہے تو لے مالک سنے کمان
پر ہاتھ ڈالا۔ عمر نے بھی کاغذی سپر سامنے کی۔ مالک سنے تیر چلایا عمر کودا۔ اور تیر کو ٹال کر مالک کی داہنی طرف آکھڑا ہوا۔
اور ایک پتھر اٹھا کر تڑاق سا مالک اشتر کو مارا۔ مالک سنے دوسرا تیر بھی مارا۔ عمر اچھل کر دوسری طرف گیا۔ مالک کا وہ تیر بھی
خطا ہوا مگر عمر کا پتھر خطا نہ ہوا۔ پھر مالک سنے تلوار اٹھائی۔ اور عمر کی ڈھال پر ماری۔ مگر عمر نے ڈھال ایسی پھرائی کہ مالک کی
تلوار ٹوٹ گئی اور مالک سنے اس تلوار کا قبضہ اپنے توبرے میں ڈال دیا۔ عمر بولا کہ اے مالک یہ قبضہ بھی حق میرا ہے۔ تو
اپنے پاس کیوں رکھتا ہے۔ ملک نے کہا کہ میں نہیں دیتا ہوں عمر نے ایک پتھر اس کی انگلیوں پر ایسا مارا کہ مالک نے لاچار
ہو کر وہ قبضہ عمر کی طرف پھینکا۔ عمر دوڑے اور قبضہ زمین سے اٹھا لیا اور صاف کر کے اپنی زنبیل میں رکھا۔ اور کہا کہ اے
مالک تو نے پہلے ہی کیوں نہ دے دیا۔ جو سزا اٹھانے سے پہلے ہی دینا چاہیئے تھا۔ مالک سنے کہا کہ اے حمزہ تو سخت
بلا اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ پھر مالک سنے نیزہ اٹھا کر امیر کے سینہ پر مارا۔ امیر نے ہاتھ سے نیزہ پکڑ کے زور کیا۔ اور
چھین لیا۔ اور اس کا پھالا نکال کر نیزہ سونٹا مالک اشتر کی پیٹھ پر ایسا مارا کہ وہ سونٹا ٹکڑے ٹکڑے ہوا۔ مگر مالک
زمین سے نہ ہلا۔ پھر کمندوں پر ہاتھ ڈالے اور ایک پر ایک نے کمندیں پھینکیں اور دونوں گھوڑوں کو تڑاق تڑاق مارتے
یہاں تک کہ کمندیں بھی ٹوٹیں۔ پھر دونوں پہلوان پیادہ ہوئے۔ اور ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔ اور زور کرنے
لگے۔ تو مالک گھٹنے تک کھنچا۔ اور مالک سنے زور کیا۔ اور ہاتھ چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ جب رات نزدیک آئی تو امیر نے
خبردار ہو میں نعرہ مارتا ہوں۔ تب عمر بن عمیہ نے ٹوپی اپنی ہوا پر اچھالی۔ اور لشکر عرب سنے جانا کہ امیر نعرہ مارتے ہیں
تب انہوں نے اپنے اپنے موزوں میں ہاتھ ڈال کر روئی نکالی اور اپنے اپنے کانوں اور اپنے اپنے گھوڑوں
کے کانوں میں داخل کی۔ غرض امیر سنے نعرہ مار کر مالک کو اٹھایا۔ اور سر پر لے جا کر اتنا پھرایا کہ تمام عالم
نے آفرین کہی پھر زمین پر پچھاڑا اور سینہ پر چڑھ بیٹھے۔ اور ہاتھ پاؤں باندھے۔ اور فرمایا کہ جو کچھ
کہنا چاہتا ہے بول۔ مالک سنے کہا کہ امیر کا کیا حکم ہے۔ تب امیر سنے کہا کہو لا الہ الا اللہ ابراہیم خلیل اللہ مالک
اشتر نے کلمہ کا اقرار کیا اور امیر اس کے سینہ پر سے اترے اور امیر اپنے لشکر ظفر پیکر میں آئے۔ اور
بارگاہ گردوں پناہ میں رونق افزا ہوئے۔ جہاں کہ دنگل پر بیٹھے اور مالک اشتر کو خلعت دیا
اور لجعہ کو بلایا۔ اور پہلوانی کا عہدہ اور خلعت عطا کیا۔ پھر عمر بن عمیہ سنے ان دونوں کے

کانوں میں غلامی کا حلقہ ڈالا اس کے بعد امیر کے حکم سے مجلس آراستہ کی اور ساری رات عیش سے گذری جب دن ہوا نوشیرواں کے لشکر سے طبل جنگ کی آواز آئی۔ امیر نے یہ سن کر حکم دیا کہ ہمارے نقارخانہ میں بھی طبل جنگ بجائے جائیں۔ تب امیر کے لشکر نے طبل جنگ کی آواز شروع ہوئی اور میدان آراستہ ہو کر دونوں فوجیں میدان میں اکھٹری ہوئیں تب ژوپین بولادتن آیا۔ یہ ایسا مرد تھا۔ کہ اس کی قوت اور پہلوانی میں کوئی جواب نہ تھا۔ یہ خبر نوشیرواں کو پہنچی تو اس نے دوسرے بادشاہ کے استقبال کے لئے بھیجا۔ اور بہ ہزار تعظیم بلایا۔ اور خلعت خاص اس کو مرحمت فرمایا۔ یعنے اپنے پہنے ہوئے کپڑے اتار کر اپنے ہاتھوں سے پہنائے۔ اور پہلوانی کی کرسی پہ بٹھایا۔ اور ژوپین پولادتن کے آنے سے بہت خوش ہوا اور دعا کی ر باقی داستان شب فردا)

سترویں داستان

جب امیر حمزہ مالک اشتر کی لڑائی سے فارغ ہوئے۔ اور ان کو مسلمان کیا۔ اور یاروں سمیت عیش میں بیٹھے کہ اسی روز ناگہاں دروازہ پہ سوار گر آیا اور دربانوں کو کہا کہ جا کر امیر کو خبر دو کہ تمہارا منہ بولا باپ آیا ہے امیر یہ بات سنتے ہی اندیشہ میں ہوئے۔ کہ یاالہٰی وہ کون سا باپ ہے۔ کہ جسے میں نے باپ بولا تھا۔ اتنے میں قنبر نے عرض کی کہ ایک روز میں اور تم خرسنہ کو جاتے تھے کہ راہ میں ایک قافلہ ملا تھا۔ جو ہمارے ساتھ ہوا تھا۔ اور امیر نے اس قافلہ کے سردار کو باپ بولا تھا۔ تب امیر نے کہا کہ سچ کہتا ہے۔ اگر وہی سوداگر ہے۔ تو تم خوب پہنچانوگے پس جاؤ اور بلاؤ تب قنبر باہر آیا اور نظر کی تو وہی سوداگر تھا۔ پس قنبر نے اسے گلے لگایا۔ اور امیر کے پاس لے آیا امیر نے اسے پہچان لیا۔ اور اٹھ کر بغل گیر ہوئے اور اپنے برابر بٹھالیا۔ اور احوال پرسی کی۔ جب امیر نے اس کے مکھ پر نظر کی تو کہا کہ اے باپ اول تمہارا چہرہ چودہویں رات کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ اور اب زردی مائل ہے تب سوداگر نے کہا کہ اے فرزند قصہ میرا دور دراز ہے۔ اور درد میرا بموجب اسکے لادوا ہے ؎

گر سخن صفت درد دل خویش کنم
صد دل چو خوں خویش ریشس کنم

امیر نے فرمایا جب تک نہ بتلائے گا۔ تب تک دریافت کرنا نہ چھوڑوں گا۔ تب سوداگر نے ابتدا سے انتہا تک اسطرح سے بیان کرنا شروع کیا۔ کہ میں سوداگر ہوں اور تجارت کیواسطے دریا و خشکی میں پھر اپنے مقام پر آتا ہوں اور کہیں اپنا دل نہیں لگاتا

ہوں اب قضائے کردگار سے میرا گزر بروع کے ملک میں ہوا اور بادشاہ کے محل کے چھت کے نیچے اترا۔ اس بادشاہ کو ہردم بروعی کہتے ہیں۔ اور یہ ہردم ایسا پہلوان ہے۔ کہ دنیا میں ویسا کوئی نہیں ہوا۔ اور ہردم کی ایک بہن ہے۔ اس کی نسبت ہردم کے باپ نے وصیت کی تھی۔ کہ جو شخص ہردم کی پیٹھ زمین پر لگائے گا۔ میری بیٹی کا نکاح اس سے کر دینا۔ غرض میں وہاں بیٹھا تھا۔ کہ دم کی بہن بالاخانہ پر آئی۔ اور جنگل کا تماشہ دیکھتی رہی۔ اسوقت میری نظر اس پر پڑی اور دیکھتے ہی اس کے عشق کا تیر میرے جگر میں لگا۔ اور اس کی پیکان میرے دل میں رہی کس طرح ممکن نہیں کہ میں اس تک پہنچوں پس اسی سبب سے میں زرد ہو رہا ہوں اور اس تصویر کھینچ کر اپنے پاس رکھی ہے اور اس کی تصویر کو دیکھ کر قناعت کرتا ہوں امیر نے فرمایا کہ وہ تصویر مجھے دکھاؤ۔ سوداگر نے وہ تصویر امیر کو دکھائی اور اسے سب پہلوانوں نے بھی دیکھا۔ اور وہ اسے دیکھ کر بے ہوش ہوئے۔ تب اس نے کہا اسے سوداگر تیرا عاشق ہونا بیجا نہیں بلکہ بجا اور صحیح ہے۔ سعد بن عمر یہ حال دیکھ کر ہردم کی بہن کے عشق میں مبتلا ہوئے۔ اور دل میں قرار دیا کہ جب رات ہوگی تو یہاں سے نکل کر باہر جاؤں گا۔ شاید کہ میرا طالع یاری کرے۔ اور سعادت منہ دکھائے۔ تو اس پر وعی یاری کرے اور سعادت منہ دکھائے۔ تو اس بدوعی معشوق کا وصل میسر آئے۔ پھر امیر شرائط مہمانداری کی بجا لائے اور اس کو وداع کیا۔ جب رات ہوئی تو سعد بن عمر نے ہتھیار باندھے۔ اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور لشکر کے باہر نکلے اور بروع شہر کی راہ لی۔ راوی یوں بیان کرتا ہے۔ کہ اس رات امیر کے لشکر گرد اور رنگ اور کورنگ کا طلایہ تھا اور یہ دونوں لشکر کے گرد پھر رہے تھے انہوں نے یکایک دیکھا کہ ایک سوار لشکر سے باہر جا رہا ہے۔ تب دونوں بھائی دوڑے اور سعد بن عمر کو دیکھا اور شرط خدمت بجا لائے۔ اور عرض کیا کہ اے بادشاہ زادے خیریت تو ہے جو تم اکیلے باہر آئے ہو۔ سعد نے اپنے عشق کی ساری حقیقت ان دونوں سے ظاہر کی تب یہ امر ناچار دونوں بھائی سعد کے ہمراہ ہوئے اور یہ تینوں سوار راہ میں دم نہ لیکر اور کہیں مقام نہ کر کے چند روز میں شہر بروع میں پہنچے اور ایک باغ میں اترے اور اس وقت ایک گلہ بکریوں کا وہاں آیا تب سعد نے کہا کہ یہ بکریاں ہردم کی ہوگی پس وہ تین بکریاں اس گلہ سے لے کر ذبح کر کے کباب بنائے اور آگ سلگائی جب چرواہے نے باغ میں دھواں دیکھا تو اندر آیا اور دیکھا کہ سیخیں بنی ہیں حیران ہوا اور تعجب میں رہا۔ اور پکارا کہ اے نادانوں کیوں اپنی موت پر بیٹھے ہو۔ اور اژدہا کے منہ میں اپنے پاؤں سے آئے۔ تم جو دھواں کرتے ہو کیا تم یہ جانتے ہو۔ یہ باغ کس کا ہے اور یہ تینوں بکریاں کس کی کاٹی ہیں۔ تب سعد بن عمر نے کہا۔ کہ میں نہیں جانتا ہوں۔ تب چرواہے نے کہا کہ یہ

بکریاں ہردم کی ہیں۔ اور یہ باغ خاص اس کے تماشے کا ہے اور سیر کی جگہ ہے۔ تب سعد نے کہا۔ کہ جا اور ہردم سے بول کہ حمزہ کا پوتا آیا ہے اور تجھے لڑنے کے لئے بلاتا ہے۔ چرواہا یہ سنتے ہی جلدی سے دوڑا اور سارا حال عرض کیا۔ ہردم نے جب حمزہ کا نام سنا تو کہا۔ اے چرواہے خود حمزہ ہے۔ یا کوئی دوسرا ہے۔ چرواہے نے کہا کہ میں تحقیق نہیں جانتا ہوں۔ لیکن تین سوار ہیں ان میں سے ایک نے کہا کہ میں حمزہ کا پوتا ہوں اور ہردم کے پکڑنے کے لئے آیا ہوں ہردم قہقہہ مار کر ہنسا۔ اور سات زرہ داؤدی بدن پر آراستہ کیں اور سات سو من کی سانگ ہاتھ میں لے کر کمر سے شمشیر حمائل کی اور شہر سے پاؤں پیادہ آیا اور یہ بیت زبان پر لایا ؎

ہردم ایسا ہو گا یارو میں ہردم
کہ ویراں کر دوں ملک اور زبوم

جب ہردم جا رہا تھا۔ تو جھاڑ اپنے سے اونچا دیکھتا اُسے ایسا سانگ مارتا کہ وہ جھاڑ پیوند زمین ہوتا اور ہردم کا قد چالیس گز لمبا تھا۔ پس وہ یہ کہتا ہے کہ مجھ سے اونچا کوئی کیوں ہو۔ پس اسی دیوانگی کے خبط میں وہ باغ میں آیا تو اس کی گڑگڑاہٹ ان تینوں جوانوں نے سُنی اور معلوم کیا کہ ہردم آیا ہے۔ تب گھوڑوں پر سوار ہوئے اور کھڑے رہے کہ اتنے میں ہردم آپہنچا۔ اور پکارا کہ آنے والو تم کون ہو سچ کہو۔ تب سعد بن عمر نے کہا کہ میں سعد نامی امیر کشور گیر جہاں کا پوتا ہوں۔ اور حمزہ نے تیرے پکڑنے کیواسطے مجھے بھیجا ہے۔ تب ہردم بہت ہنسا۔ اور کہا کہ اے بچے فضول کیوں کہتا ہے کہ حمزہ نے میرے نام کا آواز نہیں سُنا۔ جو تجھے بھیجا ہے۔ اور آپ نہیں آیا۔ سعد نے کہا اول مجھے جواب دے۔ پھر امیر کی بات کر اور اگر مرد ہے اور میدان میں آ ادھر سے سعد نے چاہا کہ میدان میں جائے اورنگ نے آکر اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا کہ کب درست ہے کہ ہمارے ہوتے تو میدان میں جائے پہلے ہم دونوں بھائی میدان میں جاتے ہیں جب ہم آپ پر نثار ہو لیں گے تو پھر تم نے جانا۔ ناچار سعد کھڑے رہے تب اورنگ میدان میں گیا اور ہردم کے مقابل ہوا ہردم نے سانگ اٹھا کر پھرائی اور اورنگ پر ڈالی اورنگ ڈھال آگے لایا۔ ہردم نے سانگ مارا۔ کہ اس کی آواز بیابان میں گئی اور ڈھال اورنگ کے سر کو لگی اور اس کا صندوق سینہ میں گیا۔ سو اورنگ شہید ہوا۔ گورنگ نے جب یہ حال دیکھا تو گھوڑے کو ڈپٹ کر مقابلہ میں جا کھڑا ہوا ہردم نے اس کو بھی سرد کیا پھر سعد میدان میں آیا اور ہردم نے سانگ پھرا کر اس کو بھی مارا سعد نے سانگ کو رد کیا اور ہاتھ کمان پر لے گیا ہردم یہ حالت دیکھ کر غصہ میں آیا۔ اور دوڑا سعد نے ڈھال آگے کی اور ہردم نے سانگ پھرا کر بائیں ہاتھ میں اور داہنا ہاتھ لمبا کر کے سعد کی کمر کی دوال پکڑی اور زور کر کے سعد کو اٹھا لیا۔ اور زمین پر پھینکا۔ اور کہا اے بچے تجھے کیا ماروں رجا اور

عمرہ کو بھیج یہ کہہ کر آپ شہر کی طرف پھر گیا اور بہن کو ساری حقیقت سنائی اور کہا کہ میں نے سمجھا تھا کہ حمزہ ہوگا۔ مگر وہ حمزہ کا پوتا تھا اُن کو مار آیا ہوں یہاں سعد بن عمر اٹھے اور گھوڑے پر سوار ہوئے اور یاروں کو جنت میں گیا ہوا دیکھ کر حیران اور غمگین ہوکر آبدیدہ ہوئے اور بہت افسوس کیا۔ اور باغ سے باہر نکلے اور دو کوس تک گئے تو دل میں خیال گزرا کہ میں لشکر حمزہ میں جاکر امیر کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ اس جنگل میں سے کہیں نکل جاؤں۔ جہاں کوئی میرا نشان بھی نہ پائے تب گھوڑے کی لگام لشکر کے راہ سے پھیری اور بیاباں کی راہ لی کتنے کوس چلے ہونگے کہ ایک خوبصورت باغ نظر آیا تب سعد بن عمر بن حمزہ اس باغ میں گئے۔ اور وہاں ایک حوض پر آب دیکھا جو گلاب جیسے پانی سے بھرا ہوا تھا سعد نے گھوڑے کو پانی پلایا۔ اور زین اتار کر چرنے کو چھوڑا اور آپ ہتھیار کھول کر حوض میں نہائے اور حوض کے کنارے پر سر رکھ کر غمناک سو رہے اور اس باغ کا یہ حال تھا۔ کہ ہردم کی ایک بڑی بہن بھی تھی۔ کہ جس نے اپنا یہ باغ علیحدہ بناکر اپنی سکونت اختیار کی ہوئی تھی کہ جس کا بیاہ نہیں ہوا تھا۔ اور وہ لڑکی پہلوانی کا دعویٰ رکھتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ جو جو مرد میری پیٹھ زمین پر لگائے گا میں اسے اپنا خاوند بناؤ گی قضا لڑکی کئی باندیاں ساتھ لے کر شکار کو گئی جب شکار کرکے واپس آئی تو آتے ہی وہ اس باغ میں آئی اور سعد کو چودھویں رات کے چاند کی طرح خوبصورت دیکھا۔ تب لونڈیوں کو کہا کہ اسے اٹھاؤ۔ تاکہ معلوم ہو کہ یہ آدمی ہے یا پری۔ باندیوں نے کہا اغلب تو یہ آدمی ہوتا ہے کیونکہ ہتھیار بھی ہیں اور گھوڑا چرتا ہے۔ تب وہ لڑکی آپ کے نزدیک آئی اور پکارا اے سونے والے تو کون ہے۔ اور یہاں کیوں سوتا ہے۔ تب سعد ہوشیار ہوئے اور دیکھا کہ ایک سوار ہتھیار باندھے سر پر کھڑا ہے۔ تب سعد جلدی سے اٹھے تو اس لڑکی نے جھٹ نیزہ پھرایا۔ اور سعد کے سینہ پر چلایا۔ اور سعد نے اس کا نیزہ پکڑ کر زور کیا اور چھین لیا۔ اور اس کی بھال دور کرکے نیزہ کی لکڑی اس کی کمر پر ایسی ماری کہ وہ لڑکی زمین پر گر ی اور سعد دوڑ کر اس کے سینہ پر جو بیٹھے تو سینہ نرم پایا پھر اس کے منہ سے برقعہ دور کیا دیکھا کہ وہ رشک قمر ہے۔ جب سعد نے اس کی صورت دیکھی تو ہردم کی بہن کا نقشہ بھول گیا۔ اور کہا کہ سچ بول تو کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں ہردم کی بھانجی ہوں۔ سعد نے کہا کہ ہردم کی بہن کا تو بیاہ نہیں ہوا۔ اس کی بیٹی کہاں سے آئی۔ تب اس لڑکی نے کہا۔ میں ہردم کی بڑی بہن کی بیٹی ہوں۔ تب سعد اس کے سینہ پر اترے اور کہا کہ جب تم نے ہم سے غریبوں پر آنے کی مہربانی کی ہے۔ تو ایک گھڑی بیٹھو۔ اس لڑکی نے جواب دیا کہ ایک گھڑی تو کیا ہے میں ساری عمر تیری باندی ہوں۔ لیکن تو اپنا نام بتا۔ تب سعد بن عمر نے کہا کہ میں حمزہ کا پوتا ہوں اور امیر نام سعد بن عمر ہے۔ پس وہ لڑکی سعد کا نام سن کر نہایت شاد اور سعد کو اپنے محل میں لے

جا کر بٹھایا۔ سعد نے اس سے نکاح کیا۔ اور خلوت میں لے جا کر رات دن عیش میں رہے۔ القصہ جس رات
کو اپنے خیمہ سے غائب ہوئے تھے۔ تو فجر کو گھر میں اور چاروں طرف تلاش کی کہیں پتہ نہ پایا۔ تب امیر کو خبر کی
امیر نے فرمایا کہ میں نے تو سمجھ لیا ہے کہ وہ ہردم کی بہن کا عاشق ہو گیا ہے۔ اتنے میں لندھور نے کہا اور رنگ
اور کور رنگ جو طلایہ میں تھے وہ بھی غائب ہیں۔ امیر نے فرمایا وہ بھی ساتھ گئے ہونگے تب عمر بن عمیہ نے کہا آیا
امیر ہردم بڑا سخت پہلوانوں دیوانوں کے طریق کا ہے۔ خدانخواستہ اگر وہ اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوئے تو بہت
بری بات ہے۔ امیر نے کہا کہ تو سچ کہتا ہے۔ امیر نے رستم پیلتن کو اپنی جگہ پہ بیٹھایا اور عمر بن عمیہ کو اپنے ساتھ
لیا۔ اور سب یاروں سے وداع ہوئے اور بروعی کے ملک کی راہ لی اور منازل و مراحل طے کر کے بروعی کے
ملک میں پہنچے اور باغ میں اترے۔ اور اور رنگ کور رنگ کو مرا ہوا دیکھا تو امیر نے کہا کہ سعد بھی مارا گیا ہوگا عمر نے
امیر سے کہا کہ اگر مرا ہوتا تو انہیں میں ہوتا۔ شاید کہ ہردم نے اُسے جیتا اپنے پاس زندہ رکھا ہوگا۔ امیر
اور رنگ کے واسطے آبدیدہ ہوئے۔ اور اپنے ہاتھ سے دفنا دیا اور کہا کہ اے عمر یہ کس کی سومیت سے
دونوں مارے گئے عمر نے کہا کہ یہ دونوں خدا کے حکم سے مارے گئے اور خدا کا حکم یوں ہی تھا۔ بس یہ انہیں
باتوں میں کہ بکریوں کا گلہ آیا اور عمر نے دوڑ کر دو بکریاں پکڑیں اور امیر کے پاس لا کر ذبح کیں
اور آگ جلا کر سیخیں بھوننے لگے امیر نے کہا کہ اے عمر خدا جانے یہ بکریاں کس کی ہیں۔ مالک کی رضامندی
کے بغیر کیوں لایا ہے۔ عمر نے کہا کہ یہ بکریاں ہردم کی ہیں اگر مالک پیدا ہوگا۔ تو ان کی قیمت اسے دے دیں گے
عمر نے ابھی سیخیں تیار نہیں کیں تھی کہ اتنے میں ان بکریوں کا چرواہا آیا اور پکارا کہ اے دیوانے آگے حمزہ کا
پوتا یہاں آیا اور ذلت اٹھا کر گیا اب تم آئے اور کباب کی سیخیں بناتے ہو۔ امیر نے کہا کیا تجھے خبر ہے۔ کہ حمزہ کے
پوتے سے کیا ہوا۔ تب اس چرواہے نے کہا کہ اس کے ساتھ والوں کو ہردم نے مارا اور اسے جیتا چھوڑا
پھر معلوم نہیں کہ وہ کہاں گیا ہے۔ امیر نے کہا الحمد للہ بارے جیتا ہے۔ پھر امیر نے کہا کہ جا کر ہردم کو خبر دے
دو کہ حمزہ آیا ہے۔ تب اسی وقت چرواہا دوڑا۔ اور سر پہ خاک اڑا کر فریاد کی اور ہردم سے کہا کہ اے
بادشاہ تیرے باغ میں حمزہ آیا ہے۔ ہردم نے ہتھیار باندھے اور سانگ ہاتھ میں لے کر گھر سے باہر آیا۔
اور اچھلتا کودتا ہوا باغ میں پہنچا عمر نے کہا کہ اے امیر ہردم آتا ہے۔ تب امیر جلدی سے گھوڑے پہ سوار
ہوئے اتنے میں ہردم آ پہنچا اور امیر کو دیکھ کر ہنسا اور کہا کہ اے حمزہ برسوں تک گذرے کہ تجھ سے
لڑنے کی آرزو تھی اور ان دونوں پہلوانوں نے زور کیا تو وہ زنجیریں تڑاق تڑاق ٹوٹیں ہردم سانگ کی مہر پہ

لے گیا۔ اور امیر پر چلایا۔ امیر نے سپر کی اوجھڑ پر اسے رد کیا۔ جب ہردم نے دیکھا۔ کہ میرے پاس کوئی اور ہتھیار نہیں ہے۔ تو اسی وقت واپس آیا۔ اور اپنے باغ میں جا گھسا۔ اور اسی وقت ایک جھاڑ جڑ سے اکھاڑ کر اپنا ہتھیار بنا لیا۔ اور امیر کی طرف پھر آیا۔ امیر نے سوچا۔ کہ اگر میں سوار ہونگا۔ تو گھوڑے کو ضرر پہنچیگا۔ تب وہ بھی فوراً پیادہ ہوئے اور سپر دکے ایک جھاڑ سے روکا۔ چند بار میں یہ جھاڑ ٹوٹے۔ اور اکھاڑے۔ تب اسی طرح سے جب ہردم نے امیر پر حملہ کیا۔ تو امیر نے روکا۔ اور عمر کھڑے رہ کر یہ تماشا دیکھتے۔ اور حیران تھے۔ کہ یہ کیسی لڑائی ہے۔ اور ان کو لڑتے لڑتے شام ہوئی۔ تب ہردم نے کہا۔ آفرین ہے اے حمزہ آفرین ہے۔ تیرے باپ نے جس نے تجھے پالا۔ اور آفرین ہے تیری ماں پہ جس نے تجھے جنا۔ بارے جھلم منہ پر سے اتار کر کہا۔ کہ میں تیرے منہ کو تو دیکھوں کہ تو بوڑھا ہے یا جوان۔ امیر نے جب خود کا دامن اٹھایا۔ اور ہردم نے امیر کے چہرے پر نظر کی تو دیکھا کہ داڑھی تو سفید ہے۔ لیکن چہرہ آفتاب کا سا چمکتا ہے۔ تب کہا اے حمزہ اب تو رات ہوئی۔ اور رات واسطے شراب اور کباب کے ہے۔ اب میں تیرے واسطے بکرے بھیجتا ہوں۔ تو بھی آرام کر اور چند روز لڑائی نہ کر۔ کہ میں اور سانگ بنوانا ہوں۔ کیونکہ بیکار ہوگیا ہے۔ امیر نے کہا کہ تجھے اختیار ہے۔ میں نے دوسرا سانگ بنوانے تک تجھے فرصت دی۔ لیکن یہ بول کہ میرا پوتا جو آیا تھا وہ کہاں ہے۔ ہردم نے کہا کہ اے امیر تمہارا پوتا دیوانا ہو کر مجھ سے لڑنے کو آیا تھا سو تمہاری خاطر میں نے اُسے جیتا چھوڑا۔ خدا جانے وہ کہاں گیا ہے۔ لیکن تمہارے یار مفت مارے گئے۔ سو افسوس کرتا ہوں۔ امیر نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا۔ خدا کا حکم یونہی تھا۔ پھر ہردم گیا۔ امیر نے عمر سے کہا کہ ہردم کا تماشا دیکھا۔ عمر نے کہا کہ ایسا سخت آدمی دنیا میں کم ہوگا۔ امیر نے کہا کہ خدا کی خدائی آباد ہے۔ ایک سے ایک زبردست پہلوان حسب حال اس شعر کے پڑے ہیں ؎

خدائے کہ بالا و پست آفرید زبردست و ہر زبردست آفرید

لیکن ہردم بڑا پہلوان ہے اور نہایت مرد ہے جب ہردم لڑائی سے پھر کر گیا۔ تو اپنی بہن سے کہا کہ اے بہن میں نے تیرے واسطے مرد پیدا کیا ہے۔ اس نے کہا کہ تم رہو سلامت مجھے مرد کی کیا حاجت ہے۔ پھر ہردم نے حمزہ کی پہلوانی اور مردی کی صفتیں ظاہر کیں۔ اور کھانا اور شراب امیر کے واسطے بھیجا۔ امیر نے کہا اے عمر میرے واسطے کھانا نکال اور دے۔ کیونکہ ہردم سے ابھی میری لڑائی ہے۔ اس لئے میں اس کا کھانا ابھی نہیں کھاؤنگا غرضیکہ امیر نے کھانا زنبیل سے نکلوا کر کھایا۔ اور ہردم نے لوہاروں کو بلا کر نو سو من کا سانگ بناؤ۔ انہوں نے پہلے دو سو من زیادہ کرکے بنایا جب سانگ تیار ہوگیا۔ تو ہردم فجر سے ہی باغ میں آیا۔ امیر نے جب دیکھا کہ ہردم آیا ہے۔ تو ہتھیار باندھے اور

اشقر پر سوار ہوئے۔ ہردم نے آکر کہا کہ میں پیادہ ہوں۔ یہ لڑائی خوب نہیں ہے۔ تب امیر بھی پیادہ ہوئے اور گیارہ سو من کا گرز ہاتھ میں لیا۔ ہردم نے کہا کہ اے حمزہ میں سوائے سانگ اور کوئی ہتھیار اپنے پاس نہیں۔ اور تو اسکی مار گرز لیتا ہے اور سانگ کو توڑتا ہے۔ اور جب ٹوٹی تو پھر کتنے ہی دن اسکے بننے کو چاہیئے۔ امیر نے گرز ہاتھ سے رکھا۔ اور ڈھال سر پہ لی اور دوسرے ہاتھ سے گرز کا سہارا ڈھال کے نیچے دیا۔ ہردم نے امیر پہ سانگ ماری۔ تو مہر سے ایک طرف ہوئی اور امیر کے سر پہ لگی۔ دوسرے روز ہردم نے پھر سانگ پھرائی۔ امیر نے بدستور ڈھال سر پہ لے کر گرز کا سہارا دیا۔ اور ہردم مہری جدا جدا کر کے سانگ مارا تو امیر کا سر مانند انار کے کھل گیا۔ اور امیر کی آنکھوں میں اندھیرا آیا۔ اس وقت امیر نے تلوار نکالکر ہردم کو ماری تو اس کی ساری زرہیں کٹیں اور اس کے بدن پہ بھی تھوڑا سا زخم ہوا۔ ہردم نے آہ کی اور کہا کہ اے حمزہ تو نے مجھے زخمی کیا اب میں چاہتا ہوں۔ کہ اچھا ہوں اور تو بھی سر کو مرہم لگا کر اچھا کر۔ امیر نے کہا کہ تیرا اختیار ہے۔ ہردم گیا۔ اور اپنی بہن سے کہا کہ اے بہن آج حمزہ نے مجھے اور میں نے اسے زخمی کیا۔ تب اس کی بہن نے اپنے دل میں کہا کہ افسوس اگر حمزہ نے اس کا سر کاٹا ہوتا کہ میں اس کا جوڑا ہوتی۔ یہاں حمزہ کو زخم نے بہت بے ہوش کیا۔ پس عمر نے یہ کیا۔ وہاں کے بال استرے سے مونڈے اور مرہم کی پٹی باندھی۔ مگر امیر کو تین دن تک ہوش نہ آیا۔ چوتھے روز امیر کی آنکھ کھلی اور اٹھ کر بیٹھے اور کھانا کھایا۔ پانی پیا۔ ہردم نے جو زخم بندھوایا۔ وہ کتنے دنوں کے بعد اچھا ہوا۔ اور ہردم لڑنے کے لئے پھر گیا۔ اس وقت دونوں تندرست تھے۔ امیر نے ہتھیار باندھے۔ اور ہردم سانگ لے کر امیر پہ آیا اور سانگ پھرائی۔ تب عمر نے زبان عربی میں کہا۔ کہ یا امیر تم کو سانگ سے ضرر پہنچے گا۔ خبردار ہو ہردم امیر پہ سانگ چلانی چاہتا تھا کہ امیر دوڑے کہ ہردم نے دونوں بازو دیکھ کر ایسا نعرہ مارا کہ سولہ کوس تک زمین و زمان اور کوہ و بیابان گونج اٹھا۔ امیر نے ہردم کو اٹھایا۔ اور زمین پہ پچھاڑا اور اسکے سینے پہ بیٹھے۔ اور کہا کہ بول خدا ایک ہے اور دین ابراہیم کا برحق ہے۔ ہردم نے اقرار کیا اور اس کے سینے پر سے اترے اور ہردم کو گلے سے لگایا۔ پھر ہردم امیر اور عمر کو شہر میں لے گیا۔ اور بارگاہ میں بٹھایا۔ اور شہر کو آراستہ کیا۔ اور مجلس آراستہ کیا۔ اور مجلس آراستہ کرا کے آپ خدمت میں کھڑا رہا۔ امیر نے فرمایا کہ کیا کچھ مطلب ہے۔ بیٹھ کر بول۔ تب ہردم نے کہا کہ میرے باپ نے مرتے وقت مجھ سے یہ وصیت کی تھی۔ کہ جو شخص تیری پیٹھ زمین پر لگائے۔ تو اپنی بہن اسے دینا۔ سو دو سو برس ہوئے ہیں۔ کہ کسی نے میری پیٹھ زمین پہ نہیں لگائی۔ اور میں نے تیرے سوا آدم زاد میں کسی کو بڑا پہلوان نہیں پایا۔ سو اب تو میری بہن قبول کر۔ امیر نے فرمایا۔ کہ ہزار بار قبول کیا۔ تب عمر نے اسی وقت حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کے دین کے مطابق نکاح کیا۔ اور امیر اسی رات سے عیش و عشرت کرنے لگے۔ اور مدت وہاں رہے۔

امیر کا یہاں آنا اور ہردم کو اپنے تابع کرنا رفتہ رفتہ سعد بن عمر نے بھی سن لیا۔ تب ہتھیار باندھے اور گھوڑے پر سوار ہو کر برہ وع شہر کے دروازہ پر آکر نعرہ مارا۔ اور ہردم پکارا یہ نعرہ مجلس والوں کے کانوں تک پہنچا۔ تو حیران ہوئے اور کہا کہ اے ہردم یہ کون پہلوان ہے۔ ہردم سانگ لے کر اٹھا اور باہر آیا۔ نو سوار کو لڑائی پر تیار دیکھا۔ تو سانگ پھیر کر سعد کو مارنا چاہا۔ سعد جھٹ گھوڑے سے اتر کر دوڑا اور ہردم کے دونوں بازو پکڑ کر خدا کا نام زبان پر لیا اور قسم کو اٹھایا اور سر پر لیجا کر پھرایا اور زمین پر پچھاڑ کر اس کے سینہ پر بیٹھے۔ تب ہردم نے کہا کہ اے مرد نام اپنا تو بول کون ہے۔ سعد نے کہا کہ میں حمزہ کا پوتا ہوں۔ ہردم نے کہا کہ اٹھ اب تجھے تیرے دادا سے ملاتا ہوں۔ تب سعد بن عمر اٹھے اور ہردم کے ساتھ امیر کی خدمت میں آئے۔ امیر نے جب پوتے کو دیکھا تو نہایت خوش ہوئے۔ اور نوازش فرمائی۔ تب ہردم نے کہا کہ میں بہت تعجب میں ہوں۔ امیر نے پوچھا کیا ہے۔ ہردم نے کہا۔ کہ جب تیرا پوتا پہلے آیا تھا۔ تو میں نے اسے اٹھا لیا تھا اور اب مجھے اس نے بڑی آسانی سے اٹھا لیا۔ اور پچھاڑ کر میرے سینے پر بیٹھا۔ ہر چند میں نے چاہا کہ اسے سینہ سے دور کروں۔ لیکن دور نہ کر سکا۔ امیر نے ہنس کر کہا کہ اے ہردم اس کا زور زحمت عشق سے اس وقت سست ہو گیا تھا۔ اور آج اپنی عادت پر ہے تو اس کے برابر کب ہو سکتا ہے۔ یہ کہہ کر کھانا منگوایا۔ اور کھایا۔ اور مطربان خوش آواز نے جنگ و دف کا آواز بلند کیا۔ غرض امیر شہر برہ وع میں مدت تک عیش کرتے رہے۔ پھر روانہ ہونے کی تدبیر کرنے لگے۔ (باقی داستان شب فردا)

اکہترویں داستان

جب امیر سے سعد بن عمر ملے۔ تب ہردم سے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے لشکر کو جاؤں۔ تو کیا کہتا ہے تو میرے ساتھ چلے گا یا نہیں۔ ہردم نے کہا کہ اب تم سے میری دوستی ہوئی ایک پل بھی تم سے جدا نہ ہونگا۔ پس امیر ہردم کی ہن سے رخصت ہوئے اور امیر و سعد و عمر اور ہردم لشکر ظفر پیکر کی طرف روانہ ہوئے۔ اب لشکر عرب کا حال سنو کہ جہاں ہر روز طبل جنگ بجا کر لڑتے اور ہر رات طبل بازگشت بجا کر آرام کرتے۔ ایک روز جو لڑائی کا نقارہ بجا۔ اور دونوں لشکر میدان میں آکر کھڑے ہوئے۔ اور نقیب پکارے کہ کون مرد ہے جو ارادہ میدان کا کر کے اپنا نام ظاہر کرے۔ تب ژوبین نوشہروان کی خدمت میں آیا۔ اور میدان کا حکم لے کر آ کھڑا ہوا اور پکارا کہ اے پہلوان عرب جسے مرنے کی آرزو ہو میدان میں آئے تب مرزوق فرنگی رستم کی خدمت میں گیا۔ اور حکم میدان کا لے کر میدان میں آ کھڑا ہوا۔ پس ژوبین پولاد تن نے گرز تولوں سے گرز نکال کر مرزوق نے سر پر سپر لی اور ژوبین نے گرز اٹھایا۔ غرض گرز کے بوجھ سے مرزوق کے گھوڑے کی کمر ٹوٹی۔ اور مرزوق زمین پر گرا۔ اور اٹھتے ہی تلوار کھینچ کر ژوبین پولاد تن کے مارنے کا قصد کیا اگر

اس کے گھوڑے کے چاروں پاؤں قلم کئے۔ تب ژدہین پولادتن بھی پیادہ ہوکر دوڑا۔ اور مرزوق کی کمر کی دوال پکڑکر زمین سے اٹھایا۔ اور سر پہ لے کر زمین پہ پچھاڑا۔ کہ اے شکست فرنگی تجھے جان سے کیا مار دل مگر جا اور دوسرے کو بھیج۔ مرزوق میدان سے پھر آیا۔ تو پہلوانوں میں شور پڑا۔ تب مالک اشتر میدان میں آیا۔ اور پکارا کہ اے ژدہین مجھ سے جان بچا کر کہاں لے جائیگا جو ضرب کہ تو رکھتا ہے بسو لا۔ تب ژدہین پولادتن نے مالک اشتر پہ گرز چلایا۔ اور مالک اشتر کے سر بن مو سے پسینہ جاری ہوا۔ پھر مالک اشتر نے اس کے سر پہ ایسا گرز مارا۔ تب ایک آواز ایسی آئی کہ گویا کانسی کا برتن کسی کے ہاتھ سے گر پڑا ہے۔ اور ژدہین کو کچھ فرق نہ ہوا۔ اسی طرح یہ دوپہر تک گرزوں سے لڑتے رہے۔ تب ژدہین نے گرز ڈال دیا۔ اور تلوار ہاتھ میں لے کر مالک اشتر کے اوپر ماری۔ مالک نے اس کی تلوار ڈھال کی اوجھڑ سے روکی۔ مگر مالک اشتر نے ایک کٹی اور کاندھا بھی زخمی ہوا۔ تب مالک نے غصہ میں آکر ژدہین پہ تلوار چلائی۔ اس کا ایک بال بھی نہ کاٹا۔ لیکن مالک اشتر زخم کے دور سے بے چین ہوا۔ جب دوسرا روز ہوا تو دونوں لشکر میدان میں آحاضر ہوئے۔ اور ژدہین پولادتن نے میدان میں آکر پکارا۔ کہ اب کون بہادر عرب کے لشکر سے میدان میں آیا۔ تب نجعہ اشتربان میدان میں آیا۔ ژدہین نے نجعہ کو دیکھا تو ہاتھ نیزہ پر لے گیا۔ اور پھر آکر نجعہ اشتربان کے سینہ پہ مارا۔ نجعہ نے اس کا نیزہ رو کیا۔ تب وغیرہ گھوڑے کی گردن پر لگا۔ تو گھوڑا زمین پہ گرا۔ نجعہ اشتربان نے کہا کہ پہلے ژدہین پولادتن کو زخمی کرے۔ ژدہین نے کہا کہ اسے اشتربان اب تو جا۔ اور دوسرے کو بھیج۔ تب نجعہ پھر آیا۔ اور قندز سرشیاں کو میدان میں روانہ کیا۔ اسکو بھی ژدہین پولادتن نے اپنی طرف کھینچا۔ اور کہا کہ تو بھی جا۔ اور کسی اور کو بھیج۔ قندز واپس آیا۔ اور سرشیان طائفی میدان میں آیا۔ اور گرز مارا اور شام تک ژدہین پولادتن سے لڑائی کی۔ بعد اس کے ژدہین پولادتن نے لندھور کو بھی زخمی کیا۔ جب اندھیرا ہوا تو دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اترے۔ تو بختک نے نوشیرواں سے کہا کہ اے بادشاہ یقین ہے۔ کہ حمزہ حریف ژدہین پولادتن ہوگا۔ نوشیرواں نے کہا کہ دلیل سے تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے پھر دوسرا روز ہوا تو دونوں لشکر ایک خدا کی طرف سے اور دوسرا لات و منات کی طرف سے میدان آئے۔ اور ژدہین بولا۔ میدان میں آکھڑا ہوا۔ اور پکارا کہ جس کو آرزوئے مرگ ہو۔ وہ جلدی سے میرے سامنے آئے۔ بدیع الزماں گروہ لشکر شکن کی طاقت نہ رہی۔ اور رستم پیلتن کی خدمت میں آیا اور رضا میدان کی چاہی۔ اور میدان میں آکھڑا ہوا۔ تب ژدہین نے کہا کہ اے کوہ تاقد تو کون ہے۔ اپنا نام بتا کہ بے نام نہ مارا جائے۔ امیرزادہ نے کہا کہ میں بدیع الزماں حمزہ بن عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔ تب ژدہین نے کہا کہ تو خبردار ہو کہ حمزہ کا بیٹا ہے پس ژدہین نے ڈھال سر پہ لی اور اسکے سر پہ ایسا گرز مارا۔ کہ تین سو ساٹھ رگ جنبش میں آگئے۔ اور سر بن مو سے پسینہ ٹپکا۔ پھر بدیع الزماں نے کہا۔ کہ اے ژدہین پولادتن دو حملے اور بھی تجھے دیئے۔ تب ژدہین پولادتن نے دوگنہ

اور بھی مارے۔ انہیں بھی رد کیا۔ پھر اپنا ہزار من کا گرز نکالا اور ژدپین پر ایسا مارا۔ کہ جس سے ایسی سخت آواز پیدا ہوئی۔ جیسے
پتھر پر طشت گرتا ہے۔ پھر گرز در گرز دونوں میں لڑائی ہوئی۔ تب دونوں تلواروں پر ہاتھ کے لئے اور اتنے بڑے کہ دونوں کی
تلواریں مانند آمدہ کے ہوئیں۔ پس ان کو پھینک دیا۔ اور ایک دوسرے نے ہاتھ دوال کمر میں ڈالے اور اتنا زور کیا کہ دونوں
کے گھوڑے زانو تک زمین میں گڑ گئے۔ اس وقت دونوں پہلوان پیادہ ہوئے۔ اور پھر آپس میں زور کرنا شروع کیا۔ کبھی وہ پچاس
ساٹھ قدم بدیع الزماں کو ہٹا دیتا۔ اور کبھی بدیع الزماں ژدپین کو سو قدم پیچھے ہٹا دیتا تھا۔ تب امیرزادہ نے ژدپین کو زانو
تک اٹھایا۔ پھر ژدپین نے زور کیا۔ بدیع الزماں کے ہاتھ سے چھوٹ کر مقابل میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اسی طرح کئی مرتبہ امیر
زادہ نے زور کیا۔ اور ژدپین کو زانو تک نکالا اور ژدپین زور کر کے چھوٹا اور مقابل کھڑا ہو۔ غرض جب رات
ہوئی۔ تو دونو لشکر اترے پھر جب روز ہوا۔ تو دونوں لشکر لڑائی کی جگہ پر آئے۔ اور ژدپین نے گھوڑا میدان میں
ڈالا۔ اور پکارا کہ کون پہلوان میدان میں آکر لڑتا ہے۔ یہ ایسا ہی پکار رہا تھا۔ کہ یکایک جنگل سے گرد نمودار ہوئی۔
اور گرد میں سے دو سوار اور ایک پیادہ معلوم ہوا۔ سپاہ عرب نے جب نظر کی امیر کو دیکھا تو استقبال کیلئے
دوڑے اور قدمبوس ہوئے۔ امیر نے ہر ایک کو گلے لگایا۔ اور ہردم نے کہا کہ سب پہلوانوں سے ملو تب ہردم سب
پہلوانوں سے ملا۔ غرض جس سے بغلگیر ہو۔ اور مرنے کے نزدیک ہوا۔ بعد ازاں امیر کشور گیر میدان میں آئے ژدپین نے جب
امیر کو دیکھا تو کہا کہ اے عرب میں تجھے چاہتا تھا۔ امیر نے کہا کہ میں بھی آپہنچا ہوں۔ جو نشان بہادری کا رکھتا ہے لا۔
یہ سنتے ہی ژدپین دوڑا اور دوال کمر امیر کی پکڑی اور امیر نے اس کی کمر دوال پکڑی اور زنجیریں مضبوط پکڑی۔ اور
اتنا زور لیا۔ کہ گھوڑے گھٹنوں تک زمین پہ گرے۔ اور دونوں پہلوان پیادہ ہوئے۔ امیر نے اللہ اکبر کہہ کر
نعرہ مارا۔ اور ژدپین کو سر پہ اٹھایا۔ اور اتنا پھرایا۔ کہ مرداں عالم نے آفرین کہی۔ پھر زمین پہ پچھاڑا۔ اور ہاتھ پاؤں
محکم باندھے۔ اور عمر کے حوالے کیا۔ اور طبل بازگشت ہوا کر دونوں لشکر اترے۔ تب امیر نے عمر سے کہا۔ کہ اے عمر میں
جا کر اپنے فرزندوں سے ملتا ہوں۔ تم یہاں بیٹھو۔ غرض عمر بیٹھے تھے۔ کہ عرب کے سارے پہلوان وہاں گئے۔
اور کہا کہ اے عمر اس ژدپین نے ہماری آبرو دی اور ہم اب اسے کیا منہ دکھائیں گے۔ کیونکہ ہم سے کوئی اس پہ
غالب نہ ہوا۔ تب عمر بن عمیہ نے اس سے مارنے کی یہ تدبیر کی۔ کہ قلعی گلا کر اس کے گلے میں ڈالی۔ جس سے وہ مر گیا۔ تب
امیر محل سے رونق افزائے بارگاہ ہوئے۔ اور پہلوانی کی کرسی پہ بیٹھے۔ تو حکم کیا۔ کہ ژدپین کو لاؤ۔ اس وقت عمر نے کہا
کہ ہردم نے اسے مار دیا ہے۔ امیر نے غصہ میں آکر ہردم کی طرف دیکھا۔ ہردم نے کہا حکومتیں کیا جانوں۔ اس دیوانہ
نے مجھے کہا کہ ژدپین کا منہ کھول۔ تب میں نے اس کا منہ کھولا۔ اور عمر نے قلعی گلا کر اس کے منہ میں ڈال دی

جس سے وہ بیچارہ مر گیا۔ تب امیر کرسی پر سے اٹھے۔ اور عمر کا ہاتھ پکڑا اور کہا۔ کہ ایسے نامور پہلوان کو تو نے کیوں مار ڈالا عمر نے کہا کہ اس نے سارے پہلوانوں کی آبرو دور کر دی تھی۔ اس واسطے مارا ہے۔ تب امیر نے کہا۔ کہ تیرے سوا اگر کسی اور نے مارا ہوتا۔ تو اسے جان سے مارتا۔ یہ کہہ کر عمر کو سات کوڑے مارے اور کہا کہ بغیر از حکم کرنے کی سزا یہی ہے۔ تب عمر باہر نکلا۔ اور کہا کہ سات کوڑوں کے بدلے ستر کوڑے نہ ماروں تو مجھے عمیہ ضمیری کا بیٹا نہ کہنا۔ یہ کہہ کر وہ نوشیرواں کے پاس گیا کہ اے بادشاہ میں اس عرب کی خدمت میں رہا۔ آخر اس نے ایک کافر کے واسطے مجھے سات کوڑے مارے۔ اب میں اس کے پاس نہیں رہونگا۔ اگر حکم ہو تو یہاں رہوں۔ نوشیرواں یہ سن کر بہت آرزو کے ساتھ اس کو اپنے پاس رکھا۔ اور سونے کی کرسی پر بٹھایا۔ اور خلعت عطا کیا۔ اور بہت سی خاطرداری کی اور پھر امیر عمر کے اندیشہ میں راتیں جاگتے تھے۔ اور امیر ہر روز آ کر دیکھتا اور پھر آتا۔ ایک رات امیران کے اعتبار سے سو رہے۔ اتنے میں عمر آیا۔ اور بے ہوشی کی دوا ہاتھ میں لی۔ اور یہ سوچ کر دور کھڑا رہا۔ کہ اگر میں پاس گیا۔ تو امیر میرے کان پکڑ لے گا پس یہ اندیشہ کر کے بے ہوشی کی دوا تفنگ ڈالکر امیر کی ناک میں پھونکی اور امیر کو چھینک آئی۔ اور بے ہوش ہوئے۔ تب عمر نے کمندوں سے باندھا۔ اور جنگل میں لیجا کر ایک درخت سے باندھ دیا اور ہوشیار کیا۔ امیر اپنی حالت دیکھ کر حیرت میں ہوئے عمر نے ستر لکڑیاں گن کر امیر کو ماریں۔ تب امیر نے کہا۔ کعبہ کی سوگند ہے اور پروردگار کی قسم ہے۔ کہ تیرا خون ضرور کراؤنگا۔ یہ کہہ کر زور کی تو کمند ٹوٹی۔ تب عمر دیکھتے ہی بھاگا۔ آپ نے فرمایا کہ تو کہاں تک بھاگے گا۔ آخر کار تو تیرا خون کرونگا۔ تب عمر دوڑ کر کئی قدم پھر واپس مار کر بولا کہ اے امیر ایک بات تو ذرا سن لو۔ کہ میں ایک حکمت بتاتا ہوں امیر نے فرمایا کیا۔ عمر نے کہا کہ تمہاری سوگند کے واسطے ایک نشتر مار لیتا ہوں جس سے لہو زمین پر گریگا۔ تو خون کئے کے مانند ہوگا۔ تب امیر نے فرمایا کہ جلد حکمت ڈھونڈ نہیں تو کام دشوار ہوتا ہے۔ تب عمر نے نشتر امیر کو دی اور امیر نے عمر کو نشتر مار کر لہو زمین پر گرایا۔ پھر دونوں مل کر لشکر میں آئے۔ اور خوشی سے رہنے لگے باقی

بہترویں داستان

راویان اخبار یوں روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک حکیم مردک نام ہم بختک کا پیغام پڑھ کر آیا۔ اور نوشیرواں سے ملکر کہا کہ میں نے نجوم میں دیکھا ہے کہ حمزہ اپنے یاروں سمیت میرے ہاتھ سے اندھا ہوگا۔ نوشیرواں نے کہا کہ اگر یوں ہو تو پھر اور کیا چاہیئے۔ القصہ وہ حکیم عمر بن عمیہ کے پاس آیا۔ اور کہا کہ میں غریب ہوں ولیکن طبابت و حکمت خوب جانتا ہوں۔ مگر تمہاری مہربانی ہوگی۔ اور سفارش کر دو گے۔ تو

البتہ چندروز امیر کے زیر سایہ رہونگا۔ تب عمر نے اس کی سب کیفیت امیر سے بیان کی اور کہا کہ یہ اچھا حکیم ہے اور غریب ہے تمہاری خدمت میں رہنے کو کہتا ہے۔ امیر نے فرمایا۔ کہ بہتر ہے۔ رہنے دو۔ تب وہ حکیم عمر او ر امیر کے پاس رہنے لگا۔ اپنی حکمت دکھانے لگا۔ رفتہ رفتہ امیر اس کا اعتبار کرنے لگا۔ ایک روز امیر کی آنکھوں میں درد تھا۔ تو حکیم کو کہا کہ میری آنکھوں میں درد ہے۔ اس حکیم نے سرمہ لاکر دیا۔ اور امیر نے آنکھوں میں لگایا۔ اور فائدہ ہوا۔ جب حکیم کا اعتبار خوب جم گیا۔ تو اندھا کرنے کی دوا اس سرمہ میں ملائی اور امیر کے پاس لایا۔ ہر روز کے اعتبار پہ امیر نے یاروں سمیت سرمہ آنکھوں میں لگایا۔ اور وہ حکیم اسی وقت نوشیرواں کے پاس گیا اور کہا کہ بادشاہ کے اقبال سے امیر اور حمزہ کے سب یاروں کو اندھا کر آیا ہوں۔ تب بختک نے اٹھ کر حکیم کو گلے سے لگایا۔ اور کہا کہ کیونکر پہچانیں کہ وہ اندھے ہوئے۔ حکیم نے کہا کہ جنگ کا نقارہ بجے ابھی سب حال معلوم ہوتا ہے۔ تب نوشیرواں نے لڑائی کا نقارہ بجوایا۔ جب امیر نے نقارہ کی آواز سنی تو فرمایا کہ کیا سبب ہے۔ جو بے وقت نقارہ جنگ کا بجا ہے۔ پس وضو کے لئے پانی مانگا۔ اور منہ ہاتھ اور آنکھیں خوب دھوئیں بصارت جاتی رہی۔ تب امیر نے کہا کہ اے یارو مجھے دکھائی نہیں دیتا۔ انہوں نے کہا کہ ہم بھی اندھے ہوئے ہیں۔ تب امیر نے کہا کہ اس حکیم کو پکڑ لاؤ۔ تب ہر چند تلاش کیا۔ مگر وہ کہیں نہ ملا۔ تب معلوم ہوا ہے کہ وہ بھاگ گیا ہے پس امیر نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا حکم یوں ہی تھا۔ اور اب شور سے کچھ فائدہ نہیں۔

بودنی بود ہر چہ خواہد بود	غم بہ دل داشتن نہ دارد سود
گرگ از گلہ گوسفند ربود	ہائے ہوئے سبان ندارد سود

القصہ سوار ہو کر میدان میں آکھڑے ہوئے۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ اگر وہ اندھے ہوتے تو میدان میں آکر کیونکر کھڑے ہوتے۔ حکیم نے کہا کہ اے بادشاہ ایک پہلوان کو میدان میں روانہ کر ابھی معلوم ہو جائے گا۔ کیا حال ہے تب ایک عادی میدان میں آیا۔ اس نے ہردم پہ حملہ کیا۔ ہردم نے سانگ سے اس کا ہتھیار رد کیا۔ اور زور کیا اور آنکھوں والوں کی طرح کھڑا رہا۔ ہردم نے عادی کو ایسا مارا کہ وہ خاک میں ملا۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ اگر وہ اندھے ہوتے تو

مردک نامی حکیم نے نوشیرواں کے حکم سے امیر کے پاس آکر نوکر ہونا اور بعد اعتبار کلی سرمہ نابینائی کا دینا اور امیر حمزہ نے معہ یاروں کے وہ سرمہ آنکھوں میں لگانا اور لگاتے ہی امیر اور ان کے یاروں نے اندھا ہو کر کفار سے لڑنا

آنکھوں والوں کی طرح یہ کیوں لڑتے۔ غرض دوسرا عادی آیا۔ ہردم نے اسے بھی مارا۔ غرض اس روز ہردم
نے عادی مارے۔ تب عادیوں کے سردار نے حکم دیا۔ کہ ہردم پر سب یکبارگی حملہ کرو۔ عادیوں نے گھوڑے
اٹھائے اور ہردم کو گھیر لیا تب ہردم چوطرفی سانگ پھرا کر چھوڑنے لگا۔ جسے وہ مارتا وہ گھوڑے سمیت گرتا۔ پھر ہردم تیر مارنے
لگے تب بختک نے کہا کہ اس کی پیٹھ پر مارو تب بختک کے کہنے کے مطابق کیا۔ تب ہردم نے نعرہ مارا کہ امیر یہ مجھے مارتے ہیں۔ امیر نے
گھوڑے کو ڈپٹا اور وہاں گئے۔ تب عادی بھاگ گئے۔ امیر نے ہردم کو فوج میں روانہ کیا۔ اور کہا کہ اے کافرو نہ جانو کہ میں اندھا ہوں
پس اسی حالت میں بھی کئی کافر ماروں گا۔ کہ جس کا حال خدا کو معلوم ہوگا۔ اب بھی تم باز آؤ۔ تب نوشیرواں نے کہا کہ سارا لشکر ایک دفعہ
حملہ کرو۔ تب سارا لشکر امیر پر ٹوٹا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے تلواریں مارنے لگے۔ تب امیر کے یار اور لشکر کافروں پر پڑے اور
بے فکر مارتے چلے پس ایک ایک ہاتھ میں سوار کو گھوڑے سمیت چت کرتے۔ مردوں کا واویلا اور پہلوانوں کا شور اور گرزوں
کی تڑا تڑ اور تلواروں کی چقا چق سے پکار پکار ہونے لگی۔ اور کافروں کے سر گیند کی طرح دھڑوں کے چبوترے بنتے تھے تب نوشیرواں
نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ وہ تو اندھے ہیں۔ تم ان پر بھی غالب نہیں آسکتے۔ تب امیر نے کہا کہ کافروں نے ہمارا اندھا
ہوتا معلوم کر لیا ہے۔ اس لئے ہم کو کسی قلعہ میں داخل ہونا چاہئے۔ تب پہلوانوں اور اردبیل کے بادشاہ نے کہا کہ یا امیر یہاں
سے اردبیل تین منزل کے فاصلے پر ہے۔ سو وہاں جانا بہتر ہے۔ تب امیر کے حکم سے لڑتے ہوئے چل دیئے۔ جب رات ہوئی
نوشیرواں نے کہا کہ اب لڑائی بند کرو ؞

جان بچے امیر نے آدھی رات کو وہاں سے کوچ کیا۔ اور اردویل کی راہ لی۔ اور فوج کو اپنے اور اسباب کے گرد و پیش کر کے رات دن لڑتے ہوئے چوتھے روز ملک اردویل میں پہنچے۔ اور قلعہ کے دروازے بند کئے۔ اور خندقیں پر آب کیں۔ پس امیر اور تمام پہلوان خدا کی یاد میں رہتے تھے۔ اور باقی لشکر فصیلوں پر چڑھ کر کافروں سے لڑتا تھا۔ اور نوشیرواں نے اس قلعہ کو گھیر رکھا تھا۔

تہتّرویں داستان

جب امیر کشور گیر شہر اردویل جا کر قلعہ میں بند ہو کر رہنے لگے تو یہ خبر تمام ملکوں میں مشہور ہوئی کہ حمزہ کو مردک حکیم نے دوا دیکر اندھا کیا اور اس ناہنجار نے امیر کے سب یاروں کا یہی حال بنایا چنانچہ یہ خبر شہر بروع میں پہنچی۔ اور وہاں ہردم کی بہن کو امیر سے لڑکا پیدا ہوا تھا۔ اور والدہ نے اس کا نام قاسم جگر خونخوار رکھا تھا اور وہ لڑکا جنگل میں ہمیشہ شکار کھیلتا۔ اور ہردم کی بھانجی کو بھی سعد بن عمر سے لڑکا پیدا ہوا تھا۔ اور اس کا نام حارث رکھا گیا۔ اور یہ دونوں لڑکوں نے جب امیر کی مصیبت کی خبر سنی۔ تو دونوں نے لشکر لیا۔ اور بروع سے روانہ ہو کر اردویل میں پہنچے۔ اور کافروں پر پڑ کر اپنے دل کا بخار خوب نکالا۔ اور اپنے دعوی کو بخوبی ثابت کیا۔ اور شہر میں اگر امیر سے ملے۔ اور امیر مع یاراں بہت خوش ہوئے۔ اور سب کی ملکر یہی صلاح مقرر ہوئی۔ کہ اگر یہاں سے بروع کیطرف چلیں گے تو آرام پائیں گے۔ تب امیر اپنا تمام لشکر لے اردویل سے بروع کیطرف روانہ ہوئے۔ اور کافروں نے ان کا پیچھا کیا۔ غرضکہ امیر کافروں سے لڑتے بھڑتے قلعہ میں داخل ہوئے۔ اور کافروں کا لشکر قلعہ کے گرد گھیرا کر کے اترا۔ راوی یوں روایت کرتا ہے۔ کہ جب چھ مہینے گزرے تو امیر بہت تنگدل ہوئے اور یاروں کو بلا کر فرمایا کہ تم سب میرے واسطے کا ہیکو ہلاک ہوتے ہیں۔ اب تم مجھے پکڑ کر نوشیرواں کے حوالے کرو۔ اور تم جہاں چاہو خوشی سے رہو۔ تب سب یار وفادار سن کر رونے لگے۔ اور کہا کہ اگر ہماری ہزار جان ہو گی۔ تو بھی ہم سب تمہارے قدموں پر فدا ہوں گے اور کوئی بڑا ہی کمبخت اور بے وفا ہو گا۔ جو تم سے جدا ہو گا۔ اور جب تک ہمارے تن میں جان ہے۔ ہم تم کو نہ چھوڑیں گے۔ یہ انہیں باتوں میں تھے کہ یہ وہ غیب سے حضرت خواجہ خضر علیہ السلام خداوند پروردگار عالمیان کے حکم سے ایک ہرا پتا لے کر وہاں پہنچے اور اس کا عرق نچوڑ کر امیر کے آنکھوں میں ٹپکایا۔ عرق ڈالتے ہی امیر کی آنکھیں روشن ہوئیں۔ اور امیر اٹھ کر خضر کے پاؤں پر پڑے خضر نے کہا کہ اے فرزند یہ کام خدا تعالی کیطرف سے ہوا ہے۔ اب سب یاروں کی آنکھوں میں یہی رگڑ کر لگا۔ اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو۔ یہ کہہ کر حضرت خضر تشریف لے گئے۔ اور امیر نے وہ سب یاروں کو لگایا۔ قدرت حق سے سب کی آنکھیں روشن ہوئیں اور سب

خدا تعالیٰ کا شکر بجا لایا۔ عمر کرسی پر سے اٹھا اور کہا کہ یہ کام بختک نے کرایا ہے۔ پس اب اسے میں بھی سزا دیتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ مرضی خدا یونہی تھی۔ عمر نے نہ مانا۔ جب رات ہوئی تو عمر شہر سے باہر نکلا۔ اور باورچی کی صورت اختیار کر کے صبح ہوتے ہی بختک کے پاس گیا۔ اور دربانوں سے کہا۔ کہ ایک باورچی روم سے آیا ہے۔ بختک کو خبر دو۔ بختک نے خبر پاتے ہی بلوایا۔ عمر اندر گئے۔ آداب بجا لائے۔ اس نے سر سے پاؤں تک خوب دیکھا۔ اور دل میں کہا عمر تو اندھا تھا۔ وہ یہاں کیونکر آیا ہوگا۔ جاسوسوں کو بلا کر قلعہ میں روانہ کیا۔ کہ عمر کو دیکھ آؤ۔ جاسوسوں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر عمر کو قلعہ میں بتائیں گے تو اس کو مار ڈالے گا۔ اور اگر امیر کے پاس بتائیں گے تو کچھ قباحت نہ ہوگی جاسوسوں نے مشورہ کیا۔ اور وہاں سے واپس پھرے اور آ کر بختک سے کہا کہ عمر اس وقت امیر کے پاس ہے۔ بختک نے اس بات کو سچ جانا اور چپ رہا۔ اور عمر کو ہریسہ پکانے کا اسباب دلایا۔ عمر نے ہریسہ پکایا۔ تو بختک نے بہت پسند کیا اور نوشیرواں سے ہریسہ اور عمر کی تعریف کی نوشیرواں نے بھی ہریسہ پکا کر طلب کیا۔ اور جب نوشیرواں نے ہریسہ کھایا۔ تو بہت خوش ہوا۔ اور مالک تمام باورچی خانے کا بنایا۔ تب عمر ہر روز ہریسہ پکا کر کھلانے لگے۔ اور اپنا اعتبار خوب جمایا۔ ایک رات دیگ میں گھی ڈالا اور جوش دینے لگے۔ باورچی خانہ کے ملازم بولے کیا سبب ہے جو دیگ میں گوشت نہیں ڈالا۔ تب عمر بولا کہ ایک موٹے تازے بکرے کا گوشت قصائی آدھی رات کو لائے گا۔ اس لئے خالی گھی کو جوش دیتا ہوں۔ تب وہ ملازم چپ ہو رہے۔ اور عمر آدھی رات کو بختک کے گھر میں گیا۔ اور اس کو سوتا پایا۔ تب ساڑھے سات مثقال بیہوشی کی دوا نکال کر اس کی ناک میں ڈالی۔ بختک نے جب دم اوپر کو کھینچا۔ جب دوسرے باورچیوں نے یہ حال دیکھا۔ تو اپنی جان سے ڈر کر سوتوں کی مانند پڑے رہے۔ اور عمر نے بختک کا گوشت تیز چاقو سے کاٹ گھی میں ڈال کر ہریسہ پکایا۔ اور چمڑا اور ہڈیاں وغیرہ نس میں گاڑیں۔ اور طائف کی مویز میں داروئے بیہوشی ملا کر سوتے ہوئے باورچیوں کو اٹھا کر کھلائی۔ تب وہ بیہوش ہوئے۔ تب ان سب کے سر کاٹ کر زمین میں دفن کیا۔ جب صبح ہوئی تو نوشیرواں کے سامنے وہ ہریسہ لایا۔ تب بادشاہ دوسرے بادشاہوں کے سمیت کھا کر بہت تعریف کی۔

بزرجمہر نے نجوم میں دیکھا تھا کہ عمر نے یہ کام کیا ہے۔ اسواسطے بزرجمہر نے نہ کھایا۔ نوشیرواں نے ہر چند کھانے شامل ہونے کو بلایا۔ بزرجمہر نے کہا کہ میں کھا کر آیا ہوں۔ نوشیرواں نے چپ رہ کر ہریسہ کھایا۔ اتنے میں بختک کی انگوٹھی باسن میں سے نکلی نوشیرواں نے کہا کہ اے مطبخی یہ انگوٹھی ہریسہ میں ڈالی ہے۔ تب عمر جست مار کر بارگاہ سے باہر آیا۔ اور امیر کے حضور میں گیا۔ اور ساری حقیقت عرض کی۔ امیر نے فرمایا کہ اے چور آدمی کا گوشت آدمی کو کھلانا منع ہے۔ تب نوشیرواں کو وہم ہوا اور کہا بختک کو بلا لاؤ۔ آدمی دوڑے اور بختک کے غائب ہونے کی خبر لائے۔ تب نوشیرواں نے سمجھ لیا۔ کہ یہ گوشت بختک کا تھا اور مطبخی عمر تھا یہ جان کر نوشیرواں نے قے کرنا شروع کیا۔ اور بیمار ہو گیا۔ (باقی داستان شب فردا)

چوہترویں داستان

جب نوشیرواں قے کرتے بیمار ہو گیا۔ اور دوسرے روز تخت پر بیٹھ کر بزرجمہر کو کہا کہ اے مکار تجھے معلوم تھا۔ کہ عمر مجھے بختک کا گوشت کھلاتا ہے کیوں نہ خبر کی۔ بزرجمہر نے کہا کہ اگر تجھے خبر کرتا تو عمر مجھے اسی وقت مار ڈالتا۔ اسواسطے میں نے تجھ کو خبر نہ کی۔ اور بادشاہ وشہریار حکیموں اور وزیروں پوچھنے کے سوا نہ کچھ کرتے اور نہ کچھ کھاتے ہیں۔ تو نے میرے پوچھے بغیر کیوں کھایا اور نوشیرواں نے کہا کہ تو نے یہ بڑی تقصیر کی ہے۔ البتہ تجھ کو تعزیر دوں گا۔ (یفعل اللہ مایشاء و یحکم مایرید) کہ جو کچھ خدا نے چاہا سو کیا۔ اور جو چاہئے گا سو کرے گا۔ پس جلاد کو بلوا کر نوشیرواں نے حکم دیا کہ بزرجمہر کی دونو آنکھیں نکال ڈالو اور آپ بادشاہی چھوڑ کر اور ہرمز کو تخت پر بٹھا کر مدائن کو چلا گیا۔ اور بزرجمہر اپنی آنکھیں کھو کر حمزہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اے فرزند مجھ کو اب مکہ معظمہ میں پہنچا دے کہ پیغمبر آخر الزمان محمد صلے اللہ علیہ وسلم متولد ہو کر چالیس روز کے ہوئے ہیں۔ القصہ بزرجمہر مکہ معظمہ میں آئے اور خواجہ عبد المطلب سے ملاقات کی۔ تب وہ بزرجمہر کو خانہ کعبہ میں لائے۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کھڑا کیا۔ اور حضرت کے دونوں قدموں خاک بزرجمہر کی آنکھوں میں لگائی۔ اور مناجات کرائی کہ یا قاضی الحاجات اپنے محبوب کے قدموں کی برکت سے میری آنکھیں روشن کر۔ تب مجیب الدعوات نے حضرت محمد مصطفےٰ کے تام شفا الیتام کی برکت سے بزرجمہر کو آنکھیں مرحمت فرمائیں اور ہاتف نے آواز دی۔ کہ اے بزرجمہر اگر تو محمدؐ کی برکت سے دعا کرتا۔ تو مشرق سے مغرب تک کے مردے زندہ ہوتے۔ لیکن تو نے بہت تھوڑی حاجت چاہی تب بزرجمہر نے چہرہ منور حضرت کا دیکھ کر بوسہ دیا۔ اور قدم مبارک پر پڑے۔ اور یہ معجزہ تمام دنیا میں مشہور ہوا۔ اور جو توریت کے عالم تھے۔ وہ خوب سمجھے بوجھے اور پکارے۔ کہ آخری زمانہ کا پیغمبر دنیا میں پیدا ہوا۔ جب نوشیرواں مدائن کو چلا گیا اور ہرمز بروج میں تخت پر بیٹھا تو اپنے داہنے ہاتھ بزرجمہر کے فرزند سیاہ پوش اور بائیں ہاتھ بختک کے بیٹے بختیارک کو وزیر مقرر کر کے بٹھایا۔ اور یہ موذی بختیارک باپ سے سو حصہ حرامزدگی میں زیادہ تھا۔ اور ہرمز کی دولت اور ملک کو اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اور وہ مکار ناہنجار جو کچھ کہتا ہرمز اس پر عمل کرتا۔ اور کہتا اے وزیر ایسا کام کر کہ اس عرب کا سر کٹے بختیارک کہتا۔ کہ اے بادشاہ خاطر جمع رکھ کہ میں نے نامور قضا و قدر باختر کے بادشاہ کو لکھا ہے کہ وہ پہلوان آدم خوار ہیں۔ اگر وہ آئیں تو حمزہ کے لشکر کو جیتا نگل جائیں گے۔ اتنے میں گرگ سوار کا لشکر آ پہنچا۔ اور اس کا سردار مرزبان زردشت گاؤ دنگی تھا۔ جب نوشیرواں کا فریاد نامہ گاؤ دنگی زخام کے بادشاہ کو پہنچا تو اس مضمون کا۔ کہ اے بادشاہ خانگاہ دنگی تمام تجھے معلوم ہو کہ حمزہ نام عبد المطلب ایک عرب پیدا ہو کر اٹھارہ برس کوہ قاف میں رہا۔

اور انسان و ہاتھی و گھوڑے و کتے و بیل کے سر اور شکل کے ہزار ہا دیوؤں کو فنا کر کے اور سلامتی سے واپس اگر باد شاہوں
اور پہلوانوں اور گردن کشوں کو تخت و دولت پر سے تختہ تابوت پر سلایا ہے۔ اور جو مسلمان ہوتا ہے اسکو امان دے کر حلقہ
غلامی کا پہنا کر رکھتا ہے۔ اور مجھے نہایت خوار کیا ہے۔ اگر رخام کا بادشاہ آئے تو اسے دنیا سے اٹھائے نہیں۔ تو رخام
کو معلوم ہو کر وہی آنے والا ہے۔ اور باختر میں آنیکا ارادہ رکھتا ہے۔ جب نوشیرواں کے نام کا خط گاؤ لنگی کے پاس
پہنچا تو وہ اپنے فرزندوں اور دامادوں کی طرف متوجہ ہوا۔ اور پوچھا کہ اس مہم عظیم کو کون اختیار رکھتا ہے۔ تب اسکے
بڑے داماد و زردشت نے کہا۔ کہ اگر میرے نام پر حکم ہو تو حمزہ کو باندھ کر لاتا ہوں۔ تب گاؤ لنگی نے تیس ہزار سوار دیکر زردشت
کو روانہ کیا۔ جب مرزبان شہر بروع کے نزدیک پہنچا تو ہرمز نے استقبال کیا اور ہزار تعظیم و تکریم سے بلایا۔ اور دوسرے
روز لڑائی کا نقارہ بجوا کر مقابلہ کے لئے میدان میں آکھڑا ہوا۔ تب امیر نے بھی لڑائی کا نقارہ بجوا کر میدان میں آئے۔ اور اس
وقت ایک گرگ سوار میدان میں آیا۔ اسوقت سارے پہلوان بولے کہ یا امیر لاندگی کے بو کے سبب ہمارے گھوڑوں میں
آگے جانے کی طاقت نہیں ہے۔ اگر حکم ہو تو پیادہ جا کر کافروں سے جنگ کریں۔ تب امیر نے فرمایا۔ کہ تمہیں پیادہ جا کر لڑنے
کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں خود جاتا ہوں۔ تب ہردم نے کہا کہ اے جہانگیر میں ہمیشہ پیادہ جنگ کرتا ہوں اگر حکم ہو تو میں
جاؤں امیر نے فرمایا تجھے خدا کو سونپا۔ تب وہ شیر کی طرح غراتا ہوا میدان آیا۔ اور حریف کے مقابل کھڑا رہا۔ تب گرگ
سوار نے مچھلی کا کانٹا ہردم پر چلایا۔ ہردم نے اس کا حربہ ماہی سانگ میں لپیٹ لیا۔ اور زور کر کے چھین لیا۔ اور سانگ
پھرا کر ایسا مارا کہ وہ کافر کے گھوڑوں کو باندھونگا۔ تاکہ لوگوں کی دہشت گھوڑوں کے دلوں سے نکل جائے۔ ہردم
نے کہا کہ اے عمر تو نے خوب سوچا۔ پھر دوسرا لاندگی سوار آیا۔ اور حربہ چلایا۔ ہردم نے بدستور سانگ میں لپٹ کو حربہ
چھین کر ایسا مارا کہ وہ گرگ سوار فی النار ہوا۔ اور سوار سے گرگ الگ ہوا۔ تب عمر دونوں لاندگی پہ سوار ہو کر آئے۔ اور
انکو اپنے لشکر اپنے لشکر کے گھوڑوں کے پاس باندھا۔ ہردم نے اس میدان میں بدستور چالیس سوار جہنم میں روانہ کیے۔ اتنے میں
شام ہوئی اور دونوں لشکر اپنے اپنے مقام پر اترے۔ ہردم نے آکر امیر کے قدموں پر بوسہ دیا۔ اور امیر نے ہردم کو نوازش
کیا۔ جب صبح ہوئی تو دونوں لشکر میدان میں آئے۔ اور کافروں میں ایک لاندگی میدان میں آیا۔ اور ہردم اسے جہنم
میں پہنچایا۔ اسوقت اسی طرح ہردم نے دس کافروں کو جہنم میں داخل کیا۔ پھر کوئی کافر میدان میں نہ نکلا۔ تب زردشت
نے کہا کہ اے پہلوانوں میدان میں نہیں جاتے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنی جان پیاری ہے۔ نہیں جائیں گے۔
کیونکہ جو رفیق جاتا ہے۔ میدان سے واپس نہیں آتا۔ تب زردشت آپ ہی سوار ہو کر میدان
میں آیا۔ اور ہردم پہ حربہ چلایا۔ ہردم نے سانگ میں لپیٹ دیا۔ زردشت نے زور کیا تو ہردم نے سمجھا کہ وہ

سانگ کو چھین لے گا۔ تب امیر کو پکارا۔ امیر نے گھوڑا دوڑا کر نعرہ مارا۔ اور اس نعرہ سے زردشت کے ہاتھ پاؤں سست ہوئے۔ اور رہبر وم نے سانگ چھین لیا۔ تب زردشت نے کہا۔ کہ اے حمزہ تو نے ناحق شکار کو چھوڑ دیا۔ امیر نے فرمایا کہ اے کافر لا جو نشان مردمی کا رکھتا ہے اس کافر نے امیر کے سر پہ حربہ ایسا مارا کہ اگر سد سکندری ہوتا تو بھی خطرناک ہوتا مگر حمزہ کو ذرا بھی خطرہ نہ ہوا۔ تب اس نے کہا کہ اے حمزہ ابھی تو زندہ ہے۔ فرمایا اے کافر بفضل خدا زندہ ہوں مگر دو حملے اور تجھے دیئے۔ مار پس اس نے پر زور دو حربے ایسے مارے۔ اگر پہاڑ ہوتا تو سرمہ ہوتا۔ جب امیر کی باری آئی تو امیر نے گیارہ سو من کا گرز ایسا مارا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ اور دل میں کہا کہ میں حمزہ کے مقابل کا نہیں ہوں۔ یہ کہہ کر واپس ہوا۔ تب امیر نے پھرتے وقت اس کے سر پہ گرز ایسا مارا۔ کہ اس کے حلق سے لہو زمین پہ پڑا۔ اور وہ بھاگ کر چلا گیا۔ تب اسائش کے نقارے بجائے اور زردشت نے کہا۔ کہ اے ہرمز میں حمزہ کے مقابل کا مرد نہیں ہوں۔ ہاں اگر بادشاہ یہاں سے قضا و قدر میں میرے ساتھ چلے۔ تو وہاں سرسال بن وال آدم خور بادشاہ سخت پہلوان ہے۔ اور اس کی پناہ ملے اگر حمزہ وہاں آیا تو یقین ہے۔ اپنی زیست سے ہاتھ دھوئے گا۔ تب سب کافر ایک مشورت سے بولے۔ کہ البتہ جس کام کا ضرر ہو وہی کرنا چاہیئے۔ تب سیاہ پوش سے ہرمز نے پوچھا۔ تو اس نے کہا کہ اے بادشاہ تیرا جانا مناسب نہیں ہے اور اگر جاؤ گے تو البتہ پریشان ہو گے۔ بختیارک ناہنجار نے کہا۔ کہ جانا بہت ضروری ہے۔ تب سیاہ پوش نے کہا کہ بادشاہ مختار ہیں۔ القصہ دوسرے روز ہرمز نے اپنے لشکر سمیت زردشت کی رہبری میں کوچ کیا۔ اور چند روز میں قضا و قدر میں پہنچے۔ تب زردشت نے آگے جا کر سرسال کو خبر کی۔ اور سرسال بن وال نے استقبال کیا اور بڑی تعظیم و تکریم سے لے جا کر ہرمز کو تخت پر بٹھایا۔ اور بہت دلاسا و دلیری کی اور کہا کہ اے بادشاہ تو فکر نہ کر حمزہ کو میں مارونگا۔ اور جب امیر کو قضا و قدر میں ہرمز کے جانے کی خبر ہوئی۔ تو امیر بھی آ کر قضا و قدر سے چار کوس کے فاصلہ پر اترے۔ سرسال بن وال نے کھانا منگایا۔ اور ہرمز کے روبرو رکھا۔ اور کافروں کو بھی دیا۔ ہرمز نے دیکھا۔ گوشت سور کا سفرہ پر آیا ہے۔ ہرمز نے کھانے سے انکار کر دیا۔ پس زردشت نے کہا اے بادشاہ اس کی مجلس میں تم بیٹھے ہو جو آیا ہے سو کھانا ضروری ہے۔ اگر سرسال سے یہ بات ظاہر ہو گئی تو مشکل ہے۔ تب ہرمز نے ضرورت کے موافق ایک نوالہ سور کے گوشت کا کھایا۔ پھر وہیں تھے کی پھر سرسال اور اس کے ہم جنسوں نے یہ صلاح کی کہ بڑے لات نے ہم پر مہربان ہو کر ہمارے واسطے جو یہ بکریاں بھیجی ہیں پس اس کے کھاتے ہی کوتاہی نہ کرنی چاہیئے۔ یہ فرمان دے کر سرسال کے سپاہی ہرمز کے لشکر سے ہر روز آدمیوں کو پکڑ کر لیجاتے اور کھاتے۔ ہرمز نے یہ سن کر بختیارک کی عقل پہ ہزار نفرین و لعنت کی۔ اور سیاہ پوش سے کہا کہ اے خواجہ زادے بختیارک ملعون کی صلاح سے تو ہم اس مصیبت میں پھنسے ہیں۔ اب تم دستگیر ہو کر ایسی تدبیر کرو کہ سرسال

شیطان کے پنجے سے رہائی ہو۔ تب سیاہ پوش نے کہا کہ حمزہ کی پناہ کے سوا رہائی مشکل ہے۔ ہرمز نے کہا کہ اول تم جاکر ہماری
سفارش کرو۔ پھر جیسا کہوگے میں ویسا کرونگا سیاہ پوش نے جاکر ساری حقیقت حمزہ سے عرض کی۔ حمزہ نے فرمایا۔ اگر ہرمز
مسلمان ہوگا۔ تو اسے میں بخشوں گا سیاہ پوش نے اسلام کا پیغام ہرمز کو بھیجا اور اس گبرزادے نے صبر سے باطن میں نفاق
رکھ کر ظاہر میں قبول کیا۔ اور آدھی رات کو مع فوج امیر کے لشکر میں جا شامل ہوا۔ امیر نے ہرمز کو تعظیم سے لاکر تخت پہ
بٹھایا۔ اور مسلمان کیا اور کھانا کھلایا۔ تب ہرمز نے کہا کہ یا امیر میں مدائن کو جاؤنگا۔ اور والدین کو دیکھونگا۔ امیر نے فرمایا کہ
تو مختار ہے۔ جا لیکن مسلمان رہنا۔ ہرمز نے قبول کیا۔ اور مدائن کو روانہ ہوا۔ امیر وہیں تھے۔ کہ ایک روز فجر ہوتے ہی سرسال
نے طبل بجوائے۔ اور میدان میں آیا۔ اس کافر کا قد ایک سو ستر گز تھا۔ وہ گھوڑے پہ سوار ہو کر میدان میں آکر پکارا کہ اے عربو تم
میں سے جس کو مرنے کی آرزو ہے۔ سو میدان میں آئے تب لندھور امیر کے سامنے آیا۔ اور اجازت چاہی پس امیر نے فرمایا
کہ جاؤ خدا کے حوالے کیا۔ تب لندھور میدان میں آیا۔ سرسال نے کہا اے دراز قد تیرا کیا نام ہے۔ اُسنے کہا میرا نام لندھور بن
سعدان تاجدار ہند ضلع سراندیپ کا ہوں۔ تب سرسال نے کہا کہ اے لندھور تو مردانہ ہے اب تو مار۔ تب لندھور نے کہا یہ
طریقہ ہمارا نہیں ہے سرسال نے گرز اٹھایا۔ اور لندھور نے سپر سر پہ لی۔ اور خدا کی پناہ مانگی۔ اُسنے گرز مارا اس نے ہزار
سختی سے روکیا۔ تب سرسال نے کہا اب تو مار۔ تب لندھور نے اپنا گرز اس پہ مارا۔ اس نے ہنس کر کہا اے لندھور اتنے
بڑے قد میں اس گرز کی ضرب آواز در گنبد کی مثال ہے۔ غرض شام تک دونوں لڑتے رہے اور رات کو دونوں لشکر اترے
لندھور آیا تو امیر نے فرمایا۔ کہ سرسال کو کیسے پایا کہا کہ زور میں پولادتن کے برابر ہے۔ اس وقت امیر نے ثروین کیواسطے افسوس
کیا۔ جب فجر ہوئی تو پھر دونوں لشکر میدان میں آئے۔ تو امیر کے اجازت سے مالک اشتر میدان میں آکھڑا ہوا۔ تب سرسال نے
کہا اے کوتاہ قد کل باوجود اس دراز قد کے لندھور پر ہمر نہ آیا۔ اب تو کیا کرسکے گا۔ مالک نے کہا قد تو میرا چھوٹا ہے۔ لیکن خدا
میرا بڑا ہے کہ ابھی تیرا مغز نکالونگا۔ جو نشان بہادری کا رکھتا ہے لا۔ تب سرسال۔ نے گرز اٹھایا۔ مالک نے سپر سر پہ لی۔ اور رد کیا
جب مالک نے گرز مارا تو سرسال نے بڑی محنت سے رد کیا۔ اور کہا ہزار آفرین ہے۔ تیرے بازو پہ کیا ہوا جو قد چھوٹا ہے
لیکن قوت بڑی رکھتا ہے۔ پھر بدستور یہ شام تک لڑے جب رات ہوئی تو دونوں لشکر ہوئے اور رات کو آرام کیا جب فجر
ہوئی تو سرسال نے میدان میں آکر للکارا۔ اور قیماز سامنے آکھڑا ہوا۔ اور سرسال نے قیماز کی ڈھال پہ گرز مارا اور تیرے جیسا
شعلہ آگ سے نکل کر آسمان کی طرف گیا۔ اور قیماز نے سرسال کو تلوار ماری اور اسنے ردکی لگر پھسل کر گھوڑے پہ پڑی اور وہ
مرگیا۔ اور سرسال زمین پر گرا۔ اور قیماز کے گھوڑے کو مارنا چاہا۔ تو قیماز جلدی پیادہ ہوا۔ اور گھوڑے کو پشت کی نیچے کرلیا۔
تب سرسال نے دونوں بازو پکڑ کر قیماز کو اٹھایا۔ اور زمین پہ پچھاڑا۔ اتنے میں امیر نعرہ مارا اور اسکے مقابل آئے اور سرسال

قیمار کو چھوڑ کر دوسرے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور کہا اے کوہ تاہ قد تو کون ہے۔ جو میرے شکار کو چھوڑا دیا۔ امیر نے فرمایا کہ میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ سرسال نے امیر پہ گرز چلایا امیر نے سپر کی اوجھڑ سے رد کیا۔ اور فرمایا کہ اے ملعون میں نے دو حملے اور بھی دیے۔ تب اس موذی نے گرز اٹھایا۔ اور چلایا۔ تب عمر نے عربی زبان میں امیر سے کہا کیا تم باختر میں آئے ہو۔ اس کو جلدی اٹھا لو۔ تاکہ تمہارا رعب گاؤ لنگی پر قائم ہو۔ امیر نے فرمایا تم سچ کہتے ہو۔ جب سرسال نے تیسرا گرز چلایا۔ تو امیر نے گرز کا قبضہ پکڑ کر ایسا جھٹکا دیا۔ کہ اس کا ہاتھ چھوٹا اور گرز زمین پہ گرا۔ اور امیر نے کمند دیو بند اسکے گلے میں ڈالا اور کھینچ کر اسے زمین پر گرایا اور جست مار کر سرسال کے سینے پہ بیٹھے۔ تب اس کے لشکر نے چاہا کہ امیر پہ حملہ کریں۔ لیکن سرسال نے منع کیا۔ تو وہ کھڑے رہے اور امیر نے اس کے ہاتھ پاؤں محکم باندھے۔ اور عمر کے حوالے کیا۔ اور آپ فتح و نصرت سے آکر پہلوانی جہاں کی کرسی پہ بیٹھے اور سرسال کو بلا کر فرمایا۔ کہ میں نے تجھے کیونکر باندھا۔ اس نے کہا کہ جیسے مرد مردوں کو باندھتے ہیں۔ ویسے باندھا ہے۔ امیر نے فرمایا کہ مردان عالم نے کہا ہے۔ کہ مرد باش باہم پائے مرد باش سرسال نے کہا کہ تم مجھ کو مت مارو جو کہو گے سو سنونگا۔ امیر نے کہا کہ تو مردار و حرام کا کھانا چھوڑ دے۔ اور مسلمان ہو تو تجھے نہ مارونگا۔ اس نے قبول کیا تب امیر نے فرمایا بول خدا ایک ہے۔ اور دین حضرت خلیل اللہ کا برحق ہے۔ اور بت پرست باطل ہے۔ سرسال نے کہا کہ تمہارا خدا بزرگ ہے۔ جس نے تجھ سے مجھ کو مجھ سے ہاتھی پہ غالب کیا۔ اگر کوئی ہے تو آپ کے خدا کی بندگی کرنی ہے۔ اور یہ بت لائق خدا نہیں سب باطل ہیں یہ کہہ کر کلمہ کا اقرار کیا اور مسلمان ہوا۔ تب امیر نے اپنے ہاتھ اس کے بند دور کئے اور خلعت سے سرفراز کر کے لندھور سے کم مرتبہ پہ بٹھایا۔ باقی داستان شب فردا

پچھترویں داستان

جب امیر کشور گیر نے سرسال کو باندھ کر مسلمان کیا تو وہ امیر کو پہلوانوں سمیت شہر میں لے گیا۔ اور شرائط مہمانداری بجا لایا۔ تب امیر نے فرمایا۔ اے سرسال تیرے ملک میں کیا تماشا ہے۔ وہ دکھا کر اس نے کہا کہ اے جہانگیر یہاں سے تین منزل پر طلسمات جمشیدی ہے اور کیفیت یہ ہے کہ اس نے مرتے وقت اپنے شہر کو خالی کیا۔ اور طلسم کے سوار اور پیادے بنائے۔ اور دولت سے اسباب تیار کر کے شہر میں رکھا۔ اور شمشیر داروں کو نگہبانی کیلئے بٹھایا۔ کہ کوئی آدمی شہر کے اندر نہ آئے۔ اور گور بنا کر آپ زندوں کی طرح سو رہا۔ اس بادیہ میں ایک سفید دیو نے رہائش کی ہے۔ تب امیر اپنا لشکر تضاوقدر میں چھوڑ کر آپ مع سرسال و عمر طلسم جمشیدہ کو گئے۔ اور گوناگوں کی آواز سنی تو پوچھا یہ آواز کیسی ہے کہا کہ یا امیر یہی طلسم ہے۔ امیر نے چاہا کہ دروازے کے اندر جائے۔ مگر وہاں سوار تلواریں لئے کہ امیر پہ دوڑے جب امیر سمجھے

کہ یہ لڑائی کو آتے ہیں۔ سرسال نے امیر کو کہا کہ میں نے اپنے دادا سے سنا ہے۔ کہ یہ سارا کام حکمت کے طلسم سے
ہے۔ اور اس سارے کھیل کی بنیاد وہی جانور ہے۔ اور اگر اس مرغ کو کوئی تیر سے مارتے۔ تو یہ سارا طلسم
ٹوٹ جائے گا۔ اور دروازہ کھلے گا۔ تب امیر نے مرغ کو مارا۔ پھر عمر اور ہر آدمی چوب زمین پر مارنے لگے۔ امیر نے
فرمایا۔ کہ اے عمر یہ سب طلسم اس خزانہ کی نگہبانی کے لئے بنایا گیا ہے۔ تب امیر نے خدا نام زبان پر لا کر اس طلسم
کے قفل کو توڑا۔ اور اندر جا کر دیکھا۔ کہ سب جگہ سانپ اور بچھو پھر رہے ہیں۔ تب امیر نے فرمایا کہ اے سرسال
اب مجھے۔ دیو سفید کی جگہ لے چل۔ تب وہ بادیہ علم کے بیابان کو لے گیا۔ امیر نے دیکھا کہ تمام جنگل پھولوں سے بھرا ہے
تب امیر خدا کو یاد کر کے اسم اعظم کی تسبیح پڑھنے لگے۔ اور دیو مذکور کے کنوئیں پر پہنچے اور گھوڑے پر سے اتر کر
سرسال کو فرمایا۔ کہ کنوئیں کے اوپر کا پتھر نکال سرسال نے بہت زور کیا۔ لیکن نہ نکال سکا۔ تب امیر نے وہ پہاڑ ٹھوکر
سے دور کیا سرسال اور عمر سے کہا کہ میں اندر جاتا ہوں۔ تم باہر سے کسی دیو کو مت چھوڑو۔ کہ اندر آئے
اور اشقر کو کہا کہ تو کنوئیں کے منہ سے دور مت ہو۔ یہ کہہ کر امیر کنوئیں کے اندر گئے۔ اور اندر کے پتھر کے سوراخ
میں سے دیکھا کہ دیو سفید متفکر بیٹھا ہے۔ اور دوسرے دیو تخت کے سامنے ڈالے بیٹھے ہیں۔ کتنی دیر
کے بعد دیو سفید نے سر اٹھایا۔ اور کہا کہ اے جاسوس ایسی بلا کون ہے۔ اور اسے کیا دیکھا ہے۔ تب ایک دیو نے
آکر عرض کی کہ میں جنگل میں تھا کہ دو سوار اور ایک پیادہ پیدا ہوئے۔ جن میں سے ایک حمزہ تھا۔ اس لئے میں
آپ کو خبر کرنے آیا ہوں۔ دیو نے کہا کہ میں نے اس کے ڈر سے کوہ قاف چھوڑ دیا ہے تو بھی وہ بلا ہم کو نہیں
چھوڑتی۔ اتنے میں امیر کشور گیر جہاں شاہ رسول آخر زماں وہ پتھر نکال کر اندر آئے۔ وہ دیو امیر کو دیکھ
کر پکارا کہ اے حمزہ تو یہاں آیا ہے۔ اب جان کہاں لے جائے گا۔ یہ کہہ کر ایک پہاڑ سا پتھر امیر پر چلایا۔
امیر اسے ٹال کر جست مار کر علیحدہ ہوئے۔ اور وہ پتھر زمین پر پڑا۔ دیو اسے اٹھانے کو پھر جھکا۔ تب امیر
نے تلوار سے اس کی آدھی کمر کاٹی۔ اس نے کہا۔ کہ اے حمزہ دوسرا زخم بھی مارتا۔ تا مر جاؤں۔
امیر نے کہا کہ دوسرے کی حاجت نہیں ہے۔ تب وہ موذی سر پر پتھر مار کر مر گیا۔ امیر باقی دیووں
کو مارنے لگے۔ جب بہت دیو مارے گئے تب باقی دیووں نے الامان پکارا۔ تو امیر
نے فرمایا کہ تم آدمیوں کی عداوت سے ہاتھ اٹھا کر قریشہ کی خدمت میں رہو۔
تو امان دوں گا۔ انہوں نے قبول کیا۔ تب امیر پکارے۔ کہ اے موذیو! باہر
جاؤ۔ تب سب دیو باہر آئے۔ اور امیر کی خدمت میں سر رکھ کر سلام کر کے سب غائب ہوگئے

ہے کہ ہم بھی طلسمات میں پہنچیں اور جمشیدیہ میں جائیں یاروں نے قبول کیا اور سرسال کے دو بیٹے رہبر ہوئے رباقی داستان شب فردا

چہتروئیں داستان

القصہ چند روز میں طلسمات میں پہنچے اور آئے تو ٹوٹا ہوا دیکھا تو وہاں کا خزانہ لوٹا اور جو سانپ اور بچھو دیکھے تو مارے اور جمشیدیہ کو دیکھا کر تخت پر پاؤں پھیلائے سوتا ہے۔ تو تخت بھی توڑا اور سرسال کے فرزندوں کو کہا کہ باختر کی زادک میں ہے انہوں نے کہا کہ اے رستم باختر کا بادشاہ شیر گرداں ہے۔ اور اس قدر ایک سو پچیس گز کا ہے۔ اور وہ سب سے سب آدمی کھاتے ہیں۔ جب وہ ہمارے ملک میں آیا کرتا ہے۔ تو سرسال اس سے ڈر کر بھاگ جاتا ہے۔ وہ بڑا زور آور رہے۔ تب رستم پیلتن نے کہا کاؤنگی۔ ہرمز کی مدد کو آیا تھا۔ جو بے عزت ہو کر بھاگ گیا۔ اب وہ کہاں ہے۔ سرسال کے بیٹوں نے کہا کہ جس روز امیر نے سرسال کو باندھا تو اس نے اسی روز بھاگ کر شیر گرداں کی پناہ لی تب رستم نے اپنے بھائیوں اور پہلوانوں سے مشورہ کیا امیر تو دیو سفید کو مارنے گئے ہیں وہ جب وہاں سے نکلیں گے تو البتہ شیر گرداں کا قصد کریں گے۔ اگر ہم امیر سے پہلے جا کر ماریں گے تو فتح ہمارے نام ہو گی۔ تب سب پہلوان راضی ہوئے پس رستم نے جمشیدیہ سے کوچ کیا اور چند روز میں شیر گرداں کے پاس پہنچے اور زر دست لے پہلے ہی جا کر حمزہ کی تمام حقیقت شیر گرداں سے شیطان کی طرح گرز مارنا چاہا تو قنطہ زن نے اپنے گھوڑے کو پھرا کر اس خونخوار کے منہ پر پڑے زور سے تلوار ماری لیکن اس کو ذرا زخم بھی نہ لگا اور اس موذی نے اس اجل رسیدہ مومن کو گھوڑے پر سے اٹھا کر پھرا کر ایسا مارا کہ قنطہ زن کی روح قفس تن سے روضہ رضوان کی طرف پرواز کر گئی۔ اور آدم خور کفار دوڑ کر قنطہ زن کو کھا گئے۔ اتنے میں الجو اجل رسیدہ میدان میں آیا۔ اور ہر بار جب مار کر چھری اس کے بدن میں چھپا دیتا لیکن اس کافر کو کچھ نقصان نہ ہوتا۔ اس خونخوار نے اسی طرح کی چھریاں کھائیں مگر الجو اس کے ہاتھ نہ لگا۔ ناگاہ الجو کی اجل رشیدہ میدان میں آیا۔ تو اس موذی نے الجو کر پکڑ لیا۔ اور ہتھیار دور کر کے اسے چاب کیا۔ تب رستم کو سر سے پاؤں تک آتش غضب بھڑکی اور گھوڑے کو دوڑا کر میدان میں آیا۔ اور شیر گرداں نے گرز ایسا مارا۔ کہ رستم کے گھوڑے کی کمر ٹوٹی۔ تب رستم نے دوڑ کر اس کافر کے بازو پکڑ کر زور کیا۔ مگر اس کو نہ اٹھا سکے۔ اور رستم کی انتڑیاں ٹوٹیں۔ تب ہاتھ چھوڑ کر کھڑے ہوئے۔ تب اس موذی نے دیکھا کہ پہلوان لڑنے کے لئے آرہا ہے۔ چاہا کہ گرز مارے کہ اتنے میں قاسم غادری نے گھوڑا دلاوری سے میدان میں ڈالا۔ اور اپنے والد کی پشتی کے لئے اس کے مقابل میں کھڑے رہے۔ تب شیر گرداں نے کہا کہ اے پہلوان یہ کون ہے قاسم نے

کہاکہ یہ حمزہ کا فرزند اور میرا باپ ہے۔ اسے شہ زوری ہے۔ لیکن آپ ہی زور کر کے ماندہ ہوتا ہے۔ کہاکہ حمزہ کے ہوتے ہوئے فرزند لڑتے ہیں۔ ملک قاسم نے کہاکہ حمزہ یہاں نہیں ہے۔ وہ دیو سفید کو مارنے کے لئے بادیہ علم میں گیا ہے تب شیر گرداں نے کہاکہ حمزہ یہاں نہیں ہے۔ تو اس کے فرزندوں سے لڑنا مناسب نہیں ہے۔ یہ کہہ کر طبل بازگشت بجوایا اور چلا گیا۔ اور رستم کے عیاروں نے رستم کو لاکر تخت پہ سلایا اور رستم پیلتن کی روح مبارک جنت میں پرواز کر گئی۔ اور لشکر عرب میں شور محشر برپا ہوا۔ اور پہلوانوں نے ماتمی لباس پہن کر رستم کا تابوت تیار کیا۔ (باقی داستان شب فردا)

ستترویں داستان

جب امیر کشور گیر شکار سے فارغ ہوئے تو پھر جمشیدیہ کو آئے۔ اور شہر لوٹا پایا۔ تب عمر نے سراغ دیکھ کر کہاکہ دشمن لشکر سمیت یہاں آکر جمشیدیہ کو تہ بالا کر گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو چشم بد زمانہ سے اپنی پناہ میں رکھے یہ کہہ کر جمشیدیہ کو زمین میں دفن کیا اور وہاں چراغ روشن کیا ؎

اگر دنیا سراسر باد گیرد — چراغ پہلواں ہرگز نہ میرد

تب سرسال نے امیر کے حکم سے اپنے شہر کی خلقت کو منگا کر وہاں آباد کرائی اور امید بھی چند روز کے بعد اپنے لشکر میں پہنچے تو دور سے گریہ زاری کی آواز آئی۔ امیر نے فرمایا کہ اے عمر مجھے میرے دل پہ غم کا داغ لگا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اتنے میں سرو پا برہنہ پہلوان آکر امیر کے قدموں پہ گر کر روئے۔ رستم دالجود قدز کی شہادت کی حقیقت بیان کی۔ امیر یہ سنتے ہی گھوڑے سے زمین پہ گرے اور ماتم کیا۔ اور یاراں کی شہادت کی کل حقیقت دریافت کی اور چند روز ماتم میں رہے جب یاروں اور فرزندوں کو غم میں بدستور مبتلا دیکھا۔ تو فرمایا کہ اے یارو یہاں جنگل میں شکار بھی ہے اور بہت ہے جا کر شکار کرو کہ دل سے غم دور ہو غرض امیر کے حکم کے موافق یار اور فرزند سوار ہوئے اور شکار میں مشغول تھے۔ کہ مرزبان نے جو حمزہ کے آنے کی خبر سن کر شیر گرداں سے رخصت ہو کر اپنے شہر کو جارہا تھا سنا کہ یار و برادران حمزہ اس میں شکار کھیل رہے ہیں۔ تب ایک جادوگر کو بلا کر کہا تو جادو سے ایک گھوڑا بنا کر اسے زہر وار جواہر لاکر اس جنگل میں کھڑا کر اس جادوگر نے ویسا ہی کیا۔ اور مرزبان نے اپنے کافروں کو دور نگہبان بٹھایا اتنے میں سعد بن عمر نے ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑائے ہوئے یاروں سے جدا ہو کر اس گھوڑے کے نزدیک آپہنچے تو دیکھا کہ زیور جواہر پہنے ہوئے اور بلا توقف وہ گھوڑا اس پر اڑنے لگا۔ تب سعد سمجھے کہ اس میں ضرور کچھ دغا ہے تب اسی وقت اس کی گردن میں تلوار ماری تب وہ گھوڑا زمین پہ گرا۔ سعد نے چاہا کہ ان پھر اپنے گھوڑے پہ سوار ہو کر اتنے میں مرزبان نے اپنے لشکر سے آکر سعد کو باندھا۔ اور ساتھ لیا اور لشکر سے کہا کہ میں حمزہ کو بھی ایک خوب صورت

اسی طرح لاؤں گا۔ اور گاؤلنگی سے بھی یہی اقرار کیا تھا۔ اب حمزہ تو ہاتھ نہیں آیا۔ لیکن اس کا پوتا جو لشکر کا بادشاہ ہے
وہ ملا ہے۔ یہی فتح بس ہے۔ یہ کہہ کر کتنے دنوں میں رخام گیا۔ گاؤلنگی نے مرزبان کو کہا کہ میں نے تجھے کب کہا تھا۔ کہ
پہلوان کو لاؤ۔ وہ ملعون بولا۔ یہ پہلوان نہیں ہے۔ بلکہ حمزہ کا پوتا اور لشکر کا بادشاہ ہے۔ میں اس کو بڑی بہادری
سے باندھ کر لایا ہوں۔ گاؤلنگی نے کہا۔ کہ مجھے راست و دروغ کیونکر معلوم ہو۔ تو سعد نے کہا۔ کہ یہ ہتھیار باندھ لے
اور میں بے ہتھیار لڑتا ہوں۔ تب اس کا جھوٹ اور سچ ظاہر ہو گا۔ گاؤلنگی نے کہا۔ کہ اے شہزادے تو نے درست کہا
پھر سعد کے بند دور کئے۔ مرزبان کو با ہتھیار کھڑا کیا۔ تب مرزبان نے گرز پھرایا۔ اور سعد نے اسے جھٹ اٹھا کر زمین
پر دے مارا۔ اور باندھنا چاہا۔ تو گاؤلنگی نے اپنا ہزار من کا گرز اس ملعون پہ مارا۔ کہ وہ مر گیا۔ اور گاؤلنگی نے سعد
کو سینہ سے لگایا۔ کہا اے شہزادے تو جیسے وہاں بادشاہی کرتا تھا۔ ویسے ہی یہاں بھی کر اور خاطر جمع رکھ۔ کہ میں
تجھ کو سر مو تکلیف نہ دوں گا۔ بلکہ ہزار درجہ وہاں کی نسبت خوش رکھوں گا لیکن امیر کی ملاقات کی تمنا ہے۔ اس کی
ملاقات کے بعد تجھ کو بخوشی روانہ کردوں گا۔ اگر تو یہاں رہا تو البتہ ادھر کو تشریف لائیں گے۔ یہ کہہ کر سعد کو اپنے
برابر تخت پر بٹھا لیا۔ پس اس کی شفقت و مروت دیکھ کر سعد بخوشی وہاں رہنے لگا۔ اور وہاں بدیع الزمان اپنے
دوستوں کے ہمراہ اس جنگل میں شکار کے لئے آیا۔ اور سعد کی جائے قیام پہ گیا۔ تو دیکھا کہ سعد کا گھوڑا خالی ہے
اور دو جادو کا گھوڑا الٹا پڑا ہے۔ تو یاروں کو کہا کہ سعد کو وہ موذی جادوگر لے گئے ہیں۔ اور امیر ابھی تک رستم کا غم نہ
بھولے یہ تازہ داغ ہو گا۔ پس آپ ان کافروں کو پیچھا کر کے سعد کو رہا کرا کے واپس لانا چاہیئے۔ یہ قبول کر کے وہاں سے
آگے چلے۔ ایک شہر میں کہ جہاں گاؤلنگی کا داماد طاؤس باختری نام کا رہتا تھا آ پہنچے۔ بدیع الزماں بولے کہ سعد اسی شہر میں
ہو گا یہ سوچ کر طاس کو لکھا کہ میں بدیع الزماں حمزہ کا فرزند ہوں۔ اے بادشاہ تجھے معلوم ہو۔ کہ مرزبان شیدطان ہمارے
بادشاہ کو جادو سے پکڑ لایا ہے تو تجھے لازم ہے کہ اگر ہمارا بادشاہ تمہارے پاس ہے تو اسکو ہم کو دے اور اس شیلطان مرزبان
کو ساتھ لایا تو بہتر نہیں قسم ہے پروردگار کی کہ تیرا ملک ہم درہم برہم کر دیں گے۔ ہردم یہ دعی نے کہا کہ یہ خط میں لیجاتا ہوں۔ اگر اسنے
نہ سنا تو سانگ سے اس کا دماغ اس کے سر سے دور کرونگا۔ اگر وہ لڑا تو آپ میرا شور سن کر میری پشت پناہ کرنا۔ تو بدیع الزمان بولے
کہ جاؤ خدا کو سونپا۔ پس وہ ہردم خط لیکر شہر میں آیا کہا کہ طاس کو خبر کرو۔ کہ بدیع الزمان کا ایلچی آیا ہے بلوایا۔ ہردم نے اندر جا کر
خط دیا اس نے عزت سے خط لیا اور بعد مطالعہ موذی نے پھاڑ ڈالا۔ ہردم نے غصہ میں آ کر سانگ پھرا کر اسکو ایسا مارا۔ کہ وہ
موذی تخت کے پتھر جیسا ہو گیا اور شہر میں شور پڑا۔ تو بدیع الزمان بمع پہلوانان دوڑے۔ اور بہت کافر مارے۔ اور باقی کافروں
نے امان مانگی۔ بدیع الزمان نے ان کو امان دی۔ اور کافروں کے کٹے ہوئے سروں کا برج بنا کر اور اس مینار پہ طاس

کو رکھ کر دوسرے شہروں کو گئے۔ وہاں گاڈلنگی کا ایک اور داماد رہا کرتا تھا۔ (باقی شب فردا)

اٹھترویں داستان

راوی روایت کرتا ہے۔ کہ گاڈلنگی کے فرزند اور داماد پانچ سو سے زیادہ تھے۔ جب بدیع الزمان آیا۔ تو سنا۔ کہ اس
شہر کے بادشاہ کا نام عنقا باختری ہے۔ تو اسے بھی ہردم کے ہاتھ خط تحریر کیا۔ اس نے اندر بلایا اور پڑھ کر خط کو پھاڑ ڈالا
ہردم نے بدستور سابق اسے دراصل جہنم کیا۔ اس کا لشکر لڑنے لگا۔ بدیع الزماں نے جو ہردم کی آواز پر کان لگائے بیٹھے تھے
شورسن کر دوڑے اور ان کافروں کو مارا۔ اور باقی کفار نے امان مانگی سانکو امان دی۔ اور آگے بڑھے۔ اور کافی دنوں میں
زرقام میں پہنچے۔ تو بدیع الزمان نے ہردم کو خط دے کر روانہ کیا۔ جب ہردم بردعی ان کے دروازہ پہ گیا۔ تو دربانوں نے
خبر کی کہ ایک خونخوار قاصد تیرے کنبہ کو مار کر اور شہر ویران کر کے امیر کے کاغذ کا فرمان لایا ہے۔ گاڈلنگی نے ہردم کو اندر بلایا
ہردم نے جا کر دیکھا۔ سعد گاڈلنگی کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہے۔ لیکن ہردم نے اس شکل کا آدمی کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس
کا قد ایک سو چالیس گز۔ دیکھ کر ہردم دل میں ڈرا۔ جب گاڈلنگی نے دیکھا کہ ہردم ڈرتا ہے۔ تو کہا کہ یہ گھر کا دوست ہے
نہ ڈر۔ مگر تو نے میرے دامادوں کو ناحق مارا۔ القصہ ہردم گاڈلنگی کی مہربانی دیکھ کر خوش ہوا۔ اور پھر بدیع الزمان
کا رقعہ دیا۔ گاڈلنگی نے یہ خط پڑھ کر سعد سے کہا۔ کہ میں نے تم سے کیسی بے ادبی کی ہے۔ جو تمہارے چچا نے ایسا
خط لکھا کہ سعد نے کہا کہ تیرے الطاف سے خبر نہیں ہے۔ اس وجہ سے ایسا خط لکھا ہے۔ گاڈلنگی نے ہردم سے
کہا کہ تو بدیع الزمان کو میرا اسلام کہہ۔ اول بول کہ اے پہلوان میں نے سعد کو یہاں فراغت سے رکھا ہوا ہے
اور صرف اس لئے رکھا ہے۔ کہ امیر سعد کے لئے یہاں آئے اور میں امیر سے ملوں۔ کیونکہ امیر کی ملاقات کی مجھے بہت
آرزو ہے۔ جب امیر آیا تو سعد کے ہمراہ جا کر ملاقات کرونگا۔ اور تم حمزہ کے آنے تک مجھ سے خیال نہ کر۔ اور امیر
کے آنے تک آرام سے رہو۔ اور اگر میرا کہنا نہ مان کر کچھ حرکت کروگے تو پشیمان ہوگے۔ اور ہردم کو خلعت دیکر روانہ
کیا۔ ہردم نے بدیع الزماں کی جناب شجاعت مآب میں آکر سب کیفیت بیان کی تو بدیع الزمان نے فرمایا کہ طبل جنگ بجے۔
تو موجب حکم کے نقارۂ جنگ بجنے لگا۔ گاڈلنگی نے طبل کی آواز سن کر سعد سے کہا کہ بدیع محض نادانی کرتا ہے۔ مگر باسوا
جنگ چارہ نہیں۔ مگر میں اکیلا جاتا ہوں۔ اور اس کو گوشمالی کرتا ہوں تم بالا خانہ پر بیٹھ کر تماشہ دیکھو۔ تو گاڈ نے نوکروں
کو بلایا۔ کہ میرے بیل پر زین کسو۔ اور چودہ ہتھیار مردی کے باندھ اور چودہ سو من کا گرز کاندھے پر رکھ۔ بیل پر سوار ہوا اور شہر سے باہر آیا جیسے لشکر

بدیع الزمان نے رخام میں پہنچکر اس ملک کے بادشاہ گاؤ لنگی نام نرگاؤ سوار آدم خور سے لڑنا اور عمر نے لڑنے سے ہٹانا

نے اس کو دیکھا۔ تو حیران ہوئے کہا بدیع الزمان اس سے لڑنا مناسب نہیں۔ تو فرمایا کہ میں نے تمہارے طرد سر پر ہی طبل جنگ بجوایا میں پہلوان زادہ ہوں۔ یہ کہہ کر گھوڑا بڑھایا تب لندھور نے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا اے شہزادے ہزار جاں تجھ پر قربان کچھ تو سوچا ہوتا۔ اب میں جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر لندھور میدان میں آیا۔ تو گاؤ لنگی بولا۔ کہ اپنا نام بتا کہ تو بڑی دلاوری سے آیا ہے تاکہ بغیر نام نہ مارا جائے۔ کہا میرا نام لندھور بن سعدان ہے۔ اور ہزارہ جزیرۂ سراندیپ کا بادشاہ ہوں۔ گاؤ لنگی بولا کہ میں نے تمہاری کا آوازہ بہت سنا ہے۔ اب اپنی طاقت لا۔ لندھور نے کہا کہ رستم بن حمزہ اور یاران حمزہ کا قاعدہ پیش دستی کرنیکا نہیں۔ تو گاؤ نے گرز اٹھایا۔ اور لندھور نے خدا کی یاد سے سپر سر پہ لی۔ گاؤ نے گرز ایسا مارا کہ لندھور کے ہاتھ شست ہوئے۔ گاؤ بولا کہ ہزار آفرین ہو تو نے میری ضرب سہی۔ کیونکہ اس گرز سے کوئی زندہ نہیں گیا۔ لندھور بولا۔ اگر مرد ہے تو دور ہو جا۔ گاؤ نے اسپر ایسا گرز مارا کہ ملک اشتر بھی سست ہوا۔ تو سر برہنہ تمبی میدان کو آیا۔ اسوقت لندھور اپنے لشکر میں آیا اور گاؤ پھر میدان کو آیا۔ ادھر سے سر برہنہ تمبی گاؤ کے

روبرو آیا۔ گاؤ لنگی بولا۔ کہ اے پہلوان سر پر ڈھال لے کہ میرا گرز تیرے گرز کے برابر نہیں ہے۔ تو سر برہنہ اصل رسید بولا کہ تجھ کو اس بات سے کیا غرض ہے تو بدیع۔ مار میں ہمیشہ ایسا ہی لڑتا ہوں۔ سر برہنہ پر اس نے گرز ایسا مارا کہ صندوق سر سینہ میں جا چھپا۔ یہ دیکھ کر دیوانہ بنسی بھی میدان میں آیا۔ گاؤ نے اس پر ایسا گرز مارا کہ شہید ہوا۔ اور گھوڑا بھی مرا۔ تو گاؤ نے بیل پر سے اتر کر ہتھیار کھولے اور دونوں شہیدوں کو ہاتھ میں لیکر بدیع الزمان کے پاس آیا۔ کہا اے پہلوان تیرے سبب سے یہ دو پہلوان شہید ہوئے۔ اب میں امیر کو کیا جواب دونگا ابھی کچھ نہیں ہوا۔ اترا اور امیر کے آنے تک۔ کیونکہ مجھے امیر سے کام ہے اگر تیرا قصد میرے مارنے کا ہے تو میں لے کے ہتھیار آیا ہوں۔
بدیع الزمان نے کہا کہ بے ہتھیار کو کیا مارنا ہتھیار لگا کر آ۔ گاؤ نے شہید دونکو وہیں چھوڑ کر ہتھیار باندھ کر میدان کو آیا۔ اور بیل پر سوار ہوا۔ اور بدیع الزمان کے مقابلہ میں آیا۔ بدیع الزمان بولے کہ اپنی طاقت لا۔ تو گاؤ نے گرز اٹھایا۔ اور بدیع الزمان نے سر پر ڈھال لی۔ گاؤ نے گرز مارا۔ امیرزادہ نے رد کیا۔ اور کہا کہ دو حملہ اور کر مار۔ گاؤ بولا۔ کہ آفریں ہے تجھ پر اب تو مار۔ بدیع الزمان نے ہزار من کا گرز اٹھا کر ایسا مارا۔ کہ گاؤ کے ہر بن مو سے پسینہ ٹپکا۔ اور دوسرا گرز بڑی مشکل سے سہا۔ یہ دونوں بدستور لڑتے رہے۔ اور ادھر کا یہ حال کہ جب یاران امیر شکار کو گئے۔ واپس نہ ہوئے۔ تو امیر متفکر ہوئے اور عمر کو فرمایا میں شیر گرداں سے لڑتا ہوں۔ اور تم یاراں کی خبر لاؤ۔ تو عمر نے بجلی کی طرح زور سے ایک دبادا مارا۔ اور وہاں پہنچا۔ جب یاروں نے عمر کو دیکھا تو خوش ہو کر راہ کی تمام کیفیت دگاؤ لنگی کی سب حقیقت اور بدیع الزمان کی سب واردات عمر سے کہی۔ بدیع الزمان نے میدان سے پھر کر عمر سے کہا۔ کہ یا عمر ذرا بیٹھ میں تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ عمر بیٹھے۔ اور باتیں کیں۔ پھر عمر نے گاؤ سے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ تیری مردی کا آوازہ تمام جہاں میں مشہور ہے۔ لیکن یہ کیا۔ کہ امیر کی غیبت میں ان کے فرزندوں سے لڑتا ہے اور اس کے یاروں کو شہید کیا۔ تب گاؤ نے سوگند کھا کر کہا۔ کہ اے عمر یہ خطا مجھ سے نہیں ہوئی۔ اب بھی آپ بدیع الزماں کو خدا کے واسطے پھیر لیں۔ اگر کچھ ضرر ہوا تو امیر کو منہ کیا دکھاؤنگا۔ تو عمر نے بدیع الزمان کو پھیرا۔ پھر گاؤ لنگی بولا۔ کہ اے عمر آج تو میرا مہمان ہے اور میں تیرا تماشہ بھی دیکھونگا۔ عمر نے قبول کیا۔ تو گاؤ نے عمر کو لے جا کر سعد سے ملایا۔ اور تخت پر بٹھایا اور شراب و کباب منگا کر کھلایا۔ پلایا۔ (باقی داستان شب فردا)

اناسویں داستان

جب گاؤ لنگی نے عمر کو اپنے پاس بٹھایا۔ اور کھانا و شراب کھلایا تو باتوں میں کہا اے عمر تیری عیاری کی بہت صفتیں سنی ہیں۔ سو ڈرتا ہوں۔ کہ تو داڑھی مونڈتا ہے۔ عمر نے کہا کہ اگر تو اپنی عمر کے ہر برس کے حساب سے درہم دے۔ تو تیری

داڑھی معاف کرونگا نہیں تو تیری بمعہ ارکان دولت کے مونڈونگا۔ گاؤ لنگی نے کہا۔ کہ اگر تو نے میری ڈاڑھی مونڈی تو تیغ
جانلونگا۔ عمر نے اسی وقت ٹوپی سر پہ لی اور غائب ہوا۔ تب گاؤ نے کہا کہ اے شخص جیسا میں نے سنا تھا۔ ویسا ہی ہو سکے گا۔ تو تمام
رات نہ سوئے۔ اور بیٹھے رہے جب تمام وزیر گئے۔ تو اپنے چوکیدار کو تاکید نگہبانی کی شراب و کباب لیکر اپنے اگے رکھے اور خنجر
آبدار رکھ کر شراب نوشی میں تھا۔ اس وقت عمر دربار میں آیا۔ اور شراب میں دوائی بیہوشی کی ڈالی۔ گاؤ نے وہ شراب نامعلوم
ہو کر پی لی۔ اور بے ہوش ہوا۔ تو عمر نے استرا نکال کر آدھی داڑھی اور ایک مونچھ مونڈ کر اس کی ناک میں روغن بادام اور پرانا سرکہ
ڈال کر آپ دور جا بیٹھے۔ اور گاؤ چھینک کر ہوشیار ہوا۔ اور گھبرا کر منہ پہ ہاتھ پھیرا۔ تو آدھی ڈاڑھی اور ایک مونچھ نہ پایا
تو عمر ٹوپی اتار کر گاؤ کے روبرو آیا۔ گاؤ بولا۔ کہ تجھ سے شرط کر کے نادانی کی۔ اب ایسا کر کہ پھر برابر ہو جائے۔ ورنہ صبح کو شرمندگی
ہو گی دربار میں۔ تو عمر نے باقی مونچھ داڑھی مونڈ کر اپنی زنبیل سے بانوکی داڑھی ایسی لگائی۔ کہ خوب۔ تب گاؤ نے عمر کو
سینہ سے لگایا کہا کہ اے عمر میں نے جو صفت سنی تھی۔ اس سے ہزار حصہ زیادہ پایا۔ اور مجھ کو اتنا ممنون کیا۔ غرض جب
صبح ہوئی۔ تو گاؤ نے دربار میں بیٹھ کر سات لاکھ درم منگائے تو عمر وہاں سے وداع ہوا۔ اور پھر بدیع الزمان سے رخصت
ہوا۔ اور امیر کے پاس آکر حقیقت دیدہ شنیدہ عرض کی اور تمام رات آرام کیا۔ جب صبح ہوئی۔ تو زہر شیر گرداں مع لشکر
میدان میں آئے۔ امیر نے بھی ہتھیار باندھے۔ اور گرز دگر زنہ تین روز خوب لڑے۔ اور کھانا اور شراب منگا کر کھایا۔ چوتھے
روز امیر نے اس کا کمر بند پکڑ کر اللہ کا نام لے کر نعرہ مارا۔ اور شیر گرداں کو اوپر لے جا کر زمین پہ پچھاڑا۔ اور اس کے ہاتھ
پیر باندھے اور عمر کو دیا۔ اور آپ صمصام و قمقام نکال کر اس کے لشکر میں پڑے۔ اور بہت سے کافروں کو مردار کیا۔
اور سمجھایا۔ کہ مسلمان ہو۔ جب انہوں نے نہ مانا۔ تو سب باقی ماندہ کو جلا دیا۔ اور کچھ قلعہ میں بھاگ کر فرار ہوئے۔
عمر نے زہر شیر گرداں کو شیشہ نفت سے جلایا۔ اور امیر نے بھی آدم خوروں پہ فتح پائی اور آکر زہر شیر گرداں کو طلب
کیا۔ تو عمر نے کہا کہ آدم خوری سے منع کیا تھا لیکن وہ نہ مانا۔ تو میں نے اسے جلا دیا۔ امیر بولے بہتر کیا۔ لیکن اس قلعہ
کو بھی آگ لگانا چاہیئے۔ تو عمر نے قلعہ کو آگ لگا دی۔ باقی داستان شب فردا۔

اسّیویں داستان

جب امیر آدم خوروں کی فتح سے فارغ ہوئے تو رخام میں آئے۔ جب امیر کے آنے سے لشکر ظفر پیکر میں شادیانہ
بجے۔ تو گاؤ لنگی نے جب نقارے کی آواز سنی تو سوار کو کہا کہ اے سعد شاید تمہارا دادا آیا ہو۔ تو بہتر ہے کہ سعد کو خلعت پہنا کر اور

اچھے گھوڑے پر سوار کر کے تحفہ اور ہدیہ ہمراہ لے کر بڑے کر و فر جاہ و حشم سے جلوس وغیرہ سے روانہ کیا جب امیر کے لشکر میں سعد آئے۔ تو امیر نے باہر آ کر فرزند زادہ کو سینے سے لگایا اور اندر لے جا کر کہا کہ گاؤ مرد مردانہ ہے۔ اور مجھ کو شرمندہ کیا۔ القصہ اس رات آرام کیا۔ جب فجر ہوا۔ تو گاؤ ذولقارہ جنگ بجواتا ہوا میدان میں اپنا لشکر لے کر آیا۔ اور امیر ہتھیار باندھ کر میدان میں آئے گاؤ نے امیر کو کہا کہ تیرا کیا نام ہے۔ فرمایا میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اس نے کہا کہ اے امیر میں خیال کرتا تھا۔ کہ خدا جانے تو کتنے قد و قامت کا ہوگا۔ فرمایا کہ جو نشان مردی رکھتا ہے لا۔ تو گاؤ نے چودہ من سو کا گرز اٹھا کر امیر کی ڈھال پر مارا۔ اور امیر کی سپر سے نیزہ کی مانند آگ کا شعلہ نکل کر ہوا پر گیا۔ امیر نے ڈھال ور پر اچھال دیا۔ اور امیر نے اس وار کو جھیل کر کہا۔ کہ اے گاؤ دو وار تجھ کو اور دیئے۔ مار۔ تو گاؤ نے دو گرز اور مارے۔ کہ امیر کا اشقر زانو تک زمین میں غرق ہوا۔ جب امیر کی باری آئی۔ تو امیر نے اشقر کو دوڑا کر گیارہ سو من کا گرز گاؤ کے سر پر مارا۔ گرز لگتے ہی بیل کی کمر ٹوٹی۔ اور گاؤ زمین پر آیا۔ اور چاہا کہ اٹھ کر امیر کے اشقر کو پے کرے۔ امیر نے تیزی سے اٹھ کر اشقر کو پشت کے پیچھے کر لیا۔ تو گاؤ نے سپر پر تلوار ماری۔ امیر نے سپر کی اوجھر سے روک لیا۔ مگر تلوار ٹوٹ گئی۔ تب گاؤ نے دوڑ کر امیر کا کمربند پکڑا۔ اور امیر نے اسکا پکڑا۔ زور کرنے لگے۔ کہ رات ہو گئی۔ تب گاؤ بولا کہ اے امیر پھرتا ہے یا لڑتا ہے۔ امیر بولے کہ اختیار تیرا ہے۔ گاؤ بولا کہ جبتک میں اور تو ایک طرف نہ ہوں تب تک میدان سے نہ پھروں گا۔ بس وہیں کھانا منگا کر نوش کیا۔ راوی تحریر کرتا ہے کہ امیر اور گاؤ اکیس روز تک لڑتے رہے۔ اور جو ہنر مردی کے تھے سب آزمائے۔ امیر بولا میں کھڑا رہتا ہوں۔ تم زور کرو یا تو کھڑا ہو میں زور کرتا ہوں۔ تو گاؤ بولا کہ تو مجھ سے زور آزما نہیں ہوگا۔ میں بہت بڑا دیو ہئیت کو جڑ سے اکھاڑتا ہوں۔ فرمایا کہ حکم خدا یونہی ہے۔ گاؤ نے امیر کی کمر پکڑی۔ امیر نے اس کی کمر پکڑ کر کہا کہ گاؤ میں نعرہ مارتا ہوں۔ کیا میں بچہ نہیں ہوں۔ کہ زور سے ڈروں۔ القصہ امیر نے نعرہ مار کر امیر نے گاؤ اٹھا کر اور زمین پر پچھاڑا۔ اور سینہ پر بیٹھ کر فرمایا بول خدا ایک ہے۔ اور دین حضرت ابراہیم کا برحق ہے۔ گاؤ صدق دل سے مسلمان ہوا۔ کہا کہ تمہارا خدا بڑا ہے۔ یہ کہہ کر گاؤ نے کلمہ ابراہیمی پڑھا۔ تب امیر اس کے سینہ پر سے اترے۔ اور سینہ لگایا۔ پہلوانوں سے فرمایا کہ گاؤ سے ملو۔ اور امیر کو بعد یاروں کے شہر میں لیگیا۔ اور ساقیان سیمبن ساق و مطربان خوش آواز حاضر ہوئے۔ اور چالیس روز تک جشن میں رہے۔ (باقی داستان شب فردا)

اکاسویں داستان

جب امیر کتنے روز رہے۔ تو ایک روز گاؤ نے عرض کی۔ کہ اے جہانگیر اس سے آگے ملک باختر ہے۔ اور وہاں کا بادشاہ کا نام آدم خور ایک سو ساٹھ گز کا قد ہے۔ جب بھی وہ ہمارے شہر میں آتا ہے۔ تو ہم پہاڑ میں جا چھپتے ہیں۔ امیر نے فرمایا کہ جب تک میں آدم

غوروں اور زر دشت جادوگر کو آگ سے نہ جلاؤں اور طلسمات کو نہ دیکھوںگا تب تک پھر کر نہ آوں گا۔ کیونکہ بزرجمہر نے کہا تھا کہ تم فراش دین محمدی آخر الزماں ہو۔ آخر فراش کا کام یہی ہے۔ کہ تمام خار و خس کو صاف کر کے اسپر فرش نفیس پر بادشاہ رونق افروز ہو سو میں بھی سب بلاؤں کو دور کر کے دنیا صاف نہ کروں۔ تو فراشی کا خطاب کب ملے گا۔ تو پہلوان عرب و عجم نے سر زمین پر رکھ کر کہا کہ اے جہانگیر جو کچھ زبان شجاعت ترجمان سے تراوش پائے وہ صحیح ہے۔ امیر بولے جاؤ تم یہیں رہو۔ اور میں باختر جاتا ہوں پھر واپس آکر تجھ کو حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کے حضور میں لے جاؤں گا۔ گاؤ بولا۔ کہ میرا جسم تم پر فدا ہو۔ آپکے بغیر میں یہاں رہ کر کیا کرونگا۔ جبتک ناک میں دم ہے میں آپ کی خدمت تمام عمر کروں گا۔ یہ کہہ کر اپنے بڑے فرزند کو شہر خام کی چابی دیکر چار کوس پر اترے اور عباس کو فرمایا کہ کاخ کو خط لکھو۔ اور دین محمدی کی دعوت دو۔ تب عباس نے اس مضمون کا خط لکھا۔ اول حمد خدا بعد حضرت ابراہیم کاخ آدم خور بادشاہ باختر کو شہنشاہ ہونے کا خطاب بخشنے والے بادشاہوں کو حلقہ غلامی ڈالنے والے کوہ قاف کے گردن کشوں اور سرکشوں کو قید کرنے والے ببر شیر اور اژدہا اور سیمرغ کو مارنے والے اور نمک حرام نوشیرواں کو سزا دینے والے حمزہ بن عبدالمطلب کیطرف سے معلوم ہو کہ میں نے اٹھارہ سال کوہ قاف میں رہ کر وہاں کی بلاؤں کو فنا کیا اور پھر فضل الہٰی سے دنیا میں سلامت واپس آیا۔ اور ہفت اقلیم کے گمراہ بادشاہوں کو تخت پر سے تختہ تابوت پر سلا دیا۔ اور جنھوں نے سعادت قبول کی۔ انکو اسلام اور دنیا کی عزت سے مشرف کیا۔ اور جو بیت گردن کش تھے۔ انکو حلقہ غلامی پہنایا اور جب دنیا میں کوئی دشمن نہ رہا۔ اس واسطے باختر آیا ہوں۔ تاکہ ادھر کی سب بلاؤں کو صاف کروں جب قضا و قدر میں آیا۔ تو ہر سال کو مسلمان کیا۔ اب تیرے یہاں آیا ہوں۔ اور یہ نامہ لکھ کر تجھ کو روانہ کیا پس لازم ہے۔ یہ خط دیکھتے ہی خراج کا مال گردن پر اٹھا کر بارگاہ کردوں اساس میں پیش ہو۔ اور آدم خوری ترک کر کے توبہ کر اور مسلمان ہو۔ ورنہ تجھ کو ایسی خرابی سے مارونگا۔ کہ ماہیاں دریا اور مرغان ہوا تیرے حال پر گریہ و زاری کریں گے۔ القصہ جب یہ ارشاد نامہ تمام ہوا۔ تو عمر بن عمیہ لے کر روانہ ہوا۔ عمر بن عمیہ نے سب تمام لباس عیاری بدن پر پہنے۔ اور پھر راسی زنگولہ باندھ کر کاخ کے دربار میں آئے۔ اور دربانوں سے کہا کہ کاخ کو خبر دو کہ حمزہ کا قاصد آیا ہے۔ کاخ نے اندر بلایا عمر اندر گئے۔ اور کاخ نے عمر کو اپنے تخت پر بٹھایا۔ اور دوسرے روز امیر د گاؤ مع لشکر آگے چلے اور باختر کی راہ لی اور چند روز میں باختر پہنچے۔ اور قلعہ سے باہر ڈیرہ کیا۔ عمر نے خدا کو یاد کیا۔ اور نامہ دیا۔ کاخ نے پڑھ کر پھاڑ ڈالا اور کہا کہ پکڑو اس چور۔ عمر نے سنتے ہی ٹوپی سلیمانی سر پر رکھی۔ اور نظروں سے غائب ہوا۔ درباری یہ حال دیکھ کر حیران ہو گئے۔ عمر نے امیر سے آکر کہا کہ جب دوسرا روز کاخ نے نقارہ جنگ بجوایا اور میدان میں آیا۔ اور سوار ہو کر مع لشکر میدان میں آیا اور کہا اے امیر اگر مرد ہے تو میدان میں آ۔ امیر ہتھیار باندھ کر مقابلہ میں آئے۔ کاخ نے کہا کہ اے ضعیف کیت قد میں نے امیر کو بلایا ہے۔ تو کون ہے امیر نے کہا کہ میں ہی امیر ہوں۔ کاخ بولا۔ کہ اے امیر شاید تو جادوگر ہے کہ جسکے سبب سے تو نے ساری دنیا کو فرمانبردار کیا ہے

امیر نے فرمایا لعنت ہے جادوگر پر اور تجھ پر۔ جو نشان مردی رکھتا ہے۔ کاخ نے گرز ایسا مارا کہ امیر زانو تک زمین میں گڑ گیا تب
وہ کافر پکارا کہ زوم دپست کردم کوئی ہے۔ جو امیر کی کسی ہڈی کے ریزہ کو زمین میں دکھائے۔ تو امیر نے جست ماری۔
اور اس کے پاس جا کر تلوار ایسی ماری۔ کہ کاخ بازو کٹ گیا۔ تو وہ موذی مثل جہاز بلکہ پہاڑ کی طرح گر کر مردار ہوا۔ اور اسی
خون آلودہ شمشیر سے کافروں پر جا پڑے۔ اور دونوں ہاتھ سے تلواریں مارنی شروع کی بسبب بہت سے کافر مارے گئے۔
تو باقی قلعہ میں بند ہوئے۔ اس وقت عمر نے شیشہ نفت نکالکر تمام کافروں کو قلعہ سمیت جلا دیا۔ اور چند روز وہاں ٹھہر کر
پھر ازخاش خونخوار کے شہر میں گئے۔ اس نے حمزہ کی خبر سن کر لشکر ساتھ لیا۔ اور میدان میں آیا۔ اور امیر کو پکارا۔ تو امیر پیادہ ہو کر میدان
میں آئے۔ اور ازخاش کو ایک سو اسی گز کا لمبا پایا۔ اور خدا جانے اس کے گرز کا وزن کتنا ہوگا۔ غرض جب اس نے گرز اٹھایا
تو امیر نے خدا کو یاد کیا۔ اور ڈھال سر پہ لیکر کھڑے رہے۔ جب اس نے گرز مارا تو امیر جست مار کر دوسرے جگہ ہوئے۔ اور وہ
زمین پر گرا جس سے زمین جنبش میں آئی اور وہ گرز اٹھانے جھکا۔ تو امیر نے تلوار خونخوار ایسی ماری کہ وہ کافر کٹ کر مانند لکڑی
دو ٹکڑے ہوا۔ امیر اسی خونخوار تلوار سے کافروں پر مارنے لگے کہ وہ کافر مانند لکڑی کی کافر قلعہ میں بند ہوئے۔ اور
عمر بن عمیہ نے شیشہ نفت نکال کر اس قلعہ کو کافروں سمیت جلا دیا۔ اور چند روز وہاں رہ کر ریگستان کا قصد کیا۔

بیاسویں داستان

جب امیر آدم خوروں کے مارنے سے فارغ ہوئے تو گاؤ سے کہا کہ اس سے آگے کیا شہر ہے کہا ریگستان ہے اور
وہاں کے بادشاہ کا قد ایک سو نوے گز ہے اور سب سپاہ سمیت بادشاہ پتھر مارتے ہیں امیر ریگستان گئے راستے
میں جنگل کے سبب تین روز کی راہ ایسی سخت تھی کہ سوائے ایک سوار کے گذرنا محال تھا۔ جب اس جنگل میں
گئے تو اس خونخوار نے جنگل میں گئے تو اس خونخوار نے جنگل کو چاروں طرف سے آگ لگا دی اور امیر کا لشکر
جلنے لگا امیر نے الیاس کا جامہ اور حضرت خضر کی کتدہ پہن کر کہا کہ اسکو پکڑو غرض اس کی برکت سے اکثر پہلوان بچے اور
اور اس سے باہر نکلے تو خونخوار جنگ کی لڑائی کے لئے تیار تھا۔ ہر ایک کے گلے میں پتھروں کا توبڑا تھا امیر کو پتھر مارنے شروع کر دیئے کل تین سوار
مارے گئے۔ صرف ستر پہلوان بچے تب امیر معہ پہلوانان لشکر کفار میں گھسے اور اتنے کافر مارے کہ اس کا حساب خدا جانتا ہے اور مارتے مارتے اس
خونخوار تک پہنچا اس موذی نے گرز امیر پر چلایا امیر جست مار کر الگ کھڑے ہوئے۔ بس وہ زمین پر ”رنہ کھا کر پڑا۔ جب اس خونخوار نے
گرز اٹھانا چاہا تو امیر نے اس کی کمر میں صمصام ایسی ماری کہ وہ کافر خیار تر کی مانند دو ٹکڑے ہو کر پہاڑ کی مانند

زمین پر گرا اور امیر کشور گیر نے باقی کافروں کو مارنا شروع کیا۔ تب کافر بھاگ کر قلعہ میں بند ہو گئے

امیر کے لشکر کا نیستان کے قریب پہنچنا اور حریف کا آگ نیستان رازمیں لگانا اور

امیر کا تمام لشکر یعنی سات لاکھ اسی ہزار آدمی جل کر خاک سیاہ ہونا

اور کل اکہتر آدمی پہلوانان کا بچنا اور امیر نے لڑ کر آخر کار دشمن کو مار کر کفار پر فتح پانا

اور عمر نے معہ کفار قلعہ جلا دیا۔ تب امیر نے خدا کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ اے یار و سب فرزندادر یار اور پہلوان اور تمام گھوڑے اور خزانہ و مال وغیرہ جل کر سیاہ اور لشکر تباہ ہوا۔ مگر بزرجمہر نے فرمایا تھا کہ ستر تن سے باہر آؤ گے سو ستر تن باقی ہیں خدا ہی علیم ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو کب مرنا ہے۔ تب یاروں نے کہا کہ اے جہانگیر جو خدا نے چاہا سو ہوا اور جو چاہیگا سو ہوگا۔ باقی داستان

تیراسویں داستان

جب امیر نے یاروں اور فرزندوں کو پردہ عدم میں چھپایا تو گادیلنگی کو بلایا اور فرمایا کہ اے دوست ساتھ لاکھ اسی ہزار سوار سب فنا ہوئے اور بہت سے فرزندوں نے بھی موت کا شربت چکھا۔ اب آگے کیا ہے۔ کہا کہ آگے اردبیل پیل دندان مرزبان پیل دنداں میں اور اسکے آگے زردست کا طلسمات ہے تب امیر اردبیل کے شہر میں آئے تو وہ سنکر لشکر میدان میں آیا اور امیر بھی پیادہ آگے ہوئے تو اردبیل پیل دندان ہاتھی مست کیطرح پکارتا ہوا آیا اور امیر پر دانتوں سے حملہ کیا تو امیر نے کرم خدا سے بھی دنیا سے جدا کر کے جہنم میں پہنچایا اور

باقی کافر قلعہ میں بند ہوئے۔ عمر نے سب کو شیشہ تغت سے جلایا اور وہاں سے طلسمات کو آئے تو چار دیواری کے درمیان ایک
گنبد نظر آیا جس میں قسم قسم کا راگ گانا ناچنا سنا امیر نے کہا کہ اے گاڈلنگی شاید یہاں آدمی گاتے ہیں گاڈلنگی نے کہا یا امیر یہاں آدمیوں
کا کیا کام ہے یہ تو زبردست جادوگر نے ہزاروں ہنر سے طلسمات تیار کیا ہوا ہے۔ تب امیر نے فرمایا کہ تو ہم سب سے تو بلند قد ہے اور تو
دیوار پر سے دیکھ کر نظر آتا ہے۔ تب گاڈلنگی دیکھتے ہی دیوار کے اندر گیا اور ہنستے ہنستے آگے گر پڑا اسی طرح جو یار دیکھنے گیا۔ سو ہنس کر
گر پڑا۔ آخر عمر اپنا منہ بند کر کے گیا اندر سو بد ستور عمر بھی ہنس کر گر پڑا تب امیر تنہا رہ گئے تو مناجات کے واسطے مجیب الدعوات کی درگاہ میں
ہاتھ اٹھائے کہ یا عالم الغیب یہ کیا راز ہے۔ تو مجھ پر ظاہر کر تب تیر دعا قبولیت کے نشانہ پر پہنچا پس امیر تنہا رہنے کے
باعث متفکر ہو کر سو رہے۔ اور خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھل کر ایک تخت آیا ہے۔ اور اس پر ایک بزرگ
بیٹھے ہیں۔ تب امیر نے پوچھا کہ اے حضرت آپ کون بزرگ ہیں۔ تب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرزند تو کیوں
روتا ہے۔ امیر بولا کہ میرا تمام لشکر مع یاروں اور فرزندوں کے فنا ہو کر صرف ستر تن یہاں آئے سو بھی یہاں گم ہوئے حضرت
نے امیر سے فرمایا کہ وہ ستر تن بخیریت تجھ سے ملیں گے۔ مگر یہ طلسم طلسمات جمشیدیہ کی طرح توڑنا چاہیئے اور جیسا کہ وہاں
سفید مرغ کو مارا تھا۔ یہاں بھی سفید مرغ کو مار کر سب کچھ معلوم ہو جائے۔ تب امیر خواب رحمانی سے بیدار ہو کر اپنے جسم
ولباس کو معطر پایا۔ پس اسی وقت کمان سے تیر لگا کر مرغ کو مارا اور اللہ کے فضل سے وہ جانور ایک ہی تیر سے مر گیا
اور سب آوازیں جاتی رہیں اور جادو ٹوٹ گیا۔ اور امیر کے یار اٹھ کر دوڑے اور امیر کے قدموں پر گرے امیر نے
سب کو گلے سے لگایا اور فرمایا۔ کہ یارو وہاں کیا دیکھ کر ہنس کر گر پڑے تھے۔ انہوں نے کہا اب کچھ یاد نہیں تب امیر اس دیوار کو توڑ کر
اندر گئے اور گنبد کا قفل کھولا۔ اور دیکھا کہ گنبد خالی ہے۔ پھر اسکے اندر کی کوٹھڑی کو ستر مرتبہ زور کیا مگر وہ نہ ٹوٹی۔ تب اللہ اکبر
کہہ کر زور کیا اور قفل کھولا اور دیکھا کہ وہ بھی خالی ہے۔ تب عمر نے کہا کہ جادوگر کا کوئی نشان معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں ہے عمر نے آنکھ
اوپر اٹھائی تو دیکھا کہ ایک تابوت لٹک رہا ہے۔ تب عمر تابوت پر سوار ہو کر اور دیکھا کہ اس میں زردشت زندہ آدمی کی
طرح سو رہا ہے۔ پس امیر نے کہا کہ وہ جادوگر وہی ہے۔ جو سو رہا ہے۔ امیر نے کہا دیکھو وہاں کچھ لکھا ہو گا۔ جب عمر نے
خوب غور کی تو ایک کتاب جادو آپ اس کے سرہانے رکھی نظر آئی جو اٹھا کر اپنی زنبیل میں رکھ لی اس پلید کا تابوت
زمین پر گرایا۔ تب امیر یاروں سمیت گنبد سے باہر آئے اور عمر نے امیر کے حکم سے وہاں آگ لگا دی۔ جب
چاروں طرف آگ بھڑک اٹھی۔ تو امیر نے عمر سے جادوگر کی کتاب طلب کی اور عمر نے دو تین ورق
نکال کر رکھے اور باقی کتاب امیر کے حوالے کی۔ اور امیر نے وہ کتاب آگ میں ڈال کر جلا دی جو ورق
عمر نے رکھے تھے اس کا جادو اب تک دنیا میں جاری ہے جب زردشت مع کتاب جل گیا۔ تو امیر نے

خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور دونوں ہاتھ اٹھا کر درگاہ ایزدی میں مناجات کی ربانی شب فردا)

پچوراسویں داستان

جب امیر نے زردشت کو مع کتاب جلا یا۔ تو امیر نے کہا۔ اب طلسمات کو دیکھنا چاہیئے۔ گاؤلنگی نے کہا کہ امیر تمام طلسمات اندھیرا ہے۔ وہاں جانا کچھ فائدہ نہیں۔ تب امیر نے طلسمات کے کنارے کھڑے رہ کر دیکھا کہ وہاں کچھ اور بلائیں ہیں جب رات ہوئی تو امیر نے فرمایا دنیا کا آخری کنارہ ہے۔ یہاں اور بلائیں بہت ہیں پہرہ دینا چاہیئے۔ تب عمر معدی کرب نے کہا۔ کہ پہلا پہرہ میرا ہے۔ مالک اشتر نے کہا کہ میرا پہرہ دوسرا ہے۔ لندھور نے تیسرا پہرہ اختیار کیا۔ اور امیر نے کہا اخیر میں پہرہ دونگا پس پہلے پہرہ پر عمر معدی کرب بیٹھے تو شکار کا بہت ملا۔ جس میں سے تھوڑا دیگ میں ڈال کر جوش دیتے تھے۔ کہ اتنے میں ایک بوڑھی راہ آئی تو معدی کرب نے اسے دیکھ کہا اے عورت تو کون ہے۔ اس نے کہا میں کارواں کی عورت ہوں۔ میں نہایت بیمار تھی مجھے مردہ جان کر میرے خویش اقربا ویرانہ میں چھوڑ گئے۔ مگر تقدیر تمہاری کی یاوری سے ذرا سی جان میرے جسم میں باقی تھی۔ سو خدا نے دوبارہ زندگی بخشی۔ اب کتنے روز سے کھانا تو کجا بو بھی نہیں سونگھی اور اس وقت گوشت کی بو آنے سے میرے جسم میں کچھ توانائی پیدا ہوئی۔ اس لئے آئی ہوں کہ تیرے صدقے تھوڑا سا گوشت ملے تو دعا کروں گی۔ غرض اس مکارہ و کفارہ پر عمر معدی کو رحم آیا۔ پس دیگ میں ہاتھ ڈالا۔ اس عورت دلیر نے عمر معدی کو ایسا طمانچہ مارا کہ وہ بیہوش ہوا۔ اور وہ عورت تمام گوشت کھا کر گم ہو گئی۔ جب عمر معدی ہوش میں آیا تب دیگ کو خالی دیکھ کر مالک کو اٹھایا۔ اور دوسرے پہر میں مالک نگہبانی پر بیٹھا۔ مگر اس کو عمر معدی نے عورت کی حقیقت نہ بتلائی تھی۔ مالک نے کہا کہ اے عمر گوشت پکا کر سب تو ہی کھا گیا۔ میرے واسطے تھوڑا بھی نہ رکھا عمر نے کہا میں بہت بھوکا تھا۔ پکایا اور سب کھایا تو بھی پکا اور رکھا۔ پس مالک بھی دیگ میں ڈال کر پکا رہا تھا۔ اور عمر معدی مثل سوئے ہوئے کے لیٹا ہوا تھا۔ کہ وہ بوڑھی پھر آئی اور مالک سے التجا کی اور مالک نے براہِ شفقت دیگ میں ہاتھ ڈال کر گوشت دینا چاہا۔ کہ وہ حرامزادی مالک کو طمانچہ مار کر اور سارا گوشت کھا کر چلی گئی۔ جب مالک ہوشیار ہوئے اور عمر معدی سے کہا اے چپکے پڑے ہوئے شاید تیرا بھی یہی حال ہوا ہو گا۔ اور مجھے خبر نہ کی چپ رہی کہ لندھور بھی طمانچہ کھائے۔ لندھور کو مالک نے اٹھایا اور آپ مانند سوتے کے پڑا رہا لندھور دیگ کو خالی دیکھ کر تھوڑا گوشت ڈال کر پکانے لگا۔ کہ اتنے میں وہ عورت آئی اور اپنا حال بولی تب لندھور بھی براہ مہربانی گوشت دینے کے لئے دیگ میں ہاتھ ڈالا پس وہ بدذات اس کو تمام گوشت اپنے ناپاک پیٹ میں ڈالکر چلی گئی جب لندھور ہوش

میں آیا تو عمر معدی اور مالک دونوں ہنسے تب لندھور نے کہا کہ اے بے مروّت تم پر بھی یہی حال گذرا ہوگا مگر مجھے اطلاع نہ کی پس عمر معدی کرب نے کہا کہ چپ رہو کہ امیر کا بھی تماشا دیکھیں لندھور نے کہا کہ میں تو امیر کو ضرور یہ خبر کرونگا تاکہ وہ بھی کہیں دغا نہ کھائیں۔ مالک نے کہا کہ اے لندھور امیر کبھی دغا نہ کھائیں گے بلکہ اس بد ذات سے ہمارا بدلہ بھی لیں گے۔ ان کی یہ باتیں امیر لیٹے ہوئے چپکے سن رہے تھے۔ تب یہ تینوں پہلوان امیر کو اٹھا کر آپ سوتوں کی طرح لیٹے رہے۔ غرض امیر بھی دیگ میں گوشت پکانے لگے۔ کہ اتنے میں وہ رانڈ اجل رسیدہ پھر آئی۔ اور اپنا حال بیان کیا امیر نے یہ سمجھ کر کہ یہاں طلسمات ہے۔ آدمی تو رہتے ہی نہیں بلاشک یہ کوئی دغا باز مکارہ ہے۔ ایک ہاتھ تلوار پر رکھ کر دوسرا گوشت نکالنے کو ڈالا۔ اور کن آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے رہے اور اس کمبخت نے دوسروں کی مانند امیر کو بھی مارنا چاہا۔ پس امیر نے اس مردار کی گردن پر ایسی تلوار ماری کہ سر تن سے جدا ہو کر دوڑ بھاگا امیر بھی اس کے پیچھے ہوئے۔ وہ سر ایک کنوئیں میں جا گرا امیر نے وہاں کھڑے ہو کے یاروں کو بلا کے کہا کہ کنوئیں میں اترو۔ تب عمر ڈھال پر بیٹھ کر نیچے اترے تو کیا دیکھا کہ ایک لڑکی اس سر کو سونے کے طبق میں اپنے آگے رکھ کر ایک محراب میں بیٹھی روتی ہوئی یہ کہہ رہی ہے۔ کہ میں نے کہا تھا کہ حمزہ کے روبرو نہ جانا تو نے میرا کہنا نہ مانا۔ آخر جان سے ماری گئی۔ تب عمر نے اس لڑکی کو سر سمیت امیر کے روبرو لا رکھا۔ امیر نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور یہ بوڑھی کون تھی اس نے کہا میں زردشت جادوگر کی بیٹی ہوں اور یہ میری دادی تھی۔ امیر نے فرمایا تو ہی ہے۔ یا کوئی اور بھی ہے۔ اس نے کہا کہ میری دو بہنیں اور بھی ہیں جو معہ لشکر طلسمات میں ہیں۔ تمہارے آنے کی خبر پا کر تم پر آئیں گی۔ تب امیر نے اس کو عمر کے حوالے کیا۔ (باقی داستان شب فردا)

پچاسویں ۸۵ داستان

دوسرے روز جادوگر کا لشکر اس بیاباں میں اترا۔ اور اس لشکر کے سردار زردشت کی دو بیٹیاں تھیں ایک کا نام گلرخ اور دوسری کا نام گلفرخ جادو تھا۔ اور ان کی دائی جادو میں نہایت استاد انکے ہمراہ تھی۔ امیر کی جماعت کو ڈبونے کے لئے اس دائی کو مقرر کیا دائی بارش باراں کے دو تین شیشے تیار کر کے اکر غریب کے پیچھے آکھڑی ہوئی امیر نے لڑکی کو بلوا نرم زبان اور میٹھی میٹھی باتوں سے کہا کہ لشکر جو لڑنے آیا ہے کیا روح ہے اس نے کہا کہ تم پر ہوا کے ساتھ بارش آکر تم کو غرق کریگی

عمر نے اس کو کنارے پہلے جا کر اپنے ساتھ نکاح کا لالچ دے کر حقیقت رد نہایت ہی نرمی سے دریافت کی مگر اس مردار نے باوجود دھمکی مارنے کے بھی کچھ نہ بتلایا۔ آخر اس کا سر کاٹ کر امیر کے روبرو لایا اور بولا کہ اے امیر اس کمبخت کو بہت شفقت سے کہا اگر اس نے کچھ نہ بتلایا تب میں نے اسے سزا دی اب میں جاتا ہوں اور جادوگر کی حقیقت دریافت کر کے لاتا ہوں تب لشکر

جادوگر کی طرف روانہ ہوا راہ میں ایک ساحر ملا عمر نے اسے مارا اور اس کے کپڑے آپ پہن کر اسی شکل بنکر گلرخ کے سامنے عرض کیا کہ دو روز سے وہ دائی حمزہ کے لشکر پر جادو کرنے کو گئی۔ مگر ابھی تک اس کا کچھ اثر معلوم نہیں تب گلرخ نے کہا شام کو جادو تمام ہو گا۔ اور عربوں پر آفت آئیگی عمر نے اسی وقت آکر امیر کے روبرو حقیقت شنیدہ عرض کی امیر نے کہا اب کیا کرنا چاہیئے عرض کی میں ان کا جادو انہیں پر پھراتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس روز چپ رہے۔ اور دوسرے روز عصر کے وقت جادوگر کے کپڑے عمر نے پہن کر شراب میں داروئے بیہوشی ملایا اور دائی کے پاس آکر کہا اے دائی دونوں شہزادوں نے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے اور کہا ہے۔ کہ تین روز ہوئے کہ عربوں کا مغزاب تک کیوں نہیں نکالا۔ کیا شاید تو انکے ساتھ مل گئی۔ تب اس نے کہا کہ دبدبے کے شیشے اب تیار ہو چکے ہیں۔ اب شام کو آفتاب غروب ہوتے ہی عربوں کا تماشا دیکھتی ہوں۔ عمر نے اس کو ایک پیالہ میں بیہوشی کی دوا ملی ہوئی شراب کا پلا دیا۔ وہ پیتے ہی بے ہوش ہوئی پس اسی وقت وہ مار کر شیشے اٹھا کر امیر کے روبرو آئے اور شیشوں کو پر از سحر دیکھ کر کہا کہ اب ان کا جادو انھیں پر پھیرتا ہوں۔ امیر نے فرمایا کہ جلدی کر تب ان کے لشکر کے پیچھے آیا اور شیشہ ہوا کا چھوڑ دیا۔ پس اس وقت ساحروں کا ڈیرا نہ وبلا یعنی نیچے اوپر ہوا پھر عمر نے آگ کا شیشہ چھوڑا ابر خلاف اسکے اتنا پانی برسا کہ ڈیرے کو بہالے گیا۔ جب یہ کافر فنا ہوئے تو امیر چند روز وہاں رہے اور گاؤ لنگی سے پوچھا کہ اب کیا باقی ہے۔ اس نے کہا اب دنیا میں کوئی بلا باقی نہیں ہے تب امیر زخام کو آئے اور گاؤ لنگی کے فرزند نے استقبال کیا اور بہزار تعظیم و تکریم سے امیر اور اپنے باپ کو باران امیر کو شہر میں لے جا کر بارگاہ میں بٹھایا اور ایک مدت تک وہاں عیش میں رہے ایک روز امیر جنگل میں شکار کو گئے۔ کہ اتنے میں قاصد موت ہرن کے بدیع الزماں کے سامنے آنکلا اور بھاگا بدیع الزماں نے پیچھا کیا۔ اور وہ ہرن ایک حوض میں جا گرا بدیع الزماں بھی حوض میں گرا اور گرتے ہی غرق ہوا جب امیر کو یہ حال معلوم ہوا۔ تو یاروں سمیت حوض میں آئے اور بہت ڈھونڈا مگر بدیع الزماں کا کچھ پتہ نہ پایا۔ تب بے امید ہو کر شہر میں آئے اور یاروں سے فرمایا ہم میں سے ایک ستے گم ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب ستر تن باقی ہیں۔ سب یاروں نے رو کر کہا کہ یا امیر خدا کو یونہی منظور تھا۔ تب امیر خدا کی رضا پر راضی ہو کر صبر میں رہے اور دل کو درگاہ ایزدی میں متوجہ کیا۔ باقی شب فردا

چھیاسویں داستان

جب امیر کشور گیر جہاں ستان فرزند کے غم سے فارغ ہوئے تو گاؤ لنگی نے کہا کہ یا امیر آپ نے فرمایا تھا۔ کہ تم مکہ معظمہ میں لے جا کر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی سے مشرف

کراؤں گا سو اب آپ اپنا اقرار پورا کریں۔ امیر نے فرمایا بسم اللہ چلو تب نیک ساعت میں امیر اپنے یاروں سمیت گاؤلنگی کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے اور قضا و قدر میں پہنچے اور پسران سرسال نے آکر استقبال کیا اور امیر کو شہر میں لے گئے۔ چونکہ سرسال فوت ہو چکا تھا۔ اس لئے بعد تعزیت فرزندان کو صبر کا درس فرمایا کہ سرسال تو خدا کی رحمت سے جا ملا۔ یہ فرما کر وہاں سے کوچ کیا۔ القصہ منزلیں طے کر کے کتنے دنوں کے بعد مکہ میں پہنچے اور جناب رسالت مآب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ہوئی کہ امیر آتے ہیں۔ تب مع اصحابوں کے استقبال کو آئے جب امیر نے حضرت کا جمال مبارک دیکھا تو بہت خوش ہوئے حضرت نے امیر کو گلے لگایا اور تمام اصحابوں سے ملایا۔ امیر نے اپنے والدین اور بزرجمہر کی وفات کی حقیقت سُنی اور تیر نوشیرواں بے ایمان کا اس جگہ سے کوچ کرنا سن لیا۔ اس کے بعد رسول مقبول نے اپنے دین کی دعوت امیر کو دی تب امیر حمزہ نے دین محمدی اختیار کیا اور دین محمدی پر مضبوط ہوئے

ستاسویں داستان

راویان شیریں زبان یوں فرماتے ہیں کہ حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ کہ اعرابی نے عرض کی کہ اے رسول خدا کافر جمع ہوئے ہیں اور قصد ہمارا کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت رسول نے امیر حمزہ کو اپنے اصحاب اور امیر کے یار ہمراہ دے کر روانہ کیا۔ اور کافروں نے فوجیں آراستہ کیں اور ایک کافر میدان میں آیا اور اس طرف سے گاؤلنگی امیر کے حکم سے گیا۔ کافر نے مارنا چاہا تب گاؤلنگی نے اسے اٹھا کر ایسا مارا کہ اسکا مغز اس کا کان سے باہر نکل گیا۔ اور مردار ہوا۔ غرضیکہ اسی کافروں کو بدستور گاؤلنگی نے مردار کیا ان کے بعد پور ہندی میدان میں آیا تو گاؤلنگی نے اس کو بھی مارنا چاہا کہ اتنے میں اس موذی نے تیر ایسا مارا کہ گاؤلنگی کی انتڑیاں گھوڑے پر پڑیں مرحبا گاؤلنگی شہید ہوا۔ تب امیر حمزہ غصہ میں اشقر کو دوڑا کر میدان میں آئے تو بولے تو کون ہے۔ امیر نے فرمایا میں حمزہ بن عبدالمطلب ہوں تور ہندی نے کہا کہ حمزہ باختری گم ہوا ہے۔ تو کہاں اور حمزہ کہاں تب امیر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ باختر سے مجھے سلامت لایا ہے۔ تب پوری ہندی نے حمزہ پر نیزہ چلایا اور حمزہ نے پکڑ کر چھین لیا اور وہی نیزہ اس کے سینے پر ایسا مارا کہ سینے سے گزر کر پیٹھ سے باہر نکلا تب اشقر کو دوڑا کر اس کے لشکر میں پڑے اور نعرہ مارا جب کافروں نے امیر کا نعرہ سنا تب سمجھا تاکہ یہ نعرہ حمزہ کا ہے۔ پھر تو سب کافر بھاگنے لگے اور امیر نے ان کا پیچھا کیا اور کافروں کو مار کر فتح و نصرت سے واپس پھرے اور شہر میں آئے

واللہ اعلم بالصواب ہرچہ دریں کتاب درج است۔ دروغ بر گردن راوی۔ (باقی داستان شب فردا)

اٹھاسویں داستان

ہندہ عورت کے ہاتھ سے امیر حمزہ کا شہید ہونا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر کے جنازہ پر ستر مرتبہ نماز ادا کرنا

جب امیر نے پوری ہندی کو قتل کیا تو ہومان پور ہندی کا نے لشکر روم و شام و ایران و توران و بلخ و بخارا جنش و زنگبار سب جمع کرکے اور اپنے ہمراہ مدائن اور ہرمز بن نوشیرواں سے کہا کہ اے بادشاہ حمزہ باختر جاکر گم ہوا تھا مگر اب ستر تن لے کر واپس آیا ہے۔ اور میرے فرزند کو مارا ہے۔ تو میرے فرزند کا انصاف اس سے لے۔ تب ہرمز نے کہا کہ اس سے بہتر ہے۔ کہ کہہ کر مع لشکر سوار ہوا اور سارے لشکر سمیت آ اترا۔ حضرت کو یہ خبر ہوئی۔ کہ اب تمام لشکر جمع ہوکر آیا ہے تب امیر نے کہا مجھے کیا غم ہے۔ اس لشکر کو میں اکیلا ہی کافی ہوں اور کلمہ انشاء اللہ تعالیٰ کا کہنا بھول گئے۔ پس خداوند غیور کو یہ تکبر کی بات بہت ناگوار گذری اسی جانب سے خدا کی خفگی اسلام پر نازل ہوئی۔ غرض امیرؓ اور علیؓ اور کئی اصحاب مع لشکر باہر آئے اور کافروں سے لڑائی طلب کی تب ہرمز نے کہا کہ اے اگر تم ایک ایک ہوکر ان عربوں سے لڑو گے تو برابر نہ آؤ گے تم تمام یکبارگی حملہ کرو تب ہرمز کے حکم کے بموجب سارے لشکر نے یکبارگی گھوڑے اٹھائے اور امیر و علی مع یاران اصحاباں تلواریں نکال کر کافروں پر پڑ گئے اور لشکر فوج کفار میں ایسا تھا جیسا آٹے میں نمک باوجود اس کے بیشمار کافروں کو جہنم میں پہنچایا اور اس جنگ میں اند عصور و معد بن عمر و عمر معدی اور دوسرے یاروں نے شہادت پائی اور حمزہ کے تخنے میں بھی تیر لگا اور امیر گھوڑا اڑا کر ہرمز کے نزدیک پہنچے تو وہ چھتر چھوڑ کر بھاگ گیا اور کافر بھی بھاگے اور امیر نے انکا پیچھا کیا اور چار کوس تک مار کر

مردہ کافروں کے ڈھیر کئے اور فتح و نصرت سے گھوڑے کی باگ پھیری ایک عورت جس کا نام ہندہ تھا امیر کو جاتے دیکھ کر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں چھپ رہی امیر جونہی اس پتھر کے برابر آئے تو اس ملعونہ نے ایک تلوار ایسی ماری کہ اشقر کے چاروں پاؤں قلم کئے امیر زمین پر گر پڑے اور اٹھنے کا ارادہ کیا۔ تب اس نامراد نے اجل کے زور سے ایسی تلوار ماری کہ آفتاب غروب ہوا یعنی امیر شہید ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ پھر امیر کا جسم چاک چاک کیا اور کلیجہ نکال کر کھا گئی پھر حضرت کے حضور میں آئی اور امیر کی شہادت کی خبر دیکر بولی کہ میں نے شہید کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا میرا وہ شیر کہاں ہے۔ مجھے دکھا تب ہندہ نے جا کر امیر کی جائے شہادت حضرت کو دکھائی اور حضرت نے امیر کے ٹکڑے جمع کرنے کو فرمایا اور لاش پر ستر مرتبہ نماز پڑھی اور پاؤں کے انگوٹھوں پر کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ہر ایک ٹکڑے پر ایک بار نماز کی تیسری روایت یہ ہے کہ پہلے حضرت جبرائیل اپنی ملائکہ سے آئے اور کہا یا رسول اللہ ہم نے حمزہ کے جنازہ کا ثواب نہیں پایا تب حضرت نے امامت کی اور جبرائیل نے مع ملائک اقتدا کیا۔ اسطرح ستر ملائکہ مقرب بارگاہ کبریائی نے اگر نماز کے واسطے عرض کی اور حضرت نے ستر بار امامت کی پھر لاش کو دفن کیا اصحابوں نے پوچھا یا رسول کیا سبب ہے۔ اپنے انگوٹھوں پر کھڑے ہو کر نماز جنازہ پڑھی فرمایا کہ فرشتوں کے ہجوم سے جگہ باقی نہ رہی تھی۔ جب دفن سے فارغ ہوئے تو ہندہ حضور کے دربار میں آئی اور حضرت نے اس سے منہ پھیر لیا اور راستے میں وحی نازل ہوئی اور کہا کہ یا محمدؐ تم جانتے ہو کہ امیر مر گیا۔ ایک مرتبہ آسمان کو دیکھو حضرت نے اوپر نگاہ کی کہ دیکھا کہ حمزہ بہشت میں تخت پر بیٹھے ہیں بمصداق اس آیت کے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْن۔

تب ہندہ ایمان لائی۔ کتنے دنوں کے بعد پری اور قریشہ سلطان کو امیر کی شہادت کی خبر ہوئی تو وہ نوے ہزار پریوں سمیت مکہ معظمہ کے گرد اتری اور رسالت پناہ کی خدمت میں قریشیہ آئی اور عرض کی کہ جس نے میرے باپ کو مارا ہے اسے میرے حوالے کرو۔ نہیں تو میں نہ جاؤنگی کہتے ہیں کہ حضرت صبح کو مکہ شہر سے باہر تشریف لائے اور پریوں کو پیغام دیا کہ ایمان لانے کا تم پر حکم آیا ہے تب تمام پریاں ایمان لائیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قریشیہ تیرا باپ خرابی سے نہ مارا جاتا تو اس درجہ اعلیٰ کو نہ پہنچتا اور اسکو سردار شہادت کا خطاب نہ ملتا۔ تب قریشیہ نے عرض کیا یا حضرت آپ میرا باپ مجھے دکھاؤ۔ حضرت نے فرمایا کہ اوپر دیکھ تب قریشیہ نے حضرت کے معجزہ سے امیر حمزہ کو جنت میں تخت پر دیکھا اور بہت خوش ہوئی اور خدا کا شکر ادا کیا اور حضرت کے قدمبوس ہو کر اپنے مکان میں واپس آئی یا خدایا ہمکو بھی اس حضرت کے طفیل اور تصدق اور برکات سے مرتبہ شہادت عطا فرما اور خاتمہ بالخیر اور سلامتی اپنے فضل و کرم سے سب مسلمانوں اور مومنوں کو روزی و نصیب فرما۔ آمین ثم آمین

داستان امیر حمزہ تمام شد